بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

یہ امر مسلم التسلیم ہے کہ مشرقی تعلیم کا میلان سوانحات قدیمہ کی اشاعت مین جنہین علوم کی جان اور فنون کی روح کہنا کسیطرح نازیبا نہوگا روز بروز حیرتناک ترقی کر رہا ہے۔ اور واقعات گزشتہ کو تاریخی جامہ پہنانے مین ہر وقت اور ہر آن سرگرم ہے۔ بزرگان دین اور ائمہ مذہب کے واقعی حالات جو ایک عرصے سے فسانون کے تیرہ و تاریک بھول بھلیون مین کرم شبتاب یا چراغ سحری کی طرح ٹمٹماتے نظر آرہے تھے اور مسلمان قوم کے سچے واقعات مذہبی فسانون کے دہندلے غبار مین صبح کے جھلملاتے ستارون کی صورت مین عنقریب بے نور ہونے والے تھے اُنپر تاریخی روشنی چمکانے مین انتہا سے زیادہ جاروجہد کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ عالم کی مختلف شاخون مین دنیائے اسلام جسقدر بلحاظ اپنی ذاتی خوبیون کے سعزز و ممتاز ہے اُسیقدر تواریخی حصہ مین اُسکا سرمایہ بہت کچھ جمع ہوگیا ہے اور روز بروز ہوتا جاتا ہے۔ لیکن اگر اسے غلط خیالی پر محمول نکیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ دنیائے اسلام مین جسقدر تاریخی حصہ کے روشن اور چمکیلا کرنے مین نہایت مستعدی اور سرگرمی کیساتھ کوشش کیجا رہی ہے اُسیقدر مبالغہ آمیزی اور مدحیہ الفاظ سے اُسے دہندلا اور مکدر کیا جا رہا ہے۔ اب زمانہ کی کتاب کا وہ ورق بالکل اُلٹ دیا گیا ہے کہ اکابر دین اور معززین مذہب کی عزت و وقعت صرف تعریفی الفاظ اور مدحیہ جملون مین منحصر سمجھی جائے بلکہ وہ زمانہ آگیا ہے کہ اُن کے عملی اور واقعی حالات زندگی سے کمال تحقیق کیساتھ بحث کیجائے اور نہایت آزادی کیساتھ ہر پہلو کو میزان تواریخ مین وزن کر کے دودھ اور پانی کے اجزا کو کیمیائی قوت سے الگ الگ کر کے دکھا دیا جائے۔

دنیائے اسلام مین باوجودیکہ تاریخی سرمایہ بہت کچھ جمع ہے۔ مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ اُسے عمل مین لانے والے بہت کم لوگ ہین۔ اکثر طبیعتین تحصیل علوم سے بالکل ہٹ گئی ہین اور روز بروز ہٹتی چلی جاتی ہین۔ ان مین اسقدر بھی لیاقت و استعداد نہین دیکھی جاتی کہ ایک نہایت سہل اور معمولی تاریخ کا مطالعہ کر کے مقتدایان قوم اور مذہبی پیشواؤن کی سیرت و خصلت معلوم کر سکین۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ملک مین ایسی طبیعتین بکثرت موجود ہین جو اپنے معمولی مذاق اور عام دلچسپی کے مطابق بھی اپنے خاندانی بزرگون کے حالات سے واقف نہین ہین اور نہ واقف ہونا چاہتی ہین۔

ایسی بے توجہی اور عام بے ذائقگی طبع پر کبھی اسطرف خیال ہی نہین دوڑ سکتا کہ موجودہ زمانہ کے لوگ مقتدایان مذہب

اور اکابر سلف کے واقعات کو سرسری اور اجمالی طریقے لکھیں یا اُنکے حالات سے محدود واقفیت حاصل کریں
میرا سلسلۂ خیالات جہان تک میری مدد کرتا ہے مین سمجھتا ہون کہ جسقدر بزرگان اسلام کے پاک نامون کی شہرت اور انکے
مذہبی تقدس کا رعب عام پھیلا ہوا ہے وہ گزشتہ زمانہ کے لحاظ سے ہو ورنہ ہماری قوم کے اُن نوجوانون کو جن پر جدید
علوم اور نئی تحقیقات کی روشنی پڑ چکی ہے۔ اُن مقدس اور برگزیدہ نامورون کے تاریخی حالات زندگی تو الگ رہے اُنکے
نامون سے بھی پورے طور پر واقفیت نہین ہے۔ ایسی حالت مین بجز اسکے اور کوئی تدبیر بن ہی نہین آتی کہ مسلمانان قوم کے
تاریخی واقعات اور مذہبی پیشواؤن کے کارنامے اردو کی عام اور سلیس زبان کے سانچے مین ڈھال ڈھال کر ملک و قوم مین شائع
کیئے جائین تاکہ موجودہ زمانہ کے وہ لوگ جو اکابر دین کے واقعات پڑہنے کی دل سے خواہش رکھتے ہین اُنکے معاشرتی اور تمدنی
حالات سے بخوبی واقف ہو جائین ٭

اُن اعجوبہ روزگار نئی روشنی کے دلدادون اور جدید تحقیقات کی بھول بھلیون مین مرمٹنے والون پر نہ صرف تعجب
بلکہ تعجب کیساتھ حیرت ہوتی ہے جو تاریخی فن کو نہایت حقارت اور بے وقعتی کی نظر سے دیکھتے ہین اور دنیا کے نامور و
مشہور ائمہ مذہب کے نصائح آمیز حالات اور تعجب انگیز واقعات کو ملک و قوم کے مختلف مذاقون کا بازیچۂ اطفال یا زود فہم کے عام
شہسوارون کا جولانگاہ سمجھتے ہین اور نہ صرف اسی پر اکتفا کرتے ہین بلکہ انہین بیکارون کا مشغلہ اور ہاتھ پاؤن ٹوٹے ہوؤن
کی دل لگی کا سامان بتاتے ہین۔ حالانکہ جن لوگون کے دماغ صحیح۔ خیالات روشن نظرین بلند تجربے وسیع عقل مشاہدے
سلیم ہین۔ انہین وضاحت کیساتھ معلوم ہے کہ فن تاریخ ہی ایک ایسا عجیب غریب فن اور معلومات کا ذریعہ ہے جس پر آدمی
غور کرنیسے ابدی زندگی حاصل کر سکتا ہے۔

علامہ ابن اثیر جزری مصنف کامل التواریخ جس کی ہمعصری پر ابن خلکان جیسے مؤرخ کو بہت بڑا فخر تھا اپنی تاریخ
کے دیباچہ مین تاریخ وسیر کے فوائد بیان کرتے ہوئے یون ریمارک کرتا ہے کہ "جو لوگ علم و فضل کے دعویدار ہین اور جنہین اپنے
تبحر اور عقل پر بڑا فخر اور فخر کیساتھ دعوی ہے وہ باینخیال علم تاریخ کی طرف ملتفت نہین ہوتے کہ اس سے کوئی مفید اطمینان
بخش نتیجہ حاصل نہین ہوتا۔ غایۃ ما فی الباب یہ ہو کہ کچھ قصص و حکایات معلوم ہو جائین۔ کچھ عجیب غریب اور دلچسپ باتین
سننے مین آ جائین۔ اسکے علاوہ کوئی اور معتد بہ فائدہ حاصل نہین ہوتا۔ اور جب یہ ہے تو اس علم کی تحصیل مین کوشش کرنا
سرتاسر تضییع اوقات ہے۔

لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ضعیف اور کمزور خیال اُن ہی لوگون کا ہے۔ جن کے دماغ سست اور آئینۂ عقل نہایت کدر
اور دھندلا ہو رہا ہے۔ کیونکہ جو لوگ عقل سلیم اور طبع مستقیم رکھتے ہین وہ خوب جانتے ہین کہ تاریخی فوائد نہ صرف دنیاوی

معاملات ہی مین فائدہ بخش ثابت ہوتے ہین بلکہ انفرادی فوائد بھی ہمین بہت کچھ نظر آتے ہین بشرطیکہ عمیق اور غوربین [illegible]
ہوتی نظرون سے دیکھے جائین۔ سب سے مفید اور نتیجہ خیز یہ بات ہے کہ ایک مورخ کی عمر کا دائرہ ایسا وسیع اور فراخ ہو جاتا ہے کہ
اہل دنیا مین سے کسی کی اسقدر طولانی زندگی کا ہونا محال اور سخت محال ہے۔ اس سے ہماری یہ مراد نہین ہے کہ اسکی حقیقی
زندگی اسقدر جلد طول طویل ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ ایک بہت بڑی عمر والے آدمی کی طولانی زندگی کا ثمرہ اسکے
اور کوئی نتیجہ نہین نکلتا کہ چند واقعات اسکی یادگار رہتے ہین جنہین وہ اپنے زمانہ مین پاتا اور انسے تجربہ حاصل کرتا ہے۔
وہ گزشتہ ایام کے ان واقعات سے جو اسکے زمانہ زندگی مین گزرے ہین زیرکی اور دانائی پیدا کرتا ہے۔ اسیکو نتیجہ
حیات اور حاصل زندگی کہتے ہین جو ایک مورخ کو تھوڑی سی زندگی مین حاصل ہوتی ہے۔

باین لحاظ حقیقت مین ایک تجربہ کار مورخ کو وہ زندگی حاصل ہو جاتی ہے جسے ازلی حیات سے تعبیر کر سکتے ہین۔ وہ
شخص جسنے گزشتہ واقعات کو کانون سے سنا اور جسکی زندگی مین ان واقعات کا سمان آنکھون کے تلے پھر گیا۔ دونون بالکل
ایک ہی شخص کے حکم مین ہین بلکہ ایک مورخ کو جس وضاحت اور بسط و شرح کیساتھ وہ حالات معلوم ہونگے اس قدر
شرح و بسط کیساتھ اسے معلوم نہین ہو سکتے۔ جو اس وقت موجود ہوگا۔

پھر یہ ناممکن ہے کہ ایک زمانے مین موجود ہونے والا شخص تمام جزئی واقعات کا عالم ہو جائے۔ زیادہ سے زیادہ
اسقدر ہو سکتا ہے کہ بڑے بڑے واقعات اور عظیم الشان حالات اسکی آنکھون کے سامنے گزر جاتے ہین اور انہین کے ساتھ
اسکی واقفیت محدود ہو بخلاف اس شخص کے جو تاریخی صفحات کی ورق گردانی کرتا اور ہر واقعہ کو غور سے دیکھتا چلا جاتا ہے
جب ایک مورخ کسی زمانے کی تاریخ یا اکابر دین مین سے کسی بزرگ کی لائف پر نظر ڈالتا ہے تو گویا اسکے تمام جزئی و کلی
واقعات کا مجموعہ اسکی نظرون تلے پھر جاتا ہے اور اس جلسہ مین نہ صرف شریک ہی ہوتا ہے بلکہ انکی سوسائٹی کا ایک معزز
و ممتاز ممبر قرار پاتا ہے۔ اور اسی لحاظ سے ہم کہتے ہین کہ مورخ کی زندگی ایک ازلی زندگی ہے۔

تاریخ کا دوسرا فائدہ جو پہلے سے زیادہ نتیجہ بخش اور مفید ہے یہ ہے کہ وہ مقتدر سلطنتون اور بااختیار ذی جاہ
حکومتون کیلئے ایک نہایت دانشمند مشیر ہے۔ وارثان تاج و تخت اور ارباب مملکت شاہان سلف کے جور و ظالمانہ بیداد
پر مطلع ہوتے اور انکے ناجائز اور قبیح افعال سے آگاہ ہو کر اپنی خرابی و بدنامی سے حذر کرتے ہین اور انکے ناشایستہ افعال
سے متنفر ہو کر اپنی رعیت و سلطنت سے خرابیون اور برائیون کے دور کرنے مین انتہا کی کوششین کرتے ہین۔ ان کی دوراندیش
اور عاقبت بین تاریخ نہ صرف شاہان سلف کے ناجائز کاروائیون پر اطلاع دیتی ہے بلکہ ان بڑے بڑے ہنگامون اور مصیبت
کے مشکل ٹوٹ پڑنے اور قیامت زا حوادثات کے پیش آنے کے وقتون مین انہین بڑا جری بڑا صابر بڑا مدبر بنا دیتی ہے

جن اصولون کو شاہان اولوالعزم نے نہایت نازک اور خطرناک موقعون مین جاری کیا تھا تاریخ ہی ایک ایسی عقلمند دوست ہے جو جانگزا حوادثات اور جگر خراش مصائب کیوقت اُس صبر و استقلال کا سبق دیتی ہے جسکی وجہ سے شاہان سلف نے اپنی کامیابی کے عالیشان جھنڈے ہر چہار طرف گاڑ دیئے اور عَلَم فتح کے پھریرے مشرق سے مغرب تک اڑا دیئے

اگر غور سے دیکھا جائے تو کشورکشائی کی پیچیدہ اور تنگ تاریک راہین فن تاریخ ہی سے طے ہو سکتی ہین گذشتہ فرمانروایون کی دانشمندیون اور تجربہ کارون کے نمونے تاریخ ہی کے صفحات مین نہایت روشن اور جلی صورت مین نظر آتے ہین۔ تاریخ ہی ایک ایسی شفیق و مہربان اُستاد ہے جو انجام بین اور دوراندیشی کا عمدہ فن تعلیم کرتی ہے۔ کس لیئے کہ بہت سے ناعاقبت اندیش اور انجام بینی پر نظر رکھنے والون کے نہایت خطرناک واقعات اُس نے اپنے صفحات پر دکھلائے ہین۔

تاریخ مین سب سے زیادہ جو نشاط انگیز اور دلچسپ صفت ہے وہ یہ ہے کہ ایک مورخ جب کسی علمی مجلس مین شریک ہوجاتا ہے تو اہل جلسہ اُسکے گرویدہ ہو جاتے اور اُسکی بے نظیر داستانون اور حیرت انگیز حکایتون کو ہمہ تن گوش ہو کر کانون سے سنتے ہین اور سنکر حد سے زیادہ مسرور ہوتے ہین۔ اُسپر وقعت و محبت کی نگاہین ہر طرف سے پڑنے لگتی ہین اور وہ اپنے ابنائے جنس مین امتیازیہ نظرون سے دیکھا جاتا ہے۔ جسطرف نکلجاتا ہے لوگ بڑے جوش مسرت سے اُسکا استقبال کرتے اور جلسون کی ایک بہت بڑی دلچسپی کا سامان اُسے قرار دیتے ہین۔

دنیاوی فوائد کے علاوہ تاریخ مین دینی فائدے بھی بہت کچھ ہین۔ جن کی مثالین شرعیات مین بکثرت پائی جاتی ہین۔ مین اُن مثالون کو لکھکر اپنے عنوان کو طول دینا نہین چاہتا۔ شائقین تاریخ خود ابن اثیر کی تمہید کو ملاحظہ کر سکتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ علم تاریخ ایک ایسا عجیب شریف اور نتیجہ بخش علم ہے جس سے انسان کو دینی و دنیاوی دونون طرح کے معاملات مین کافی مدد ملتی ہے۔

بزرگان اسلام اور ائمہ دین کے تعجب خیز کارنامون کے بیان کرنے سے ایک بے لوث غیر متعصب مورخ کا صرف اتنا ہی مقصود ہوتا ہے کہ ابنائے جنس اور ہم مذہب لوگون کو اُنکے واقعی اور نہایت سچے واقعات تمدنی و ملکی حالات علمی و عملی ترقیون پر عام طور سے واقفیت اور تعارف پیدا ہوجائے اور اس آسانی و سہولت سے عبور ہو جائے جس مین اُنہین کوئی دقت اور مشکل اُٹھانی نہ پڑے۔ ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ شان تاریخ کیا ہے۔ واقعہ کسی زمانہ کا کیون نہو صداقت و سچائی کے رتبہ سے نہ گرے۔ قائل کا اصلی منشاء ہرگز نہ بدلے۔ ایسے تکلفات اور مبالغہ آمیز الفاظ کی بھرتی نہ کی جائے جو اصلی مطلب کو متغیر نہ کر دین۔ جو بات ہو اپنی حد پر ہو۔ جو کلام ہو اپنے موقع پر ہو۔ وہ تاریخین جو ورقی اور

مشین الفاظ سے رنگین کیجاتی ہین اکثر معتبر نہین سمجھی جاتین۔

اس بات کے ماننے مین ہمین ذرا بھی تردد اور پس و پیش نہین ہے کہ جو معزز و مقتدر حضرات قرون سابقہ مین ہو گزرے ہین اُن کے تاریخی حالات اور کتابی واقعات دنیاے اسلام نہایت وقعت و عزت کی نگاہ سے دیکھ رہی ہے لیکن اسکے ساتھ ہی ہمین یہ کہنے مین ذرا تامل نہین کہ موجودہ زمانے مین جسقدر اُن اولوالعزم اور عظیم الشان حضرات کے تذکرے لوگون کے نزدیک باوقعت اور مسرت بخش ہین جو اس زمانہ سے زیادہ متصل اور قریب ہین اسقدر قبل کے تذکرے زیادہ دلچسپی کے ساتھ نہین دیکھے جاتے گو وہ فی حد ذاتہ اپنے ساتھ دلچسپی کے بہت کچھ سامان کیون نہ لیئے ہوے ہون۔

اس بنا پر ہمین ضرور ہے کہ گزشتہ نامورون مین سے صرف اُنہین حضرات کے تمدنی و معاشرتی احوال اور علمی و عملی برکتون کی دلکش اور خوشنما تصویر ملک و قوم کے سامنے کھینچین جو ہمارے زمانہ سے زیادہ متصل و قریب ہین اور جنکے مفید اور نہایت کارآمد تصانیف کی حیرتناک شہرت اور عام چرچا موجودہ زمانہ مین گھر گھر پھیلا ہوا ہے۔

جنوری ۱۸۹۹ء مین جب مین نے حیات عزیزی لکھنی شروع کی تو دفعتًہ اُس سے میری طبیعت اُچاٹ ہو گئی اور مین نے کتاب کو غیر مکمل و ناتمام چھوڑ کر قلم ہاتھ سے رکھدیا کیونکہ اس کتاب مین جن واقعات کا مین فوٹو لینا چاہتا تہا وہ بالکل ناقص اور نامکمل فوٹو تہا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کے تاریخی واقعات اور آپ کے اخلاق و عادات کے متعلق میری واقفیت بالکل سرسری اور اجمالی تہی۔ اور معلومہ واقعات کے علاوہ مزید حالات لکھنے کیلئے جس تاریخی سرمایہ اور معلومات کی ضرورت تہی اور سخت ضرورت تھی اتفاق وقت سے مین اُسپر کامیاب نہو سکا۔ اس بنا پر مین نے جن واقعات کو قلمبند کیا تہا وہ میرے نزدیک محض معمولی واقعات تھے۔ اُن مین نہ تو کوئی غیر معمولی بات تھی نہ تاریخی حالات مین چنداں ندرت و جدت ہی تہی اسلیے حیات عزیزی کے لکھنے کا میرا بالکل ارادہ نہ تہا۔

لیکن جب میرے بعض دوستون اور بزرگون کو یہ معلوم ہوا تو اُنہون نے مجھے اسکے پورا کرنے پر مجبور کیا اور سچ تو یہ ہے کہ خود مجھے بھی اپنی محنت و جانکاہی اور کوشش کے رائگان جانے کا بہت بڑا افسوس تہا۔ یہ سبب تہا جسنے مجھے اُن پریشان اوراق اور نامکمل و غیر مربوط حالات کے ترتیب دینے پر آمادہ کیا۔ ورنہ ایسے معمولی اور نامرتب واقعات کو قلمبند کرنا اور اُنہین سوانح عمری کا لقب دینا مجھے کسیطرح زیبا نہ تہا۔ ایک مشہور اور نامی شخص کے تاریخی واقعات مین جس قسم کی اطلاعین اور یادداشتین ضروری و لازمی ہوتی ہین اُن مین سے حیات عزیزی مین ایک چیز بھی نہین ہے۔ البتہ شاہ عبدالعزیز صاحب کی طرز معاشرت تمدنی حالت علمی برکت عملی فیاضی کے متعلق چند ایسے واقعات قلمبند کیے گئے ہین جنسے ناظرین بہت کچھ دلچسپی لے سکتے ہین پس جو شخص اس کتاب کو بلحاظ تاریخ دیکھنا چاہتا ہے وہ جیساکہ چاہیے اس سے پورا لطف اُٹھا نہین سکتا۔ اور تمام وقتین

اور مشکلیں مجھے اسوجہ سے اٹھانی پڑین کہ اس کتاب کے لکھتے وقت میرے پاس تاریخی سرمایہ بالکل موجود نہ تھا جس کا مجھے سخت افسوس رہا ہے۔

ہر چند کہ میری عام واقفیت کے ذرائع اور معلومات کے وسائل اسقدر محدود اور تنگ تھی تاہم جو باتین مین نے اسمین درج کی ہین انہین سے سب کی نسبت نہین تو اکثر کی نسبت مجھہ بالکل یقین ہے کہ انکے متعلق میری جو رائے قائم ہوئی ہے وہ قطعاً صحیح اور یقینی ہے اور انمین ذرا بھی غلطی کا احتمال نہین۔

غرضکہ حیات عزیزی کی تکمیل کے بعد میرا خیال ہوا کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب اور انکے معزز و شریف خاندان کے چند اولوالعزم اور ممتاز حضرات کا ایک تذکرہ کسیقدر شرح و بسط کیساتھ لکھون اور اسیکے ضمن مین حیات عزیزی کے افسردہ قالب مین ایک تازہ روح پھونکون۔ ہنوز مین انہین خیالات مین مستغرق تھا کہ میرے ان معزز کرمفرماؤن اور بزرگوارون نے جنہون نے حیات عزیزی کو نہایت وقعت وقدر کی نگاہ سے دیکھا میرے خیال کی بدل تائید کی۔

مین اپنے ان عنایت فرماؤن کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہون جنہون نے میری اس ناچیز تحریر کو قدر کی نگاہ سے ملاحظہ فرمایا۔ گو یہ کتاب اپنے اصلی مضامین اور ان ممتاز و اولوالعزم بزرگوارون کی شان اور بزرگ داشت اور وقعت کے لحاظ سے کتنے ہی قابل قدر و منزلت کیون نہو لیکن جس قلم اور جس دماغ سے وہ مضامین نکلے ہین وہ ہرگز قابل قدر نہین ہوسکتے۔ تاہم لائق بزرگوارون اور قدرشناسون نے مجھہ ناچیز کی تالیف کی حد سے زیادہ قدردانی کی اور سیکڑون جلدین دست بدست خرید کین۔

یہ سب کچھہ تھا لیکن میری طبیعت کو کسیطرح سکون و اطمینان نہ تھا اور وہی سابق کی دقتین اور مصیبتین ہر وقت اپنا بھیانک اور خوفناک چہرہ دکھا دکھا کر مجھے ہمیشہ دہلاتی اور سخت پریشان کرتی تھین۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ میرے پاس جسقدر تاریخی سرمایہ موجود ہے وہ اس اہم اور عظیم الشان کام کیلئے کسیطرح کافی نہین ہوسکتا یہی ایک خیال تھا کہ جسنے اول اول مجھے اس ارادہ سے باز رکھا۔ لیکن پھر بھی میری طبیعت کی تلاش اور کرید برابر چلی جاتی تھی بلکہ میرا عزم مستقل ہو چکا تھا کہ جسطرح بن پڑیگا اور جب موقع ہاتھہ آئیگا اپنے ارادے کی ضرور تکمیل کرونگا مگر چند در چند اسباب سے دیر ہوتی گئی حتے کہ گزشتہ دنون مین مجھے بالکل مایوسی سی پیدا ہوگئی اور میرا وہ مستقل عزم اب ایک نہایت ہی کمزور اور ضعیف سا خیال رہگیا۔

لیکن تھوڑا ہی عرصہ گزرنے نہ پایا تھا کہ پھر ایک عجیب اتفاقی طور پر میرے اس ارادے کو تحریک اور تحریک کیساتھہ تکمیل ہوئی۔ قدرتاً چند ایسے اسباب جمع ہوگئے جن کی وجہ سے مجھے بلا تامل قلم اٹھانا پڑا۔ مرزا عبدالغفار بیگ صاحب

مالک افضل الاخبار و پروپرائیٹر افضل المطابع دہلی جو میرے قدیم مہربان اور عنایت فرما دوست ہین اِس جلیل القدر تذکرہ کی تالیف کے محرک و باعث ہوئے۔

مرزا صاحب موصوف نہ صرف میرے قدیم دوست ہی ہین بلکہ سچ پوچھئے تو پرلے درجے کے محسن اور انتہا درجہ کے خیر خواہ ہین۔ اُنکے احسانات کا میری گردن پر ایسا گرانبار بوجھ ہے جس سے مین کبھی سبکدوش نہین ہوسکتا۔ مین چاہتا ہون کہ اپنی ناچیز تالیفات کا سلسلہ اُن کے نام زد کرکے اُن احسانات کا شکریہ ادا کرون جو پیہم وقتاً فوقتاً اُنکی طرف سے ظہور مین آتے ہین۔ مگر افسوس اور سخت افسوس کے کہنا پڑتا ہے کہ مین اور میری تالیفات ہرگز اس قابل نہین کہ اُن کے احسانات کی تلافی کرسکین۔

مرزا صاحب قطع نظر اسکے کہ علم دوست اور قدردان اہل علم اور عام اخلاق کی مجسم تصویر ہین۔ بزرگان دین سے قدرتاً بالکل ایسی ہی محبت و عقیدت رکھتے ہین جیسے ایک صالح اور سعادتمند اور قابل شخص کو سزاوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپنے اپنی فیاضانہ ہمت اور اولوالعزمی سے اکابر سلف سے محبت تازہ رکھنے اور اپنے عقیدتمندانہ خیالات ظاہر کرنے کی غرض سے انکی سوانح عمریان اور تاریخی حالات زندگی مختلف زبانون کے قوالب مین ڈھال ڈھالکر ملک و قوم کے سامنے پیش کین اور لوگون کو عام طور پر فائدہ پہنچایا آپکو بزرگان قوم کے حالات اور انکے عبرت انگیز کارنامے شائع کرنے کا دلی شوق ہی۔ اور اسیوجہ سے کمترین کو یہ موقع ملا کہ اپنے قدیمی ضعیف اور مردہ خیال مین ایک تازہ روح پھونکے اور دلی ارادے کو پبلک کے سامنے مرزا صاحب کے وسیلے سے ظاہر کرے۔

اسلامی دنیا بالخصوص مشرقی حصون نے جسقدر گزشتہ نامورون خاصکر ائمہ اربعہ اور محدثین کے مبارک نامون سے واقفیت اور تعارف پیدا کرلیا ہے اُس سے زیادہ تر موجودہ زمانہ کے لوگ جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور اُن کے شریف خاندان کو جانتے ہین اور اُن کی شان اور بزرگ داشت اور عزت و وقعت ہمارے دلون مین اسقدر ہے جس کی وجہ سے ہماری طبیعتین ایک بے اختیاری جوش کیساتھ اُنکے حالات اور واقعات کی طرف متوجہ ہوتی ہین۔

شاہ ولی اللہ صاحب اور آپکے خاندان کے عظیم الشان ممبرون کے تذکرہ کی نسبت ہماری کیا رائے ہوسکتی ہے۔ جبکہ ہم دیکھ رہے ہین کہ ان بزرگوارون کے پاک اور مقدس نام تمام ہندوستان بالخصوص دہلی کے بچہ بچہ کی زبان پر نہایت وقعت و نیکنامی کے ساتھ جاری ہورہے ہین بیشک ایسے دنیا کے مشہور و معروف محدث شاہ اور اسکے بزرگ خاندان کا تذکرہ ضرور دلچسپ و ندرت انگیز ہوگا۔

ہر چند کہ یہ کام میری لیاقت اور قابلیت سے کہین زیادہ تہا۔ اور مجھے اپنی بے استعداو اور کم فہمی سے ہرگز اُمید نہ تھی کہ مین اسپر کامیاب ہوسکونگا۔ لیکن خدا پر بھروسہ کرکے مینے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا اور جہان تک میرے امکان مین تہا بہت تحقیق کیساتھ واقعات کو لکھا ہر واقعہ مین تحقیق و تدقیق کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہی کہ اُسنے اپنی بے انتہا عنایت سے مجھے میرے مقصد پر کامیاب کیا کچھ عجب نہین کہ میرے بھائی مسلمان میری اس ناچیز تالیف سے نفع حاصل کرین۔

خداوندا تو میری اس حقیر و ناچیز تالیف کو قبول فرما۔ اور اس کی مقبولیت عام لوگون مین پہیلا۔ آمین ثم آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

خاکسار خادم الفقراء

ابو محمد رحیم بخش مولف اعظم التفاسیر حیات عزیزی وغیرہ

فہرست مضامین کتاب حیات ولی

فہرست مضامین نوٹ جو علم حدیث کی تعریف واقسام مین کتاب ہذا کے بعض موقعون پر لکھے گئے ہین جنکی تعداد ۱۴ سے ۳۱

تمام ہوئی فہرست مضامین

پہلا حصہ

جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے اجداد عظام کے سلسلہ کا تفصیلی ذکر

شاہ ولی اللہ صاحب کے اجداد کا ذکر

قبل اسکے کہ مین جناب فخر المحدثین امام المفسرین عارف باللہ حضرت مولنا شاہ ولی اللہ صاحب کے اجداد عظام اور اس محترم و جلیل القدر خاندان کے ممتاز و اولو العزم حضرات کے تفصیلی واقعات جدے جدے عنوانون اور علیحدہ علیحدہ سرخیون کیساتھ بیان کرون زیادہ بہتر و مناسب ہوگا کہ ناظرین تذکرہ کو یہ بات بتادون کہ شاہ صاحب کے معزز و واجب الاحترام اجداد مین سب سے پیشتر کس شیر اسلام نے ہندوستان مین قدم رکھا اور ہندوستان کے کس حصہ مین بود و باش اختیار کی۔

شیخ شمس الدین مفتی نے سب سے پیشتر شہر رہتک مین اقامت اختیار کی

قدیم تذکرون مین نہایت استناد و وثوق کیساتھ بیان کیا گیا ہو کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے اجداد عظام مین سب سے اول جس شخص نے ہندوستان کے ایک معروف و مشہور شہر رہتک نام مین توطن اختیار کیا۔ شیخ شمس الدین مفتی ہین جنکی محتاط زندگی اور انتہا سے زیادہ اتقا و پرہیزگاری نے انکی شہرت دور دور پھیلادی تھی اور جنپر ہمیشہ تاریخی روشنی بڑی تابانی کیساتھ چمکیگی۔

یہ بات نہ صرف تعجب خیز بلکہ سخت افسوسناک ہو کہ ہندی مورخون کی بے توجہی اور لاپروائی سے مجھے معلوم نہین ہوسکا کہ شمس الدین مفتی کس زمانہ مین رہتک تشریف لائے اور کون سے سنہ مین یہان اقامت اختیار کی نہ قدیم تذکرون مین اس بات کا کہین پتہ نشان چلتا ہے کہ اُسوقت ہندوستان کس تاجدار کے زیر حکومت تھا۔ البتہ مختلف تحقیقات سے صرف اسقدر ظاہر ہوتا ہو کہ جب فاتحان اسلام کی خونریز تلوارین ایشیائی دنیا مین چمکین اور اُن کے چپل پیکر گھوڑون کے سُمون نے قریبًا تمام مشرقی حصون کو روند ڈالا۔ اور ہندوستان کے طبقات مین اسلام کے شاندار جھنڈے ہوا مین لہرین لینے لگ گئے تو بہت سے شرفا قریش اور رؤسا عرب نے رہتک شہر مین توطن اختیار کیا۔ جنمین ایک شیخ شمس الدین مفتی بھی تھے

روسائے عرب کی رہتک مین اقامت

خود جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے جلیل القدر اور نجیب و شریف خاندان کے تذکرہ مین ایک نہایت مختصر

لاجواب کتاب لکھی ہے۔ جسمین شیخ شمس الدین مفتی کا ہندوستان مین آنا اور رہتک مین اقامت اختیار کرنا اور انکی علمی برکت اور فیاضانہ ہمت سے مقدس و پاک اسلام کے واجب الامتثال شعائر کا برقی قوت کا جامہ پہنکر اِس سرے سے لیکر اُس سرے تک دوڑ جانا وغیرہ وغیرہ سرسری طور پر لکھا ہے۔ یہ ایک نہایت ہی لاجواب اور بےمثل کتاب ہے۔ اور اِس خاندانی تذکرہ کی بابت جو واقعات و حالات اسمین لکھے ہین کسی اور کتاب مین نہین دیکھے گئے ہین۔ اِسمین شاہصاحب نے اپنی پیدایش اور بچپنے کی مختصر کیفیت بڑی خوبی سے لکھی ہے اور اپنے عظیم الشان خاندان کا تذکرہ کسیقدر تفصیل و توضیح کیساتھ ایک نئے پیرائے اور انوکھی طرز مین بیان کیا ہے۔

شعائر اسلام کا شہر رہتک مین رواج پانا

چنانچہ آپ اِس واقعہ کو اپنے پرزور قلم سے یون تحریر فرماتے ہین کہ "یہ یقینی بات ہے کہ ہمارے اجداد عظام مین سب سے پیشتر حضرت شیخ شمس الدین مفتی ہندوستان مین تشریف لائے اور قصبۂ رہتک مین بساست اختیار کی"۔ اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب شیخ شمس الدین مفتی کا ہندوستان مین آنا کفر و شرک کی ابتدائی شکست اور اشاعت اسلام کا پہلا موقع تھا۔ آپ کی دلی عقیدتمندی اور مالی امداد سے اسلام کی غریبانہ حالت کو بہت کچھ عروج اور فارغ البالی حاصل ہوئی حقیقت مین شیخ کا یہ کارنامہ تاریخ اسلام مین نہایت اعلیٰ و ارفع درجہ کا ہے جو اسلامی تاریخ مین ہمیشہ اپنی چمک دکھائیگا۔

شہر رہتک کی تاریخ

رہتک ہانسی اور دہلی کے بیچمین ایک قدیم شہر ہے جو دہلی سے تقریباً تیس میل کے فاصلہ پر قبلہ کی جانب واقع ہے۔ جب اسلامی فتوحات نے معراج ترقی پر قدم رکھا اور فاتحان اسلام کفار کے ممالک کو زیر و زبر کرتے ہوئے ہندوستان کیطرف بڑھے اور مشرقی سلطنتون کا جلتا ہوا چراغ اسلام کی تیز فوجی ہوا سے گل ہو گیا تو بہت سے اشراف عرب اور سادات قریش اِس شہر مین آبسے۔

شہر رہتک کی وسعت اور اُس کا عروج

شہر رہتک اسلامی فتوحات نیز قدامت و تاریخی واقعات کے لحاظ سے ایک یادگار مقام ہے۔ ع
از نقش و نگار و در و دیوار شکستہ ۔ آثار پدیدست صنادید عجم را ۰
جو عروج اور ترقی اُس زمانہ مین اِسے حاصل تھی ہندوستان کے کسی اور شہر کو بہت کم نصیب ہوئی ہے اِس صوبہ مین کوئی شہر و قصبہ ایسا نہ تھا جو وسعت و آبادی اور سرسبزی و شادابی مین اِسکی برابری کر سکتا۔ اِسکے میدان نہایت وسیع اور خوش منظر و پرفضا تھے اور اِسکی چارون طرف نہایت زرخیز مقامات واقع تھے۔ یہان کے باشندے بڑے باوقار اور ممتاز تھے۔ ہر قسم کے باکمال اور اہل ہنر کا وجود پایا جاتا تھا جسقدر باشندے تھے سب خوشحال و دولتمند تھے۔ دوکاندار اور پیشہ والے

حتی کہ قلی اور مزدور بھی نہایت خوش وضع اور پاکیزہ لباس تھے۔ اطراف کی زمین نہایت سیرحاصل تھی اور خود شہر تجارت و فلاحت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ اعتدال آب و ہوا کے لحاظ نیز اسلامی پولیٹیکل مصلحتون کے اعتبار سے بھی یہ جگہ نہایت موزون تھی۔ بُت پرستون کے قدیم معابد اور بتخانے توڑکر نہایت پُر رفعت اور شاندار مسجدین بنائی گئی تھین جنسے ناقوس فرنا کی بھینے اور بیہودہ صدا کی جگہ دن رات مین پانچ دفعہ اللہ اکبر کی دلچسپ و ہدایت افزا آواز کانون مین گونجتی تھی۔ اور سرپرستان اسلام کے دلون مین رہ رہکر ایک بے اختیارانہ جوش اور خوش آئندہ شوق پیدا کرتی تھی۔

کہتے ہین کہ ایک زمانہ مین یہ شہر اُس معراج کمال پر پہنچگیا تھا کہ اس صوبہ کا کوئی مقام و موضع اسکے برابر خوش منظر اور دلفریب نہ تھا۔ جابجا نہایت خوشنما اور شاندار عمارات کا سلسلہ تھا۔ اور دور تک برابر چلا گیا تھا اسکی وسعت اور تمدن کا اندازہ کافی اور معتد بہ تھا۔ ہر پیشہ و صنعت کی دوکانین مختلف نمونون کی موجود تھین۔ عام صفائی اور زیب و زینت حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ یہان کی آب و ہوا نہایت لطیف اور خوشگوار بھی۔ نہرون کی روانی اور باغون کی فضا قابل تعریف تھی۔ جاڑون کے موسم مین معمولی سردی پڑتی تھی لیکن گرمیون کا موسم اسقدر راحت انگیز اور جان بخش ہوتا تھا کہ بیان نہین ہوسکتا۔

لیکن شہر رہتک کی یہ تمام تفصیل لوگون کی زبانی روایت ہی مین نے کسی تاریخ سے اسکی تصدیق و توثیق نہین کی نہ کبھی تذکرہ مین مجھے اسکا پتہ لگا۔ البتہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی قابل قدر تالیف مین اسپر ایک نہایت دلچسپ و مختصر ریمارک کیا ہی جسے ہم اس مقام پر نقل کرکے رہتک سے رخصت ہوتے ہین۔ شاہ صاحب فرماتے ہین کہ "جب ہندوستان کے بلند مقامات پر سپاہیون کی خون آشام تلوارون کی چمک پڑی اور بُت پرستون کے شوالونکی اونچی اونچی چوٹیون کی جگہ اسلام کے عالیشان اور شاندار جھنڈے بڑی خوفناکی کے ساتھ علم ہوئے تو اُس زمانہ مین یہ شہر اس صوبے مین نہایت خوش منظر اور معمور تھا۔ مگر جس شہر کی خوبصورتی تمام دنیا مین معلوم و مشہور تھی افسوس ہی کہ زمانہ کی رفتار کیساتھ روز بروز اسکے عروج و ترقی تنزل و پستی سے بدلتے گئے یعنی اسکے بعد جون جون زمانہ گزرتا گیا دن بدن اسکی آبادی و رونق گھٹتی گئی اور اسکی خوبصورتی اور خوشنمائی کو۔ اُسکی چہل پہل اور عروج کا زمانہ اپنے ساتھ لیتا گیا۔ اب بجز ایک معمولی قصبہ اور قلیل سی آبادی کے اور کچھ نظر نہین آتا"۔ اسکی موجودہ ویران حالت دیکھکر اُن اصلی انجنیرون کے امیرانہ شوق پر بہت افسوس ہوتا ہے۔ جنہون نے اسکا نقشہ بنایا پھر باغات و چشمون سے سجایا تھا۔

شہر رہتک کا تنزل

الغرض جس پاک اور برتر نفس کی بدولت شہر رہتک کی قسمت مین روز ازل سے مشہور معروف ہونا لکھا تھا وہ دنیا کے نامور شیر ملک کے بیٹے اور محمد عطا ملک کے پوتے تھے جنکا نام نامی شمس الدین مفتی تھا اور جنکے سلسلہ مین اخیر عہد مین جناب شاہ ولی اللہ صاحب جیسے فخر خاندان و قوم اور نہایت معزز و ممتاز فاضل پیدا ہوتے۔ چونکہ محمد عطا ملک[1] اور شیر ملک کی حالات زندگی تاریکی مین ہین۔ اسلیئے ہمارا تذکرہ بھی جناب شمس الدین مفتی بن شیر ملک سے شروع ہوتا ہے مین اس مقام پر ناظرین کی آسانی کے لیئے اس خاندان کے ان معزز حضرات کا شجرہ نسب لکھنا مناسب سمجھتا ہون جنکے حالات زندگی سے اس حصہ مین بحث کیجائیگی۔

جناب شیخ شمس الدین مفتی کی اولاد امجاد کا شجرہ نسب یہ ہے

- شمس الدین مفتی رح
  - کمال الدین
    - قطب الدین
      - عبد الملک
        - قاضی بدہا
          - قاضی قاسم
            - قاضی تادن
              - شیخ محمود
                - شیخ محمود
                  - شیخ احمد
                    - شیخ منصور
                      - شیخ معظم
                        - شیخ وجیہ الدین
                          - شیخ ابو الرضا محمد
                          - شیخ عبد الرحیم
                          - شیخ عبد الحکیم
                        - شیخ فیروز
                        - شیخ جمال الدین
                      - شیخ اعظم
                      - شیخ عبد الغفور
                      - اسمعیل
                    - شیخ حسین
                      - محمد سلطان
                      - محمد مراد
              - شیخ ابراہیم
            - کمال الدین ثانی
              - نظام الدین
          - قاضی سنکن
            - یونس
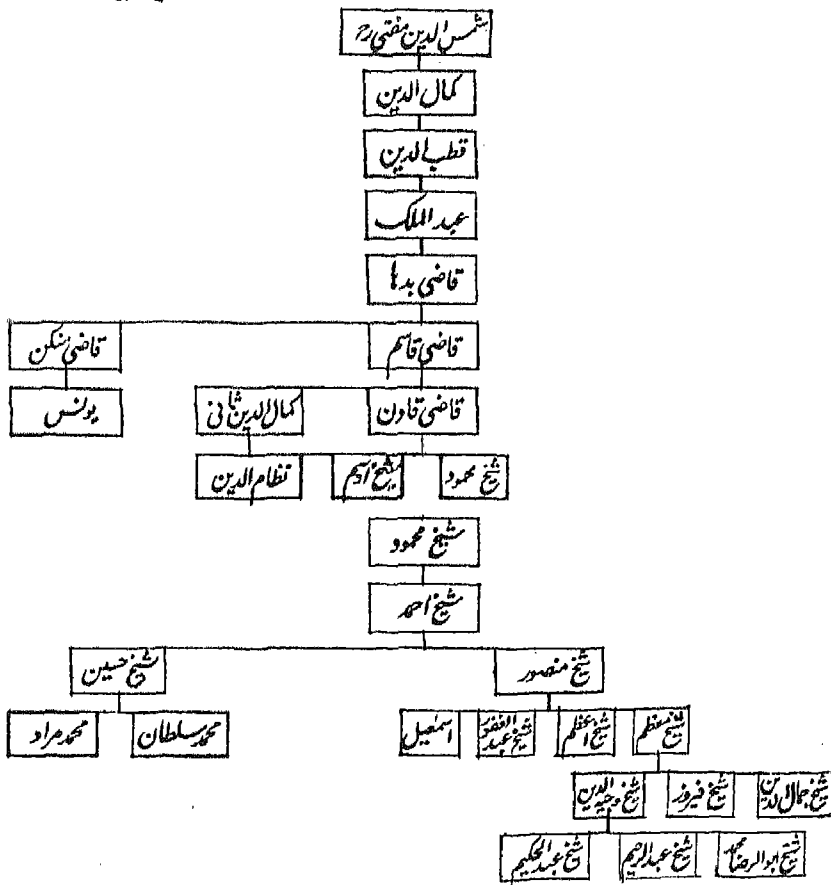
[1] ملک کا لفظ ایک تعظیمی لقب اور روزنی خطاب ہے۔ جو اُس عہد مین ایک معزز اور فخر خاندان و قوم کو گورنمنٹ اسلام کی طرف سے حاصل ہوتا تھا جیسا کہ ہمارے زمانہ مین خان بہادر وغیرہ الفاظ معزز عہدہ دارون اور ممتاز لوگون کے تعظیمی محل مین استعمال کیئے جاتے ہین ۱۲

[2] شمس الدین مفتی کے اگرچہ چند نامور فرزند اور بھی ہین لیکن کمال الدین مفتی کو سب پر ایک قسم کا تفوق ہے۔ باقی فرزندون کے نام باوجود تحقیقات کے اب تک معلوم نہین ہوسکے ۱۲ مؤلف

شیخ شمس الدین کا طرز معاشرت

شیخ شمس الدین مفتی ایک نہایت ہی بزرگ اور فقیر طبیعت عالم و عابد شخص تھے۔ آپکے انتہا سے زیادہ بڑھے ہوئے زہد و عبادت کا چرچا گھر گھر پھیلا ہوا تھا اور ضمیری و روحانی جوہرون اور ریاضت و مجاہدات کے کرشمون کے ڈنکے ایک عالم مین بجگئے تھے۔ وہ تمام ربانی لیاقتین اور روحانی قابلیتین جو ایک خدا پرست اور ولی کامل مین ہونا چاہئین سب بزرگ شیخ مین بوجہ احسن پائی جاتی تھین۔

مجھے بافسوس کہنا پڑتا ہے کہ واجب الاحترام شیخ کے ابتدائی حالات باوجود تحقیقات کے کہین سے دستیاب نہین ہوئے اور اگر ہوئے بھی تو ایسے سلسلہ سے ہوئے جنپر مین پورا یقین اور کافی بھروسہ نہین کرسکتا۔ لہذا مین یقین و اعتبار سے گرے ہوئے حالات کو بالکل چھوڑتا اور ان حالات کو قلمبند کرتا ہون جو مجھے قدیم تذکرون اور معتبر مورخون سے تحقیق ہوئے ہین۔ امید ہے کہ ہمارے تذکرہ کے ناظرین انہین بڑی دلچسپی سے پڑھین گے۔

شیخ شمس الدین مفتی عربی النسل تھے

محترم و بزرگ شیخ عربی النسل تھے اور عموماً شرفائے قریش مین امتیازیہ نظرون سے دیکھے جاتے تھے۔ نژاد قریش مین سب سے پہلے وہ معزز و بزرگ شخص جنہون نے اپنے مقدس و پاک نفس سے شہر رہتک کو منور و روشن کیا یہی خدا کے پیارے اور نیک بندے تھے۔ آپ ہی کی ذات بابرکات سے ان اطراف مین شعائر اسلام اور خداوندی قوانین نے نہایت متانت اور آزادی کیساتھ اشاعت پائی۔ کفر و بت پرستی کی آگ جو مدت سے ہندوستان مین بڑی تیزی و تندی کیساتھ بھڑک رہی تھی آپکے قوی انفاس کی برکت سے یک لخت بجھ گئی۔ آپنے اپنے ایمان و ایقان کی بھری ہوئی تلقین سے لوگون کو دفعتہً خواب غفلت سے چونکا دیا اور ان کے مردہ دلون مین ایک نئی اور تازہ روح پھونک دی۔ آپکی پرہدایت اور سچی تلقین نے تمام ہندوستان کی کایا پلٹ دی۔ اور آپکی روحانی برکتون اور باطنی فیضون نے دلونکو نور معرفت سے پُر اور لبریز کردیا۔ مٹی پتھر اور لکڑی کی ترشی ہوئی اور انگھڑت مورتون کی پرستش کرنیوالے موحد و خدا پرست ہوگئے۔ اور خدا کی راہ سے ہوئے بھٹکے ہوئے حقیقت و معرفت کے دقایق و نکات بیان کرنے لگے۔ وحشی مہذب بن گئے جہالت کی تاریکی دور ہوئی۔ اور اسکی جگہ علوم و فنون نے ترقی پائی۔ ناجائز قتل زنا چوری۔ شراب خوری۔ قماربازی کے بدلے جن کا

شیخ شمس الدین کی متبرک زندگی

اثر عام طور پر ان بلاد مین چھایا ہوا تھا خلق۔ مروت۔ عصمت۔ امانت و دیانت۔ اتقا و پرہیزگاری کا جلوہ نظر آنے لگا۔ غرضکہ یہ آپ ہی کا معجز نما فیض تھا جو بہت تھوڑے عرصہ مین اس صوبہ کی تمام اطراف مین برقی قوت بنکر دوڑ گیا۔ اور مقدس اسلام کا پُرشوکت و شان ڈنکا نہایت دہشتناکی سے سب طرف بجگیا۔ اسکی مقناطیسی

جذبات سے لوگون کو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچنا شروع کیا اور جنکے پاک نفوس مین کلام ربانی سے کسیقدر
بھی دلچسپی لینی ودیعت رکھی گئی تھی اور تجلیات ربانی کا کچھ پرتو بھی اُنکے مجلۂ دل مین پڑ گیا تھا۔ ویسے اختیار
اسلام کے گرویدہ ہوگئے اور اُسکے قوانین و احکام کے آگے بیچون چرا تسلیم کی گردنین خم کردین یہ سب کچھ
تھا لیکن ابھی تک سچے اسلام کا نور حقیقی اپنی پوری تابانی کیساتھ نہ چمکا تھا۔ اور ارکان اسلام نے دھوم دھام
سے اشاعت نہ پائی تھی بت پرستی کی بیخ و بنیاد پورے طور پر جڑ سے اُکھڑی تھی نہ بدعت سنت سے الگ اور
ممتاز کیگئی تھی۔ اسلیئے بزرگ شیخ کو ضرور ہوا کہ کوئی ایسی صورت پیدا کرین جس سے وہ تمام بے عنوانیان مٹ
جائین جو اسلام کے حقیقی نور کیلئے روک ہین۔ حقیقت مین یہ ایک نہایت برتر و بزرگ اور الہامی خیال تھا جو بجلی
کیطرح محترم اور واجب التعظیم شیخ کے دماغ مین کوندا۔ آپنے سوچتے سوچتے آخر اسبات پر رائے قائم کی کہ ایک
مدرسہ کی بنیاد ڈالی جائے جسمین لوگون کو کلام ربانی کی تلقین کیجائے اور وہ ربانی اسرار اور الہامی نکات جو
قرآن و حدیث کے معجز نما الفاظ مین کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہین عام لوگون پر ظاہر کیئے جائین۔

ہندوستان مین سب سے پہلا اسلامی کالج

مدرسہ کی بنیاد پڑی تھی کہ مسلمان جوق کے جوق آپسے فیض حاصل کرنیکے لیئے آنے لگے۔ گویا ابھا
تاریخ سے مذہب بت پرستی اور اصول شرک کے ساکن دریا مین ایک عجیب اتفاقی طور سے تحریک اور تحریک
کیساتھ تموج پیدا ہونے لگا۔ لیکن یہ تموج ایک ایسا خفیف و ضعیف تموج تھا جو اس عمیق اور عظیم الشان سمندر
مین ذرا بھی محسوس نہوا۔ چونکہ شیخصاحب قوانین فطرت کی باریکیون کو خوب سمجھے ہوئے تھے اور آپکے ضمیری
و روحانی جوہر اپنے مین سکون و وقار کی گہری تہ رکھتے تھے۔ اس لیئے آپ جانتے تھے کہ صدیون کی خرابی جو لوگون
کے دلون مین جم جاتی ہے اُسکا دفعۃً قلع و قمع کرنا مشکل اور بہت مشکل ہوا کرتا ہے ممکن ہے کہ اب نہین تو کسی آیندہ
زمانہ مین اسکا ضرور اثر پڑیگا پس مجھے اسوقت کی ناکامی سے کبھی برداشتہ اور شکستہ نہونا چاہیئے یہی وجہ
تھی کہ گو شیخصاحب نے اپنی کوششون کو بظاہر ناکامی کی پوشاک پہنتے ہوئے دیکھا لیکن دل مین ذرا بھی خوف
ہراس نہین کیا بلکہ اپنے دلکو اطمینان دلایا کہ گو مجھے بظاہر متواتر ناکامیون کا سامنا کرنا پڑا ہی۔ مگر حقیقت مین
بڑی خوش قسمتی کی بات ہی کہ یہ تمام ناکامیان نہایت مبارک اور خوش آیندہ ہین۔ ہمین ذرا شک نہین کہ ہر طرح
کی بیماری و تکلیف ہمیشہ طبیعت پر شاق و ناگوار گزرا کرتی ہو اور آدمی گو کیسا ہی صاحب تحمل و وقار کیون نہو
آخر کار اُسکی طبیعت اُکتا جاتی ہے۔ لیکن واقعی بات یہ ہی کہ جس مرض کا انجام صحت ہو گو ابتدا مین مہلک اور موذی
ہی کیون نہو عقلا ہمیشہ سے ایسے مرض کو مبارک اور خوش آیندہ کہتے چلے آئے ہین۔

الغرض بزرگ شیخ کو اگرچہ اپنے اس ارادہ مین بظاہر ناکامی ہوئی لیکن بڑی خوشی سے کہا جاتا ہے کہ گو آپ کی کوشش مذہب بُت پرستی و شرک کے سمندر کی خونی موجون اور خوفناک لہرون سے مقابلہ نہ کر سکی مگر پھر بھی آپنے ایک ایسا بیج بو دیا جو آپ کی آیندہ نسلون کی کوشش سے پھلا پھُولا اور نہایت سرسبزی و شادابی کیساتھ لہلہا اُٹھا۔

شیخ شمس الدین کے ظاہری و باطنی علوم

جناب شیخ شمس الدین مفتی کی تاریخی زندگی مین جو بات سب سے زیادہ قابل نوٹ ہے وہ یہ ہے کہ آپ جیسے تفسیر و حدیث و فقہ کے علوم مین اجتہاد کا درجہ رکھتے اور ماہرین فن کے زمرہ مین شمار کیئے جاتے تھے ویسے ہی علم ادب اور انشا پردازی مین ضرب المثل تھے۔ علاوہ ازین آپکا برتر و پاک نفس روز ازل سے باطنی علوم کا بھی حصہ رکھتا تھا اور ربانی جلال پورے طور پر آپکے مجلٰہ دل پر اپنی تابانی اور درخشانی ڈال چکا تھا غرضکہ دینی و دنیاوی اعزاز و اقتدار کیلئے کوئی ایسی صفت نہ تھی جو فیاض ازل نے آپ سے دریغ رکھی ہو۔ یہی وجہ تھی کہ اُس عہد کی تمام اسلامی مجلسون مین آپکی عزت و توقیر ہوتی تھی اور مذہبی تقدس و دینی اقتدار کی وجہ سے آپکے سامنے سلاطین وقت کی گردنین جھکتی تھین قطع نظر اسکے آپکی محتاط زندگی اور تقوا و پرہیزگاری اور عام اخلاق کی شہرت کا جادو رُہتک کے تمام باشندون پر اپنا پُورا اثر ڈال چکا تھا۔ اسوجہ سے ہر گلی کوچہ مین آپکی معاشرتی زندگی کی تہ دل سے قدردانی تھی اور بچہ بچہ کی زبان پر آپکا نام بڑی عزت سے لیا جاتا تھا۔

ایسے بہت سے عجیب و غریب واقعات اور حیرت انگیز حالات صادر ہوئے ہین جن سے تاریخی کتابون کے صفحات ابتک روشن و منور پائے جاتے ہین۔ چونکہ مجھے ان واقعات لکھکر اپنے بیان کو طول دینا منظور نہین ہے اسلیئے صرف ایک واقعہ پر اکتفا کرنا مناسب سمجھتا ہون۔

شیخ شمس الدین کا ایک حیرت انگیز واقعہ

جناب شیخ شمس الدین مفتی کی حیات مستعار کا وسیع پیمانہ جب لبریز ہو کر چھلکنے کے قریب ہُوا تو آپ نے اپنی اولاد و احفاد کو جمع کر کے وصیت کی کہ جب میری روح اس عنصری جسد سے مفارقت کر کے عالم بالا مین پرواز کر جائے تو میری نعش کی تجہیز و تکفین بالکل اُسی طریقے اور طرز پر ہونا چاہیئے جو سنت سے ثابت ہے۔ تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ کی نماز نہایت خشوع اور متواضعانہ ہیئت سے ادا کیجائے اس کے بعد میرا جنازہ مسجد مین جو میری خاص عبادت گاہ اور مقام اعتکاف ہے رکھا جائے۔ حاضرین کو چاہیئے کہ تھوڑی دیر کیلئے وہان سے ہٹ جائین اور مسجد کو بالکل خالی کر دین۔ بعد ازان اگر میری نعش پائی جائے تو دفن کرین ورنہ اپنے اپنے گھر واپس چلے جائین اور کسیطرحکا تذبذب و تردد نہ کرین۔

چنانچہ آپکے انتقال کے بعد لوگون نے ایسا ہی کیا اور آپکی وصیت کی بڑی سرگرمی اور مستعدی کیساتھ

تعمیل کیگئی۔ مسجد کے ایک مختصر گوشہ مین جنازہ رکھا گیا۔ اور تھوڑی دیر کیلئے ساری مسجد خالی کر دیگئی پھر جو دیکھا تو جنازے کا نام و نشان تک نپایا۔ حاضرین اِس حیرت انگیز واقعہ سے سخت متعجب ہوئے اور تعجب و حیرت کو ساتھ لیئے ہوئے واپس آئے۔

اگرچہ حکایت بھی لوگون کی زبانی روایت ہی مین نے کسی قدیم و جدید مستند تاریخ سے اِسکی تصدیق نہین کی لیکن مختلف تحقیقات سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اگر یہ واقعہ پیش آیا ہو تو کوئی تعجب و حیرت کی جگہ نہین ہی مین نے خاص حضرت شاہ عبد الرحیم صاحبؒ کے واقعات مین لکھا دیکھا ہے کہ جب آپ یہ حکایت سنتے تو نہایت وثوق کیساتھ اِسکی تصدیق و تائید فرماتے۔ چنانچہ فاضل اجل جناب شاہ ولی اللہ صاحب اپنی ایک قیمتی تصنیف مین یون تحریر فرماتے ہین کہ "میرے محترم و بزرگوار والد جب یہ حکایت سنتے تو بلا تامل اِسکی توثیق کرتے اور فرماتے۔ مجھے اپنے حافظہ پر پُورا بھروسہ ہی اور مجھے یقین ہے کہ مین اپنی یاد مین کبھی غلطی نہ کرونگا۔ اِسمین ذرا بھی شبہہ نہین کہ قدیم زمانہ سے سلسلہ چشتیہ کے مشائخ کے حالات و واقعات مین جو کتابین لکھی گئی ہین اور جنمین واقعات کے لحاظ سے نہایت موشگافی اور چھان بین کیگئی ہی اُن مین مَین نے یہ واقعہ اپنی آنکھ سے لکھا دیکھا ہی گو مین کافی یقین کیساتھ یہ نہین بتا سکتا کہ وہ واقعہ خاص ان ہی بزرگ مفتی صاحب کا ہی جو تقدس اور شریفانہ اخلاق کے مجسم تصویر تھے یا کسی اور بزرگ سے علاقہ رکھتا ہے کیونکہ جہان یہ واقعہ لکھا گیا ہی اُس مقام پر اِس اولو العزم اور بزرگ کے نام نامی کی صراحت نہین کیگئی۔

غرضکہ جب اجب الاحترام فخر ہندوستان شیخ اِس دار ناپائدار سے عالم بقا مین انتقال کر گئے تو آپکے بزرگ اور عظیم ترین اولاد جناب شیخ کمال الدین مفتی آپکے جانشین قرار دیئے گئے۔ گو شیخ شمس الدین مفتی کی اور بھی اولاد تھی اور سب کی سب نہایت قابل اور مذہبی تقدس و علم و فضل کی جیتی جاگتی تصویرین تھین۔ مگر چونکہ

شیخ کمال الدین مفتی

شیخ کمال الدین مفتی اپنے والد بزرگوار کی تاریخی زندگی کا پُورا حصہ اپنے مین رکھتے تھے اور اولوالعزمانہ کی پوری فوٹو تھے۔ اسلیئے اِس معزز اور جلیل القدر خلافت کیواسطے آپ ہی منتخب کیئے گئے

قدیم تذکرون اور کہنہ تاریخون کے صفحات پر عمیق اور غور مین نظر ڈالنے سے اسبات کا بخوبی ثبوت ملسکتا ہی کہ اُس زمانہ مین عام طور پر یہ قاعدہ استعمال مین لایا جاتا تھا کہ مسلمانون مین سے جو محترم محتشم نیک طینت پاک نفس شخص اِن جیسے بلاد و صوبجات مین توطن اختیار کرتا اور وہان کے باشندے عموماً اُسکے لاثانی زہد و اتقا اور بے مثل تہذیب و شایستگی کو تسلیم کرتے۔ ملکی سیاست کے متعلق جسقدر اہم امور ہوتے۔ مثلاً قضا۔ احتساب۔ افتا وغیرہ

کے تمام معزز مناصب اور ممتاز عہدون کیلئے وہی شخص انتخاب کیا جاتا اور یہ قابل عظمت عہدے اُسی تفویض کئیے جاتے۔

لیکن ان محترم و معزز عہدون کو کسی شخص یا کسی خاندان کیساتھ مخصوص و محدود نہین کیا جاتا تہا۔ اور کچھ یہی ضرور نہ تہا کہ جو شخص ان جلیل القدر مناصب کے لیئے ایکدفعہ منتخب کردیا گیا تو اب یہ عہدے نسلاً بعد نسل اُسکے خاندان مین موروثی قرار دیدیئے جائین۔ خواہ قابل ہون یا ناقابل۔ نہین بلکہ سب سے پہلے یہ بات دیکھی جاتی تھی کہ کیا یہ شخص اُن امور کے سمجھنے اور اُن واقعات کی تہ مین بیٹھ جانے کی قابلیت رکھتا ہے جو ان مناصب سے تعلق رکھتے ہین یا نہین۔ گویا اُس منتخب ممبر کیلئے بھی ایک دن اور ایک وقت اُسکی علمی قابلیت اور ذہانت و حافظہ کے امتحان کا ہوتا تہا۔

اسیطرح ان ممتاز عہدون اور جلیل القدر منصبون کیلئے یہ بھی ضرور نہ تہا کہ جو محترم و محتشم شخص ان کیلئے انتخاب کیا جاتا اُسی قاضی اور مفتی اور محتسب کے معزز القاب سے پکارا جاتا۔ بلکہ بغیر ان القاب کی شہرت کے اور بغیر کسی قسم کی ظاہری تخصیص کے اُسکی گورنمنٹ خلائق کا مرجع و مرکز سمجھی جاتی۔

شیخ کمال الدین کی تاریخی زندگی

یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ جناب شیخ کمال الدین مفتی بحکم الولد سر لابیہ تقدس اور تمام شریفانہ عادات مہذبانہ اخلاق علم و فضل مین اپنے واجب الاعتصام والد کے بالکل قدم بقدم تھے جو مندی بلند خیالی روشن دماغی دقیق النظری مین جواب نہ رکھتے تھے۔ آپکے مراقبات و مکاشفات اور خدا داد تقدس کی اُن اطراف مین بہت بڑی شہرت تھی۔ آپکا اکثر وقت یا تو کتب بینی مین صرف ہوا کرتا تہا یا ریاضت و مجاہدت مین۔ شیخ کمال الدین مفتی گو اکہرے بدن کے دُبلے پتلے اور نحیف آدمی تھے لیکن آپ کی متین و وسیع پیشانی اُس عظیم الشان نصیبے کی شہادت دیتی تھی جو آپ کو آیندہ حاصل ہونے والا تہا۔ یہ بات نہ صرف تعجبناک بلکہ حیرت انگیز ہے کہ شیخ کمال الدین مفتی کو بہت تھوڑے عرصہ مین وہ مقبولیت عام حاصل ہوگئی تھی (جسے ربانی مقبولیت سے تعبیر کرسکتے ہین) کہ ان اطراف کے باشندون کا بچہ بچہ آپ کا نام نہایت مقدس اور پاک الفاظ کیساتھ زبان پر لاتا تھا۔

شیخ کمال الدین کی عام مقبولیت

جب جناب شیخ کمال الدین مفتی کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہوا اور لبریز ہو کر چھلک گیا یعنی آپکی مقدس روح جہان فانی سے عالم باقی مین انتقال کرگئی تو آپکے بعد آپکے نہایت لائق اور ہونہار فرزند جناب قطب الدین اس معزز عہدے سے ممتاز کیئے گئے۔ افسوس کہ اس مقدس شخص کے تفصیلی حالا

شیخ قطب الدین

باوجود تحقیق کے ہمین کہین سے دستیاب نہین ہوئے بلکہ جہان تک تحقیق ہوا ہی صرف اسقدر ہوا ہی کہ آپکے انتقال کے بعد آپکے بڑے صاحبزادے عبدالملک جانشین ہوئے اور یہ عظیم الشان منصب اُن کی تفویض مین کیا گیا۔

شیخ عبدالملک

جناب عبدالملک بڑے تیز ہوش اور ذہین و طباع شخص تھے فطرت نے اول ہی روز سے آپکے ضمیر کو ربانی قابلیتون اور روحانی جوہرون سے آراستہ کر دیا تہا اِسلیئے روز بروز اور ساعت بساعت روحانی لیاقتین اور الہامی غوامض آپکے پاک اور مقدس نفس سے اپنی اصلی تابانی و درخشانی دکھاتے تھے۔ ان جیسے بزرگوارون کی وجہ سے اب یہ نجیب شریف خاندان کچھ حد سے زیادہ مقبول انام ہوگیا تھا اور اِس معزز خاندان کے ہر ممبر کی معاشرت اور تمدنی حالت ایک نرالی اور انوکھی طرز کی ہوگئی تہی۔

شیخ عبدالملک کی روحانی لیاقتین

گو آپنے علوم کی تعلیم روحانی ذریعہ سے حاصل کی ہتی اور ربانی جلال کا پورا اثر آپکے دلمین چمک چکا تھا۔ مگر پھر بھی تمام وہ معمولی کتابین جو اُسوقت درس مین شامل تھین اپنے ہی خاندان کے ایک فاضل اجل اور علامہ سے بہت جلد نکال لین چونکہ فطرت نے پہلی ہی سے آپکا دماغ کامل عقل سے آراستہ کر دیا تھا اسلیئے آپکو ان معمولی کتابون کا بہت جلد پڑھ لینا کچھ بھی مشکل نہ تھا جب آپ معمولی و رسمی علوم و فنون کی تحصیل سے فارغ ہوئے تو علم حدیث پڑہنا شروع کیا بیشک علم حدیث ایک بڑا سخت اور دشوار گزار علم ہے اِسکی اہمیت اور معنی آفرینی کو کچھ وہی شخص سمجھ سکتا ہے جسنے اِس فن مین لگاؤ اور مس حاصل کی ہی لیکن بڑی خوشی سے دیکھا جاتا ہی کہ بزرگ عبدالملک کے سامنے یہ مشکل اور دقت آفرین علم بھی پانی تہا کیونکہ آپکا دل اور دماغ روز اول ہی سے اُن فطرتی جوہرون کی تابانی سے چمک چکا تہا جنھین ربانی بخشش اور فیض خداوندی سمجھنا چاہیئے۔

شیخ عبدالملک کی تعلیم

علم حدیث کی تحصیل

آپکو کلام الٰہی سے بڑی دلچسپی تھی یہی وجہ تھی کہ اکثر اوقات اُسکی تلاوت مین مشغول رہتے۔ اور حاضرین کو اُسکے اسرار و نکات کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ گویا یہ آپکا وعظ تھا جس سے ہر وقت مجلس گرم رہتی تھی۔ آپ کی مقدس زبان سے جو جملہ اور فقرہ نکلتا تہا وہ ایسا دانشمندانہ اور حکیمانہ ہوتا تھا جس سے فطرت اللہ کا اصلی منشاء اور کلام ربانی کا ذاتی مفہوم ظاہر ہوتا تھا۔ آپ کی خوش لہجگی مین وہ مقناطیسی اثر تہا کہ سننے والون کی طبیعتین ایک بے اختیارانہ جوش کیساتھ آپکی طرف مائل و متوجہ ہوتی تہین۔ آپکے لفظ لفظ سے سامعین کے دلون پر ایک چوٹ سی لگتی تھی۔ اور اُنکے جسم کانپ کانپ اُٹھتے تھے۔ اُنپر ایک محویت اور بے اختیاری کیحالت

کلام الٰہی سے دلچسپی

خوش الحانی

طاری ہوجاتی تھی اور اس حالت بیخودی مین اس شدت سے رقت ہوتی تھی کہ پُرنم آنکھون سے آنسوؤن کا دریا بہاتے تھے۔

شیخ عبدالملک کا وعظ

جن باتون کا تذکرہ خصوصیت کیساتھ آپکے وعظ مین ہوا کرتا تھا وہ وحدت پرستی اور اسلام کے ضروری ارکان تھے گو یا آپ کو اُس عمارت کا نقش و نگار سے آراستہ و پیراستہ کرنا منظور تھا جسکی بنیاد آپکے مقدس اور اولوالعزم جد امجد حضرت شیخ شمس الدین قدس سرہ نے اول روز ڈالی تھی آپ کا سب سے بڑا اور اہم خیال یہی تھا کہ جسطرح سے بن پڑے بُت پرستی کی بیخکنی ہوجائے اور آسمانی شریعت مین جو نفرت انگیز اور بیہودہ رسمین رواج پکڑ گئی ہین دنیا سے میٹ دیجائین مسلمانون کو اُن ناپاک آلائشون اور نفرتناک بیہودگیون سے پاک صاف کردیا جائے جنمین وہ صدہا سال سے گرفتار ہین وہ غلیظ و قابل نفرت عادتین جو اُن کے خمیر مین صدیون کی خرابی سے پڑگئی تھین اور جن منغض بیہودگیون مین وہ ایک دراز عرصہ سے مبتلا تھے اُن سے اُنہین اسطرح پاک صاف کردیا جائے کہ گویا مان کے پیٹ سے آج ہی پیدا ہوئے ہین

شیخ عبدالملک کی تلقین وعظ کا اثر

حقیقت مین یہ کام ایک بڑا ہی برتر اور اہم کام تھا جسکی تجدید آپنے کی۔ اگرچہ ویسی کامیابی جو درحقیقت اسمین ہونی چاہیئے تھی آپ کو حاصل نہین ہوئی مگر پھر بھی آپ کی اس تعلیم و تلقین نے اپنا قیمتی اثر مسلمانون پر ڈالا اور اُن کے اخلاقی خیالات ایسے نتھر گئے جنپر آج اسلامی دنیا اگر کسیطرح کا فخر کرے تو بیجا نہوگا لیکن

شیخ عبدالملک کا انتقال

یہ افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ شیخ عبدالملک عمر طبعی کے زمانہ تک پہنچنے سے پیشتر ہی عین اُسوقت مین جبکہ آپ کا عروج کمال شہاب ثاقب کیطرح چمک رہا تھا اس جہان سے تشریف لیگئے۔ یعنی فلک کجرفتار نے قبل اسکے کہ آپ خوشۂ مراد کی گلچینی سے بہرہ ور ہوکر اپنی دلی آرزوؤن اور پرشوق تمناؤن پر کامیاب ہون عین عالم شباب مین لقمۂ اجل بنا ڈالا حیف صد حیف اسے دنیائے دون اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ شہر رُہتک اور اُسکے اطراف و جوانب مین دستور نہ تھا کہ مُلکی سیاست کے اولوالعزم عہدے کسی خاص شخص یا کسی مخصوص خاندان کیساتھ محدود ہون اور اُس خاص شخص یا مخصوص خاندان کے علاوہ کوئی اور شخص قضا اور احتساب و افتا کے مناصب کیلئے انتخاب کی لیاقت نہ رکھتا ہو بلکہ جو محترم و محتشم مُسلمان اس صوبہ مین توطن اختیار کرتا اور اُسے فطرت سے ربانی قابلیتون اور روحانی و ضمیری جوہرون کا حصّہ ملتا وہ ان جلیل القدر اور عظیم الشان عہدون سے ممتاز کیا جاتا۔ لیکن اب اس قدر زمانہ گذر جانے اور واجب الاعتصام خاندان مین ایسے مقتدر اور محتاط حضرات کے ظہور کرنے سے کلیتّہً یہ قانون نافذ ہوگیا کہ قضا و افتا کے معزز

عہد سے اسی شریف و بزرگ خاندان کیساتھ مخصوص و محدود ہوں کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں کو یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوگئی تھی کہ فطرت نے جو عزت و شرف اس نجیب خاندان کو دیا ہے دوسرے کو کبھی نصیب نہیں ہو سکتا۔ اس معزز خاندان کے حضرات کے ضمیری و روحانی جوہر اپنے میں گہری ممتازیت کی تہ رکھتے ہیں۔ اور انکے پاک نفوس میں ربانی جلال کا پورا پرتو اپڑ چکا ہے۔ اسلیئے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس جلیل الشان خاندان میں آیندہ جسقدر لوگ پیدا ہوں گے سب کے سب نہ صرف فخر خاندان بلکہ فخر روزگار ہوں گے۔

حقیقت میں اُس زمانہ کے لوگوں کا یہ تفرس و قیاس بالکل صحیح اور نہایت قدر و منزلت کے قابل تھا اخیر عہد میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب اور اُن کے صاحبزادے جناب شاہ عبد العزیز اور شاہ رفیع الدین و شاہ عبد القادر اور شاہ عبد الغنی اور پوتے شاہ اسمٰعیل صاحب ایسے مقدس و نامور اور مشہور عالم ہوئے جنکی محتاط زندگی اور اتقا و پرہیزگاری اور علمی برکتوں نے انکی شہرت نہ صرف ہندوستان میں محدود رکھی بلکہ انکے تقدس و پاکی کی ناموری نے دور دوراں کے خاندان کی شرافت و بزرگی میں اور بھی جان ڈالدی۔ اور جنکی بدولت ہندوستان بالخصوص دہلی کو بہت بڑا فخر حاصل ہوا حق یہ ہے کہ ہندوستان جہاں تک اس بات پر فخر کرے بجا ہے کہ اُسنے اپنی نازبھری گود میں ایک دراز عرصہ تک ایسے ممتاز و معزز بچوں کو پالا ہے کہ اُسکے مقابلہ میں کسی اور ایشیائی ملک کو یہ بات بہت کم نصیب ہوئی ہو۔

ایک فاضل کے خیال کا اظہار۔

مجھے اس مقام پر اپنے ایک معزز ہمعصر کا خیال ظاہر کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے جس سے میرے بیان کی پوری تائید ہو سکتی ہے۔ "معزز ہمعصر اپنی ایک قیمتی تصنیف میں اس خاندان کے علم و فضل کی شہرت کے متعلق یوں ریمارک کرتا ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے علم و فضل کی آوازیں ہندوستان کی چار دیواری سے نکلکر مسلمانوں کے ممالک روم و شام وغیرہ میں پہنچی تھیں اور جس مسئلہ میں مکہ مدینہ کے علما میں جھگڑا ہوتا تھا وہ ثالث بالخیر شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبد العزیز کو بناتے تھے۔ ملا رشیدی مدنی اور شاہ عبد العزیز سے جو خط و کتابت ہوئی ہے اُس سے ہم اپنے دعوے کی سند دیسکتے ہیں۔ ایک خط میں مُلا رشیدی نے یہ لکھا ہے"۔ شاہ صاحب آپکا کچھ ایسا اثر بلاد اسلامیہ میں ہوا ہے کہ جب کوئی فتوے دیا جاتا ہے اور علما اُسپہ اپنی مُہریں کرتے ہیں تو ہر شخص فتوے میں آپ کی مُہر کا متلاشی رہتا ہے۔ اور وہ فتوے جبتک اُسپر آپ کی مُہر نہو زیادہ وقعت کی نظر سے دیکھا نہیں جاتا۔ اگر آپ یہاں تشریف لے آویں تو ہم لوگوں کیلیئے بڑے فخر کی بات ہے اور سلطان ٹرکی بھی آپ کی بہت بڑی عزت کریں "۔

اسکے بعد معزز ہمعصر لکھتا ہے۔ اِس خط سے اُس مقبولیت کی پوری پوری کیفیت معلوم ہوتی ہے جو شاہ عبد العزیز صاحب کی بلاد اسلامیہ مین تھی اسکو ربانی مقبولیت کہتے ہین اور یہ جملی علم و فضل ہے"

الغرض شیخ عبد الملک کے مبارک عہد مین قضا و احتساب و افتا کے معزز عہدے اس خاندان کے لیے

قاضی بدہا

موروثی حقوق قرار دیے گئے۔ اِسلیے آپکے انتقال کے بعد آپکے لائق اور عزیز الوجود فرزند جناب قاضی بدہا نے اپنی موروثی ریاست اور خاندانی حقوق و تعلق کو محفوظ رکھنے کی غرض سے منصب قضا اختیار کیا اور مدت العمر تک مخلوق خدا کے امور کے متکفل و نگران رہے۔

قاضی بدہا کی عام خوش اخلاقی

کچھ شبہہ نہین کہ اس محترم خاندان مین جسقدر مقدس اور پاک نفس حضرات گزرے ہین سب کے اخلاق نہایت وسیع اور فیاضانہ تھے۔ غرور و نخوت۔ ترفع اور کم بینی ان مین نام تک کو نہ تھی یون تو اس واجب الاحترام خاندان کا ہر ایک ممبر نہایت فیاض اور خوش اخلاق تہا۔ لیکن جو خوش اخلاقی اور فیاضی طبعی جناب قاضی بدہا مین پائی جاتی تھی اُسکا ڈھنگ سب سے نرالا اور جدا تہا۔ اگرچہ آپ ایک ایسے اولو العزم اور اعلے درجہ کے عہدہ سے ممتاز تھے جنکے آگے زبردست سے زبردست سلطنت کو بھی بجز گردن تسلیم خم کرنیکے اور کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑتا تہا اور اُسکے حق مین آپ کی مخالفت ایک زہریلا اور نہایت بد اثر نتیجہ پیدا کرنے والی تھی۔ لیکن یہ بات نہایت خوشی سے کہی جاتی ہے کہ ہر شخص خواہ وہ کسی رتبہ کا آدمی ہوتا بغیر کسی ذریعۂ تعارف کے ہر وقت آپ سے ملسکتا۔ اور آپ جس تواضع اور خوش اخلاقی سے اُسکے ساتھ پیش آتے۔ ملنے والا بہت عرصہ تک اُسکا اثر اپنے دل مین محسوس پاتا۔ اِس سے قطعًا ثابت ہوتا ہی کہ آپکے اخلاق نہایت وسیع اور عام تھے۔ اور اُسکے لیے وسیلۂ تعارف عزت و جاہ کی سفارش کی کچھ ضرورت نہ تھی۔

قاضی بدہا کی تعلیم

یہ بات بالکل صحیح ہو کہ ابتدا مین قاضی بدہا صاحب نے ظاہری علوم و فنون اور دینی کتب کے مطالعہ کرنے مین زیادہ محنت نہین کی۔ لیکن جو لوگ قلبی فراز و نشیب اور ضمیری قابلیتون سے کچھ قدر بھی واقفیت رکھتے ہین وہ خوب جانتے ہین کہ جن پاک نفوس کو فطرت کی باطنی قوتون مین درک و مہارت اور اُسکے پوشیدہ یا اَن دیکھے جوہرون کا کسی درجہ علم ہوتا ہے۔ اُنہین علمی ترقی مین زیادہ محنت کرنیکی ضرورت ہوتی ہے نہ کتب بینی مین زیادہ وقت صرف کرنیکی حاجت۔ جو طبیعتین کہ فطری جوہرون کے نور سے روشن اور چمکدار ہو جاتی ہین اور اُنپر ربانی تجلیات کا عکس پڑجاتا ہو وہ بغیر کسی محنت و جانکاہی کے

حقائق ربانی کے سمجھنے مین ید طولیٰ رکھتی ہین علیٰ ہذا القیاس بعض وہ طبائع جنہین مطالب الہامی اور مقاصد ربانی اخذ کرنے اور اُنسے مؤثر ہونیکا کافی مادہ پیدا ہوجاتا ہے کتب بینی اور سبق خوانی کیطرف زیادہ متوجہ نہین ہوتین۔

بیشک یہ بات تسلیم کیئے جانیکے قابل ہو کہ جو لوگ کتابی تعلیم حاصل نہین کرتے اُن مین اگرچہ مقاصد فہمی کی لیاقت پیدا ہوجاتی ہے لیکن پھر بھی وہ ایسے قابل نہین ہوتے جیسے کتابی تعلیم حاصل کرنیوالے۔ اسکے ساتھ ہی یہ امر بھی ماننا پڑے گا کہ محنت ایک ایسی چیز ہے جس سے غبی انسان بھی کچھ نہ کچھ فائدہ اُٹھا ہی لیتا ہے لیکن یہ بات قابل نوٹ ہو کہ لیاقت وقابلیت کتب بینی اور باضابطہ تعلیم حاصل کرنے مین ہرگز منحصر نہین ہے بلکہ ایک ایسا شخص جسنے معمولی تعلیم سے اپنی ذات یا قوم کو فائدہ پہنچایا وہ اُس تعلیم یافتہ سے زیادہ وقعت کی نگاہ سے دیکھے جانیکے قابل ہے جس نے علم مین بہت بڑا تبحر اور ملکہ حاصل کرنیکے بعد اُس سے اپنی ذات یا ملک قوم کی بہبودی نہین چاہی۔ اسیطرح جن مقدس انفاس لوگون کے دل و دماغ ابتدا ہی سے اُن جوہرون سے آراستہ ومجلا ہوجاتے ہین جنہین فطرت کی خاص بخششین سمجھنا چاہیئے تو اُنہین خود بخود وہ ربانی لیاقتین اور روحانی قابلیتین حاصل ہوجاتی ہین جو نہ کسی سنگین محنت سے حاصل ہوسکتی ہین نہ جانکاہی وجگر خراشی سے نصیب ہونے کی اُمید کی جاسکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ گو جناب قاضی بڈھا صاحب زیادہ لکھے پڑھے نہ تھے لیکن آپ کی فراخ وخوبصورت پیشانی کی تابانی انسانی نظرون کو اسبات کا صاف پتا دیتی تھی کہ اس معزز شخص کی دماغی قوتون اور قلبی جوہرون کو فطرت کی طرفسے وہ حصہ ملا ہے جو ایک زبردست متبحر عالم جامع فنون کو بہت کم نصیب ہوا ہے بزرگ قاضی بڈھا صاحب کے انتقال کے بعد اُنکے دو فرزند باقی رہے جو تقدس و پاکی اور شریفانہ عادات کے مجسم تصویر اور آپ کی ایک عظیم الشان یادگار تھے۔ ایک قاضی قاسم جو اپنے واجب الاحترام والد کے انتقال کے بعد اُنکے جانشین اور خلیفہ مقرر کیئے گئے۔ دوسرے شیخ منگن جو انتہا سے زیادہ علمی لیاقت اور باطنی قابلیت رکھتے تھے اور جو نسبتہً باطنی علم کا زیادہ حصہ قدرتی طور پر رکھتے تھے۔ آپکے انتقال کے بعد صرف ایک فرزند یونس نام باقی رہے جو بڑے ہوکر نہایت قابل اور فخر خاندان شخص قرار دیئے گئے۔ واجب الاحترام اور معزز یونس سیرت مین صورت مین اخلاق وعادات مین بالکل اپنے والد بزرگوار

قاضی قاسم

شیخ منگن

شیخ یونس

کے قدم بقدم تھے۔ اُن کی طرز معاشرت اور تمدنی حالت بالکل ایسی ہی تھی جیسی جناب قاضی بدھا صاحب کی۔ اُس زمانہ کے لوگ صرف اس لحاظ سے اُن کی اور بھی وقعت وقدر کرتے تھے کہ یہ قاضی صاحب کی شکل وشباہت سے زیادہ ملتے جُلتے تھے۔ قاضی بدھا صاحب کے فرزند رشید جناب قاضی قاسم صاحب کے انتقال کے بعد اُن کے دو عزیز الوجود اور گرامیقدر صاحبزادے باقی رہے۔ ایک قاضی قادن دوسرے شیخ کمال الدین۔ قاضی قادن اور شیخ کمال الدین دونوں محترم بزرگ حضرات اگرچہ علم وفضل عقل وتمیز، ذہانت وطباعی وغیرہ مین مساوی درجہ رکھتے تھے۔ گو بعض بعض خصوصیتوں مین ایک دوسرے سے کسیقدر ممتاز اور مستثنٰے تھے۔ لیکن چونکہ جناب قاضی قادن صاحب شیخ کمال الدین سے عمر مین کسیقدر بڑے تھے۔ اسلیئے آپ ہی اپنے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد اُن کے قائم مقام اور جانشین قرار پائے اور شہر کی ریاست اور سیاست آپ ہی کے تفویض مین کیگئی۔

قاضی قادن

شیخ کمال الدین

قاضی قادن صاحب ہرچند کہ تمام تذکرون اور تاریخی صفحون مین اسی نام نامی سے یاد کیئے گئے ہین لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہو کہ شاید آپ کا اسم گرامی عبدالقادر یا قوام الدین ہوگا جو ایک زمانہ تک متعصب ہندؤن کی ناآشنا اور جاہل زبان پر جاری ہوتے اور تحریف وتصحیف قبول کرتے کرتے عبدالقادر سے صرف قادن رہگیا۔

قاضی قاسم کے دوسرے صاحبزادے شیخ کمال الدین جو قاضی قادن کے چھوٹے بھائی تھے۔ اور جو اِن اطراف مین علم وفضل کی بہت بڑی شہرت رکھتے تھے۔ اُن کے ہان صرف ایک فرزند پیدا ہوئے جنکا نام نامی نظام الدین رکھا گیا۔ اور جو بڑے ہوکر علمی فیاضیون اور فطری قابلیتون کے سرچشمہ ہوئے ان ہی سے شیخ کمال الدین کے انتقال کے بعد اُنکی نسل قایم ہوئی اور آیندہ زمانہ مین اس نسل کے سلسلہ مین بڑے بڑے عالی وقار اور حوصلہ مند دقیق النظر حضرات پیدا ہوئے

شیخ نظام الدین

محترم قاضی قادن کے انتقال کے بعد دو فرزند آپ کی یادگار مین باقی رہے ایک شیخ محمود۔ دوسرے شیخ آدم جو بھائی خان کیساتھ کمال شہرت رکھتے تھے۔ شیخ محمود اپنے معزز اور واجب الاحترام قبائل مین بڑے نجیب وشریف اور ممتاز شخص گنے جاتے تھے اور نہ صرف اس جلیل القدر خاندان کے شرفاء آپ کی عظمت وجبروت شان وشوکت کو تسلیم کرتے تھے بلکہ شہر رہتک اور اسکی اطراف وجوانب کے تمام اولوالعزم اور محترم باشندے پرلے درجہ کی تعظیم وتوقیر سے پیش آتے تھے۔ چونکہ اس زمانہ مین

شیخ محمود

شیخ آدم

شیخ محمود کا منصب قضا چھوڑ کر اعمال سلطانیہ مین مشغول ہونا

بہت سے خارجی اسباب اور اس بزرگ خاندان کی طبیعت کے مخالف چند ایسے ہی سامان جمع ہو گئے تھے۔ لہذا شیخ محمود کو جو اُسوقت تمام بقیہ خاندان مین امتیازیہ نظرون سے دیکھے جاتے تھے منصب قضا سے کنارکش ہو کر اعمال سلطانیہ مین مشغول ہونا پڑا۔

چونکہ فطرت نے پہلے ہی سے جناب شیخ محمود کیلئے تجویز کر رکھا تھا کہ آپ زمانہ کے سرد و گرم نرمی و سختی دونون قسم کی کیفیتون سے دلچسپی حاصل کرینگے نیز بہت سے پیچیدہ اور اہم معاملات کی گتھیون کو سلجھانا اور نئے نئے الجھیڑون مین سے موشگافیان کرنا آپکی قسمت مین لکھا جا چکا تھا اسلیئے ضرور تھا کہ آپ منصب قضا کو خدا حافظ کہہ ایک ایسا سلسلہ اختیار کرین جس سے مسلمانون کی آئندہ نسلون کو کچھ فائدہ پہنچ سکے۔ یہ ایک ارادہ تھا جو بزرگ شیخ محمود کے دماغ مین بجلی کیطرح ساعت بساعت اور آناً فاناً کوند رہا تھا اور جسمین ایک عجیب اتفاقی طور پر تحریک اور تحریک کیساتھ تکمیل ہوئی یعنی اُس مضمر جوہر نے جو ابتدا ہی سے آپکی طبیعت مین خمیر کر دیا گیا تھا دفعۃً زور کیا۔ یک بیک آپکا دل برداشتہ ہوا اور وہ ضعیف سا خیال و تحریک جو چھپی ہوئی چنگاری کیطرح آپکے باطن مین کبھی کبھی اپنی تابانی دکھا جاتی تھی۔ اب ایک نہایت مضبوط اور مستحکم قصد ہو گیا آپنے ہر بات کے چڑھاو اُتار اور مخالف و موافق پہلوؤن پر عمیق نظر دوڑا کر اپنے دلمین قطعی فیصلہ کر لیا کہ موجودہ حالت مین زندگی بسر کرنے سے سپاہیانہ زندگی اچھی اور انسب و اولی ہے۔ اس میلان طبع مین بھی بڑے بڑے ربانی اسرار اور فطرتی راز مخفی تھے جسکی خبر ہم لوگونکو بھی نہ تھی۔ اس امر کے تسلیم کرنے سے کسی متنفس کو ہرگز انکار نہین ہو سکتا کہ خدا تعالی کو اپنے جس بندہ سے اُسکی زندگی کے آئندہ حصہ مین جیسا کام لینا ہوتا ہے اُسکے لیئے اسباب و سامان بھی ویسے ہی پیدا کر دیتا ہے چونکہ آپ مسلمانون کی بہبودی اور ترقی و عروج کیلئے پیش خیمہ قرار دیئے گئے تھے اسلیئے آپکا فرض منصبی تھا کہ اپنے میلان طبع کی متابعت کرین یعنی کوئی ایسی صورت پیدا کرین جس سے مسلمانون کی آئندہ نسلونکو ملک و سلطنت کیطرف سے کافی فائدہ پہنچے۔

ہمین تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ جب شیخ محمود قضا کا عہدہ چھوڑ کر اعمال سلطانیہ مین مشغول ہوئے ہین تو اُنہین بہت سی ایسے جانگزا مصائب اور جگر خراش تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ہے جنکا تحمل کسی بڑے حوصلہ مند سے بھی متصور نہین ہو سکتا لیکن بڑی خوشی کا مقام ہے کہ آپنے تمام مصائب و تکالیف کا بڑی خوشی اور استقلال کیساتھ استقبال کیا اور زندگی کی ناگوار حالتین اُٹھاتے اُٹھاتے بھی کبھی آپکی طبیعت اُچاٹ نہین ہوئی اور اسکی بڑی وجہ یہ تھی کہ آپکی پرشوق نظرین ہمیشہ اسطرف پڑ رہی تھین کہ چاہے مجھے جسقدر تکلیف پہنچے لیکن مسلمانون کی آئندہ نسلون کیلئے کوئی ایسا سلسلہ قائم ضرور ہو جائے جس سے اُنہین سلطنت وقت کیطرف سے پورا فائدہ پہنچ سکے اور اُنکی ترقی و عروج اوج کمال پر پہنچ جائے

ساتھ ہی اُن تمام کامیابیوں کے جو شیخ صاحب کو حاصل ہوئیں نہایت تعجب سے دیکھا جاتا ہی کہ آپ اِس ترقی پر بھی اپنے منصبی فرائض بڑی جرأت و دلیری سے ادا کرتے اور ہمیشہ اُن ہی باتوں کو استعمال مین لاتے رہے جو آپکے شریف خاندان کیساتھ خصوصیت رکھتی تھین باوجودیکہ آپ سلطنت کیطرف سے ایک معزز عہدہ پر ممتاز تھے اور اُسکی انجام دہی کے ذمہ دار قرار دیئے گئے تھے۔ مگر جو طریق آپکے خاندان مین مروج تھی۔ اُن سے سرمو تجاوز نکرتے تھے۔ اسی لیئے قدیمی تذکرون مین آپ کی بابت لکھا گیا ہے کہ اگر شیخ محمود کے ظاہری احوال پر سرسری اور اجمالی نظر ڈالی جاتی ہی تو صاف معلوم ہوتا ہی کہ جس قدر خاص شہر رہتک اور اُسکے ضلاع مین صدیق گزرے ہین سب مین آپ ہی کا نمبر اول تھا۔

جناب شیخ محمود جب سن بلوغ کو پہنچے تو آپنے تحفظ النسل کے لئے ایک نہایت ہی عفت مآب اور شریف خاتون سے نکاح کیا۔ جسکا نام آفریدہ تھا اور جو سونی پت کے سادات و اشراف مین سے ایک بڑے شریف و نجیب خاندان کی عورت تھی اس عورت کے بطن سے آپکے ہان ایک سعادتمند اور خوش قسمت لڑکا پیدا ہوا جسکا نام شیخ احمد رکھا گیا۔ اور جو بڑا ہو کر نہایت تیز ہوش اور بیدار مغز صاحب طریقت ہوا۔

شیخ احمد نے بچپنے ہی مین اپنے وطن مالوف کو خدا حافظ کہا تھا۔ اور رہتک سے نکلکر حضرت شیخ عبد الغنی بن شیخ عبد الحکیم کیساتھ نشو و نما پایا تھا بچپن کا زمانہ طے کرکے جب آپنے عالم شباب مین قدم رکھا۔ اور سن بلوغ کو پہنچے تو آپ کی سنجیدہ اور متین پیشانی مین رشد و ہدایت کے آثار نہایت درخشانی و تابانی کیساتھ نمایاں ہوئے جو قیافہ شناس نظرون کیلئے ایک عظیم الشان واقعہ کی پیشینگوئی کرتے تھے اور جنہین دیکھنے والے فوراً تاڑ جاتے تھے کہ عنقریب ایک وہ زمانہ آنیوالا ہے جسمین دنیاوی جاہ و جلال اور حشمت و شوکت اِس ہونہار نوجوان کے قدمون کو بوسہ دینگے اور اِس اقبالمند کا پر شوکت ستارہ شہاب ثاقب کیطرح اوج کمال پر چمکے گا۔ خدائی فوج کا جھنڈا اُسکی رکاب مین ہوگا۔ اور رب الافواج کا ہاتھ ہمیشہ اِسکے سر پر رہے گا۔

شیخ احمد صاحب کا عقد

شیخ عبد الغنی صاحب نے جن کی تربیت و تعلیم مین شیخ احمد اپنی قیمتی زندگی بسر کرتے تھے اپنی خداداد تفرس اور باطنی صفائی سے پہلے ہی معلوم کرلیا تھا کہ یہ لڑکا ہونہار اور انتہا سے زیادہ باوقعت ہی۔ اسی لیئے انہون نے اپنی صاحبزادی اُن کے نکاح مین دیکر ایک دراز عرصہ تک اُن کی

شیخ احمد کا دوبارہ رہتک مین آنا

تربیت و تعلیم مین حد سے زیادہ مصروف رہے اور کبھی لمحہ بھر کیلئے بھی انکی جدائی اختیار نہین کی لیکن جب شیخ احمد جوان ہوئے تو دفعۃً انکی طبیعت یہان سے اُچاٹ ہوگئی اور یہی برخاستگی طبع انجام کار اُن کے رُہتک مین دوبارہ آنیکی باعث ہوئی۔

جب آپ رُہتک مین جلوہ آرا ہوئے تو قلعہ کے باہر ایک نہایت عالیشان اور شاندار عمارت تیار کرائی اور اپنے خاندان کے تمام قبائل کو یہان جگہ دی۔

کچھ شک نہین کہ جناب شیخ احمد صاحب کے وہ دلچسپ واقعات جو انکی تاریخی زندگی سے تعلق رکھتے ہین نہایت عجیب و غریب واقعات ہونگے۔ اور اپنے ساتھ ندرت مآب حالات کا ایک بیمثال انبار رکھتے ہونگے لیکن مجھے بافسوس کہنا پڑتا ہے کہ شیخ احمد کے اسکے بعد کے حیرت انگیز واقعات کسی تذکرہ اور تاریخ مین میری نظر سے نہین گزرے۔ نہ کسی ایسے معتبر ذریعہ سے بہم پہنچ سکے جنہین مین اسمقام پر لکھکر ناظرین تذکرہ کو محظوظ کرتا۔

شیخ منصور

القصہ شیخ احمد کے انتقال کے بعد اُن کے دو فرزند باقی رہے ایک شیخ منصور دوسرے شیخ حسین۔ شیخ احمد کی آئندہ نسلون کا سلسلہ ان ہی دونون حضرات کی اولاد مین منحصر رہا۔ دوم شیخ منصور نہایت متواضع اور خلیق تھے۔ آپکے اخلاق ایسے عام اور وسیع تھے جنہون نے مخالفون کے دلون مین بھی آپ کی کافی جگہ کردی تھی۔ شجاعت و بہادری مین لاجواب اور تحمل و وقار مین بیمثل تھے۔ آپنے اولاً اپنے حقیقی ماموں شیخ عبد اللہ بن شیخ عبد الغنی کی صاحبزادی سے نکاح کیا جو نہایت فہیم شعور اور صاحب فہم خاتون تھین۔ اس عفیفہ اور عصمت مآب خاتون کے بطن سے باجاہ و جلال دو لڑکے پیدا ہوئے

شیخ معظم شیخ اعظم

ایک شیخ معظم دوسرے شیخ اعظم۔ لیکن جب اس خدا شناس اور رحمدل بی بی کا انتقال ہوگیا تو پھر آپنے ایک اور شریف خاندان کی عورت سے نکاح کیا جسکے بطن سے شیخ عبد الغفور اور شیخ اسماعیل پیدا ہوئے۔

شیخ عبد الغنی

شیخ احمد صاحب کے سلسلہ بیان مین جناب شیخ عبد الغنی صاحب کا بھی ذکر آگیا ہے جو شیخ احمد صاحب کے خسر تھے جیسا کہ مین اوپر تفصیل کیساتھ لکھ آیا ہون۔ اسمقام پر مجھے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قبل اسکے کہ اس معزز خاندان کے اولوالعزم ممبرون کا تذکرہ ختم کرون۔ شیخ عبد الغنی صاحب کے سوانح عمری کا سرسری اور اجمالی خاکہ کھینچون۔ اگرچہ مجھے شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے علاوہ دیگر خاندان کے حضرات کے

واقعات و حالات سے بحث کرنی نہین چاہیئے اور نہ اس قسم کی بحث میرے منصب کے لحاظ کے مناسب ہے لیکن یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک ایسے نادرۂ روزگار کے حالات ظاہر کرنیسے پہلو تہی کرون جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان سے نہ سہی لیکن اُنکے خاندان سے ایک خاص قسم کا تعلق رکھتا ہو۔ مجھے معزز ناظرین سے امید ہو کہ وہ خارج البحث کے الزام دینے سے معذور رکھینگے۔

شیخ عبد الغنی صاحب ایک بڑے زبردست علامہ اور فاضل اجل تھے۔ آپکی محتاط زندگی تبحر علمی زہد و پرہیزگاری، متواضعانہ اخلاق، شایستہ و زیبا عادات کی شہرت ایک عالم مین پھیل گئی تھی اور ہندوستان کا ہر ایک شخص آپ کو ولی کامل سمجھتا تھا۔ جلال الدین اکبر جیسا پرشوکت اور قہار بادشاہ آپ کی عظمت و جبروت اور جاہ و جلال کو تسلیم کرتا اور بر سر دربار نہایت عقیدتمندی اور پاک اعتقادی کیساتھ تعظیم دیتا تھا

اگرچہ اس زمانہ مین مسلمانون کی حالت ترقی کنان اوج کمال پر پہنچگئی تھی لیکن افسوس سے دیکھا جاتا ہو کہ انکی ملکی ترقی اور شوکت و جبروت کی برقی روشنی کے آگے مذہبی بہبودی اور اسلامی علوم برابر مٹتے جاتے تھے۔ اسمین ذرا بھی شک نہین کہ ہندوستان مین جلال الدین اکبر کی حکومت ایک پرشوکت اور نہایت امن کی حکومت تسلیم کیجاتی ہے لیکن بدقسمتی سے اس حکومت مین بھی مذہبی علوم کے مردہ قالب مین جان نہین ڈالی گئی۔ اور اُسے یون ہی ادھوا چھوڑکر دنیاوی جاہ و جلال و رشوکت و عظمت حاصل کرنیکی طرف توجہ مائل کیگئی۔

ملکی شوکت اور علمی برکت کا مقابلہ

تعجب اور تعجب کیساتھ حیرت سے دیکھا جاتا ہو کہ مقدس و پاک اسلام جو فاتحان ہندوستان اس سرزمین مین اپنے ساتھ لائے تھے بجائے اسکے کہ وہ ملکی فتوحات اور اسلامی تاجدارون کی ترقیون کے پہلو بہ پہلو ترقی کرتا اور بغداد و اندلس کیطرح ہندوستان مین اپنی حیرتناک ترقی کا جلوہ دکھاتا اُلٹا کچھ ایسا بے فروغ ہوگیا کہ بس اب بجز نام کے اور کچھ باقی نہین رہا تھا۔ اور اسکی بڑی وجہ یہ ہی ہوئی کہ مذہبی علوم کے آثار دن بدن مٹتے جاتے اور لوگون کو انکی طرف توجہ بہت کم ہوتی جاتی تھی گو اسوقت بہت سے حامیان دین اور فدائیان اسلام علما موجود تھے جیسے کہ شیخ عبد الغنی صاحب اور انکے خاندان کے چند اور حضرات لیکن جب حاکم وقت ہی کی حالت درست نہو اور خود اُسے ہی اسلامی علوم سے دلچسپی نہو تو بیچارے علما کی طوطی کی آواز نقارخانہ مین کب سُنی جاسکتی تھی۔

ان واقعات سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ ہندوستان کی قسمت مین روز اول ہی سے لکھدیا گیا

تھا کہ یہ مسلمانون کے دینی علوم اور مذہبی فنون سے بے نصیب ہے۔ اور اسکے باشندے یہانکی تعیش خیز آب وہوا سے کچھ ایسے سرخوش اور از خود رفتہ ہوجائین کہ اپنی آیندہ نسلون کی کامیابی وبہبودی کا خیال اُنکے دلون سے بالکل نکلجائے اور وہ بھول کر بھی کبھی اس راہ مین قدم نہ ڈالین۔

شیخ عبدالغنی صاحب کی اکبری دربار مین نہایت عزت کیجاتی تھی۔

غرضکہ جناب شیخ عبدالغنی صاحب کی تمام خوش اخلاقی، طرز معاشرت، تقوے وپرہیزگاری عبادت۔ مروت۔ صداقت۔ شیرین زبانی ایسی تھی جسنے نہ صرف اکبر بادشاہ کو اپنی طرف متوجہ کرلیا تھا بلکہ اُسکے تمام رؤسا اور ارکان سلطنت کی طبیعتین بیساختہ اپنی طرف مائل کرلی تھین۔ اکبر نے آپکے اتقا وزہد اور باطنی قوتون کے پرجوش ولولون کی کیفیت سُن کر اپنا مشیر مقرر کرلیا تھا اور کوئی کام بغیر آپکے مشورہ کے کبھی نکرتا تھا

یہ بالکل صحیح ہے کہ واعظ کا زبانی وعظ ونصیحت سامعین کے دلونپر اپنا اثر ضرور ڈالتی ہے لیکن اسکے ساتھہی یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ واعظ وناصح کی عملی زندگی اُسکی زبانی پند ونصیحت سے بہت بڑا اثر ڈالتی ہے۔ شیخ عبدالغنی صاحب کی مبارک زندگی ایسی پر اثر تھی اور اسمین وہ جوہر مضمر وپوشیدہ تھے کہ حکومت کے اکثر ارکان اور فوج کے بکثرت آدمی آپکے معتقد ہوگئے تھے۔ آپ اپنے متواضعانہ اخلاق اور منکسر المزاجی کیوجہ سے اکثر اوقات بادشاہ کی مجلس شورے مین شریک ہوتے اور بعض اہم معاملات مین اُسے نیک مشورہ دیتے، لیکن چند روز مین اکبر عیش پسندی مین اسدرجہ مستغرق ہوکر دین ودنیا سے گیا گزرا ہوگیا اور اُسکی متنفس بیہودگیون اور نفرت انگیز کارروائیون کی یہانتک نوبت پہنچی کہ الحاد و زندقہ مین کوئی کسر باقی نہین رہی۔ جب اکبر کی یہ زبون حالت اسدرجہ تک پہنچی تو شیخ عبدالغنی صاحب نے یک لخت ترک ملاقات کردی اور محبت والفت کے رشتہ کو پارہ پارہ کرڈالا۔ جانبین سے ایک قسم کی قابل تنفر کشش پیدا ہوئی اور شیخ عبدالغنی نے اب سے اکبری دربار کو خدا حافظ کہا۔

شیخ عبدالغنی کی اکبر سے رنجش

چتوڑ کی مہم

اسی اثنا مین بادشاہ کو چتوڑ کی مہم پیش آئی اور اکبری جھنڈے اُسطرف اُٹھ کھڑے ہوئے خاص اکبرآباد سے جو اُن دنون ہندوستان کا دارالخلافہ اور پایہ تخت تھا نہایت خونخوار اور خونریز لشکر متواتر اور پے درپے بھیجے جارہے تھے اور فوجون کا تانتا بندھہ رہا تھا۔ اکبری فوج نے وہان پہنچکر کچھہ روز قیام کیا اور پھر کئی جانب سے چتوڑ پر حملہ کیا۔ ہرچند کہ یہ جرارہ بہادر فوج ایک عرصہ تک برابر حملے کرتی رہی اور نہایت سفاکی اور بیجگری سے مقابلہ مین آمادہ رہی مگر پھر بھی کچھ فتح کے آثار نمایاں نہین ہوئے

ایک عجیب واقعہ

اسی اثنا مین ایک عجیب واقعہ یہ پیش آیا کہ امام ناصر الدین شہید ابن امام محمد باقر رضی اللہ عنہما کے مقدس و متبرک مزار پر ایک پاک طینت نیکدل شخص معتکف تہا۔ رات کیوقت خواب کیحالت مین نہین بلکہ بیداری کیحالت مین دیکھتا کیا ہے کہ ایک شخص روشن اور دہوئین دہار مشعل ہاتھ مین لئے آگے بڑھ رہا ہے جسکی روشنی مین ایک مختصر سی جماعت قدم اُٹھائے چلی آرہی ہی۔ اور عجب شان و شوکت سے آرہی ہی فوجی لباس سارے جسم کو چھپائے ہوئے ہی۔ کمروں سے تلوارین بندھی ہوئی ہین۔ ایک ہاتھ مین آہنی چمکدار نیزہ اور دوسرے مین لمبا برچھا ہی یہ جماعت تعداد مین نہایت مختصر تھی۔ جسکے افراد بسہولت و آسانی کے ساتھ انگلیون پر شمار کرلیئے جاسکتے تھے۔ اُن کے حلقہ مین ایک نوجوان شخص گہوڑے پر سوار تہا جو قرینہ سے معلوم ہوتا تہا کہ یہ ان کا سردار ہے جس انداز سے وہ شخص گھوڑے پر سوار تہا اور اُسکے چہرہ سے جس جرأت و شان کا اظہار ہوتا تھا بیان مین نہین آسکتا۔

امام ناصر الدین شہید کے مزار کے معتکف کا بیان ہی کہ مین نے یہ عجیب ماجرا دیکھکر آنکھین پھاڑ پھاڑ کر دیکھا کہ کہین مین خواب مین تو نہین ہون۔ معلوم ہوا کہ بیداری کی حالت مین دیکھ رہا ہون۔ الغرض تہوڑی دیر مین مشعل اور مشعل کیساتھ یہ لوگ مزار کے قریب آپہنچے۔ دفعتہً مشعل مزار کے قبہ مین داخل ہوئی اور ساتھ ہی یہ مسلح فوج کا دستہ بھی اندر گھسا۔ مین نے اپنے دلمین خیال کیا کہ شاید یہ لوگ مسافر ہین اور زیارت کی غرض سے یہان آتے ہین۔ میرا ارادہ تہا کہ جب یہ لوگ زیارت سے فارغ ہوکر واپس آئینگے تو مین اُنکی بود و باش کی کیفیت دریافت کرون گا۔ اور معزز نوجوان کو نہایت نیازمندی اور عاجزی کیساتھ آداب بجالاؤن گا۔ لیکن مین کبھی جھوٹ نہ بولون گا اُسوقت میری بیخودی اور ازخود رفتگی کا یہ عالم تھا کہ ٹکٹکی باندھے کھڑا تھا۔ اور ایک بے اختیاری کی حالت کے ساتھ اُنکی ثنا و صفت بیان کر رہا تہا۔

مین اسی حالت مین محو تہا کہ دفعتہً ایک اور واقعہ نے جو مذکورہ بالا واقعہ سے بھی زیادہ تعجب ناک تہا مجھے چونکا دیا۔ یعنی مجھے اسبارہ مین بہت تہوڑی دیر انتظار کرنا پڑا۔ دیکھتا ہون کہ وہ رئیس جسنے فوجی سپاہیون کا جھرمٹ حلقہ کیئے ہوئے تہا گھوڑے سے اُتر کر قبر مین داخل ہوا۔ اور اُسکے قبر مین اُترتے ہی فوجی سپاہیون کا ایک ایک شخص قبر مین گھسنے لگا۔ مین نے اپنے گئے ہوئے حواس بجا کرکے نہایت جرأت کیساتھ ایک شخص کا دامن پکڑ لیا اور بے انتہا لجاجت ظاہر کرکے عرض کیا

کہ مین آپسے صرف اسقدر دریافت کرنا چاہتا ہون کہ یہ سردار کون ہی اور اسکے ساتھ جو یہ سپاہی ہین
کیسے ہین۔ بولا۔ سردار جناب امام ناصر الدین شہید ہین اور جنہین تو فوجی سپاہی سمجھ رہا ہی شہیدون
کی جماعت ہی۔ مین نے پوچھا اچھا یہ لوگ کہان گئے تھے۔ جواب دیا ہم چتوڑ کو سر کرنیکی غرض سے
وہان گئے تھے۔ چنانچہ آج قلعہ چتوڑ فلان ساعت مین فلان برج کیطرف سے فتح ہوا اور پہاڑون
کی اونچی چوٹیون پر اکبری پھریرے ہوا مین فراٹے بھرنے لگے یہ حضرات کامیاب اور فتحمند ہوکر
وہان سے تشریف لا رہے ہین۔

محترم شہید کے مزار کا معتکف کہتا ہی کہ مین اس حیرت انگیز واقعہ سے نہایت متاثر ہوا
اور جیسا دیکھا تھا بجنسہ جناب شیخ عبد الغنی صاحب کی خدمت سراپا برکت مین حاضر ہوکر عرض کیا۔
شیخ صاحب نے اس واقعہ پر مطلع ہوکر جلال الدین اکبر کو فتح چتوڑ اور تسخیر قلعہ کی مبارکباد دی اور صورت
واقعہ بے کم و کاست بیان کردی۔ چند ہی روز گزرے تھے کہ چتوڑ کی فتح اُسی اسلوب طریقہ پر بادشاہ
کی خدمت مین معروض ہوئی جیسا کہ جناب شیخ عبد الغنی صاحب نے بیان کیا تھا۔ اسپر اکبر شاہ بہت
خوش ہوا اور اپنی فیاضانہ ہمت سے بارہ ۱۲ وسیع و معمور گاؤن جناب امام ناصر الدین شہید کے
مزار کی نذر کردیئے۔ اور شیخ عبد الغنی صاحب کے نام ایک شاہی فرمان جاری ہوا کہ ان قصبات کی سالانہ
آمدنی آپ کی تفویض مین ہمیشہ رہیگی۔ آپکو اس بات کا کلی مجاز و اختیار ہوگا کہ اس رقم کو جس طرح
چاہین اور جس موقع پر مناسب سمجھین خرچ کرین۔ گویا اسکے سپید و سیاہ کرنیکا ہر طرح آپکو اختیار ہی۔
اس واقعہ کے ذکر کرنیسے میری صرف اتنی ہی غرض ہی کہ ناظرین کو شیخ عبد الغنی صاحب کی خداداد
قابلیت اور غیر معمولی لیاقت معلوم ہوجائے اور سمجھ لیا جائے کہ اکبری دربار مین آپکی کیسی کچھ عزت کیجاتی
تھی۔ اسی مقام پر مین آپکا ایک اور واقعہ لکھتا ہون جسمین آپ کی عجیب و غریب بزرگی اور بے انتہا جلال
نظر آتا ہے۔ اور صاف معلوم ہوتا ہی کہ آپ کی مقدس ذات مین عملی زندگی اور روحانی حیات کی کسقدر
پرزور قوتین ودیعت کی گئی تھین اور فطرت کے کتنے اسرار آپ مین مضمر و مخفی تھے۔

ایک اور عبرت انگیز واقعہ

خواجہ محمد ہاشم کشمی شیخ مجدد یعنے حضرت شیخ احمد صاحب سرہندی قدس سرہ سے ناقل ہی کہ شیخ ممدوح
فرماتے ہین۔ ہمارے والد بزرگوار ایک مدت تک جناب شیخ عبد الغنی صاحب کی ملاقات کے جویان
رہے جو شہر سونی پت کے ایک بڑے کامل درویش اور مشہور و معروف بزرگ تھے۔ ہمارے والد بزرگوار

تو آپسے نیاز حاصل کرنے اور خدمت میں حاضر ہونیکا اس لحاظ سے اور بھی بیتابانہ شوق تھا کہ انہیں کسی معتبر ذریعہ سے معلوم ہوگیا تھا کہ شیخ عبد الغنی صاحب اپنے بزرگ و محترم پیر کا ایک خاص راز مخفی رکھتے ہیں۔ یہ سنکر انہیں کمال اضطراب ہوا اور اسی اضطراب کے دفعیہ کیلئے شیخ عبد الغنی صاحب کی ملاقات کے از حد مشتاق تھے۔ وہ قیمتی اور روحانی راز جسنے ہمارے والد ماجد کو اسدرجہ بیچین کر رکھا تھا کہ رات کی نیند اور دن کا آرام آپ کو ناگوار بلکہ حرام ہوگیا تھا یہ تھا۔

شیخ عبد الغنی فرماتے ہیں جب میرے خدا شناس اور برگزیدہ پیر کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے اور ایک شوریدہ کار درویش کو اپنے پاس بلایا تاکہ القائے نسبت کی آخری رسم جو اس خاندان کا عام قاعدہ ہے ادا کریں اور جو کچھ اس فقیر پر توجہ مبذول کرنی تھی اور باطنی فیض عطا کرنا تھا کردیں۔ جب میں اپنے رہبر کامل و مرشد اکمل کی خدمت میں پہنچا تو حضور نے معاملہ حقیقت کا ایک نہایت عمیق و غامض بھید زبان مبارک پر جاری فرمایا جسکے سنتے ہی درویش تو فوراً جان بحق تسلیم ہوگیا۔ اور میں اسیطرح حیران و سراسیمہ اپنی جگہ برقرار رہا۔

میں سمجھا والد بزرگوار کو اس راز کی اطلاع نے شیخ عبد الغنی صاحب کی ملاقات کا حد سے زیادہ مشتاق بنا رکھا تھا۔ انکی دلی آرزو تھی کہ جسطرح بن پڑے خود جناب شیخ عبد الغنی صاحب سے ملکر انکی زبان سے یہ راز حل کریں۔ یہ ایک عجیب اتفاق کی بات ہے کہ شیخ عبد الغنی صاحب کو دفعتہً ایک ایسی ضروری اور اہم مہم پیش آئی جسکے سر کرنیکی غرض سے آپکو خاص ہمارے قصبہ سرہند سے عبور کرنا پڑا۔ اور آپ عین اسوقت جبکہ کسیکو خیال و وہم بھی نہ تھا اچانک سرہند میں جلوہ آرا ہوئے۔ شیخ عبد الغنی صاحب نے سرہند میں پہنچکر سرائے میں قیام کیا اور ہمارے والد صاحب کو آپسے نیاز حاصل کرنیکا یہ بہت اچھا موقع ملگیا۔ والد بزرگوار سرائے میں تشریف لیگئے اور شیخ صاحب سے ملکر نہایت محظوظ ہوئے۔ معانقہ و مجالست اور معمولی مزاج پرسی کے بعد خلوت کی درخواست کی اور اس راز سربستہ کے اظہار کرنیکی التماس کی۔ چونکہ شیخ صاحب نہایت رحمدل خوش اخلاق مروت پسند تھے آپنے بے دریغ سارا راز کھول دیا اور مافوق العادت تسلی و تشفی کرکے والد صاحب کو رخصت کیا۔ جب میرے والد شیخ صاحب کی پر لطف اور نشاط انگیز صحبت سے جدا ہوکر باہر تشریف لائے تو شیخ جمیل الدین صاحب نے جو اپنے زمانہ کے فاضل اجل اور مشہور صاحب دل تھے اور جو ہمارے والد بزرگوار کے تمام خلفا میں ایک بڑے قابل و

لائق خلیفہ تھے دریافت کیا کہ آپنے شیخصاحب سے اُس راز کا استفسار کیا ؟ فرمایا ہان ! عرض کیا وہ راز تہا کیا ؟ جواب دیا وہی معمولی اور قدیم مسئلہ تھا جو ہمارے اور ہمارے خاندان کے عقائد کی روح ہی یعنے یہ تمام کائنات اور اُسکا ذرہ ذرہ جو وقتاً فوقتاً انسانی نظرون مین سماتا ہی واحد حقیقی ہے جو کثرت کے عنوان میں نمودار ہوتاہے چونکہ وہ شوریدہ کار درویش جو شیخ عبد الغنی صاحب کی معیت مین تہا بالکل سادہ لوح اور باطن کی پرزور قوتون سے کورا تہا جون ہی یہ وزنی راز اُس کے کان مین پڑا اُسکی پست حوصلگی اور تنگ خیالی اس عظیم الشان راز کا تحمل نہ کرسکی اور روح عنصری قالب سے پرواز کر گئی۔ لیکن جبکہ شیخ عبد الغنی صاحب کے ضمیری جوہر اور فطری قابلیتین بچپن ہی سے نہایت چمکدار اور تابان تہین اور وہ پہلے ہی سے اس خانہ برانداز راز سے کمال شناسائی اور عام واقفیت رکہتے تھے اُس بہید کو سنکر اپنی جگہ برقرار رہے اور کسیطرح کے تذبذب و تردد نے اُنہین مداخلت نہین کی۔

اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ جناب شیخ عبد الغنی صاحب کی مبارک طبیعت پر ان ربانی اسرار اور قوانین خداوندی کے نقوش اپنے پورے ضبط اور زور کیساتھ منقش ہو چکے تھے جو باطنی قوتون کی جان و روح ہین۔ خدا کی بخششون اور عنایتون کی کوئی حد نہین وہ اپنے بندون کو طرح طرح کے علوم و فنون اور قسم قسم کے ہنرون سے سرفراز کرتا ہے کسیکو کوئی نعمت عطا کرتا ہی۔ اور کسیکو کسی بخشش سے سربلند کرتا ہی۔ اسمین کسیکو دم مارنے اور سر اُٹھانے کی گنجایش نہین اور کسیکا اتنا زہرہ نہین جو اُسکی حکمت بالغہ پر اُنگلی اٹھانے کا خیال کرے اور سرسری اور اجمالی طور پر بہی کسی قسم کا وہم و گمان طبیعت مین پیدا کرے۔

ترتیب مضمون اور نسق کلام کی وجہ سے مین اپنے سلسلۂ بیان سے بہت دور جا پڑا اور اُس مضمون پر جسے مین شیخ عبد الغنی صاحب کے واقعات و حالات سے اول اور زیادہ تفصیل کیساتھ لکھتا بہت دیر مین پہنچا ورنہ ذاتی شوق اور منصبی فرض کے لحاظ سے بہی مضمون تہا جسے مین اپنے سلسلۂ بیان مین پہلے لکھتا۔

شیخ حسین صاحب

مین سابق مین لکھہ آیا ہون کہ شیخ احمد صاحب کے دو فرزند تھے ایک شیخ منصور دوسرے شیخ حسین

شیخ حسین صاحب جمعیت او منبسط الحال تھے اور اپنی باطنی فیاضیون اور ضمیری برکتون کیوجہ سے
اِس اطراف مین بڑی شہرت رکھتے تھے۔ مین یہ نہین بتا سکتا کہ بزرگ شیخ حسین کا جوہر کن کن آسمانی
عنصرون سے ترکیب پا گیا تہا۔ لیکن جب آپکی تاریخی زندگی پر ایک سرسری اور اجمالی نظر ڈالی جاتی ہی
تو یقین کیساتھ ظاہر ہوتا ہی کہ آپ نہایت بہولے اور محتاط زندگی رکھنے والے مسلمانون خیر اندیش
اور مقدس و شریفانہ اخلاق کی مجسم تصویر تھے۔ فطرۃ اللہ کا اصلی مفہوم اور کلام ربانی کا اصلی منشا جیسے
آپ سمجھتے تھے دوسرے کو بہت کم نصیب تہا۔

محمد سلطان
شیخ محمد مراد

شیخ حسین کے انتقال کے بعد آپکے دو فرزند باقی رہے۔ محمد سلطان اور محمد مراد۔ محمد سلطان کے
حالات مجھے کہین سے دستیاب نہین ہوئے۔ ہان شیخ محمد مراد کی نسبت جناب عارف باللہ حضرت شاہ
ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ میرے والد بزرگوار جناب شیخ عبد الرحیم صاحب نے محمد مراد کو خود دیکھا ہی
اور اُن کی خداداد قوت و شوکت اور فطری جوانمردی کے بہت سے عجیب و غریب آثار مشاہدہ کیئے ہین چنانچہ
آپ اُن کا ایک چشم دید واقعہ اِسطرح بیان کرتے ہین کہ مین نے محمد مراد کو اپنی آنکھ سے دیکھا کہ اسّی سال
کی عمر مین جو قوتون کی انحطاط اور جسمانی قوتون کے گھٹنے کا زمانہ ہی اشرفی کو انگوٹھے اور کلمہ کی اونگلی سے
ملکر دوہرا کر دیتے تھے۔

شیخ محمد مراد جب جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کو بچپن کیحالت مین دیکھتے تو فرمایا کرتے کہ مین جب
اِس لڑکے کو دیکھتا ہون تو میرے دل و جگر پر ویسا ہی رعب اور ہیبت چھا جاتی ہی جیسے اِسکے دادا شیخ
معظم کے دیکھنے سی چھا جاتی تھی۔ مجھے اگر اپنے خیال مین غلطی کا احتمال نہو تو مین کہہ سکتا ہون کہ یہ بچہ
کسی زمانہ مین بڑا صاحب ثروت اور اقبالمند ہوگا۔ اِسکے رعب و ہیبت کا بہالا مخالفون کی جان و جگر
مین گڑ جائے گا۔ اور کسیوقت مین یہ ایک ایسی اعجاز نما ترقی حاصل کریگا جسے دیکھکر ایک عالم عش عش
کرنے لگے گا۔

شیخ منصور جو جناب شیخ حسین کے بڑے بہائی تھے اور جنکا ذکر کسیقدر تفصیل کیساتھ مین پہلے
کر آیا ہون انکے چار صاحبزادے تھے۔ شیخ معظم اور شیخ اعظم یہ دونون صاحبزادے شیخ منصور کی پہلی
بیوی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے جو شیخ عبد اللہ کی صاحبزادی اور جناب شیخ عبد الغنی صاحب کی پوتی ہوتی

شیخ عبد الغفور
شیخ اسمٰعیل

تہین۔ شیخ عبد الغفور اور شیخ اسمٰعیل یہ دونون فرزند رشید دوسری بی بی صاحبہ کے بطن سے پیدا

ہوئے تھے۔

چونکہ ہمارے تذکرہ کو جناب شیخ معظم کے دلچسپ ونشاط انگیز واقعات سے زیادہ تعلق ہے اسلیئے ہم یہان صرف اُنہین کے حالات سے بحث کرنا زیادہ مناسب سمجھتے ہین۔ شیخ معظم کی تاریخی زندگی مین جوبات سب سے زیادہ قابل تعریف ہو اور جسکی مثال ایشیائی دنیا مین بمشکل ملسکتی ہو یہ ہے کہ آپ شجاعت وبہادری مین عدیم المثال اور لاجواب تھی۔ چنانچہ آپکے شجاعانہ واقعات اور بہادرانہ حالات سے تاریخی کتابون کے صفحات اب تک روشن ومنور ہین۔

یہ منظر بہت ہی تعجبناک اور سخت حیرت خیز ہوگا جبکہ ہم اس بات کا اظہار کرینگے کہ ہندوستان کی اسلامی سلطنت کے ملکی ومذہبی ضعف نے مسلمانون کی جماعتون مین سپاہیانہ فنون کو بھی ضعیف کردیا ہی۔ مسلمانون کے اولوالعزمانہ ارادے اور بہادرانہ جوش اُنکی اسلامی کمزوری کے ساتھ ساتھ خیرباد ہوگئے۔ اور اب اُن مین یا تو بیہودہ عیش پسندی کا مادہ زور پکڑ گیا ہی یا سستی وکاہلی نے دلون کو پژمردہ بنا رکھا ہی۔ اگر آنکھ کھولکر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہی سپاہیانہ فنون جو اس زمانہ مین زیادہ حقارت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہین اور زیادہ تر اُن لوگون کے ساتھ مخصوص خیال کیئے جاتے ہین جو کمینے اور نیچ قوم کہلائے جاتے ہین۔ سابق کے مسلمانون کے قیمتی زیور اور اسلامی اشاعت کے زبردست اسباب وذرائع تھے۔

دنیا کے تمام مروجہ مذاہب پر مقدس اسلام کو اس بات کا فخر حاصل ہو کہ اُسنے جسمانی قوت کیساتھ ساتھ روحانی قوت کے بڑھانیکی بھی تعلیم دی ہو اور یہ ظاہر بات ہو کہ روحانی قوت کی مضبوطی پائداری اور اُسکا اُبھار واستحکام جسمانی قوت کے باقی رہنے سے ہوتا ہی۔ اگر کسی کی جسمانی قوت مضمحل اور ناپائدار ہو تو اُسکی روحانی قوت مین وہ اُبھار واستحکام نہوگا جو جسمانی قوت والے کو نصیب ہے اور چونکہ فطرۃ اللہ کے اصلی منشا کے مطابق دین کیساتھ دنیا کا پاس ولحاظ رکھنا بھی مناسب ہے اسلیئے سپاہیانہ فنون کا حاصل کرنا حقیقت مین مسلمانون کے لئے نہایت قیمتی زیور اور جسمانی قوت کے محرک ومولد ہین اسلامی ترقی کے نہایت ہی مؤثر اور کامیاب کرانیوالے بواعث ہین۔

شیخ معظم کی شجاعانہ زندگی

جب شیخ معظم معمولاً علمی تحصیل سے فارغ ہوئے تو آپکی طبیعت ایکبارگی اختیارانہ جوش کے ساتھ سپاہیانہ فنون کی تحصیل اور تحصیل کے ساتھ تکمیل کیطرف دوڑی۔ گو آپ کی طرز معاشرت بالکل

دلیرانہ بشانہ اور عالمانہ تھی لیکن آپ کی پرشوق اور تیز نظرین اُس لاجواب اور عدیم المثال شجاعت کی طرف بڑی شتابی کیساتھ اُٹھ رہی تھین جو زمانہ سابق مین اسلام اور بانیان اسلام کے حق مین فطرت کی عین بخششین سمجھی گئی تھین - اور جسکی وجہ سے اہل اسلام ہمیشہ نیکنامی اور ناموری کیساتھ مشہور ہوتے چلے آئے ہین -

شیخ معظم کے والد بزرگوار شیخ منصور بھی بہت بڑے شجاع اور دلیر تھے اور آپ مین شجاعت کی روح اور جرأت و اولوالعزمی کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا تھا - لیکن جو بیخوف دلیری اور بیدھڑک جرأت شیخ معظم کو اس صغرسنی مین حاصل تھی کہ ابھی آپ آٹھ نو ہی برس کے بچے تھے بیشک قابل تعریف اور لائق عزت تھی آپنے بچپن ہی مین تمام وہ سپاہیانہ فنون جو اُسوقت تمام مشرقی حصون مین رائج تھے تدریجًا حاصل کر لیئے تھے - اس خاندان کے تمام حضرات شیخ معظم کی یہ کیفیت دیکھکر تعجب کرتے اور کہتے تھے کہ ہمارے خاندان کا یہ بچہ سپاہیانہ روح کا پیدا ہوا ہے - یہ ایک عام فقرہ تھا جو کثرت سے اُن لوگون کی زبان پر جاری تھا جو قیافہ شناس نظرین اور تجربہ کار نگاہین رکھتے تھے - لیکن یہ کسے معلوم تھا کہ اس ہونہار بچے مین زور قضا مضمر کیا گیا ہے اور اسی کے پرقوت بازوون سے آیندہ نہایت صعب اور دشوار گزار راہین طے ہونیوالی ہین - اور ایسے نظر باز کہان تھے جو آپ کی ان حرکتون سے تاڑ جاتے کہ یہی وہ مبارک بچہ ہے جس سے طفلانہ حالت مین شجاعت و بہادری کے ایسے جوہر ظاہر ہون گے جو ہمیشہ کیلئے یادگار ثابت ہون گے - اور جنپر تاریخی روشنی دوامًا نہایت تابانی کیساتھ چمکے گی -

مین اسمقام پر شیخ معظم کے معرکۂ جنگ مین شریک ہونیکا ایک وہ واقعہ جس سے آپ کی بیدھڑک شجاعت بہت کچھ ثابت ہوتی ہے لکھنا مناسب خیال کرتا ہون تاکہ ناظرین کو آپکے ضمیری جوہرون اور دلیرانہ جرأت کے نمونون کے جانچنے پڑتالنے کا پورا پورا موقع ملے چونکہ یہ واقعہ نہایت دلچسپ اور نشاط انگیز ہے اسلیئے امید کیجاتی ہے کہ ناظرین اسے زیادہ دلچسپی اور شوق کیساتھ دیکھینگے -

جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ شیخ معظم کے والد بزرگوار شیخ منصور صاحب کو ایک دفعہ ایک راجہ کیساتھ جنگ کرنے کا اتفاق پڑا جسمین شیخ معظم صاحب نے لڑائی کا زیادہ حصہ لیا اور اپنی بے محابا جرأتین اور عدیم النظیر شجاعتین چمکا کر دکھائین - جب دونون خونخوار لشکر صف آرا ہوئے اور متصل دو تین گھنٹے تک یہ فوجی دریا لہرین لیتا رہا تو شیخ منصور صاحب نے اپنی فوج کے دو حصے کیئے - ایک حصہ کی کمان تو

آپنے اپنے ہاتھ مین لی۔ اور ایک حصہ شیخ معظم کی سرکردگی مین دیا۔ اولوالعزم جوشیلا نوجوان شیخ شمشیر علم کیئے ہوئے اس دلیر اور بے جگر لشکر کی سرکردگی مین پرشوق قدم اٹھائے آگے بڑھ رہا تھا اور اسکی پر قہر نظرین مخالف کے لشکر پر برابر اٹھہ رہی تھین۔

اسوقت شیخ معظم کی عمر بارہ برس کی تھی باوجود اس صغر سنی کے آپنے اس معرکہ مین جو شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے ہین اور جس دلیری اور قابل توصیف بیجگری سے اپنی فوج کو لڑایا ہے نہ صرف لایق تعریف بلکہ مافوق العادت بات ہی۔ غرضکہ شیخ معظم نے فوج کی کمان اپنے ہاتہہ مین لیتے ہی اُسے آگے بڑہنے اور دشمن پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ جون ہی اس فوج نے قدم اٹھائے مخالف کے لشکر نے ایک نہایت ہی عاجلانہ حرکت کی اور دونون لشکر کلہ بہ کلہ جنگ کیلئے مستعد ہوگئے۔ نیزون اور تلوارون کی چمک نے سارے میدان کو درخشان بنادیا اور لوگون کی آنکھون مین چکاچوند اور خیرگی پیدا کردی پھر جنگ کا گھمسان ہوا ہے تو خدا کی پناہ کفار کے لشکر کی گردنین مجاہدون کی خونخوار تلوارون سے کھیرے ککڑی کیطرح برابر کٹ رہی تہین اور نیزون کی نچاچخ کی آوازون اور تیرون کی جگر خراش صداؤن کے علاوہ اور کچھہ سنائی نہ دیتا تھا۔ متصل چار گھنٹے اس قسم کی سینہ بسینہ لڑائی رہی اب نہ ترکشون مین تیر باقی رہے تھے نہ رانون کے نیچے گھوڑے تھے کسیکو اپنے گھوڑے کی خبر نہ تھی نہ یہ معلوم تھا کہ مین کہان ہون اور کیا کر رہا ہون۔ انجام یہ ہوا کہ صنادید کفر کو میدان معرکہ چھوڑ کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ اور یہ میدان بہادر شیخ معظم کے ہاتھ رہا۔

چونکہ صنادید کفر کے قدم اکھڑ گئے تھے اور اُنکے سنگین مورچون پر مجاہدین کا قبضہ ہوچکا تھا اسلیئے راجہ نے اسدن جنگ کی موقوفی کا اعلان دیا گو شیردل شیخ معظم اور اُنکے لشکر پر کسی قسم کی تکان اور ضعف غالب نہ آیا تھا۔ لیکن پہر بھی آپکو اپنی حالت مین بہت کچھہ درستی کرنی تھی۔ لہذا آپنے بھی موقوفی جنگ کا اعلان منظور کرلیا۔ اسی اثنا مین شیخ معظم سے کہا گیا کہ آپکے والد بزرگوار نے شہادت کا چھلکتا ہوا ساغر مُنہ سے لگالیا۔ اور اس ناپائدار دنیا سے عالم جاودانی مین تشریف لیگئے۔ اُنکی ہمراہی مین جسقدر حبشی بہادر تھے سب جنگ سے پہلوتہی کرکے اور شکست کھاکر اِدہر اُدہر بھاگ کھڑے ہوئے شیخ معظم اس وحشتناک خبر کے سنتے ہی سر سے پاؤن تک تھر تھر کانپنے لگے۔ ابراہیمی غیرت حمیت کا مصفا خون بے اختیار جوش مین آیا اور فاروقی غیظ وغضب کا جوش خون کیطرح رگون مین دوڑ گیا۔ آپنے

اپنی بیدہڑک شجاعت اور بیخوف دلیری سے اُسیوقت لشکر کفار پر بڑی خوفناکی کیساتھ ایسا زبردست اور بیباکانہ حملہ کیا جسے صنادید کفار کی مجموعی طاقت بھی نہ روک سکی۔ ہزارون کافر قتل ہوئے اور صدہا زخمی وگھائل تڑپتے رہے۔

شیخ کا مصمم ارادہ ہوچکا تہا کہ مین جبتک کفار کے تاجدار کی گردن اپنے ہاتھ سے نہ اُڑا دون گا اور اُسکی ناپاک اور نجس نعش کو اپنے پیل پیکر گھوڑے کی سُمون سے نہ روند ڈالون گا نیز لشکر کفار کی بیخکنی پورے طور پر نہ کرلون گا تلوار کو میان نہ کرون گا۔ جسکا نتیجہ یہ ہُوا کہ جو شخص آپکے سامنے آیا یا تو قتل کردیا گیا یا زخمون سے چُور چُور ہوکر ادموا اور بیکار ہوگیا۔ اگرچہ صنادید کفر نے آپکے اِس بیباکانہ وشجاعانہ حملے کے روکنے مین بڑی مستعدی اور سرگرمی کیساتھ کوشش کی اور جان نثاری کا کوئی دقیقہ اُٹھانہ رکھا۔ مگر یہ ممکن نہ تہا کہ بپھرے ہوئے شیر کے سامنے سے اُسکا شکار علیحدہ کرکے گھاس پھوس کی کمزور ٹٹی سے روک با جائے۔ شیخ معظم اپنے اُسی استقلال اور جوش کیساتھ آگے قدم بڑھائے چلے جاتے تھے اور آپکی قہر آلود اور غضبناک نظرین راجہ کی صورت پر بڑی بیتابی اور غصہ کیساتہ بلند ہورہی تہین غرضکہ آپ کفار کو برابر قتل کرتے اور اپنے لشکر کو آگے بڑھاتے چلے گئے۔ یہانتک کہ راجہ کے ہاتھی کے قریب پہنچگئے۔ شیخ معظم کی یہ بیدھڑک جرأت اور بیباکانہ جسارت دیکھکر راجہ کا وزیر اعظم جو شجاعت و بہادری مین بےنظیر شہرت رکھتا تہا اور جسکی سفاکی و بیباکی کے ڈنکے ایک عالم مین بجگئے تھے آپکے مقابلہ کو بڑہا اور بڑی پُھرتی سے شیخ معظم پر سر اور سینہ توڑ نیزہ کا وار کیا۔ آپنے اُسکے اِس بزدلانہ وار کو سخت حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور جھٹ پیترا بدلکر اور نیزہ کی زد سے بچکر زہر کا بجھا ہُوا ایک نیزہ اُسکے سینہ پر مارا۔ نیزہ کا زخم ایسا کاری تہا کہ وزیر السلطنت جان بر نہو سکا۔ اور فوراً گھوڑے سے نیچے آرہا۔ اُسکی ناپاک نعش پیل پیکر گھوڑون کے سمون سے پاش پاش کردیگئی۔ اور سر جسم سے جدا کرکے ایک بڑے بلبی برچھے مین آویزان کیا گیا۔

وزیر السلطنت کے یون قتل کیئے جانیکے بعد چارون طرف سے فوج سمٹ سمٹا کر ایکجگہ جمع ہوگئی اور کثیر التعداد سوار خون آشام تلوارین علم کیئے ہوئے اور نیزے جھکائے ہوئے آفت ناگہان کی طرح شیخ معظم پر پل پڑے۔ یہ دیکھکر آپ بھی مستعد ہوگئے اور ایکجگہ اپنی پوری قوت کا زور دیدیا راجہ ایک بلند اور اونچی سطح پر کھڑا ہوا جنگ کا تماشا دیکھ رہا تہا۔ جون ہی اُس نے دیکھا کہ ایک نوعمر لڑکے کا بیشمار فوج محاصرہ کیئے ہوئے چارون طرف سے حملہ آور ہو تو اُسنے ایک نہایت خوفناک آواز مین للکارا اور

دہمکی کے لہجہ مین کہا خبردار اس بہادر اور اولوالعزم نوجوان کو آنچ نہ آئے۔ جو شخص باوجود اس کم عمری کے شجاعت و جوانمردی کے ایسے حیرتناک جوہر دکھائے درحقیقت وہ بہت بڑی عزت و وقعت اور تاج بخشی کے لایق ہے۔ گو اس نوعمر لڑکے نے میری فوج کو انتہا سے زیادہ صدمہ و نقصان پہنچایا ہی اور میری حکومت کا ایک قوی اور مضبوط بازو اسکے آبدار نیزہ سے خون مین نہایا ہی لیکن اسکی دلفریب صورت اور فراخ حوصلگی و اولوالعزمی اسکی جان بخشی کی سفارش کر رہے ہین

شیخ معظم کی شجاعانہ کوششون کے نتائج

یہ کہکر خود راجہ ہاتھی سے اُترا اور دوڑ کر شیخ معظم کے ہاتھون کو چوم لیا۔ اول نہایت نرم اور خوش کن لفظون مین آپ کی دلجوئی کی بعدازان کمال لجاجت سے عرض کیا۔ صاحبزادے آخر اسقدر غیظ و غضب کا سبب کیا ہے؟ آپنے نہایت متانت اور سنجیدگی کے لہجہ مین جواب دیا مجھے خبر پہنچی ہے کہ میرے والد بزرگوار اس معرکہ مین شہید ہو گئے ہین۔ اب اُن کے بعد مجھے اپنی زندگی اچھی نہین معلوم ہوتی۔ مین نے عزم بالجزم کر لیا ہے کہ جبتک جان مین جان باقی ہے یہ کبھی ممکن نہین کہ مین یہان سے مُنہ موڑ جاؤن یا جنگ نہونے پر صلح کر لون بلکہ یا تو خود شہید ہو کر والد ماجد کیخدمت مین جا حاضر ہوؤن یا اس تمام لشکر اور خود وارث تاج و تخت کے سر کو خاک و خون مین غلطان دیکھون۔ گو مین ایک کم سن لڑکا ہون۔ لیکن اپنے ارادے مین پورا اور عزم مین پکا ہون

اگرچہ شیخ معظم کی یہ بیباکانہ اور درشت تقریر سُن کر راجہ کسیقدر آشفتہ خاطر اور برہم ہوا لیکن وہ اپنی آشفتگی کے آثار اور برہمی کے جذبات فوراً پی گیا۔ اور آپکی اس دلیری و بیباکی پر عش عش کرنے لگا

بیشک شیخ معظم کی یہ تقریر نہایت سخت اور درشت تھی بالخصوص ایک قاہر تاجدار کے سامنے اُسکی نسبت۔ مگر اُسنے نہایت نرمی سے جواب دیا کہ اے بہادر نوجوان جس شخص نے آپکو یہ خبر دی ہے کہ آپکے والد بزرگوار میرے لشکر کے ہاتھون سے شہید ہوئے ہین وہ محض کذاب اور جھوٹا ہی اُس نے آپکو دہوکے مین ڈالدیا اور ایک مخلوق خدا کے خون سے مفت زمین کو رنگین کیا۔ آپکے والد زندہ ہین (اور ایک طرف اشارہ کر کے) دیکھیے اُس مقام پر اُن کے ہلالی جھنڈے ہوا مین فراٹے بھر رہے ہین

شیخ معظم نے ایک بڑے بیتابانہ شوق اور بے اختیارانہ جوش کیساتھ اُسطرف قدم اُٹھائے اور نہایت شان و شوکت اور عزت و وقار کیساتھ یہان سے رخصت ہو کر اپنے والد بزرگوار کے جھنڈے کے نیچے پہنچگئے۔ عقب سے راجہ نے ایک عریضہ جناب شیخ منصور کیخدمت مین باین مضمون روانہ کیا

کہ ہمنے اِس بہادر اور شجاع لڑکے کیوجہ سے صلح کی آپ جس بات کی ہم سے درخواست کرینگے فوراً عمل مین لائی جائے گی اور جو شرائط نامہ آپ مرتب کرینگے میں اُسے بدل منظور کرون گا۔

شیخ منصور صاحب نے اپنی طرف سے چند شرطین لکھکر بھیجدین اور قاصد کی زبانی کہلا بھیجا کہ اگر شرطین منظور ہون تو مین صلح کیلئے آمادہ ہوسکتا ہون ورنہ مجھے منظور نہین صلح نامہ کی شرطین گو راجہ کے حق مین نہایت سخت اور ناگوار تہین مگر وہ بلحاظ پولیٹکل معاملات کے دب گیا اور صلح کو جنگ سے غنیمت جانا۔ نیز اُسکے دل پر شیخ معظم کا اسقدر رعب بیٹھ گیا تہا کہ مجبوراً اُسے اُن تمام شرطون کو منظور کرتے ہی بن آیا

شیخ معظم کی شجاعت کا ایک اور واقعہ

علی ہذا القیاس جناب شیخ عبد الرحیم صاحب آپکا ایک اور اسی قسم کا واقعہ بیان کرتے ہین جس سے صاف واضح ہوتا ہی کہ آپ صفت شجاعت مین کہان تک قابل اور لایق ہین۔ شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہین۔ مین نے ایک عمر رسیدہ دہقان سے جو موضع شکوہ پور یعنے شیخ معظم صاحب کے پرگنہ خاص مین رہتا تہا سُنا ہی کہ اُس موضع کے گرد و پیش بیس سرکش ڈاکو رہتے تھے جنکی سفاکی و بیرحمی اُن ضلاع مین بڑی شہرت رکھتی تہی اور جنکے مظالم اور جفا شعاریون سے وہان کے باشندے چیخ اُٹھے تھے اُن غریبون مین اسقدر قوت نہ تھی کہ بیرحمون سے اپنا انتقام لیتے لیکن مرقت آسمان کیطرف مُنہ اُٹھا کر دعا کیا کرتے اور چاہتے تھے کہ کوئی منتقم اُٹھ کھڑا ہو اور ہم اُسکی مدد مین اپنی جانین تک قربان کرڈالین۔ یہ ظالم اور ستمگار ڈاکو اس قصبہ مین آتے اور جو کچھ ہاتھ لگتا سب لوٹ کھسوٹ کر چنپت ہو جاتے۔ عوام بیچارے تو کس شمار مین تھے جو دلیر اور جوانمرد کہلائے جاتے تھے اُن کے دلونپر بھی ڈاکوؤن کا رعب و ہیبت اِس خوفناکی سے چہایا ہوا تہا کہ جسقدر چاہتے ظلم بپا کرتے۔ لیکن اُنکے کانون پر کبھی جون تک نہین رینگتی تہی۔

اِن باتون کو ایک عرصہ گزر گیا اور یہان کے لوگ بالکل بے سکت اور تباہ و برباد ہوگئے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جفا کیش ڈاکو اپنی عادت کے مطابق گاؤن مین آئے اور لوگون کی بہت سے مواشی لوٹ کھسوٹ کر لیگئے۔ اتفاق سے اِس موقع پر شیخ معظم صاحب بہی اپنے اِس پرگنہ خاص مین موجود تھے گاؤن والون نے اِس قیامت زا حادثہ کی طلاع آپ کو اُسوقت دی جبکہ آپکے سامنے کھانے کا دسترخوان بچھ چکا تہا اور کھانا دسترخوان پر چُن دیا گیا تہا۔ آپنے نہایت اطمینان و سکون کیساتھ کھانا تناول فرمایا اِس اثنا مین آپسے کوئی عاجلانہ اور شتاب زدگی ظہور مین نہین آئی بلکہ آپ اُتنی ہی دیر مین کھانے سے فارغ ہوئے جتنے عرصہ مین معمولاً فارغ ہوا کرتے تھے۔ کھانیسے فارغ ہو کر ہاتھ دہوئے کُلّی کی اور ایک

تنکا لیکر دانت کریدنے لگے۔ ازان بعد خادم کیطرف متوجہ ہوکر فرمایا میرے ہتیار لاؤ اور گھوڑا حاضر کرو۔ خادم نے آپکے ارشاد کی فوراً تعمیل کی۔ آپ اُٹھے اور نہایت سہولت و آسانی کیساتھ جسم کو ہتیارون سے آراستہ کیا مسلح ہوکر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور ڈاکوؤن کا پتہ نشان دریافت کرکے اُس طرف تنہا روانہ ہوگئے۔

اگرچہ دہقانون کی ایک مختصر سی جماعت ہتیار باندھکر آپ کی پارکابی مین حاضر رہنے کیلیے مستعد ہوئی لیکن آپنے سب کو منع کردیا اور فرمایا کہ میرے ساتھ نہ چلو کیونکہ مین ڈاکوؤن کے سرون پر بہت جلد پہنچونگا۔ تم میرے گھوڑے کے ساتھ دوڑ نہ سکوگے۔ چنانچہ اور سب لوگ تو گاؤن مین واپس چلے آئے لیکن صرف ایک شخص آپکے ساتھ رہگیا۔ آپ ڈاکوؤن کا تعاقب کرتے ہوئے اُس مقام پر پہنچے جہان اُنہون نے اپنا مسکن اور پناہ و امن کی جگہ بنا رکھی تھی جب شیخ معظم ان مقامات مین پہنچے ہین تو جفاکار ڈاکو اپنے اپنے منازل مین داخل ہوچکے تھے اور یہ موقع شیخ معظم کیلیے نہایت ہی خطرناک تھا لیکن خوشی کی بات ہی کہ اس شیر دل شجاع کی طبیعت مین کسیطرح کا ہراس و خوف دخیل نہین ہوا آپنے میدان مین کھڑے ہوکر چند ایسے غیرت انگیز کلمات ان کی نسبت استعمال کیئے جنکا اُنسے تحمل نہ ہوسکا۔ مجبوراً میدان مین آنا پڑا۔ اور مسلح ہوکر آنا پڑا۔ شیخ معظم برابر سر اور سینہ توڑ تیرون کا مینہ برساتے ہوئے آگے بڑھے جاتے تھے تیر ایسے کاری لگتے تھے کہ ایک ایک تیر مین دو دو بدقسمت ڈاکو بیجان ہوتے تھے۔ ہنوز دو تین ہی تیر اس میدان جنگ کے شہسوار کی پرزور چٹکی سے نکلے ہونگے کہ نڈر اور بیباک ڈاکوؤن کے دلون پر ایک رعب عظیم غالب ہوگیا۔ جسکا بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ ان حرمان نصیب جگر سوختون نے اپنی اس ذلیل و شرمناک زندگی سے مایوس ہوکر امن کی درخواست کی اور جان بخشی کے ملتمس ہوے اور نہایت نیازمندی کیساتھ عاجزانہ لہجہ مین عرض کیا کہ خدا کے لیئے آپ ہمین امن دیجئے۔ ہم اپنے ان ناشایستہ و قبیح افعال سے توبہ کرتے اور آپسے التجا کرتے ہین کہ ہمارے سرون پر معافی کا تاج رکھین اور ہماری ان بیجا اور ناجائز تقصیرون سے درگزر فرمائین۔

شیخ معظم نے ڈاکوؤن کی اس بزدلی اور نامردی کو نہایت نفرت کی نظرون سے دیکھا اور سخت حقارت آمیز لہجہ مین فرمایا۔ تمہاری توبہ یہی ہے کہ ہتیار زمین پر ڈالدو۔ اور ہر ایک اپنے ہاتھ سے ایک دوسرے کی مشکین کسدے۔ تمہارے پاس جسقدر ہتیار گھوڑے سواریان موجود ہون حاضر کرواو

میرے ساتھ موضع شکوہ پور مین لیچلو۔ ڈاکوؤن نے ایسا ہی کیا۔ اور ایک کثیر التعداد جماعت کے روبرو حلف اٹھایا کہ آیندہ ہم اس بستی کے کبھی بدخواہ ثابت نہون گے اور شیخ کے ارشاد اور آپکی صوابدید سے سرمو تجاوز نکرینگے ان واقعات کے علاوہ تذکرون مین اُن واقعات کا ثبوت ملتا ہے جو شیخ معظم کی شجاعت و دلیری کو بڑی دہوم دہام سے ثابت کررہے ہین۔ لیکن چونکہ مین ناظرین کا زیادہ وقت لینا نہین چاہتا اسلیئے ان ہی دو مختصر واقعات پر اکتفا کرتا ہون

شیخ معظم کا عقد

غرضکہ شیخ معظم صاحب نے جنپر ہمیشہ تاریخی روشنی بڑی تابانی کیساتھ چمکیگی سید نور الجبار صاحب سید نور الجبار

سون پتی کی عصمت مآب اور پاکدامن دختر سے نکاح کیا۔ سید نور الجبار ایک فقیر طبیعت بزرگ تھے جنکی متقیانہ زندگی اور زہد و اتقا نے اُنکی شہرت کو نہ صرف سون پت کی چار دیواری یا حدود مین بند رکھا تھا بلکہ دور دراز ملکون مین آپکے تقدس اور پاکی کی ناموری نے آپکے خاندان سادات کی نجابت و شرافت مین ایک تازہ روح پھونکدی تھی۔ سون پت کے تمام باشندے آپکی فضیلت بزرگی۔ عالی نسبی ایمانداری اور علمی برکتون کی انتہا سے زیادہ قدر کرتے اور آپکی معمولی اور ادنیٰ باتون کو بھی عزت و قعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

واجب الاحترام سید قطع نظر اپنی ذاتی بزرگی کے آبائی فضیلت بھی بہت کچھ رکھتے تھے آپکا شریف و نجیب خاندان علم و فضل کے لحاظ سے سون پت اور اُسکے اضلاع مین بے مثل اور لاثانی گذرا ہے۔ اگر یون کہا جائے کہ اس خاندان کا ہر ایک شخص آسمان علم کا نہایت درخشان اور تابناک آفتاب تھا تو شاید چندان نازیبا نہوگا عجب ذرا عمیق و عمیق نظرون سے دیکھا جاتا ہے تو بزرگ سید کے اولو العزم اور جلیل القدر خاندان کے علاوہ ایسا خاندان دنیا مین بہت کم دکھائی دیتا ہے جسکے ہان چند پشت سے علمی فیاضیون کی ایک کیفیت رہی ہو۔

شیخ جمال الدین
شیخ فیروز شیخ
وجیہ الدین

خلاصہ یہ کہ سید نور الجبار اپنی خاص نوعیت اور ذاتی و عرضی صفات مین اپنا جواب نہین رکھتے تھے نیز فطری لیاقتون اور روحانی برکتون مین بے نظیر اور عدیم المثال خیال کیے جاتے تھے سید نور الجبار کی عفت مآب پاکدامن لڑکی کے بطن سے شیخ معظم کے ہان تین فرزند پیدا ہوئے شیخ جمال الدین شیخ فیروز شیخ وجیہ الدین۔ جناب شیخ وجیہ الدین جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے جد امجد ہوتے ہین چونکہ میرے تذکرہ کے اس حصہ کو آپکے حالات سے زیادہ تعلق ہے۔ لہذا آپکے واقعات کو خصوصیت

کے ساتھ جدا عنوان سے کسیقدر تفصیل سے لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔

شیخ وجیہ الدین صاحب کے دلچسپ واقعات

شیخ وجیہ الدین شہید غواص بحرِ معانی شہسوار میدان علوم ظاہری و باطنی جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے والد بزرگوار اور جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے جدامجد ہیں جو اپنی ذاتی لیاقت اور روحانی قابلیت میں یدطولی رکھتے اور تقدس و پاکی کی ناموری میں پوری شہرت رکھتے تھے۔

شیخ وجیہ الدین شہید کے وہ واقعات و حالات جو آپکے زمانہ طفولیت اور بچپن سے تعلق رکھتے ہیں مورخین ہند نے اُنکے بیان کرنے میں زیادہ توجہ نہیں کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں اُنکی لائف کا پورا خاکا کھینچ نہیں سکتا۔ لیکن تاہم مختلف روایات سے جو مختصر حالات معلوم ہوئے ہیں اور جنکا متعدد تذکرون سے کچھ کچھ پتا چلتا ہے وہ قلمبند کیئے جاتے ہیں۔ اس صورت میں ناظرین تذکرہ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ مجھے آپکے بچپن کے حالات ایسے سلسلہ سے نہیں پہنچے جنہیں میں بے کم و کاست یقین کیساتھ بیان کر سکتا۔ البتہ جو کچھ مجھے آپکے مختلف واقعات سے تحقیق ہوا ہے اُسے درج کرتا ہوں۔ اس مقام پر صرف اُنہیں روایات کو لیا گیا ہے جو محققین کے نزدیک پختگی کو پہنچ گئی ہیں اور خوش اعتقاد راویون کی اُن روایات کو جو فسانہائے شبینہ کے قصون سے زیادہ وقعت و منزلت نہیں رکھتیں بالکل چھوڑ دیا گیا ہے۔ آپکے ابتدائی حالات کی نسبت مجھے اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں ہوا کہ جب آپ چار سال کے ہوئے تو آپکے واجب الاحترام والد شیخ معظم نے آپکو مکتب میں قرآن مجید پڑھنے کیلیئے بٹھایا۔ لیکن یہ تعجب کیساتھ دیکھا جاتا ہے کہ اس ہونہار اور طباع بچے نے بہت جلد قرآن شریف پڑھ لیا۔ طوطے کیطرح صرف الفاظ مُنہ سے نکالنے ہی نہیں سیکھے بلکہ کلام ربانی کا اصلی منشا اور فطرۃ اللہ کا ذاتی مفہوم اور اُسکے معانی و مطالب کے نقوش بھی دل پر جما لیئے۔ گو اس معصومیت کے عہد میں کلام ربانی کے نکات اور الہامی غوامض و دقائق کو پورے طور پر سمجھنا بہت مشکل تھا لیکن پھر بھی وہ مذہبی اصول جو اُسمیں واضح طور پر بیان کیئے گئے ہیں یا اُنکے تامل سے مستنبط ہو سکتے ہیں آپ کو بخوبی محفوظ اور ازبر ہو گئے تھے۔ جو حقیقت میں ایک گونہ آپکے خرق عادت میں داخل تھے۔

شیخ وجیہ الدین کے ابتدائی حالات

علمی ترقی

آپ کا ابتدائی زمانہ معمولی بچون کیطرح بے نتیجہ نہ تھا بلکہ تحمل۔ بردباری۔ مسکینی۔ کم گوئی دہشت آمیز تفکر یہ تمام باتین جو بچون مین معمولاً بہت کم دیکھی جاتی ہین۔ آپ مین بوجہ احسن موجود تہین جنسے قیافہ شناس نظرین فوراً یہ نتیجہ نکال سکتی تہین کہ یہ بچہ کس زمانہ مین بڑا صاحب وجاہت اور مقتدر ہوگا۔ طرفہ یہ کہ جون جون آپ عمر مین ترقی کرتے جاتے تھے مزاج مین انکسار تواضع خلق مروت پیدا ہوتی جاتی تھی۔

طرز معاشرت

یہ سخت تعجب کی نظر سے دیکھا جاتا ہی کہ ابھی آپ کی عمر بارہ تیرہ برس سے متجاوز نہین ہوئی تھی کہ معمولی درسی کتابون سے جو عام درسگاہون مین اُس زمانہ مین داخل تہین فارغ ہوگئے تھے اور اس چھوٹی سی عمر مین دینیات کی ضروری اور مختصر کتابون کا مطالعہ کرلیا تھا۔ اسکے ساتھ یہ اور بھی تعجب کی بات ہی کہ اسی اثنا مین آپ کو علم باطنی بھی حاصل ہوگیا تھا اور ریاضت و مجاہدت مین وہ مشق و کمال پیدا کرلیا تھا جس سے آپکی روحانی قوتین اور فطری و ضمیری جوہر خوب اُبھر اُبھر کر چمکنے لگے تھے اور آپسے ایسی ایسی حیرت افزا کرامتین صادر ہونے لگ گئی تہین جنسے دیکھنے والون کا روز بروز استعجاب بڑھتا جاتا تھا۔

عادات خصائل

باوجودیکہ یہ تمام فضائل و محاسن جو ایک گونہ خرق عادات مین خیال کیئے جاتے اور فطرت کی خاص بخششین سمجھے جاتے ہین۔ آپ کی مقدس ذات مین بوجہ اکمل پائے جاتے تھے لیکن بڑی خوشی سے دیکھا جاتا ہی کہ آپ کی طبیعت مین سادگی اور انکسار نہایت درجہ کا تھا۔ آپ بڑے بڑے مجامع مین معمولی آدمیون کیطرح نہایت سادگی کیساتھ آمد و رفت کرتے تھے۔ غریبون اور مسکینون کے ساتھ شفقت کرنے اور اُنکے ساتھ رحیمانہ برتاؤ برتنے مین شہرۂ آفاق تھے۔ خویش و اقارب کیساتھ

فیاضی

آپکا حسن سلوک۔ غربا و مساکین کی امداد۔ فیاضانہ مہمان نوازی عام و خاص مین اسقدر مشہور ہوگئی تھی کہ آپ کا دولت خانہ غربا اور مساکین کا بہت بڑا مرکز بن گیا تھا۔ آپکے قومی احسانات و تفضلات کا ہر شخص معترف تھا اور آپکی سخاوت و فیاضی کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی۔ غرضکہ وہ تمام باتین جو ایک مقدس و بزرگ شخص مین پائی جانی لازمی اور ضروری ہین وہ سب اس فخر خاندان و قوم مین موجود تہین۔

اب مین شیخ وجیہ الدین شہید کے غیر مرتب اور نامکمل ابتدائی حالات چھوڑ کر دکھیونگا با وجود

تحقیقات کے مجمو اور حالات دستیاب نہین ہوسکے) آپ کی آخری زندگی کے زمانہ مین آتا ہون لیکن قبل اسکے کہ آپ کی انتہائی زندگی کے حالات لکھے جائین تسلسل کے لحاظ سے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ درمیانی زمانہ کے کچھ واقعات مختصراً بیان کرون۔

زمانہ شباب

جناب شیخصاحب کا زمانہ شباب ابتدائی زمانہ سے زیادہ نتیجہ خیز اور مؤثر تھا۔ سکوت خیز چہرے پر حیرت افزا شباب کے آثار اور اسکے ساتھ اتقاو پرہیزگاری کی سرخی پورے طور پر اپنی تابانی دکھا رہی تھی۔ اس زمانہ مین اگرچہ آپ کی زندگی بالکل پرائیوٹ تھی لیکن متانت انگیز چہرے پر حسن مدبری اور شجاعت و بہادری کے آثار پائے جاتے تھے اُسے کچھ وہی نظر بین خوب تاڑتی تھین جو فطرتاً خدائے ذوالجلال کے بیزوال نور سے جلا پا چکی تھین۔ گو صورت پر مسکینی حلیمی، سنجیدگی، غیر معمولی سکوت و خاموشی برستی تھی۔ لیکن ساتھ ہی ان مختلف رنگون کے دوش بدوش بے دھڑک شجاعت نڈر جرأت بیباکی و بیخوفی صاف طور سے ہویدا تھی۔

باوجود اس خداداد حسن اور زور شباب کے وہ قابل تنفر اور غیر خوش آیندہ جوشون کے اُبھار اور بار بار ولولے جو اکثر نوجوانون کی طبیعتون مین گدگدتے ہین آپکی طبیعت مین کبھی نہین اُٹھے۔ آپکی معمولی بلوغی مذہبی پابندی بلکہ خدا کے خوف اور اسکی شرم نے ان تمام بے نتیجہ ولولون کو اندر ہی اندر ایسا نیست و نابود اور ملیا میٹ کر ڈالا تھا کہ تمام عمر انہین اُبھرنا نصیب نہین ہُوا۔ رفتار زمانہ کے موافق اور ترقی عمر کے ساتھ ساتھ آپکے تمام کمالات عروج پکڑتے گئے اور اسوقت جبکہ آپکی روز افزون جسمانی قوت نے معراج ترقی کے آخری ڈنڈے پر قدم رکھا۔ باطنی کمالات اور روحانی قوتین اوج کمال پر پہنچ چکی تھین

احتیاط و ورع

آپ کی محتاط زندگی اور تورع و پرہیزگاری کی روایتین بہت مشہور ہین جنہین سے دو ایک مختصراً یہان لکھی جاتی ہین تاکہ ناظرین آپکی وقعت کا خاص طور پر اندازہ کر سکین۔

ایک یہ کہ مولانا شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ میرے واجب الاحترام والد نہایت محتاط اور متورع آدمی تھے چونکہ آپکا قالب بالکل سپاہیانہ تھا اور آپ فطرتاً چاق و چست تھے اسلیئے شمشیر زنی کرنے اور اپنی بیخوف شجاعت کے جوہر ظاہر کرنے کا آپ کو زیادہ شوق تھا جسے سپاہیانہ قالب کی سچی روح کہہ سکتے ہین۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ابتدائی زمانہ سے سلطنت مغلیہ کی فوج مین بھرتی ہوگئے تھے۔ اور اپنے کارنمایان کے صلہ مین کوئی بڑا اور معزز فوجی عہدہ رکھتے تھے۔ جب اسلامی فوجین مخالفان اسلام

کی بیخکنی اور اُنکی نخوت و غرور کی گردنین توڑنے کیلئے کسیطرف بڑہتین توآپ بڑے جوش مسرت کے ساتھ اُنمین شریک ہوتے اور منکرانِ اسلام کو بتادیتے کہ ابھی تک فاروقی مصفاخون کا جوش کم نہین ہوا ہی۔ باوجود ان تمام باتون کے آپکا تورع اور احتیاط انتہا سے زیادہ قابل تعریف اور لایق تقلید تہا جب لشکر کے گہوڑے بیچارے غریب کسانون کی کہیتیان روندتے اور پامال کرتے ہوئے بے محابا چلے جاتے توآپ بکمال احتیاط کیوجہ سے لشکر سے الگ ہوجاتے اور اپنے گہوڑے کی باگ کہیتون سے دوسری طرف موڑ لیتے۔ اگرچہ بعض وقت اِسکی وجہ سے آپکو سخت مشکل پیش آتی اور متعارف راستہ کو چھوڑکر مسطح اور ہموار زمین سے علیحدہ ہوکر اونچے نیچے اور غیر مسطح قطعات اور پیچیدہ راہون کی صعب اور دشوار گزار گہاٹیان بڑی وقت سے طے کرنی پڑتین۔

واقعہ

دوسرے یہ کہ آپ کسی معرکہ جنگ مین تشریف رکہتے تھے کہ آپکی اونٹنی جسپر کھانے پینے کا اسباب اور اوڑھنے بچھونے کا سازوسامان لدا ہوا تہا گم ہوگئی اور عجیب اتفاق یہ تہا کہ جس رسالہ کی کمان آپکے ہاتھ مین تھی وہ بھی ان سامان سے خالی تہا۔ اِدہر کڑاکے کا جاڑا پڑنے لگا تہا۔ برف باری شروع ہوگئی تھی خنک ہوا کی یانی مین بھیگے ہوئے جھونکے بڑی تیزی و تندی کیساتھ چل رہے تھے۔ غرضکہ اسوقت ان لوگون کی حالت نہایت نازک اور افسوسناک تھی۔

اگرچہ شیخصاحب کی عملی زندگی اُن لوگون پر زیادہ اثر ڈال چکی تھی جو آپکی ماتحتی مین کام کرتے تھے اور فوج کے کثیر التعداد لوگ آپکے فیض و برکت سے بہرہ ور ہوچکے تھے۔ مگر اِس وقت فاقہ کی زبردست بیقراری کے سامنے اسکا اثر زیادہ دیر تک نہ رہسکا اُنہون نے تنگ ہوکر قرب و جوار کی مواشی جبرًا پکڑ لین اور ذبح کرکے تناول کین لیکن شیخصاحب احتیاط و تورع کے اِسقدر پابند تھے کہ تین روز کے تابڑتوڑ فاقون کی سخت بیقراری کا تحمل کیا اور غصب شدہ چیزون مین سے کوئی چیز تناول کرنی آپکی محتاط اور اتقا پسند طبیعت نے گوارا نہین کی۔

جب فاقہ کشی کی یہان تک نوبت پہنچی کہ بدن مین نام تک کو قوت باقی نہین رہی تو رزاق حقیقی کی فیاضی و رزاقیت نے ایک نہایت عجیب و غریب شگوفہ کہلایا اور خدائے ذو الجلال کی کارسازی ایک انوکھی صورت اور نرالی طرز پر نمایان ہوئی۔ یعنے آپ ایک عجیب اتفاقی طور پر چابک کی باریک نوک سے زمین کرید رہے تھے جیسا کہ متفکر اور محو تامل شخص سے اکثر اوقات ظہور مین آیا کرتا ہے۔ دفعتًہ کچھ چیزون

کی ایک پوٹلی آپکے قوت کے موافق زمین سے پیدا ہوئی چونکہ وہ آپکے لیٔے شرعاً حلال و جائز تھے
لہذا آپنے اُنہین دہو دُہلاکر صاف ستھرا کیا اور اُبال کر تناول فرمایا۔

اِسیطرح غریبون بیکسون کے حال پر شفقت کرنے اور خدام و ملازمین کیساتھہ نہایت نرمی اور
تلطف سے پیش آنے اور ہر بات مین انصاف پسندی مدنظر رکہنے کی بہت سی روائتین مشہور معروف
ہین۔ جناب فاضل اجل شیخ عبدالرحیم صاحب کا بیان ہی کہ مجھے خوب یاد ہی میرے والد علیہ الرحمۃ
خدام و ملازمین حتے کہ گہسیارون تک سے جس رحیمانہ برتاؤ اور نرمی و انصاف سے پیش آتے تھے
اُسکی مثال کہین نہین پائی جاتی تھی بالخصوص اُس زمانہ کے متقیون اور خداشناسون مین بہت
کم دیکھی جاتی تھی۔

ترقی و نصفت پسندی

یہ ہم پہلے لکھہ آئے ہین کہ شیخ وجیہ الدین صاحب کی طبیعت کو فطری طور پر فنون سپہگری سے
زیادہ تعلق تھا۔ اور آپ کا قالب بالکل سپاہیانہ اور شجاعانہ تھا۔ اسیوجہ سے آپ سلطنت مغلیہ کی
افواج مین بہرتی ہوگئے تھے۔ لیکن اِس امر مین ہماری واقفیت بالکل محدود ہی اور کسی مستند شہادت کے
روسے یہ کہدینا بہت مشکل ہے کہ آپ شاہان مغلیہ مین سے کس تاجدار کے عہد حکومت مین فوج مین
بہرتی ہوئے اور کس زمانہ مین فوجی سلسلہ اختیار کیا۔ اگرچہ یہ مضمون اِس قابل تھا کہ اِسے مفصل لکہا جاتا
مگر افسوس کہ مورخین کی بے پروائی سے مجمل رہا جاتا ہی ہان شیخ کے مختلف حالات پڑہنے سے معلوم
ہوتا ہی کہ اُسوقت سلاطین تیموریہ کا دسوان تاجدار ابوالمظفر شہاب الدین محمد شاہجہان بادشاہ تخت
سلطنت پر جلوہ افروز تھا۔ جیساکہ ذیل کے چند واقعات سے عنقریب ثابت ہوگا۔

آپکے جنگی معاملات و واقعات صاف اِس بات کا پتہ دیتے ہین کہ ابتدا مین جب آپنے
فوجی ملازمت اختیار کی ہی تو شاہجہان بادشاہ اُسوقت سلطنت پر حکمران تھا اور جب عالمگیر کا
دور دورہ ہوا تو اُسوقت آپ ایک فوجی عہدہ پر ممتاز تھے۔ بہرحال آپکی بے مثل شجاعت اور عدیم
المثال بہادری کی حکایتین اِسدرجہ مشہور ہوگئی ہین کہ جہان کہین آپکی دینی خدمات اور علمی فیاضیون
کا ذکر ہوتا ہے وہان آپکی شجاعت و بہادری کا بھی ضرور ذکر ہوتا ہی چنانچہ اسمقام پر ہم آپ کی شجاعت
کے وہ مختصر واقعات جو ہمین مختلف تحقیقات سے ثابت ہوئے ہین نہایت اختصار کیساتھ لکہتے ہین اور حقیقت مین
جناب شیخصاحب کی تاریخی زندگی کے ابتدائی حالات مین ان واقعات سے زیادہ مہتم بالشان اور

دلچسپ اور کوئی واقعہ بھی نہین ہے۔ ان واقعات کے ذکر کرنیسے ہمین ناظرین کو یہ بھی دکھانا منظور ہے کہ وہ معلوم کرلین کہ آپ اس وصف کے کہان تک اور کس درجہ تک قابل تھے اور اس فرض منصبی کو کس قابلیت سے ادا کرتے تھے۔

دہامونی کا سفر

شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین ہنوز مین چار سالہ تہا کہ میرے پدر بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین صاحب سید حسین کی ہمراہی مین جو اپنے زمانہ کا ایک بڑا شجاع و دلیر شخص تہا اور جسکی بیخوف بہادری کی شہرت اُس زمانہ مین ہر طرف پھیلی ہوئی تھی قصبہ دہاموِنی کیطرف متوجہ ہوے۔ اتفاق وقت سے اس سفر مین مین بھی آپکے ہمرکاب تہا۔ اسوقت قصبہ دہاموِنی مین جو مالوہ کے دائرہ مین داخل تہا بہت بڑی فساد کی آگ مشتعل ہوئی جسمین طرفین کے ہزارون آدمی کام آگئے۔ اس فتنہ کا بانی دہاموِنی کا راجہ تہا۔ جو شجاعت و جوانمردی مین مشہور اور استقلال و جرأت مین معروف تہا۔ اصل مین یہ راجہ شاہجہان بادشاہ کا باجگزار تہا لیکن انجام کار اُسنے اس باجگزاری کی ذلیل حالت مین (اور سچ پوچھئے تو عزت اور وقر کیحالت مین) رہنا پسند نہین کیا اور اپنی فطری شرارت سے بغاوت کے جھنڈے بلند کیے شاہجہان کو اسکی شرارتونکی متواتر خبرین روزمرہ پہنچ رہی تہین اور سفیر مالوہ کی روزانہ ڈاک سے معلوم ہوتا تہا کہ صوبہ دہاموِنی نے ایک عام شورش پھیلا رکھی ہے۔ شاہجہان کی نظرین تمام ارکین دولت اور امرائے سلطنت پر دوڑین۔ لیکن اُسے اسوقت بجز اسکے اور کچھ بن نہ آیا کہ صوبہ دہاموِنی کی تمردی و سرکشی اور بغاوت کی بھڑکتی ہوئی آگ وبانیکے لیے سید حسین کو ایک عظیم الشان فوج کی سرکردگی مین اُس طرف روانہ کیا جسمین میرے والد بزرگوار بھی شریک تھے۔

شکست

ابتدا مین اگرچہ دونون لشکرون مین ایک عظیم الشان خونخوار جنگ ہوئی لیکن پھر اس لڑائی کا خاتمہ بظاہر صلح پر ہوگیا۔ راجہ نے بدستور سابق جزیہ دینے کا وعدہ کیا۔ اور سید حسین کی مجلس مین حاضر ہوکر معذرت کرنیکو منظور کر لیا۔ صلح کے دوسرے دن تنہا مجلس مین حاضر ہوا۔ چونکہ اسلحہ جنگ سے آراستہ تھا اسلیئے دربانون نے دروازہ پر ٹوکا اور ہتیارون کے ڈالدینے کا حکم کیا۔ لیکن مغرور راجہ اسپر راضی نہین ہُوا اور جب قیل وقال حد سے تجاوز کرگئی تو نخوت پرست راجہ نے مغرورانہ الفاظ مین سید حسین سے کہلا بھیجا کہ جب تم سپاہیانہ قالب رکھتے ہو اور اسکے علاوہ کثیر التعداد فوج بھی تمہارے پاس موجود ہے تو بڑی شرم کی بات ہے کہ ایک تنہا شخص کو جو تمہارے مقابلہ مین مچھر سے زیادہ وقعت نہین رکھتا

ہتیارون کیساتھ مجلس مین نہین آنے دیتے۔ سید حسین نے اسکی یہ مغرورانہ تقریر سُن کر بجز اس کے اور کچھ نہو سکا کہ دربانون کو حکم دیدیا کہ اسکے ہتیارون سے کوئی تعرض نکیا جائے اور ہتیارون سمیت مجلس مین لایا جائے۔ معزز سید کے حکم کی تعمیل کیگئی۔ اور راجہ ہتیار لگائے ہوے بڑی شان و شوکت سے داخل مجلس ہُوا۔

شیخ وجیہ الدین صاحب کہتے ہین کہ جس آن بان سے راجہ حاضر مجلس ہوا ہو اُسکا اثر اب تک میرے ذہن مین باقی ہے۔ مُنہ مین پان چباتا جاتا تھا اور بڑے ناز و انداز سے نخوت کے نشہ کی لن ترانیون مین آہستہ آہستہ نازان و فرحان قدم اُٹھاتا تھا۔ اُسکے چہرہ کی بشاشت سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی شادی کی مجلس مین جاتا ہے۔ حالانکہ موت کے مُنہ مین جاتا تھا۔ الغرض میرے والد نے اُسکی صورت دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ شخص اس مجلس مین ضرور کوئی فتنہ برپا کریگا۔ یہ کہتے ہی آپنے شاہانہ لہجہ مین ایک خدمتگار کو بُلایا اور میری طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ اس بچے کو کسی اونچے مقام پر کھڑا کردے مبادا جھپٹ مین آکر اِسکو کسی قسم کا صدمہ پہنچے۔ اہل مجلس کیلئے شیخ کا یہ فرمان ایک معما تھا جسکا حل کرنا بہت مشکل تھا ہرچند کہ اہل دربار نے اس پہیلی کو بوجھنا چاہا۔ لیکن درباری رعب و جلال سے اُس وقت کسیکو یہ جرأت نہوئی کہ اس طلسم کی پردہ کشائی کرے۔

دہامونی کا راجہ جب دربار کے اُس مقام پر پہنچا جہان سے درباری رعب ہر شخص پر بڑے جاہ و جلال کیساتھ پڑتا تھا اور شاہی داب کی پابندی حاضرین دربار کو طوعًا و کرہًا ادا کرنی ضروری ہوتی تھی تو وہان سے بڑی دلیری اور گستاخی کیساتھ آگے بڑھا اور محل سلام سے تجاوز کرگیا۔ دربان نے روکا اور خوف زدہ لہجہ مین کہا کہ شاہانہ سلام کی رسم یہین سے ادا کر۔ اور آگے قدم نہ ڈال۔ لیکن اُسنے دربان کی اس گفتگو پر کچھ التفات نہ کیا اور جواب دیا کہ مین جناب سید صاحب کے قدم مبارک کو بوسہ دینا چاہتا ہون تاکہ میرے دامن سے جرائم و تقاصیر کی وہ آلودگیان دُہل جائین جو مجھے ایسے مقدس شخص کی گستاخی کی وجہ سے نصیب ہوئین۔

سید حسین کے ارشاد کے بموجب راجہ کی اس بے ادبی پر بھی اغماض کیا گیا۔ لیکن اب وہ جون جون قریب ہوتا جاتا تھا اُسکے تیور بدلتے جاتے تھے۔ اور چہرے کی بشاشت کی جگہ غیظ و غضب کے آثار نمایان ہوتے جاتے تھے۔ سید حسین کی نشستگاہ تک پہنچتے پہنچتے اُسنے بڑی غضبناکی کیساتھ تلوار پر ہاتھ ڈالا

اور پوری طاقت سے وار کیا خوش قسمتی سے سید حسین پہلے ہی سے ہوشیار تہا تلوار کے علم ہوتے ہی اُسنے ایک عاجلانہ حرکت کی اور فوراً ایک طرف ہو کر تلوار کی زد سے بچگیا۔ تلوار سر جہکائے ہوئے جب زمین پر پہنچی تو راجہ نے سید حسین کے سر کی جگہ تکیہ کو دوپارہ پایا۔ چہلا کر دوبارہ تلوار اُٹھائی اور سید حسین پر وار کرنے ہی کو تہا کہ میرے والد بزرگوار بسرعت تمام اُس غدار کے سر پر جا پہنچے اور خنجر کی ایک ہی ضرب مین ملعون کا کام تمام کر ڈالا۔ سید حسین نے اِس خوفناک منظر مین جب اُس متمرد کی ناپاک نعش بیحس و حرکت دیکھی تو ایک بیساختہ جوش کیساتھ اُٹھ کھڑا ہُوا۔ والد بزرگوار کی بیدھڑک شجاعت کی بیحد تعریف کی اور بڑی تپاک سے معانقہ کیا۔

دربار مین خونریزی

جب سید حسین اِس مہم سے فارغ ہوا تو اب اُس نے اپنی عنان توجہ ملک مالوہ کے ایک اور صوبہ کیطرف پہیری۔ تاریخی حیثیت سے اگرچہ اس بات کا پتہ لگانا بہت مشکل ہو کہ اس صوبہ کا کیا نام تہا۔ جسکی طرف دہاموبی کی فتح کے بعد سید حسین نے رُخ کیا۔ لیکن واقعات سے ثابت ہوتا ہو کہ یہ صوبہ دہاموبی کے اطراف مین یہانسے قریبًا بیس میل کے فاصلہ پر واقع تہا کیونکہ سید حسین کی جو تاریخ دہاموبی سے کوچ کرنے کی ہے وہی تاریخ اُس صوبہ مین داخل ہونے کی دریافت ہوتی ہو۔ الغرض جب سید حسین کا جرار لشکر ملک مالوہ کے صوبہ مین پہنچا تو وہان کا حکمران مقابلہ کے لئے تیار ہُوا۔ دونون لشکر باقاعدہ صف آرا ہوئے اور فوجی دریا بڑے زور شور سے لہرین لینے لگا دونون لشکر اِس انتظار مین صورت تصویر بنے کہڑے تھے کہ کب حکم ہو اور ہم اپنی جگہ سے جنبش کرین دفعتہً مخالف کی فوج مین سے ایک شخص صفین چیرتا ہُوا باہر آیا۔ اور عجب شان و شوکت سے آیا ایک بیل پیکر گہوڑے پر سوار تہا زرہ بکتر سے تمام جسم چہپا ہوا تہا کمر مین دونون طرف تلوارین لٹک رہی تہین۔ دائین ہاتھ مین چمکدار نیزہ اور بائین مین لمبا برچہا تہا چہرہ سے شجاعت و بہادری کے آثار نمایان تھے۔ قیافہ شناس نظرین فوراً تاڑگئین کہ یہی اِس صوبہ کا حکمران معلوم ہوتا ہو۔ چنانچہ اُنہین بہت تہوڑی دیر انتظار کرنا پڑا کہ وہ دونون لشکرون کے بیچ مین آ کہڑا ہوا اور باآواز بلند بولا کہ اس صوبہ کا حکمران مین ہی ہون اور یہ لوہے مین ڈوبا ہوا وفادار لشکر مجہی پر جان چہڑکنے کیلئے مستعد کہڑا ہی لیکن مین تا بہ امکان خونریزی کو پسند نہین کرتا۔ اور اسی لیئے اپنی قسمت کے آخری فیصلہ کیواسطے تنہا میدان مین کہڑا نظر آتا ہون۔ اسصورت مین تم لوگ سمجھ گئے ہوگے کہ مین

مالوہ کے ایک اور صوبہ پر فوجکشی

میدان جنگ

سید حسین اور راجہ کا مبارزہ

کس ارادے سے یہان آیا ہون اور میری حالت تمہین صاف بتا رہی ہوگی کہ مین کیا چاہتا ہون اگر تم لوگ مجھے قتل کرنا چاہو تو کر سکتے ہو لیکن شجاعت کا یہ مقتضا نہین ہے کہ چند آدمی ملکر تنہا شخص کو قتل کر ڈالین۔ شجاعت کی شرط یہ ہے کہ سید حسین تنہا معرکہ مین آکر مجھسے مقابلہ کرے اور پھر تلوار جسکے حق مین جو فیصلہ دیدے وہ اُسپر بدل راضی ہوجائے۔ اِسصورت مین لشکر کی خونریزی نہوگی اور ہزارہا جانین خونی دریا مین غرق ہونیسے بچ جائین گی۔ رئیس کفار کی اِس غیرت انگیز تقریر سے سید حسین کی ہاشمی رگ حرکت مین آئی۔ اور ابراہیمی مصفا خون فوارے کی طرح جوش مارنے لگا۔ فوراً بدن پر ہتیار لگائے۔ اور گھوڑے پر سوار ہوکر مقابلہ کیلئے اُٹھا۔ دونون طرفسے نیزون کے تابڑتوڑ وار ہونے لگے اور اسمین جب کسیکو کامیابی نہ ہوئی تو دونون نے تلوارون پر ہاتھ ڈالا۔ سید حسین کے حریف نے کچھہ ایسی چابکدستی کی کہ یکبارگی تلوار کی چمک بجلی کیطرح کوندی۔ اور چشم زدن سے پہلے سید حسین کے سر پر پہنچی۔ سید حسین نے اگرچہ بڑے استقلال و تحمل سے تلوار کو سپر پر لیا لیکن پھر بھی تلوار ایسی کاری لگی تھی کہ سپر کو کاٹتی ہوئی دستہ تک پہنچگئی۔ اور دوسرے دستہ مین جا اٹکی حریف نے جب تلوار کو نہایت سختی اور زور سے کھینچا تو سید حسین اُس جھٹکے سے گھوڑی کی کمر سے نیچے جا رہا حریف یہ موقع غنیمت پاکر گھوڑے سے کود پڑا۔ اور سید حسین کے سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ اور خنجر نکال کر سید کے بھونکنا ہی چاہتا تھا کہ جناب شیخ وجیہ الدین صاحب جھٹ اُسکے سر پر جا پہنچے اور تلوار کی ایک ہی ضرب سے اُسکی زندگی کی رسّی کو کاٹ ڈالا۔

سید حسین اور جناب شیخ صاحب اپنے لشکر مین واپس آئے اور جان نثار فوج نے وفادارانہ جوش کیساتھ نعرہ فتح بلند کیا۔ حکمران صوبہ کے یون دفعتہً مارے جانے اور سید حسین کی اِس نمایان فتح حاصل کرنے نے حریف کے تمام لشکر مین زلزلہ ڈالدیا اور ہر طرف ایک تہلکہ سا پڑگیا جب جانبین کے فوجی سمندرون کی طوفان خیز موجون مین سکون پیدا ہوا تو مخالف کے لشکر مین سے ایک اور سوار میدان کی طرف بڑھا جو اول سوار سے پوری مشابہت رکھتا تھا۔ اُسنے بھی سوار اوّل کے مطابق باآواز بلند کہا کہ مین مقتول کا برادر حقیقی ہون اور تنہا اسلیئے تمہارے سامنے کھڑا ہون کہ تم مین سے جس کا جی چاہے مجھے قتل کر ڈالے۔ لیکن مین اپنی قسمت کا فیصلہ اُس شخص کے ہاتھ مین دینے سے خوش ہون جو میرے بھائی کا قاتل ہے۔ اُسکی اِس تقریر کے سلسلہ کا ابھی خاتمہ بھی نہوا تھا کہ جناب شیخ

ایک اور قتل

وجیہ الدین صاحب اپنے مبارز کیطرف پرشوق نظرین اُٹھائے ہوئے آگے بڑھے اور چند مختلف اور متواتر ضربون کے بعد اُس لعین کا کام تمام کرڈالا۔

اظہار جرأت

شیخصاحب کی یہ جرأت اور بیجگری دیکھکر تمام لشکر کفار پر ایک سکوت خیز سناٹا چھا گیا اور آپ کی عظمت اور جلال دیکھکر ہر شخص محو حیرت ہوگیا۔ تہوڑی دیر تک کسی شخص کو لشکر سے نکلنے کی جرأت نہ پڑی لیکن انجام کار ایک تیسرا سوار جو اول کے دونون سوارون سے زیادہ تنومند اور جسیم تہا اور جسکی شجاعانہ کوششون کی دہاک اُس زمانہ کے تمام فوجی افسرون پر نہایت وحشتناکی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ سر سے پاؤن تک لوہے مین ڈوبا ہُوا باہر نکلا اور پہلے سوارون کے مطابق اپنا مبارز طلب کیا۔ شیخصاحب نے گھوڑے کو ایڑ کی اور مقابل ہوتے ہی لگاتار وار کرنے شروع کردیئے۔ اگرچہ ان دونون مبارزون مین زیادہ عرصہ تک حریفانہ کوششین استعمال مین لائی گئین لیکن ہنوز کوئی کسی پر غالب نہ آیا بلکہ ہر شخص ایک دوسرے کو سینہ بسینہ اور کلہ بکلہ جواب دیتا رہا انجام کار رئیس کفار نے شیخصاحب کی دونون کلائیان پکڑکر چاہا کہ زمین پر گرادے یا اپنے گھوڑے پر کہینچ لے شیخصاحب نے حتی الامکان مدافعت و مزاحمت کی اور ساتھ ہی یہ فکر ہوئی کہ کسی حیلہ سے اِس سے نجات حاصل کرنا چاہیئے۔ حقیقت مین شیخصاحب کے لیئے یہ ایک مشکل اور نہایت سخت و خطرناک موقع تہا۔ آخرکار اپنے مقصد پر کامیاب ہونیکے لیئے شیخصاحب نے یہ تدبیر نکالی کہ آپنے بطریق خداع فرمایا خبردار اِس بہادر سورما کو پسِ پشت سے قتل نہ کر۔ شیخ کے یہ پُراثر الفاظ کان مین پڑتے ہی اُسنے پشت کیجانب مُنہ پہیرا اور اِسطرف مُنہ پہیرتے ہی اُسکے قوی بازوون مین ضعف سا پیدا ہوگیا

ایک اور قتل

بازوون کا ڈہیلا پڑنا تہا کہ شیخصاحب نے اپنی پُوری قوت کیساتھ ایک ایسا جھٹکا دیا کہ ہاتھ چھوٹ گئے۔ رئیس کفار نے پھر جو اِسطرف رُخ کیا تو شیخ کا زہر مین بُجہا ہُوا خنجر پشت مین اُترا ہُوا پایا۔ اِسکے مارے جانے سے لشکر کفار مین ایک اور بہی کہلبلی مچگئی اور اب سب نے ہتیلی پر جان رکھکر یکبارگی جنبش کی۔ سر اور سینہ توڑ تیرون کے مینہ برسانے اور آتش فشان آلات سے درگزر کرنیکے بعد سینہ بسینہ جنگ ہونے لگی اور دوپہر تک ایسی زبردست خونریزی ہوئی کہ طرفین کے لشکرون کو ہزم آگیا۔ سید حسین نے جستقدر بہی لڑائیان راجپوتون سے لڑین۔ اگرچہ تقریبًا سب مین شیخ وجیہ الدین نے اُنسے زیادہ حصّہ لیا۔ لیکن اِس لڑائی کا خاتمہ اور توڑ گویا آپ ہی کے ہاتھ پر ہوا اور یہ فتح مالوہ کے تمام

اضلاع و اطراف آپ ہی کیوجہ سے فتح ہوئے۔

غرضکہ اس انقطاعی جنگ پر طرفین کی آنکھین لگ رہی تہین اور اسموقع کو دونون لشکرین نے اپنی فتح و شکست کا مدار علیہ سمجھ لیا تہا۔ سید حسین کا لشکر معرکہ جنگ مین جس بیجگری اور بیباہڑک دلیری سے لڑ رہا تہا اور اپنی بے محابا جرأتون اور بے نظیر شجاعتون کے جوہر دکھا رہا تہا اگرچہ وہ نہایت پرفخر اور قابل قدر تھے لیکن جس خوبصورتی اور بہادری سے راجپوت ان کے متواتر اور لگاتار حملون کو روک رہے تھے اور دوش بدوش جواب دے رہے تھے ایک انصاف پسند مورخ کے نزدیک ضرور وقعت کی نگاہ سے دیکھے جانیکے قابل ہین یہی وجہ تھی کہ سید حسین کے لشکر کی بیخوف جرأت اور نڈر دلیری وہ نتیجہ پیدا نکر سکی جو اسموقع پر ظاہر ہونا چاہیئے

عظیم الشان جنگ

فیاض ازل نے روز اول ہی سے اس عظیم الشان معرکہ کی فتح جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کے نام زد کردی تھی اور پہلے ہی سے آپ کی قسمت مین اسلامی فتوحات کا ایک بڑا حصّہ لکہا گیا تہا پہر یہ کیونکر ممکن تہا کہ دوسرا شخص اس جلیل القدر تمغہ ازلی کو حاصل کر لیتا۔ پہلے دن کی لڑائی مین شیخ صاحب کے چند زخم ایسے کاری آئے تھے جنہون نے آپکو سخت ضعیف اور نڈہال کر دیا تہا اور اسوجہ سے آپ اس سخت اور گہمسان کی لڑائی اور عظیم الشان خونریزی مین شریک نہین ہو سکے تھے دو روز تک برابر کشت و خون ہوتا رہا اور میدان جنگ خونی سمندر ہوکر عجیب خونخواری سے لہرین لیتا رہا۔

گو سید حسین کو شیخ صاحب سے پہلے ہی کمال عقیدت تھی۔ لیکن اب ان حیرت انگیز واقعات اور شجاعانہ کوششون کے آپ سے ظہور مین آنے کے بعد اُسکے اعتقاد مین اور بھی پختگی اور تعجب انگیز ترقی ہوگئی تھی۔ اگرچہ اسوقت اُس کے روزانہ اوقات جنگی معاملات مین صرف ہوتے تھے لیکن پہر بھی جنگ کے انتظام سے جو وقت دم لینے کو ملتا تہا وہ شیخ کی خدمت اور آپکی تیمارداری مین صرف ہوتا تہا۔ خدا خدا کرکے تین دن کے بعد آپ کو کچھہ افاقہ ہوا اور بدن کے زخم بھی کچھہ کچھہ بہر آئے۔ آپنے اسی حال مین فوج کی کمان اپنے ہاتہہ مین لی۔ اور موجودہ معاملات جنگ کے فراز و نشیب اور اُتار چڑہاؤ پر سرسری نظر ڈالکر سید حسین کو مشورہ دیا کہ ہماری فوج کی تعداد اگرچہ حریف کے مقابلہ مین بہت کم ہے لیکن پہر بھی دیکھنے کے قابل ہے سب کو درست کرکے ایکبارگی حملہ کر دینا چاہیئے۔ فتح ہمارے ساتھہ ہے خدا نے چاہا تو پہلے ہی حملہ مین غنیم کی فوج پسپا ہو جائیگی۔ سید نے آپ کی اس دلسوزی اور حکمت آمیز

تقریب کی بہت تعریف کی اور آپکے مشورہ کے مطابق حملہ کردیا۔ میدان مین تلوارین چمکنے لگین اور آتش فشان آلات کے دہوئین سے سارا جنگل تیرہ و تاریک ہوگیا۔ شیخ وجیہ الدین کی حسن تدبیر اور زور بازو نے اول ہی حملہ مین صوبہ دنا مونی کی فوجی طاقت کو نہایت کمزور کردیا اور چند فوجی افسرون کے قتل کیساتھ دنا مونی حکومت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ اب اسلامیون کیواسطے میدان صاف ہوگیا اور وہ بڑی جسارت کیساتھ باغی فوج کا تعاقب کرتے ہوئے شہر مین گھس گئے۔ راجپوت شکست کھاکر بھاگ گئے۔ اور فتحمندی کا عظیم الشان جھنڈا شیخ وجیہ الدین کے ہاتھ رہا۔ خاص شہر مین تھوڑی دیر تک ایک عام خونریزی رہی اور اسکے بعد لشکر کفار کو شکست ہوئی۔ اکثر ہلاک ہوے۔ اور بقیۃ السیف گرفتار کرلیے گئے۔ میدان سید حسین کے ہاتھ رہا۔ اور بیشمار غنیمتین لوٹ مین آئین۔

عام شکست

شیخ وجیہ الدین کے فضل و کمال روشن دماغی صائب رائے۔ تدبیر و شجاعت شوکت و ہیبت کی جہان تک سچی تعریف کیجئے اور وزنی الفاظ مین کیجائے بہت کم ہو۔ کیونکہ اس معزز و مشہور خاندان مین ایسے لوگ بہت کم گذرے ہین جنمین وہ تمام اوصاف پائے جاتے ہون جو تنہا آپ مین دیکھے جاتے تھے یہی اوصاف تھے جنھون نے سید حسین جیسے امیر کبیر اور شجاع شخص کو شیخصاحب کا گرویدہ بنادیا تھا۔ اور آپ کا اعزاز پورے طور پر اُسکے دلمین قائم کردیا تھا۔ بلکہ آگے چلکر خود تاج و تخت کے وارث شہنشاہ عالمگیر کے دلمین آپ کی عظمت و وقار کے نقوش کندہ کردیئے تھے۔ سید حسین جیسے دانشمند اور عقل کے پتلے کو چونکہ آپ کی ذہانت خداداد قابلیت تجربہ پر کافی اعتماد ہوگیا تھا اسلیئے اب سے کوئی ملکی جنگی معاملہ ایسا نہین ہوا جس مین آپ کے نتیجہ خیز مشورے کے مطابق عمل درآمد نہین کیا گیا بلکہ ہر معاملہ مین آپکو اپنا ہمراز بناتا اور جو کچھ آپ مشورہ دیتے اُسکے مطابق عمل مین لاتا۔

عظمت و وقار

یہ بالکل صحیح ہو کہ تمام امراء کو اپنے قابل اور ممتاز کارکنون سے ایک خاص قسم کا ارتباط اور اتحاد ہوتا ہے۔ لیکن سید حسین اور شیخصاحب کا دلی تعلق خاصکر اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ ان مین بالکل ویسے ہی باہمی تعلقات پائے جاتے تھے جیسے فطرتًا بھائی بھائی مین پائے جاتے ہین قریبًا تمام معاشرتی امور اور تمدنی احوال مین سید کا تعلق شیخصاحب سے بالکل برادرانہ اور عزیزانہ تعلق تھا اور سب سے زیادہ قابل تعریف بات یہ ہو کہ ان دونون کے باہمی تعلقات نمایشی اور بناوٹی نہ تھے بلکہ عملی طور پر اُن کا ظہور ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسکا اثر یہان تک پہنچا کہ جو شخص محترم اور واجب التعظیم

اتحاد و محبت

شیخ کی مخالفت کرتا تھا بزرگ سید کو اُس سے ذاتی اختلاف ہوتا تھا۔

قصہ مختصر جب فتحمند لشکر نے بھزار کامیابی اپنے قیامگاہ کیطرف مراجعت کی تو شیردل سپاہی نے
اس فتح کی خوشی مین ایک شاہانہ جلسہ کیا اور کمال حوصلہ مندی اور عالی ہمتی سے لشکریون کی گودیان
مال وزر سے بھردین چند روز تک لشکر کا اس مقام پر قیام رہا۔ اور نہایت فارغ البالی سے عیش و کامرانی

عجیب واقعہ

مین مصروف رہا۔ اسی اثنامین ایک نہایت عجیب اور حیرتناک واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ اس فتح کے تین دن
بعد ایک مسن اور ضعیف عورت شیخصاحب کو دریافت کرتی اور تلاش کرتی ہوئی آپکے خیمہ مین آئی اور روتی
ہوئی آواز مین گویا ہوئی کہ برخوردار من! مین اُن تینون شخصون کی والدہ ہون جنکے سر تیری تیغ بے
دریغ سے قلم کیئے گئے ہین۔ مین جانتی تھی کہ دنیا بھر مین کوئی شخص میرے فرزندون سے زیادہ شجاع
اور قوی تر نہوگا۔ لیکن حقیقت مین مجھے دھوکا ہُوا۔ جو آج نہ صرف میری نظرون مین بلکہ ہزارہا انسانون
کی نگاہون مین طشت ازبام ہوگیا۔ تجھپر خدا کی رحمت ہو اور آسمان و زمین کا پیدا کرنیوالا تجھے نظر بد کے
زہریلے اثر سے ہمیشہ بچائے رکھے۔ بیشک تو اُن سے قوت و شجاعت مین بہتر و برتر ثابت ہُوا۔ مین
نمایشی اور بناوٹی طور پر نہین بلکہ حقیقی طور پر اُنکی جگہ تجھے اپنا فرزند خیال کرتی ہون۔ میری آرزو ہے کہ تو
مجھے اپنی مان کے قائم مقام تصور کر۔ اور میری کلبۂ احزان اور تاریک گھر کو اپنے نور قدوم سے منور کرکے
چند روز اطمینان اور آسایش کیساتھ جلوہ آرا ہو تاکہ مین تجھے سیر ہوکر دیکھون اور تیرے جاہ و جلال سے
بھرے ہوئے چہرہ سے میری آنکھون کو خنکی اور دلکو تسلی و اطمینان نصیب ہو۔

دلسوزی و مہربانی

چونکہ بڑھیا کی تقریر دلسوزی اور شفقت و مہربانی سے بھری ہوئی تھی۔ اسلیئے محترم شیخ پر اُسکا بہت
بڑا اثر پڑا۔ خادم سے فرمایا کہ گھوڑا کس۔ اور آپ فوجی لباس سے آراستہ ہوکر بڑھیا کیساتھ چلنے پر آمادہ
ہوگئے۔ عزیز و اقارب کی ایک جماعت نے جن مین آپکے بھائی بندبھی تھے آپکو اس ارادہ سے باز رکھنا
چاہا۔ اور عرض کیا تعجب کی بات ہے کہ آپ جیسا تیز ہوش اور عقلمند ایک ایسی حرکت پر پیشقدمی کرے جسکا
نتیجہ نہایت ضرر رسان اور مضرت دہ ہو ایک عورت ذات کی چند نمایشی باتون اور بناوٹی لفظون پر جن
کی بنا صرف دھوکے اور غرور پر ہے بھروسے کے قابل سمجھنا بیشک بعید از قیاس اور دور از عقل ہے۔ بالخصوص
وہ عورت جس کے تین اولوالعزم اور بہادر فرزند آپ کی تیغ بے دریغ سے قتل کیئے گئے ہون آپکا وہان
جانا اور اس عورت کا مہمان ہونا۔ ہماری سمجھ مین بالکل نہین آتا۔ ہرچند کہ ان لوگون نے آپکو اس ارادہ

سے باز رکھنے مین بہت کوشش کی۔ لیکن آپنے اُن کی تقریر کیطرف ذرا بھی التفات نہین کیا اور اُن کا منع کرنا کسی گنتی مین نہ لائے۔

جب مانعین کی اِس جماعت نے دیکھا کہ آنے والی بڑھیا کی شیرین کلامی اور پر اثر الفاظ کا جادو واجب الاحترام شیخ پر اپنا پورا اثر ڈال چکا ہے اور ہماری تمام کوششون پر ناکامی کا پانی پھیر دیا گیا ہی تو آندھی مینہ کیطرح جھپٹے ہوئے سید حسین کیخدمت مین حاضر ہوئے۔ اور بڑھیا کی التماس اور اُسکے قبول کرنے مین شیخ کی مستعدی بیان کی۔ بزرگ سید اس وحشتناک خبر سے سخت متذبذب ہوے اور ایک عاجلانہ حرکت کیساتھ شیخ کیخدمت مین پہنچکر گہری گہری قسمین دلائین اور بڑھیا کی التماس قبول کرنے سے باز رکھا۔

اِسوقت آپسے بجز اِسکے اور کچھ نہوسکا کہ بڑھیا کو بلاکر نہایت تسلی آمیز لہجہ مین فرمایا کہ مادر من! یہ لوگ مجھے تیرے ساتھ چلنے کی اجازت نہین دیتے۔ مجھ افسوس ہے کہ مین بالفعل تیری اِس التماس کے قبول کرنیسے قاصر ہون لیکن تجھے مطمئن رہنا چاہیے کہ مین چند روز کے بعد تیری بستی مین ضرور آؤن گا اور تیرے حسب منشا کچھ عرصہ تک وہان رہون گا۔ مین تجھہ سے مضبوط وعدہ کرتا ہون اور تو یقینی طور پر سمجھ لے کہ مسلمان ہمیشہ اپنے وعدون کو پورا کرتے ہین اور اُنکے نزدیک عہد شکنی۔ بدعہدی ایک ایسا سنگین جرم اور سخت گناہ ہی جو معافی کی قابلیت نہین رکھتا۔

وعدہ

چند روز کے بعد جبکہ تمام لوگون کے دلونسے یہ واقعہ نسیًا منسیًا ہوگیا تو شیخ وجیہ الدین صاحب اپنے متعلقین کو غافل پاکر سوار ہوئے اور اُس بڑھیا کے مکان پر تشریف لیگئے۔ بڑھیا درحقیقت ویسی ہی محبت و تعظیم اور اخلاص و دلسوزی سے پیش آئی جیسے حقیقی اور سگی ماں اپنے قابل اور فخر خاندان فرزند سے پیش آتی ہی۔ سب سے اول بڑے جوش مسرت کیساتھ استقبال کیا۔ پھر نہایت عظمت و وقار کیساتھ ایک قیمتی فرش پر بٹھایا۔ بڑھیا کی اِسوقت کی بشاشت اور خوشی کا کوئی کافی اندازہ نہین ہوسکتا تھا بار بار یہی چاہتی تھی کہ شیخ پر قربان ہوجائے اور اپنی جان اُسکے قدمون مین نثار کردے۔ کچھ دیر تک اسی قسم کی صحبت رہی۔ بعد بڑھیا نے اپنے معزز مہمان کی کھانے کی تواضع کی اور امیرانہ طرز پر دعوت کا سامان مہیا کیا۔ کھانیسے فارغ ہونیکے بعد محترم شیخ اور بڑھیا کے مابین ادھر اُدھر کی باتین ہوتی رہین اور دیر تک راز و نیاز کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ الغرض تین روز اِسیطرح گزرے۔ چوتھے روز شیخ صاحب اُس سے اجازت

ایفائے وعدہ

حاصل کرکے اپنے لشکر مین واپس چلے آئے۔

شیخ عبدالرحیم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مین بارہا اُس بُڑھیا کے مکان مین گیا ہون جب کبھی مین اُدہر جا نکلتا تو وہ نہایت شفقت و مہربانی سے پیش آتی اور میری تسلی و دلجوئی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتی مین اُسے دادی کہا کرتا تہا اور وہ اسسے بہت خوش ہوا کرتی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ چونکہ مین نے بچپن مین اپنی دادی کو نہین دیکھا تہا اسلیئے مجھے معلوم نہ تہا کہ اس بُڑھیا کے علاوہ میری کوئی اور دادی ہے

واقعات مذکورہ بالا سے جو دلچسپی کے بہت سے سامان اپنے ساتھ رکھتے ہین معزز شیخ کے شجاعانہ کارنامون اور بہادرانہ نام آوریون کے ثبوت کے علاوہ آپ کی وہ خاص خاص خوبیان بھی ظاہر ہوتی ہین جو نہایت وقعت و قدر کی نگاہون سے دیکھے جانیکے قابل ہین اور نہایت مفید اور نتیجہ بخش اثر رکھتی ہین منجملہ اُنکے ایک یہ کہ شیخصاحب جیسے صادق القول اور محتاط تھے ویسے ہی بات کے پکے اور عہد کے پورے تھے کبھی ایسا نہین ہُوا کہ کسی سے آپنے کچھ وعدہ کیا ہو اور پھر اُسے پورا نہ کیا ہو۔

تذکرون مین جسقدر حالات جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی بیدہڑک شجاعت اور نڈر جرأت کے لکھے گئے ہین اُنہین سے بعض واقعات ہم نقل کرچکے ہین جنسے کافی طور پر اندازہ ہوسکتا ہے کہ واجب الاحترام شیخ مین فی ذاتہ کسقدر شجاعت و جرأت کا مادہ تہا۔ لیکن اب ہم ابو المظفر محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے پُرشوکت زمانہ مین آتے ہین اور شیخصاحب کے چند وہ واقعات مختصراً ذکر کرتے ہین جنپر عالمگیری تذکرون کیسے ساتھ تاریخی چمک ابتک برابر پڑ رہی ہے۔

جب ہندوستان کے اقبال کا ستارہ آسمانی سطح کے مشرقی افق مین شہاب ثاقب بنکر چمکا تو عالمگیر جیسا پُر رعب۔ سنجیدہ۔ اولو العزم۔ عاقل۔ مدبر بادشاہ تخت حکومت پر جلوہ آرا ہوا۔ عالمگیر جیسا پابند مذہب اور علم دوست تہا ویسا ہی شجاعت و بہادری پر جان دیتا تہا۔ اُسکے پر شوکت دربار مین جس حیثیت سے علما فضلا کی تکریم و تعظیم کیجاتی تھی۔ اُسی لحاظ سے شجاع اور بہادرون کا اعزاز کیا جاتا تہا غرضکہ دونون فریق اس عہد حکومت مین امتیازیہ نظرون سے دیکھے جاتے تھے چونکہ جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی تاریخی زندگی مین یہ بات نہایت ہی عجیب و غریب تھی کہ آپ تیغ و قلم دونون کے مالک تھے (ایک ہاتھ مین تلوار کا قبضہ تہا اور دوسرے مین قلم کا نیزہ۔ جسطرح آپ کی تیغ دودم کی جیتی جاگتی یادگارین اسوقت تک زمین پر قائم و دائم ہین اُسیطرح آپکے قلمی فتوحات کے دفتر ہمیشہ ہماری پیش نظر

ہین) اسلیئے عالمگیری دربار مین آپ کا دنیاوی اعزاز اور مذہبی تقدس نہایت ہی وقعت کی نگاہون
سے دیکھا جاتا تھا

عالمگیر کی تخت نشینی

شاہ شجاع کا خروج

۱۰۶۸ھ مین محمد اورنگ زیب عالمگیر تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا اور اوائل ۱۰۶۹ھ مین
اُسکے برادر شاہ شجاع نے بنگالہ کیطرف خروج کیا۔ عالمگیر ایک عظیم الشان اور جرار فوج ساتھ لیکر شاہ
شجاع کی تنبیہ کیلیئے روانہ ہوا اور عالمگیری شاندار جھنڈے ایشیائی دنیا کے مشرقی حصون کیطرف فوراً
اُٹھ کھڑے ہوئے۔ موضع کھجوہ مین دونون خونخوار اور عظیم الشان لشکرون کا اندھا دھند مقابلہ اور مقابلہ
کے بعد سخت خونریزی واقع ہوئی۔ اس جنگ مین جناب شیخ وجیہ الدین صاحب بھی شریک کر لیئے گئے
تھے اور عین معرکہ مین داد شجاعت دیتے تھے۔

اور

میدان جنگ

اس معرکہ آرائی مین شیخصاحب ہی نے لڑائی کا بہت بڑا حصہ لیا۔ فوج کا ایک مختصر مگر خونخوار دستہ
بہادر اور دل چلے شیخ کے زیر کمان بڑے جوش کیساتھ آگے بڑھا چلا جاتا تھا اور تیرون کا برابر مینہ
برس رہا تھا۔ ایک موقع پر پہنچکر شیخصاحب نے اپنے گھوڑے کی باگ روک لی اور ساتھ ہی آپ کی وفادار
اور جان نثار فوج بھی رک گئی۔ آپنے چند منٹ تک غور کیا کہ مجھے کس پہلو پر حملہ آور ہونا زیادہ مفید ہوگا
فوراً آپ کی سمجھ مین ایک رخ آگیا۔ اور اُسیطرف گھوڑے کی باگ اُٹھا دی۔ حریف کے لشکر نے اپنی
توپون کے رخ ادھر کر دیئے اور ایک دم گولون کا مینہ برسانا شروع کر دیا۔ لیکن خدا کی شان ان کا
فیصدی ایک گولا بھی نشان پر نہ لگ سکا۔ چنانچہ اب دونون لشکرون نے توپون کے فیر سے درگزر
کرکے تلوارون کے قبضے پکڑ لیئے۔ اور سینہ بسینہ جنگ شروع ہوگئی۔ کچھ دیر تک اندھا دھند مقابلہ رہا۔
اور سخت خونریزی کے بعد حریف کا لشکر نہایت بزدلی اور سراسیمگی سے پیچھے ہٹا۔ شیخصاحب نے بڑی بے
جگری اور بہادری سے یہ مورچہ فتح کیا اور یہان کا ضروری انتظام کرکے بڑے غیظ و غضب کے ساتھ
حریف پر دوبارہ حملہ آور ہوئے۔

لشکر کی ہزیمت

مخالف فوج نے شیخ کے اس زبردست اور خونخوار حملہ کو بڑے زور سے روکا اور دو گھنٹے یا اس سے
کچھ کم و بیش اُنھون نے بڑی خونخواری سے جنگ کی لیکن بعد ازان یک بیک اُن کے پاؤن اکھڑ گئے
اور یہ مورچہ بھی شیخ کے قبضہ مین نہایت آسانی کیساتھ آگیا۔ شاہ شجاع کے تمام لشکر مین ایک تہلکہ
پڑ گیا اور شیخ کے متواتر حملون اور تابڑ توڑ وارون نے اُنھین بالکل بزدل بنا دیا۔ چنانچہ جب اُنپر حملے سے

زیادہ خوف طاری ہوا تو سراسیمہ ہوکر بہاگنا شروع کیا۔

شاہ شجاع اگرچہ فنون جنگ سے خوب واقف تہا اور بے نظیر شجاعت و بہادری مین غیر معمولی قابلیت رکھتا تہا۔ لیکن عالمگیر کے مقابلہ مین اپنا ضعف بخوبی سمجھتا تہا۔ گو اسکا لشکر تعداد مین کم نہ تہا۔ لیکن شایستگی اور خونخواری مین عالمگیر کے لشکر کی برابری نہین کرسکتا تہا۔ وہ جانتا تہا کہ ایسی خونخوار اور شایستہ فوج سے میدان لینا مشکل اور سخت مشکل ہے۔ تو اعد دان فوج کی کمی افسرون کی بے اعتباری۔ عام لشکر کی طبع برخاستگی۔ اور سب سے بڑھکر سامان حرب کی طرف سے ناکافی اطمینان۔ یہ تمام باتین اس قسم کی تہین جو ہر وقت شاہ شجاع کو متوحش اور بزدل بنا رہی تہین

شاہ شجاع نے جنگ کا یہ رنگ دیکھکر پہلے ہی سے نتیجہ نکال لیا تہا کہ اسموقع پر کامیابی کی امید کرنا سراسر فضول ہے اسلیئے اُس نے میدان جنگ کو چھوڑکر آخری تدبیر یہ سوچی کہ چند مست ہاتھی عالمگیر کے لشکر کیطرف چھوڑے جائین اور ہر ہاتھی کے پیچھے زرہ پوشون کی ایک کافی تعداد روانہ کی جائے جب مست ہاتھی مخالف کی فوج پر حملہ کرکے متفرق و پریشان کردین تو زرہ پوشون کا لشکر آفت ناگہانی کیطرح اُن پر ٹوٹ پڑے اور عام قتل کرکے دشمن کو پس پا کردے۔

مست ہاتہیون کا حملہ

دوسرے دن جبکہ طرفین کے لشکر صف آرا ہوئے اور عالمگیر کے فوجی افسرون نے اپنے اپنے دستون کا باقاعدہ پرا جمایا تو شاہ شجاع کے لشکر کیطرف سے دو تین کوہ پیکر مست ہاتھی چنگہاڑتے ہوئے بڑے جوش و خروش کیساتھ نکلے اور اُنکے عقب مین کثیر التعداد فوج لوہے مین ڈوبی ہوئی آہستہ آہستہ آگے بڑھی۔ خونی ہاتہیون نے چارون طرف بیجا با حملے کرنے شروع کردیئے اور زرہ پوش جماعت بڑی دہشتناکی کیساتھ توپ کی باڑین مارنے لگی۔ جب یہ صورت ظہور مین آئی۔ تو عالمگیر کے لشکر مین ایک ہلچل سی پڑگئی۔ بڑے بڑے بہادرون کے پیر اُکھڑ گئے اور ہر شخص ایک سمت بے تحاشا بہاگ کہڑا ہوا۔ عالمگیر کے ہاتھی کے گرد بجز اُن خاص خاص وفادارون اور جان نثارون کے اور کوئی باقی نہین رہا۔ جو خطرناک اور سخت نازک موقع پر اُسکا ساتھ دیتے چلے آئے تھے اور جنہون نے اُسکی ترقی و بہبودی مین ہمیشہ جانین لڑادی تہین۔

شیخ وجیہ الدین صاحب اپنے مورچہ پر بے خوف و ہراس کہڑے ہوئے اس خونی منظر اور قیامت زا حادثہ کو پُر شوق نظرون سے دیکھ رہے تھے۔ فوج کی پریشانی اور بزدلی دیکھکر آپکی رگ غیرت حرکت مین

آئی ۔ اور بہادرانہ جوش تمام رگون مین خون کی طرح دوڑ گیا۔ آپنے مورچہ چھوڑکر سبسے اول اُس مست ہاتھی پر حملہ کرنا چاہا جو اُس طرف رُخ کیئے ہوئے بڑھا چلا آرہا تھا۔ جو فوج کا دستا اسوقت آپکی زیرکمان تھا۔ ہاتھی کا مقابلہ کرتے ہوئے جھجکا اور میدان سے واپس چلا جانا غنیمت سمجھا۔ بہادر شیخ نے آگے بڑھکر

شیخ کی موثر اور پرجوش نصیحت

سب کو روکا اور خوف زدہ آواز مین غل مچاکر کہا۔ "بہادرو! یہی تو لڑائی کا موقع ہے اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھانے کا یہی تو وقت ہی۔ اسموقع پر جان دینا اور شجاعون کے کارنامون مین اپنی زندہ یادگار قائم رکھنا جان بچانے اور ہمیشہ بزدلی اور نامردی کیساتھ یاد کیئے جانیسے بہت بہتر ہے۔ شجاعت پیشہ ناموروں کی سبسے زیادہ جس چیز نے تاریخ مین بقائے دوام کیساتھ عزت افزائی کی ہی اور بہادرون کو جس بات نے تاریخی کارنامون مین ممتازیت وانتخاب کا پُرفخر اعزاز بخشا ہے یہی جان نثاری اور وفاداری ہے۔ اِسمین ذرا شک نہین کہ ایسے جان جوکھون اور خطرناک موقع مین ثابت قدمی و استقامت سے کافی حصہ لینا بعض اولوالعزم اور جان بازون کو بھی نصیب نہین ہُوا ہے لیکن خوب سمجھہ لینا چاہیئے کہ انسانی تدبیر تقدیر الٰہی کو کبھی شکست نہین دیسکتی نہ فتح ہمارے ساتھہ ہو اور بغیر مقابلہ واپس چلے جانے مین بدنامی کے علاوہ سراسر حرمان نصیبی اور بدقسمتی آگے کھڑی ہے لیکن پھر بھی مین تمہین بخوشی اجازت دیتا ہون کہ جسکا جی چاہے مجھہ سے علیحدگی اختیار کرے اور جسے منظور ہو میرا ساتھہ دے۔"

ہر چند کہ آپ کا یہ شیرین اور موثر وعظ دلسوزی اور حکمت آمیز مقولون سے پُر تھا اور سامعین کے دلونپر بہت اچھا اثر ڈلنے کا کافی سامان رکھتا تھا۔ لیکن تجربہ سے دیکھا جاتا ہی کہ جو طبیعتین حقیقت مین قابل اور متاثر ہوتی ہین اُن مین ادنٰے بات سے تحریک اور تحریک کیساتھہ تکمیل کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ بخلاف اِن کے جو طبیعتین ناقابل اور پژمردہ ہوتی ہین اُنپر کسی مؤثر وعظ کا اثر پڑتا ہے نہ دلسوزی کا اظہار کام آتا ہے۔ اور چونکہ سنگلاخ چٹانون پر بغیر ہل چلائے بیج ڈالنا اور پھر اُسکے بارآور ہونیکی امید کرنا خلاف قانونِ قدرت بات ہی۔ اِسلیئے جناب شیخ صاحب اپنے اس ارادہ پر کامیاب نہین ہوسکے

چنانچہ آپکے اکثر رفیق اس خطرناک معرکہ مین آپسے جدا ہوگئے۔ اور صرف چار شخصون نے اس وحشتناک منظر مین آپ کا ساتھہ دیا۔ یہی چار اولوالعزم اور ارادہ کے پُورے وہ شخص ہین جن کی نسبت شیخ وجیہ الدین صاحب ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر ہمارے رفیقون مین سے کوئی شخص کسی خوفناک اور جانبازی کے موقع

مین ہمارا ساتھ دیگا ان ہی چار مستقل اشخاص مین سے ہوگا"

قصہ مختصر آپ ایک اونچے دمامے ہی تلوار علم کیئے ہوئے اُترے۔ ان چار شخصون نے آپکے گھوڑے کا فتراک مضبوطی کیساتھ پکڑکر باہم معاہدہ کیا کہ ہم شیخ کیساتھ جانین تک لڑا دینگے اور وفاداری کا حق جیسا کہ چاہیئے ادا کرینگے جس مقام پر شیخ کے قدم ہونگے وہان ہم اپنی آنکھین بچھا دینگے شیخ نے نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے ہاتھیون کیطرف رُخ کیا۔ اور سب سے اول اُس ہاتھی پر سفاکانہ حملہ کیا جو زیادہ سرکشی کر رہا تھا۔ قریب پہنچکر کچھ دیر تک تو خاموش اور چُپ چاپ کھڑے رہے۔ لیکن جون ہی ہاتھی نے اپنی مہیب اور خوفناک سونڈ آپ کی طرف اُٹھائی اور چاہا کہ لپیٹ کر گھوڑے سے کھینچ لے آپنے پوری طاقت سے ایک ایسی تلوار ماری کہ اُسکی سونڈ نیچے کیجانب سے دو پارہ ہوگئی سونڈ کے کٹتے ہی ہاتھی نے ایک نہایت کریہہ ہوش رُبا چیخ ماری جس سے سننے والون کے دل دہل گئے اور لشکر مین عام طور پر ایک سخت زلزلہ اور تہلکہ پڑگیا۔ ہاتھی ایسی بے سروسامانی اور سراسیمگی کیساتھ پیچھے کیطرف بھاگا کہ زرہ پوشون کا لشکر جو اُسکے عقب مین لشکر عالمگیر پر اسلحہ آتشی یعنے داغنے والے آلات سے باڑین مارتا ہوا آگے بڑھا چلا آتا تھا اُسکے پاؤن سے اِسقدر کچلا گیا کہ صرف گنتی کے آدمی اور وہ بھی بہت مشکل سے جانبر ہوسکے۔

شیخ کی یہ شجاعانہ کوشش گویا عالمگیر کی فتح وعروج اور شاہ شجاع کے زوال وادبار کا مقدمہ تھا۔ ابھی اس سے پیشتر عالمگیر کا اقبال جو پہاڑ کی چوٹی کے ڈھلتے ہوئے سورج کیطرح نہایت حیرت کے ساتھ اس پرخوف نظارہ کو الوداعی نظرون سے دیکھ رہا تھا اُس آفتاب کیطرح چمکنے لگا جو نصف النہار پر پہنچکر اپنی پوری اور کامل درخشانی سے ایک عالم کو منور کردیتا ہے۔ منتشر اور بھاگی ہوئی فوج سب طرف سے سمٹ سمٹا کر جمع ہوگئی اور شیخ کی سرکردگی مین غنیم کی فوج پر دفعتہً پل پڑی۔ اب سطح زمین پر تلوارین چمکنے لگین اور آتش فشان آلات سے سارا میدان دھوان دھار ہوکر مہیب اور خوفناک آوازون سے گونج اُٹھا۔ اس جنگ کا یہی حصہ زیادہ پرخطر اور خوفناک تھا۔ بہادرون کے سر کھیرے ککڑی کیطرح بیدریغ کٹ رہے تھے۔ اور زخمی سپاہی خونی دریا مین غوطے لگا رہے تھے کسیکو کسی کی خبر تک نہ تھی اور ایک بڑے گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔

شاہ شجاع کی ہزیمت اور شکست

نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ شجاع کو شکست ہوئی اُسکے لشکر کا اکثر حصہ بیدریغ قتل کیا گیا اور کسیقدر گرفتار

میدان عالمگیر کے ہاتھ رہا۔ اور غنیم کا بیشمار سامان حرب ہاتھ لگا۔ لشکر مین فتح کے شادیانے بجنے لگے اور ہر شخص کو اپنی کھوئی ہوئی عزت اور برتری کے دوبارہ حاصل کرنیکا موقع ملا۔ عالمگیر نے اس فتح کی خوشی مین ایک شاہانہ جلسہ کیا اور چونکہ وہ عین معرکہ مین جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی بہادرانہ کوشش اور وفادارانہ جوش کو اپنی آنکھ سے دیکھ چکا تہا اسلیئے سب سے پیشتر عمدہ اور منتخب اسلحہ کیساتھ کثیر التعداد قیمتی آپ کو عطا کی گئین۔ عالمگیر نے خود اپنے ہاتھ سے آپ کی کمر مین تلوار باندھی اور نہایت شکرگزاری کیساتھ آپکے منصب اور عزت افزائی مین ترقی کرنی چاہی۔ لیکن اس سیر چشم اور مستغنی المزاج بہادر نے اپنی اس کارگزاری کے صلہ مین کوئی مہتم بالشان اور منتخب عہدہ لینا پسند نہین کیا کیونکہ آپ اپنے موجودہ منصب کو صوبجات کی گورنری اور پرگنون کی عاملی کے ممتاز عہدون سے کسیدرجہ کم نہ سمجھتے تھے۔ نیز آپ کی محتاط زندگی اور معمول سے زیادہ اتقا و پرہیزگاری اُن معزز عہدون کے مناسب بھی نہ تھی جنمین مصروف ہوکر اکثر لوگ اِن امور سے غفلت مین پڑجاتے ہین عجب نہین کہ آپنے اسی خیال سے ان عہدون کو قبول نہ کیا ہو۔

اس واقعہ سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہوگیا ہوگا کہ شیخصاحب اپنی بے مثل شجاعت اور بیجا با جرأت مین کہان تک قابلیت رکہتے تھے اور شاہی دربارون مین آپ کی شجاعانہ کوششین کسدرجہ اعزاز و وقعت کی نگاہون سے دیکھی جاتی تہین۔ اِسکے علاوہ آپ کی شجاعت کی نسبت اور بھی بہت سے ایسے دلچسپ اور نادرت مآب واقعات تذکرون مین لکھے گئے ہین جنسے آپ کی یہ صفت بوجہ احسن ظاہر ہوتی ہے۔ لہذا مین ایک اور واقعہ لکھکر اس عنوان کو ختم کرتا ہون۔

عالمگیر کی قدر شناسی

ایک اور واقعہ

ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ سید شہاب الدین کو جو شاہ عالمگیر کا ایک نہایت معزز و ممتاز اور مشہور کارکن تہا عالمگیر بادشاہ کیطرف سے محاسبہ پیش آیا۔ چونکہ حساب سمجھتے وقت بادشاہ کو اُسکی خیانت ثابت ہوئی۔ اسلیئے عالمگیر نے اُسپر سخت عتاب کیا اور گرفتاری کا حکم دیدیا۔ جناب شیخ وجیہ الدین صاحب نے اُس تعارف کیوجہ سے جو ایک زمانہ سے حاصل تہا عالمگیری عدالت مین اُسکی ضمانت پیش کی اور خود غبن شدہ رقوم کے کفیل ہوگئے۔ آپ کی ضمانت منظور ہوئی اور رقوم کی ادائگی کے لیئے ایک محدود وقت مقرر کیا گیا۔ لیکن جب وعدہ کی مدت ختم ہوئی اور سید شہاب الدین نے رقومات ادا کرنے مین تساہل کیا تو شاہی مطالبہ آپ کی طرف متوجہ ہوا۔ رقم کثیر تھی اور شیخصاحب اسقدر

استطاعت نہ رکہتے تھے کہ اُسے ادا کرکے حاصل کرتے۔ اِسلیئے آپنے سید شہاب الدین کو بلایا اور نہایت نرمی اور سہولت کیساتہ مطالبہ کا سلسلہ چہیڑا ہنوز باتون کا تار نہ ٹوٹا تہا کہ بدقسمت سیدنے آپکے اُس قومی احسان اور اِس سہلگیری و نرمی کی یہ مکافات کی کہ سخت برہمی اور غصہ کے لہجہ مین بولا کہ حضرت! میرے پاس مال و دولت کچہہ نہین اور اسکے ساتھہ ہی ایک بڑی غضبناکی اور عام جوش کیساتہہ تلوار میان سے نکالکر کہنے لگا یہ حاضر ہے۔" شیخصاحبنے اُسکی یہ برہمی (اور سچ پوچہیئے تو کمینہ پن) ملاحظہ کرکے ایک نہایت ہی خوش آیندہ تبسم کیساتھ فرمایا۔ "پیارے سید! تلوار کا قبضہ پکڑنا بہت آسان ہے لیکن اُسکی ذمہ داری سے باہر آنا مشکل اور سخت مشکل ہے۔ تمہاری غضبناکی محض بیجا ہے اور میرے سامنے کچہہ بھی وقعت نہین رکہتی۔ شیخ کی یہ گفتگو سن کر وہ اور بھی افروختہ ہوا اور اُسکی حمیت کی رگ حرکت مین آئی۔ ایک فوری جوش کیساتہہ تلوار اُٹہائی اور سر تک بلند لیگیا لیکن ہنوز تلوار نیچے جہکنے نہ پائی تھی کہ دل چلے شیخ کا بایان ہاتھ اُس تک پہنچ چکا تہا آپنے اپنے بائین ہاتھ سے تو اُسکی تلوار پکڑی اور داہین ہاتھ سے چہرہ پر ایک ایسا طمانچہ مارا کہ احسان فراموش سیّد اوندہے منہ زمین پر جا پڑا اور ایک عرصہ تک بیہوش رہا۔ آپنے خادم سے فرمایا کہ اِس گردن زدنی کے ہاتہہ پاؤن رسی سے کس دیئے جائین اور اسکے طویلہ مین جسقدر اونٹ گہوڑے موجود ہون سب حاضر کیئے جائین چنانچہ آپکے حکم کی تعمیل ہوئی اور حرمان نصیب سیّد کا طویلہ فوراً خالی کردیا گیا۔

اِدہر جب سیّد کو تہوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو آپنے اُسی قہر آلود نظرون سے دیکہکر فرمایا کہ سیّد! کیا اُس قومی احسان کا بدلہ یہی تہا جو تو نے ادا کیا۔ اور ہان یہ تو بتا کہ اب تیرا وہ لاف و گزاف اور تکبر و غرور کہان گیا۔ سیّد سے جبکہ اُسنے اپنے تئین ایک بڑی رسی مین جکڑا ہوا دیکہا آپکے پہلے جملہ کو سن کر بجز اسکے اور کچہہ بن نہ آیا کہ گردن نیچی کرلی۔ لیکن جب دوسرا جملہ کان مین پڑا تو اُسکے دلمین ایک غیر معمولی حرکت پیدا ہوئی اور نہایت جوشیلی آواز مین بولا کہ مین نے اپنے کامیاب ہونے مین کسیطرح کی کوتاہی نہین کی۔ لیکن اِسے مین کیا کرون کہ آپ کا ہاتھ قبل اِسکے کہ مین اپنا وار کرون حرکت مین آیا اور ایک ایسا قوی صدمہ مجھے پہنچا جس سے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا پہر آپ ہی فرمائین کہ اِس مین میرا کیا قصور ہے۔

شیخصاحبنے اُسکی یہ بیہودہ اور فضول گفتگو سنکر فرمایا کہ بیشک تم سچ کہتے ہو اب مین تمہین پورا

موقع دیتا ہون کہ اپنی کامیابی مین کوشش و محنت کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھو اور جو کچھہ کرنا ہی کر گزرو
چنانچہ آپنے خادم کو اشارہ کیا کہ سید کے ہاتھ پاؤن کھولدیئے جائین اور اُسکی تلوار اُسے دیدیجائے
فوراً آپکے ارشاد کی تعمیل ہوئی۔ اور ناعاقبت اندیش سید تلوار لیکر محترم شیخ کے مقابلہ مین اُٹھہ کھڑا
ہُوا۔ ہر چند چاہا کہ حملہ کرے لیکن شیخ کا رعب اسدرجہ غالب ہُوا کہ اُسکا جسم سر سے پاؤن تک تھر تھر

رعب و ہیبت

کانپنے لگا اور بدن پر اسقدر لرزہ پڑا کہ حملہ کرنیکی جرأت نہ ہوئی۔ انجام کار اُسنے تلوار زمین پر پھینکدی اور
بیساختہ آپکے قدمون پر گر پڑا۔

اِس واقعہ سے شجاعت کے سوا آپکے قومی احسان و تفضلات سہلگیری اور استقلال کے عمدہ
نمونے ظاہر ہوتے ہین اور یہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ رعب و ہیبت جو شجاعت کیلئے لازمی ہین آپ مین
بطرز احسن پاتے جاتے تھے۔ پہر اس واقعہ کو اگر ناظرین لطیفہ سمجہین تو حقیقت مین ایک عمدہ اور نتیجہ
خیز مذاق ہی۔ لیکن اگر تاریخی لحاظ سے دیکھا جائے تو اس بات کی پوری تحقیق ہوتی ہی کہ واجب الاحترام
شیخ کی شجاعت۔ شہرت سے در گزر کر کے ضرب المثل کی حد تک پہنچ گئی تہی۔ اگرچہ کتب تواریخ اور عام
تذکرون مین بزرگ شیخ کی شجاعت کے افسانے جستہ جستہ مذکور ہین لیکن اس واقعہ کی نسبت مجھے یہ کہنا
بہت مشکل ہے کہ کس تاریخ مین اسکا ذکر ہوا ہے تاہم مین یقین کیساتھہ کہہ سکتا ہون کہ گو مورخان
نے اِسے ایک عام معمولی اور جزئی واقعہ سمجھکر نظرانداز کردیا ہے۔ لیکن اسکے واقعی اور محقق ہونے
مین کسیطرح کا شک نہین اور اسکے ثبوت مین مین صرف ایک مستند شہادت پیش کرنا کافی سمجھتا
ہون وہ یہ کہ جب جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے سامنے اس واقعہ کا ذکر ہُوا تو آپنے نہایت وثوق کے
ساتھ ارشاد کیا کہ یہ واقعہ میرا چشم دید ہے۔ اُسموقع پر مین خود موجود تہا اور اس خوفناک منظر کو اپنی
آنکھہ سے دیکھہ رہا تہا"۔ پس اس مستند اور فاضل کی واجب القبول عینی شہادت کے مقابلہ مین
ہمین ہرگز جائز نہین کہ واقعہ مذکورہ کے ثابت اور محقق ہونے مین کسیطرح کا شک و شبہ کرسکین۔

محترم شیخ کی تاریخ زندگی مین سب سے زیادہ جس چیز نے آپ کو تمام ہندوستان مین معروف و
مشہور کردیا ہے وہ بہی آپ کی شجاعت کے کارنامے اور بہادری کے افسانے ہین جنہین سے مین بعض
اُن واقعات کو بتفصیل بیان کر آیا ہون جنہین ناظرین کی دلچسپی کی بہت کچھہ سامان تھے اب مین
آپ کی استقامت اور قلبی قوت کا ایک واقعہ ذکر کرتا ہون جو علاوہ دلچسپی کے مذکورہ بالا عنوان سے

استقامت

کمال تعلق رکھتا ہے کیونکہ حقیقت مین قلبی قوت اور استقامت ہی بیت الشجاعۃ کا پہلا دروازہ ہے جسمین قدم رکھتے ہی ناظرین کو آپکی شجاعت کا اور بھی کافی اندازہ ہوجائیگا۔ اور معلوم ہوجائیگا کہ آپنے اِس صفت خاص مین وہ غیر معمولی ترقی کی جس سے آجتک صفحات تواریخ پر آپکا نام نامی ثبت ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی بیباکی اور قلبی قوت اس حد تک پہنچگئی تھی کہ ایک معرکہ جنگ مین عظیم الشان مقابلہ اور سخت خونریز محاربہ واقع ہوا۔ دونون لشکرون کے بیشمار اور انگنت آدمی قتل کیئے گئے اور کچھہ زخمی۔ لیکن انجام کار مسلمانون کو نمایان فتح نصیب ہوئی اور مقدس اسلام کے شاندار جھنڈے ہوا مین اُڑنے لگے۔ جب مسلمانون کا جنرل جسکی زیر کمان یہ فاتح لشکر موجود تھا۔ اپنی مقام پر پہنچا تو رات کیوقت حسب دستور تمام فوجی افسر دربار مین حاضر ہوئے۔ مقتولون کی تعداد مین گفتگو کا سلسلہ چھڑ گیا اور یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے مناظرہ کی حد تک پہنچا ہر شخص مقتولون کی ایک تعداد قائم کرتا تھا۔ اور دوسرے کیطرفسے فوراً اُسکی تردید ہوتی تھی۔ شدہ شدہ جب آپکی نوبت آئی تو فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جانبین سے پانچ کم دوسو یا پانچ اوپر دوسو آدمی قتل کیئے گئے ہین اور جو لوگ شکست کھاکر بھاگے ہین اُنکی بابت مین کوئی کافی معیار اور صحیح رائے قائم نہین کرسکتا۔

ذہانت وحافظہ

حاضرین نے جب آپ کا یہ عاقلانہ حیرت انگیز فیصلہ سُنا تو سخت استبعاد و استعجاب کیا اور متحیر انگیز صورت مین شیخ کے چہرہ کو تکنے لگے۔ لیکن تاہم کسیکو یہ مجال نتھی کہ آپکے قول کی تکذیب کرتا۔ اور ہان نا کا کوئی جواب دیتا۔ اس تحیر اور بیجا سکوت نے محترم شیخ کو آشفتہ کیا اور آپ کسیقدر برہمی سے کہنے لگے کہ تم لوگ اسقدر متعجب کیون ہوتے ہو مین نے کوئی بات نفس الامر کے خلاف نہین کہی ہے یا اور بات ہی کہ تم اُسے واقع کے مطابق نہ سمجھو۔ حاضرین نے اگرچہ اپنی متذبذب حالت کے درست کرنے مین بہت کچھہ کوشش کی مگر بدقسمتی سے وہ اسمین ناکام رہے۔ تاہم بلجاجت یون عرض کرنے لگے۔ مخدوم و محترم شیخصاحب! ہم اعتراضاً متعجب و متحیر نہین ہوئے بلکہ ہمین اس واقعہ سے کما حقہ واقفیت نہین ہے ورنہ ہم آپ کی ہر بات قابل تسلیم سمجھتے اور اُسے وقعت کی نگاہون سے دیکھتے ہین۔

حاضرین دربار یہ سب کچھہ کہہ رہے تھے لیکن حقیقت مین اُنہین واجب الاعتصام شیخ کی اس

بات مین بہت بڑا شک اور سخت تردد تہا۔ آپ اُنکے اس تذبذب کو فوراً تاڑ گئے اور چاہا کہ سب کو حقیقت حال پر مطلع کرین۔ چنانچہ آپ اُس مجلس سے ایسی ہیئت پر اُٹھے جیسے کوئی شخص قضاء حاجت کیلئے اُٹھتا ہی رات نہایت اندہیری اور تیرہ و تاریک تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ سُجہائی دیتا تہا نہ رستہ کا پتہ و نشان معلوم ہوتا تہا۔ آس پاس کے گانون والون نے کبہی کے چراغ گل کر دیئے تھے۔ چارون طرف سے کالی کالی گھنگھور گھٹائین اُمڈی چلی آرہی تہین بجلی کی کڑک سے سارا جنگل گونج رہا تہا۔ گاہے گاہے یا دھر اُدھر کے تیز جھونکے آبادی کا نشان دیتے تھے ورنہ اندہیرے کی سیاہ چادر سے یہ معلوم ہوتا تہا کہ یہان تک عالم خاموشی اور سنسانی حکومت کر رہی ہی۔ ایسی خطرناک حالت مین شیخ ہی کا کام تہا کہ تلوار کا قبضہ ہاتھ مین پکڑکر بیجہا یا معرکہ مین تشریف لیگئے۔

اِسوقت معرکہ جنگ اور بھی پُر خوف اور زیادہ خطرناک تہا کہین کہین سے زخمیون کی جگر خراش آوازین اور جانگداز صدائین سنائی دیتی تہین۔ یا اِدہر اُدہر سر و کچھ ڈہیر پڑے ہوئے معلوم ہوتے تھے بے سر لاشون کے تودے لگے ہوئے تھے اور جسطرح مینہ سے زمین بہیگ جاتی ہی اسیطرح بہادرون اور جانبازون کے خون سے زمین بہیگی ہوئی نظر آتی تھی۔ یہ سب کچھ تہا لیکن دل چلے اور نڈر شیخ کے دلپر اِس حسرتناک منظر کا کچھ بھی اثر نہ پڑتا تہا۔ آپنے نہایت احتیاط اور اطمینان کیساتھ مقتولون کو گننا شروع کیا۔ اِسی اثنا مین آپ کا ہاتھ ایک ایسی گھائل نعش پر پڑا جسمین ہنوز کچھ جان باقی تھی ہاتھ پڑتے ہی اُسنے ایک نہایت دہشتناک چیخ ماری ممکن تہا کہ شیخ اِس ہولناک چیخ سے دہشت مین آجاتے۔ لیکن تعجب اور تعجب کیساتھ حیرت ہی کہ کچھ تذبذب آپ مین دخیل نہین ہوا۔ آپنے اُسکی تسکین کی اور اپنا نام بتاکر اور لاشون کی پڑتال شروع کی۔ اِسی اثنا مین آپ کا خیال اِسطرف دوڑا کہ معرکہ جنگ کے علاوہ کچھ مقاتلہ گانون کے عین وسط مین بھی ہوا تہا وہان بہی چلکر مقتولونکی نعشین ٹٹولنی چاہئین چنانچہ آپ میدان جنگ کی نعش شماری سے فارغ ہوکر گانون مین پہنچے اور جہان جہان احتمال تہا انتہا سے زیادہ مقتولون کا تجسس کیا آپ ایک ایک لاش پر ہاتھ رکھتے اور گنتے جاتے تھے کہ دفعتہً اُنکا ہاتھ ایک بُڑھیا عورت سے چھو گیا جو لڑائی کیوقت ایک گوشہ مین چھپ کر بیٹھ گئی تھی اُسنے بہی ایک نہایت خوفناک چیخ ماری اور غل مچاکر امن و پناہ کی استدعا کی۔ آپنے اُسکی بھی تسلی کی اور مزید اطمینان کیلئے آپنے اپنے نام نامی سے آگاہ کیا۔

یہ سخت تعجب بلکہ ایک گونہ خرق عادت بات ہی کہ مقتولون کی تعداد ٹہیک ٹہیک ظاہر ہوئی جو شیخصاحب کا معیار تہا۔ آپنے نہایت جوش مسرت کیساتھ لشکر کیطرف مراجعت فرمائی۔ اور مجلس کو اسی ہیئت پر پایا جسپر آپ چہوڑکر معرکہ کیطرف تشریف لیگئے تھے۔ حسب قاعدہ مجلس مین جا بیٹھے اور جب لوگون کو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو معرکہ مین جانے اور مقتولون کی نعشین شمار کرنے اور اُن دونون شخصون سے ملاقات کرنے کا سارا قصہ بتفصیل بیان کیا۔ اب حاضرین کا استعجاب اور بھی زیادہ ہوا اور وہ پہلے سے بہی کسیقدر زائد حیرت زدہ ہوگئے۔ سب سے زیادہ خونریز کو آپ کی اس قلبی قوت اور حیرت افزا استقامت پر تعجب تہا۔ اُسنے فورًا حکم دیا کہ سو بہادر سوار مشعلین لیکر معرکہ مین جائین اور تمام مقتولون کا شمار کرکے اُن دونون شخصونکو ہمراہ لے آئین۔ سوارون کی یہ جماعت اگرچہ اپنی بے دہڑک شجاعت اور بیخوف دلیری مین بیمثل تہی لیکن اس خطرناک وقت اور پرخوف مقام کی ہیبت سے معرکہ مین جاتے ہوے ہچکچائی اور خوف کے مارے سر سے پاؤن تک تہرتہر کانپنے لگی۔ امیر نے جب ان لوگون کی یہ حالت دیکھی تو ایک تند اور غضبناک لہجہ مین بولا۔ ہان ہان ابھی جاؤ اور اس سربستہ راز کی مجھے جلد اطلاع دو۔ اور اس طلسم کی پردہ کشائی کرو۔ اس درشت حکم نے اُنکے رہے سہے ہوش و حواس بہی گم کردیئے۔ اور اب بجز اُسکے ارشاد کی تعمیل کے اور کچہہ نہو سکا۔ معرکہ مین جاکر مقتولون کا شمار کیا اور اُن دونون شخصونکو ساتھ لے آئے۔ مقتولون کی تعداد نے شیخ کی رائے سے موافقت کی اور اُن دونون شخصون نے آپکے نام سے امیر کو اطلاع دی۔

قصہ مختصر محترم شیخ کی شجاعت و استقامت اور قلبی قوت کے حالات و واقعات اسقدر وسیع اور غیر محدود ہین جنکے ذکر کرنے کی ہم اپنے اس مختصر تذکرہ مین گنجایش نہین دیکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقام پر بطور مشتے نمونہ از خروارے بہت تہوڑے وقائع لکھکر اس عنوان کو ختم کرنا مناسب خیال کرتے ہین القليل ينبئي عن الكثير والغرفة يحكي عن البحر الكبير ورنہ خاصکر آپکی بے مثال جرأت اور سچی شجاعت کے اسقدر واقعات ہین کہ اگر فیصدی دس کا بہی انتخاب کیا جاوے تو بہی ہمارا تذکرہ اُنکے لیئے ناکافی ہو تاہم ناظرین کی دلچسپی کیلیے چند روایتین اوپر نقل کر آئے ہین جنسے آپکی شجاعانہ کوششین بخوبی ظاہر ہوتی ہین۔ لیکن اس بات کو ہم ڈنکے کی چوٹ کہین گے کہ شیخ کے پولٹیکل معاملات کی نسبت ہمین ایک واقعہ بہی لکھنا بہت مشکل ہے کیونکہ مورخین نے اُنہین عام اور جزئی واقعات خیال کرکے بالکل نظرانداز

کر دیا ہی اسلیئے ہمین امید ہے کہ ناظرین اسبات کا الزام دینے سے ضرور اغماض کرینگے۔ کہ ہمنے کوئی پولیٹکل واقعہ شیخ کی سوانح عمری مین ذکر نہین کیا۔

شیخ کے عام اخلاق وعادات

اخلاق وعادات

شیخ کے سپاہیانہ واقعات کو چھوڑکر اب ہم آپکے عام اخلاق وعادات پر نظر ڈالتے ہین کیونکہ انسان کی تاریخی زندگی مین یہی ایک ایسا دلکش مرقع ہے جسمین مختلف شکل وشمائل کی تصویرین دکھائی دیتی ہین۔ نہایت تعجب ہے دیکھا جاتا ہی کہ وہی شیخ جنکے پرزور ہاتھہ مین ابھی ابھی تلوار کا قبضہ تھا اب علمی جلسون مین فضیلت کی کرسی کو زینت دے رہے ہین۔ وہی شیخ جو کل معرکہ آرائیون مین داد شجاعت دے رہے تھے اور بیمثل جرأت کے حیرتناک نمونے دکھا رہے تھے آج علمی مذاق کی نہرون مین بڑی خوبی سے غوطے لگا رہے ہین۔ کبھی آپ کا روئے سخن علماء وفضلا کیطرف دکھائی دیتا ہی جسمین علمی باریکیان بیان کیجاتی ہین۔ کبھی درویشون اور پیروان طریقت کیطرف متوجہ معلوم ہوتے ہین جسمین کشف ومراقبہ کے عام مباحث ذکر کیئے جاتے ہین۔ علماء فضلا مشائخ وسالکین کا مجمع در دولت پر لگا ہوا ہے اور سب مرادون اور کامیابیون سے گودیان بھر بھر کر جا رہے ہین۔ مین اس عنوان مین جسقدر آپکے اخلاق وعادات اور عام خوبیون کی تعریف کرونگا وہ حقیقت مین آپکے اصلی واقعات ہونگے جن مین شاعرانہ استعارہ ہوگا نہ تکلف وبناوٹ کا دخل۔

علم وفضل

شیخ وجیہ الدین صاحب علاوہ حسن صورت اور شجاعت وبہادری کے علم وفضل مین خاص امتیاز رکھتے تھے اور جسطرح ظاہری علم مین عدیم المثال سمجھے جاتے تھے۔ اسیطرح علم باطن مین ضرب المثل تھے آپکے ضمیری اور روحانی جوہر اپنے مین ممتاز زینت کی گہری قدر رکھتے تھے اور ربانی اسرار اور الہامی نکات آپ مین کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے اور یہ ایک ایسی خصوصیت آپ کو حاصل تھی جسکی وجہ سے اُسوقت کی تمام اسلامی سوسائیٹیون اور علمی مجلسون مین آپ کی بیحد عزت کیجاتی تھی۔ اور قطع نظر اس خصوصیت کے آپکی تواضع۔ علمی قدردانی۔ انشا پردازی شیرین کلامی فصاحت وبلاغت کا جادو ہر شخص پر اپنا پورا اثر ڈال چکا تھا۔ اِسلیئے ہر موقع ومحل یہان تک کہ شہر کی گلی کوچون مین آپ کی خداداد قابلیت کی بڑے زور وشور سے داد دیجاتی تھی۔

مورخین نے شیخ کی قابلیت پر جو مختصر ریمارک کیے ہیں اُنکے متفقہ الفاظ یہ ہین کہ اُس جلیل القدر اور عظیم الشان خاندان مین جو سب سے زیادہ قابل فخر اور خاندانی اعزاز کے بقا اور دوام کا باعث ہے وہ شیخ وجیہ الدین صاحب کا وجود باجود ہے۔ تمام خاندان مین آپسے زیادہ کوئی شخص نیک نفس عالی دماغ حوصلہ مند دقیق النظر، بردبار، خوش اخلاق، صائب رائے، شجاع، فصیح و بلیغ، عقیل و فیاض نہین ہُوا۔ باوجود امیرانہ شان و شوکت کے آپکے مزاج مین انتہا سے زیادہ عجز و انکسار تھا۔ آپکا طرز معاشرت بالکل سادہ اور تکلف و بناوٹ سے کوسون دور تھا۔ آپ علمی جلسون اور اسلامی انجمنون مین نہایت سادگی کیساتھ شریک ہوتے۔ درویشون اور مشائخون سے ملاقات کرتے۔ اُنکے مکان پر پاپیادہ جاتے۔ علما و فضلا کی عظمت کرنے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے۔ بیمارونکی عیادت کرتے محتاجون مسکینون کی بہرحالت رعایت رکھتے سب سے بڑی قابل تعریف اور خوبی کی بات یہ تھی کہ اگر بمقتضائے بشریت کسی معاملہ مین آپسے غلطی ہوجاتی اور اُسپر کوئی متنبہ کرتا یا احیاناً نصیحتاً کوئی بات کہتا تو آپ اُسے نہایت مشکوری کیساتھ فوراً قبول کرلیتے۔ اور اگر وہ نیک صلاح ہوتی تو نہایت مستعدی اور آمادگی کیساتھ عمل مین لاتے۔ غرضکہ یہ تمام باتین اِس قسم کی تھین جنھونے شیخ کو تمام ہندوستان مین مشہور کردیا تھا اور جن کی وجہ سے آپکے پُر فخر اور قابل قدر و منزلت واقعات سے صفحات تاریخ کو اب تک زینت ہے بلکہ امید ہے کہ تاریخی روشنی ہمیشہ تک آپ پر تابان اور درخشان رہیگی۔

الحاصل شیخ کے ان واقعی اخلاق و عادات سے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ آپ کیا بلحاظ شہرت عام اور کیا بلحاظ دیگر فضائل و خصائل جامع جمیع کمالات اور حاوی حسنات و خیرات تھے۔ اور جب آپ کی شجاعت و دلیری کے کارنامے بھی ان عام اوصاف کیساتھ پیش نظر کیے جائینگے تو صاف معلوم ہوجائیگا کہ بزرگ شیخ نامداران اسلام کی تاریخ مین بلحاظ عام مقولہ الولد سر لابیہ کے اپنے والد بزرگوار جناب شیخ معظم اور جد امجد جناب شیخ منصور کے پورے فوٹو تھے بلکہ سچ پوچھیے تو اُنکے بقائے دوام اور شہرت عام کے باعث آپ ہی تھے۔ اس خاندان کے سلسلہ نسب مین ہم شیخ معظم کی اولاد کے نام لکھ آئے ہین لیکن اُن مین جسے سب سے زیادہ تاریخی شہرت اور عام مقبولیت حاصل ہے وہ شیخ وجیہ الدین ہمارے اِس عنوان کے ہیرو ہی ہین۔ گو شیخ جمال اور شیخ فیروز آپکے دو بھائی بھی علم و فضل اور خاص اوصاف کیساتھ موصوف تھے لیکن آپ کی مقامی شہرت کے مقابلہ مین پاسنگ بھی نہ تھے۔ اِسلیے ہمین اِس کہنے کی جرأت ہوسکتی ہے

کہ اس خاندان کے تمام موجودہ گروہ مین آپ ہی ایک ایسے واجب الاحترام اور معزز شخص تھے جنہین خاندان کا چشم و چراغ کہا جائے تو بیجا نہو گا۔

شیخ کا کلام الٰہی سے عشق

شیخ کے حالات زندگی مین جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کلام ربانی کے ساتھ انتہا سے زیادہ عشق رکھتے تھے اور مقدس کلام الٰہی کو سفر حضر مین ہمیشہ تعویذ بازو بنائے رہتے تھے۔ چنانچہ جناب شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہین کہ "میرے والد محترم کا عام دستور تھا کہ ہر شبانہ روز قرآن مجید کے دو سیپارے تلاوت کیا کرتے تھے لیکن یہ تلاوت سرسری اور طوطے کیطرح نہوتی تھی بلکہ وہ ربانی نکات اور الہامی غوامض کی رعایت کیساتھ ہوتی تھی وہ الہامی اسرار جو قرآن مقدس کے لفظ لفظ مین کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہین۔ اثنا تلاوت مین آپ پر منکشف ہوتے اور ہر ہر لفظ کا آپکی طبیعت پر ایسا زبردست اثر پڑتا تھا کہ بعض اوقات بے اختیار رونے لگتے تھے۔ غرضکہ آپ مین مقاصد ربانی کے سمجھنے اور اُنسے مؤثر ہونیکی پوری قوت تھی اور جو کچھ ہمکو اس سے فائدہ حاصل ہوا وہ کسیطرح معرض تحریر مین نہین آسکتا یہی وجہ تھی کہ آپکو قرآن مجید سے کمال عشق ہو گیا تھا اور آپکو سفر حضر خوشی رنج مین کبھی دو سیپارے پڑھے بدون چین ہی نہین پڑتا تھا جب آپ معمر ہوئے اور بصارت مین کچھ ضعف آگیا تو ایک جلی قلم قرآن اپنی تلاوت کیلئے پسند کیا اور سفر مین کسیوقت اپنی جان سے جدا نہین کیا۔

شیخ کا ازدواج اولاد

شیخ وجیہ الدین صاحب نے شیخ رفیع الدین محمد ابن قطب العالم بن شیخ عبد العزیز کی عصمت مآب اور پاکدامن دختر سے نکاح کیا اور اُسکے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے۔ شیخ ابو الرضا محمد۔ شیخ عبد الرحیم شیخ عبد الحکیم۔ باستثنائے شیخ عبد الحکیم کے باقی دونون حضرات کے مفصل و بسیط حالات چونکہ ناظرین کو آگے چلکر ملین گے۔ لہذا اسموقع پر مختصراً اسقدر عرض کرنا مناسب ہے کہ شیخ وجیہ الدین صاحب کو جسقدر محبت شیخ عبد الرحیم صاحب سے تھی اُسقدر اور فرزندون سے نہ تھی یہی وجہ تھی کہ سفر و حضر کے اکثر موقعون مین آپکی ہمراہی کا شیخ عبد الرحیم ہی کو اعزاز حاصل تھا۔ اور چونکہ آپکی آغوش محبت اور سایۂ عاطفت مین شیخ عبد الرحیم ہی نے بچپن سے پرورش پائی تھی اسلیئے آپکو اُن ہی سے کمال محبت تھی اور اُس عالمگیر شہرت کا باعث جو شیخ عبد الرحیم کو اسوقت تک حاصل ہے غالباً یہی محبت ہے۔

فضل و کمال کے لحاظ سے شیخ ابو الرضا محمد جس رتبے کے شخص تھے گو اُسکی نظیر بمشکل ملسکتی ہے لیکن نشر علوم اور مفید فنون کی اشاعت کے اعتبار سے جو خصوصیت اور تاریخی شہرت جناب شیخ عبد الرحیم کو

حاصل ہوئی انہین شیخ ابو الرضا محمد دوسرے درجہ مین جگہ رکھتے ہین جنسے سب سے پہلے دہلی مین بیت العلوم
کی عمارت کا نقشہ بنایا اور اُسکے در و دیوار کو علوم و فنون کے ہر قسم سے سجایا ازان بعد طالب علمون کی گویان
علمی برکتون سے لبریز کین وہ شیخ عبد الرحیم صاحب ہین جنکے حلقہ درس مین مختلف ملک و دیار کے ذہین طلبہ نے
زانوے ادب تہ کیے اور علم ادب دینیات منقول معقول حساب ہیئت علم اللسان فلسفہ حکمت مناظرہ
کلام علم الرجال وغیرہ علوم کی تکمیل مین مصروف ہوے وہ شیخ عبد الرحیم ہین مگر تاہم ہمین اس بات کا اعتراف ہے
کہ شیخ ابو الرضا محمد خود ایک جلیل القدر فاضل تھے اور بلند ہمتی کیساتھ مختلف علوم سے خاص دلچسپی رکھتے
تھے۔ حدیث و فقہ اور تفسیر قرآن جسکی اہل اسلام کے تمام طبقون مین عزت کیجاتی ہے ان علوم مین آپکو
ایسا کمال تھا جسے ماہرین فن اب تک تسلیم کرتے ہین اسکے علاوہ آپکے رسمی علوم و فنون بالخصوص علم
ادب کا کمال بھی بڑے بڑے ادیبونکو تسلیم ہے مختصر یہ کہ شیخ ابو الرضا محمد کی ہمہ دانی نہایت حیرت انگیز
ہے۔ آپ فقہ حدیث تفسیر طب ادب شاعری کلام اور سب سے بڑھکر علم تصوف مین مجتہدین فن کے
درجہ مین شمار کیے جاتے تھے۔ اگرچہ آپ جامع علوم تھے لیکن جسقدر تصوف اور ادب سے دلچسپی تھی اُسقدر
دوسرے علوم و فنون سے کم تھی جیسا کہ آگے چلکر آپکی لائف مین ان تمام باتون کا ذکر ہوگا۔

اب مین صرف ان الفاظ پر اس عنوان کو ختم کرتا ہون کہ جب جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کو تمام
علوم و فنون مین مہارت کامل حاصل ہوگئی اور آپ زمانہ کے سرد و گرم سے خوب واقف ہو چکے تو ایک
با خدا ولی کی ولایت کے شواہد مشاہدہ کرکے اُس سے بیعت کی اور اشغال صوفیہ مین مستغرق و محو
ہوگئے۔ لوگون سے زیادہ ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ خاموشی اور کم گوئی کی عادت ڈالی اور گوشہ نشینی مین
زندگی بسر کرنی پسند کی غرضکہ چند روز مین آپنے اسمین وہ کمال پیدا کر دیا جسکی نظیر اُس زمانہ کے صوفیون
مین پائی نہ جاتی تھی وھذا فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

شیخ کی شہادت اور باب کا خاتمہ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق	ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

شیخ کی شہادت

شیخ وجیہ الدین صاحب کے سوانح عمری مین جو باتین ہم نقل کر آئے ہین وہ آپکے حالات زندگی کا ایک مختصر سا
خاکہ ہے لیکن سب سے زیادہ اہم اور مہتم بالشان آپکی شہادت کا افسوسناک واقعہ ہے جسے مین مختصراً بیان

کرتا ہون مگر مجھے افسوس ہو کہ اب مین اپنے قلم سے ایک ایسے بے مثل بہادر ایسے لاثانی شجاع آیتے قابل
اور فخر روزگار کے دنیا سے اُٹھ جانے کا واقعہ لکہہ رہا ہون جسکی شریف اور مقدس ذات حقیقت مین آئینۂ
تمام کامیابیون کا ایک مختصر دیباچہ اور دینی و دنیوی ترقیون کا پورا فوٹو تہی اور جسکی شجاعت و بہادری
پر ہندوستان کو انتہا سے زیادہ فخر و ناز تہا۔ بیشک شیخ وجیہ الدین صاحب کا دنیا کو یون خدا حافظ کہنا
اور عزیز و اقارب سے یک لخت مُنہ موڑ لینا ایک ایسا جانگداز حادثہ اور جگر خراش صدمہ ہو جسپر پتہر کا دل بہی
آنسو ڈالے بدون نہین رہ سکتا لیکن تاہم ہمین خوش ہونا چاہیئے کہ گو دنیا سے شیخصاحب کا اثر زائل ہوگیا
ہو مگر اُنکا نام نامی ابتک خیر و خوبی کیساتھ باقی ہے اور قیامت تک دایم و قایم رہیگا اگرچہ لوگونکی نظرون
سے اُنکا وجود باجود غایب ہوگیا ہو لیکن ابدالآباد تک اُنکا ذکر بلند رہیگا۔ وہ موت بہت ہی مبارک ہے
جسکی وجہ سے ہمیشہ کی زندگی انسان کو نصیب ہوتی ہو اور وہ انسان نہایت خوش قسمت ہو جسکے لیے اقبال
کی یاوری سے وہ سامان پیدا ہوجاتے ہین جنسے اُسے بقائے دوام اور شہرت عام حاصل ہو۔ ہم شیخصاحب
کی اس مبارک موت سے خوش ہین جسنے آپکو ابدی زندگی اور اُسکے ساتھ خدائی رضامندی کا معزز و محترم تمغہ
حاصل کرایا اور خداوند عالم سے دست بدعا ہین کہ ہمین اور تمام مسلمانون کو یہی موت نصیب ہو آمین

	یَا رَبِّ لَا تَسْلُبْنِیْ حُبَّہَا اَبَدًا		وَیَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنَا	

شیخ کی شب بیداری

شیخ عبد الرحیم صاحب کا بیان ہو کہ میرے بزرگوار والد صائم النہار اور قایم اللیل تھے ہمیشہ رات کو تہجد کی
نماز کیلئے اُٹہا کرتے تھے اور اکثر ایسا ہوتا تہا کہ تمام شب تہجد گزاری مین بسر کرتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ
آپ تہجد گزاری مین مصروف تھے اور مین بہی اُسوقت آپکے پاس حاضر تہا آپکے ایک سجدہ نے اسقدر طول کہینچا
کہ مجھے یقین ہوگیا کہ آپ کی مقدس روح عنصری جسم سے مفارقت کرگئی مین حیران تہا کہ اب کیا کرون اور کسکو
اس واقعہ کی اطلاع دون۔ اُسوقت طرح طرح کے خیالات کا میرے دل پر ہجوم تہا اور اُنکا سلسلہ آناً فاناً بڑہتا
چلا جاتا تہا۔ غرضکہ کوئی بات میری سمجھ مین نہ آتی تہی اور مین دل ہی دل مین کہہ رہا تہا کہ الٰہی یہ کیا معاملہ
ہو۔ اینچہ می بینم بہ بیداری ست یارب یا بخواب۔ اتنے مین آپکو ہوش ہوا اور آپ نہایت بشاش سجدہ سے
اُٹھے جب مین نے اُس سجدے کی طوالت کا سبب دریافت کیا تو فرمایا مجھے سجدہ مین غیبت واقع ہوئی اور
اسی حالت مین شہیدون کے احوال پر مطلع ہوا۔ جب مین نے اُنکے اعلے درجات اور قدر و منزلت کو

شہادت کیلیے دعا

اپنی آنکھوں سے دیکھا تو میرے دل مین ایک بے اختیارانہ جوش پیدا ہوا اور مین نے جناب الٰہی مین نہایت عاجزی کے ساتھ

شہادت کی درخواست پیش کی۔ اور یہان تک اصرار و الحاح کیا کہ میری التماس نے آخرکار قبولیت کا جامہ پہنا اور منکشف ہوا کہ دکن کیجانب جانا چاہیئے کیونکہ شہادت کا اعزاز وہان پہنچکر حاصل ہو سکتا ہی۔ مین الد بزرگوار کی زبانی یہ الفاظ سُن رہا تہا اور زار زار رو رہا تہا اور اُسوقت میرا بُرا حال تہا۔ آپ نہایت خوش آیندہ تبسم کیساتھ مجھے تسلی دیتے اور میری آنکھون سے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔

شیخ کا دکن کیطرف سفر کرنا

الغرض اس واقعہ کے بعد آپنے سفر کی تیاریان کردین اور باوجودیکہ آپ شاہی منصب کو مدت سے خدا حافظ کہہ چکے تھے۔ اور اُس سے آپکو پہلے ہی سے دلی نفرت پیدا ہو چکی تہی۔ لیکن اِسوقت شہادت کا شوق اِس درجہ دامنگیر تہا کہ پھر از سرِ نو اسباب سفر و جنگ فراہم کرنے مین مشغول ہو گئے نہایت عمدہ گھوڑی خریدی اور جن ہتیارونکی کمی تہی ضرورتًا شاہی اسلحہ خانہ سے لیئے۔ اور دکن کیجانب شادان و فرحان متوجہ ہوئے۔ اِسوقت آپ کا خیال تہا کہ شاید راجہ سیوا سے جو اُس زمانہ مین دکن کا حکمران تہا اور وارث تخت و تاج خیال کیا جاتا تہا۔ اور جسکی طرف سے قاضی اسلام کی نسبت سخت سخت بیجر ستیان ظہور مین آئی تہین مجھے جنگ کرنے اور قاضی وقت کا اُس سے انتقام لینے کا اشارہ ہوا ہے۔ چنانچہ اس خیال سے آپ آگے بڑھے چلے گئے۔ لیکن جب برہان پور مین پہنچے تو آپ پر منکشف ہوا کہ تم اپنی شہادت کا مقام بہت پیچھے چھوڑ آئے ہو۔ آپ فورًا اُسطرف پلٹے اور جن قدمون گئے تھے اُنہین قدمون مراجعت فرمائی۔

ایک قافلہ سے ملاقات و صحبت

اثنائے راہ مین تاجرونکے ایک قافلہ سے ملاقات ہوئی جو صلاح و تقویٰ کیساتھ متصف تہا اور جو آپکی صحبت مین رہنا غنیمت سمجھتا تہا آپنے بڑی خوشی کیساتھ اِن سچے اور پاک نفس مسلمانون کو اپنی صحبت کیلئے پسند کیا۔ اور سب نے ملکر قصبہ ہنڈیا سے عبور کرکے ہندوستان مین آنا چاہا۔ ایکدن کا ذکر ہے کہ اثنائے سفر مین ایک نہایت بوڑھا اور مسن شخص آپکے سامنے آیا جو ضعیفی اور کم طاقتی کے سبب سے قدم قدم پر ٹھوکر کہاتا تہا اور حالت رفتار مین اُسکے پاؤن برابر ڈگمگاتے تھے۔ آپنے اُسکے حال زار پر بکمال مہربانی فرمائی اور ہمدردی کے لہجہ مین اُسکا مقصد دریافت کیا۔ بڈھے نے تھرتھراتی ہوئی آواز مین بلجاجت عرض کیا کہ مین دہلی جانا چاہتا ہون اگر آپ اپنے خدمتگارون مین مجھے جگہ دین اور امن و امان کیساتھ دہلی پہنچا دین تو زندگی بھر ممنون منت رہونگا۔ بزرگ شیخ نے بڈھے کی تشفی کی اور اپنے ایک ملازم سے ارشاد کیا کہ اس ضعیف کو ہر روز تین پیسے یا دو وقت کی خوراک دیدیا کرو۔ چنانچہ ملازم نے آپکے ارشاد کے بموجب اُسے کہانا دیا اور نہایت حفاظت سے اپنے پاس رکھا۔

بدمعاش بڈھا

حقیقت مین یہ بدمعاش بڈھا رہزنون کا جاسوس تھا جو تاجرونکے قافلہ مین اسغرض سے آشامل ہوا تھا کہ فرصت کا موقع پاکر رہزنون کو خبر دے اور وہ عین غفلت مین غافل تاجرون پر لوٹ پڑین لیکن افسوس اُس غدار و بیوفا کی یہ ہیوکا دہی کسی پر ظاہر نہین ہوئی اور سبنے ایک غریب مسافر سمجھکر اُسکی مہمان نوازی مین بڑی فیاضی برتی۔ جب اس مختصر سی جماعت کا قیام سرائے نوبہر یا مین ہوا تو جاسوس نے رہزنون کو اطلاع دی۔ کچھ یون ہی سا دن چڑہا تھا کہ رہزنونکی ایک کثیر جماعت ہتیار ونسے آراستہ سرائے مین آ دہمکی۔ جناب شیخ صاحب ہنوز تلاوت قرآن مین مشغول تھے اور کلام الٰہی کے مؤثر الفاظ سے دلچسپی لے رہے تھے آپ ربانی نکات کے تتبع مین اسدرجہ محو تھے کہ اس قیامت زا حادثہ کی مطلق خبر نہ تھی اتنے مین دو تین شخص رہزنون کی جماعت سے علیحدہ ہوکر آپکے پاس آئے اور کہنے لگے شیخ وجیہ الدین کسکا نام ہے اور وہ کون شخص ہے فرمایا یہ نام تو میرا ہی ہے۔ کہا ہمین معلوم ہے کہ آپکے پاس کچھہ مال و اسباب نہین ہے نیز ہماری جماعت مین کا ایک شخص آپکا نمکخوار بھی ہے اس لیئے گزارش ہے کہ آپ ان لوگونسے علیحدہ ہوجائین ہمین آپ سے کسی قسم کا تعرض نہین اور نہ ہمین یہ منظور ہے کہ آپکو کوئی تکلیف پہنچے۔ کیونکہ ہم اس قافلہ کو لوٹنے کی غرض سے آئے ہین اور تا بہ امکان یہ لوگ ہمارے ہاتھہ سے جانبر نہین

رہزنون کا قافلے کو لوٹنے کیغرض سے آنا

ہونگے آپنے رہزنون کا یہ منشا سمجھکر قرآن مجید کو غلاف کیا اور اُنسے مخاطب ہوکر فرمایا یہ تم کیا کہہ رہے ہو یہ ممکن نہین کہ میں اپنے بھائیونکی رفاقت چھوڑکر علیحدگی اختیار کرون اور انہین مصیبت مین مبتلا دیکھکر خاموش رہون۔ یہ کہکر آپنے ہتیار اُٹھا لیئے اور ایک نہایت عاجلانہ حرکت کیساتھ سب سے پہلے آپہی انکے مقابلہ کیلیے میدان مین پہنچے

صبح کا وقت ہے قریباً آٹھہ گھنٹے بج چکے ہین آفتاب کی تیز اور چمکیلی شعاعین غلیظ ابر سے چھپی ہوئی ہین۔ رہزنون کی کثیر جماعت بڑی چیرہ دستی اور خونخواری کیساتھہ پرا جمائے کھڑی ہے انکے چہرے نہایت بشاش اور تر و تازہ ہین اور ایک مٹھی بھر آدمیون سے مقابلہ کرنا کوئی بات ہی نہین سمجھتے شیخ صاحب اپنے مصیبت زدہ رفیقون کو ساتھہ لیئے ہوئے خدا کے نام پر جان دینے کیلئے بالکل آمادہ و تیار ہین۔ اگرچہ آپ اپنے ساتھیون کی بے سر و سامانی اور انکی مصیبت کا خیال کرکے کسیقدر افسردہ ہین لیکن شہادت کا انتہا سے زیادہ شوق آپکے قوی دل اور مرد میدان ہونیکو ثابت کر رہا ہے۔ تلوار کا قبضہ ہاتھہ مین ہے اور تسلی آمیز لہجہ مین اپنے ساتھیونکی دلجوئی مین مصروف ہین آپ چاہتے ہین کہ بیدین رہزنون پر تنہا ٹوٹ پڑین لیکن اپنے رفیقونکے مصیبت مین مبتلا ہونے سے ڈرتے ہین اور پھر اپنے ارادہ کو آیندہ وقت کیلئے اُٹھا رکھتے ہین۔ اسوقت آپکو یقین ہوگیا تھا کہ میرا خون اسی سرزمین پر گرایا جائیگا۔ اور مرتبہ شہادت کا اعزاز ہمین حاصل ہوگا اور یہی ایک یقین تھا جو ایسے نازک و خطرناک موقع

شیخ کا رہزنون سے مقابلہ

پر آپکو بہت کچھہ شادان و فرحان بنا رہا تہا اتنے مین جنگ چہڑ گئی اور جانبین سے تیر و تلوار کے وار ہونے لگے ۔ بہادر شیخ جنکے قدم قدم پر شہادت کا شوق بہڑک رہا تہا بپھرے ہوئے شیر کیطرح بڑی بیتابی کیساتھ رہزنون پر جہپٹ پڑے اور آپ کو بالکل خبر نہین رہی کہ مین کہا ہون اور کس جم غفیر پر حملہ کر رہا ہون رہزن چارون طرف سے سمٹ سمٹا کر اس شیر دل بہادر پر ٹوٹ پڑے اور سب نے نرغہ مین کر لیا ۔ آپکے جسم مبارک پر بائیس زخم کاری لگے اور آخری زخم مین سر جسم سے علیحدہ ہو گیا ۔ لیکن اسپر بھی آپنے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے پچاس قدم تک کفار کا تعاقب کیا ۔ اسی اثنا مین ایک عورت آپکے سامنے آگئی اور آپکا یہ حال دیکھکر تعجب و تعجب کیا سخت حیرت زدہ ہوئی آپ اُسیمقام پر ٹھنڈے ہو کر گر پڑے اور وہین مدفون ہوئے ۔

شیخ عبد الرحیم کا صبر و استقلال

اسوقت شیخ وجیہ الدین شہید کا غم سب سے زیادہ آپکے نہایت پیارے اور چاہیتے فرزند شیخ عبد الرحیم کو تہا بیشک آپ اپنے مہربان والد کے فراق مین جسقدر رنج و غم اور آہ و زاری کرتے بجا تہا لیکن آپنے اس جانگداز صدمے مین جس صبر و استقلال سے کام لیا در حقیقت وہ آپ ہی کا کام تہا شیخ کی یہ دلگداز حالت سنکر کوئی ایسا سخت دل نہ تہا جو آپ پر غم کے آنسو نہ بہاتا ہو واقعی بات یہی کہ جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے صبر و استقلال مین کچھ بھی فرق نہ آیا تہا بلکہ آپ بالکل سچے اور پاک نفس حضرات کیطرح صبر و استقلال کو اپنا اوڑہنا بچھونا بنائے ہوئے تھے اگرچہ لوگ تعزیت سے آپکے غم کو رہ رہکر ابہارتے اور اکسا تے تہے مگر آپ یہ دو ایک غمناک کلمے کہکر خاموش ہو جاتے تھے اور مشیت ایزدی سے دم بخود تھے ۔

شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہین کہ جس روز میرے والد بزرگوار شہید ہوئے تھے اُسی شام کا ذکر ہے کہ مجھے بکا یک بیچین ہو کر نیند آگئی مین دیکھتا ہون کہ شیخ صاحب اُسیحالت مین متمثل ہو کر میرے پاس تشریف لائے جسمین آپ شہید ہوئے تھے اور جہان جہان آپکے جسم پر زخم لگے تھے مجھے ایک ایک کر کے دکھا رہے ہین مین فوراً گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور ایصال ثواب کی غرض سے کچھہ صدقہ دیا نیز آپ فرماتے ہین کہ میرا ارادہ تہا کہ اپنے والد کی لاش مبارک اُس میدان سے نقل کر کے دہلی مین لیجاؤن لیکن جب مین نے عزم بالجزم کیا تو آپ پھر میرے خواب مین تشریف لائے اور مجھے منع کر دیا کہ میری لاش یہین رہنے دو اور یہان سے نقل کر کے دوسرے مقام پر نہ لیجاؤ ۔

خاتمۂ باب

شیخ وجیہ الدین صاحب کے وہ حالات جو مجھے لکھنے تھے لکھہ چکا ۔ لیکن اسکے ساتھ ہی مجھے اس بات کا سخت افسوس ہے کہ جسطرح آپکی ولادت کا سنہ اور تاریخ کسی کتاب مین دستیاب نہین ہوا اُسیطرح آپکی شہادت کے سنہ و تاریخ کا بھی کہین پتہ نہین چلا اور مجھے اس بات کا اقرار کرنا چاہیے کہ قدیم مؤرخون نے کوئی کتاب ایسی نہین لکھی جسمین ان باتون کا صاف صاف ذکر ہو اور جس سے ایک مؤرخ کو تاریخ نویسی کی حیثیت سے کافی مدد ملسکے لیکن تاہم شیخ کے حالات زندگی کی بابت جو کچھہ مین نے لکھا ہے حتی الوسع مستند تذکرون

دوسرا حصہ

تمہید

معزز ناظرین! ہمارے تذکرہ کا پہلا حصہ ختم ہوگیا جسمین جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے ان معزز و ممتاز بزرگوارون کے حالات آپ پڑھ چکے ہین جو اس محترم اور شریف خاندان کے سلسلہ نسب مین تاریخی شہرت زیادہ رکھتے تھے اب دوسرے حصہ کا آغاز ہے جسمین آپکے والد بزرگوار حضرت شیخ عبد الرحیم صاحب کے نانا جناب شیخ رفیع الدین محمد کے اجداد و احترام خاندان اور خود آپکے ننہیال کے محترم و معزز حضرات کے مفصل حالات پڑہینگے۔ اسی لیے ہم نے اس حصہ کے دو باب قرار دیئے ہین پہلے باب مین جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے ننہیال کا ذکر ہوگا۔ اور دوسرے مین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے۔

باب اول

شیخ رفیع الدین محمد

شیخ رفیع الدین محمد کا فضل و کمال

جناب شیخ رفیع الدین محمد جو حضرت شیخ وجیہ الدین شہید کے خسر اور جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے نانا ہین اُس نامور اور دنیا کے مشہور عالم و فاضل کے فرزند رشید ہین جو قطب العالم کیساتھ پکارا جاتا تھا اور جسکے تبحر علمی غیر معمولی تقدس انتہا سے زیادہ فہم و دانائی بلاغت و فصاحت کے پر فخر اور قابل قدر کارنامون کی چمک سے صفحات تاریخ ابتک روشن ہین۔ آپکی خدا پرستی تقدس نفسانی اپنے ضمیری جوہر کی تابانی۔ اخلاق کی تہذیب شائستگی خیالات کی نجابت و شرافت پر دہلی اور اہل دہلی کو کمال فخر تھا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ خدا کے سچے جلال کی روشنی اور اسلامی برکتون سے مالا مال اور اُسکی بخششون اور لازوال نعمتون سے بہرہ ور تھا۔ اگرچہ شیخ رفیع الدین محمد کے اور بھی چند بھائی تھے لیکن تاریخ نویسون نے اس خاندان پر ریمارک کرتے ہوئے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ شیخ رفیع الدین محمد اپنے تمام بھائیون پر ایک خاص قسم کی عظمت و فضیلت رکھتے تھے۔ آپ ظاہر و باطن دونون طرح کے علوم کے جامع اور کتب تصوف سے کماینبغی واقفیت رکھتے تھے۔ پہلے پہل آپنے اپنے والد بزرگوار سے طریقہ چشتیہ قادریہ حاصل کیا اور کچھ دنون شیخ نجم الحق صاحب کی مبارک صحبت مین فیضیاب ہوئے۔ از ان بعد والد کی ترغیب و تحریص سے خواجہ محمد باقی کی خدمت مین حاضر ہوئے اور ایک دراز مدت تک اُنکی صحبت مین زندگی بسر کی اور جو کچھ حاصل کرنا تھا یہان سے حاصل کر لیا خواجہ محمد باقی اس بلند اقبال اور ہونہار تلمیذ یا مرید کو انتہا سے زیادہ دوست رکھتے تھے اور اُسکی خداداد قابلیت اور ذہن رسا کی وجہ سے اپنے حلقہ کے تمام تلامذہ پر ترجیح دیتے تھے یہی وجہ تھی کہ اس خاص فن کے واسطے کوئی

خواجہ محمد باقی کی خاص توجہ

ایسی صفت نہ تھی جو خواجہ محمد باقی نے شیخ رفیع الدین محمد سے دریغ رکھی ہو۔ شیخ صاحب چند روز میں طریقت کے تمام مراتب پر عبور کر لیا اور پیر کی غایت درجہ کی توجہ کی وجہ سے معراج کمال پر پہنچ گئے۔ جناب شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہین کہ خواجہ محمد باقی شیخ رفیع الدین محمد صاحب کا بہت بڑا ادب کرتے اور ہمیشہ اعزاز و توقیر سے پیش آتے تھے جب آپکو خطاب کرتے تو شیخ یا دوسرے معزز الفاظ سے یاد کرتے تھے اور جو کچھ شیخ صاحب عرض کرتے تھے اُسے خواجہ صاحب ضرور مان لیتے تھے یہی وجہ تھی کہ خواجہ صاحب کے تمام یارون اور خلیفون مین یہ بات عام طور پر مشہور ہو گئی تہی کہ شیخ رفیع الدین محمد صاحب خواجہ کے معشوق ہین حقیقت مین خواجہ کے برتاؤ شیخ رفیع الدین محمد صاحب کے ساتھ ایسے ہی تھے جیسے کسی مہربان باپ یا شفیق استاد کے برتاؤ اپنے نہایت پیارے اور چاہیتے فرزند یا لائق و قابل تلمیذ کیساتھ ہوا کرتے ہین۔ اور آپکا یہ اعزاز گویا اُن مجموعی خدمتگزاریوں کا ایک بیش بہا مرقعہ تہا جسے آپنے اپنے بزرگوار کی نمایان خدمات سے مختلف الوان اور نقش و نگار کیساتھ سجایا تہا۔ چنانچہ مین اسمقام پر چند اُن واقعات کا ذکر کرتا ہون جنسے ان دونون حضرات کے اتحاد اور ارتباط اور دلی تعلقات نہایت تفصیل کیساتھ ظاہر ہوتے ہین اور یہ بہی واضح ہوتا ہے کہ خواجہ محمد باقی اپنے لائق و قابل مرید کی کسی بات کو کبھی رد نکرتے تھے اور تمام معاشرتی امور مین اُنسے عزیزانہ برتاؤ برتتے تھے۔

شیخ رفیع الدین محمد کا ازدواج ثانی

(۱) واقعہ

شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہین کہ جب شیخ رفیع الدین محمد صاحب کی بیوی کا انتقال ہو گیا اور آپنے شیخ محمد عارف ابن شیخ غفور اعظم پوری کی لڑکی سے نکاح ثانی کرنا چاہا تو مجلس عقد مین جناب خواجہ محمد باقی کو قدم رنجہ فرمانیکی تکلیف دی۔ خواجہ نے ضعف کا عذر کیا اور شیخ رفیع الدین سے معذرت کہلا بھیجی کہ مین تمہارے عقد کے جلسہ مین ضعف کیوجہ سے شریک نہین ہو سکتا۔ امید ہے کہ تم مجھے معذور رکھو گے کیونکہ تمہارے تعلقات نمایشی نہین ہین بلکہ فطرتی اور حقیقی طور پر وابستہ ہین اور جب یہ ہے تو گو مین بظاہر تمہارے جلسہ عقد مین شرکت نہین رکھتا لیکن دل سے ضرور شریک ہون۔ شیخ رفیع الدین محمد صاحب جب خواجہ کی اس معذرت پر مطلع ہوئے تو خود حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ حضور کو میرے جلسہ عقد مین ضرور شریک ہونا پڑیگا۔ خواجہ نے جواب دیا کہ عزیز من! مجھے اس شرکت سے معاف کرو۔ آجکل میرا ضعف اور نقاہت اسدرجہ بڑھے ہوئے ہین کہ اعظم پور تو بہت دور ہے تھوڑی دور بھی جانیکی برداشت نہین کر سکتا۔ شیخ نے عرض کیا بھلا حضور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ مین تنہا جاؤن بغیر آپکے مجھے کہین لطف صحبت نہین ملسکتا اگر حضور کی یہی مرضی ہو اور آپ میرے جلسہ عقد مین قدم رنجہ نہین فرما سکتے تو مین بھی نہین جاتا۔ شیخ کی اس تقریر نے خواجہ کو ساتھ چلنے پر مجبور کیا اور اب اعظم پور جانیکیلئے راضی ہو گئے

جب خواجہ محمد باقی اعظم پور پہنچے اور اُسطرف کے صوفیوں نے آپ کی آمد آمد کی خبر سنی تو سب جمع ہوے اور بڑے جوش مسرت کیساتھ آپکا خیر مقدم ادا کیا۔ ہر ایک شخص نے اپنے حوصلہ کے موافق زر نقد آپ پر نثار کیا اور ایک پُر تکلف اور عالیشان مکان مین مسند پر لا بٹھایا۔ اعظم پور کے اطراف و اضلاع سے جوق جوق صوفی آنے لگے اور آپکی صحبت مبارک سے فیضیاب ہونے لگے۔ اُس نواح کے سَو سَو کوس کے صوفی اس مجلس مین حاضر تھے اور محفل کا وہ رنگ تھا جو اس سے پیشتر کسی نے کبھی سنا تک نہ تھا۔ غرضکہ اسی محفل مین شیخ رفیع الدین محمد کا نکاح منعقد ہوا۔ اور مجلس برخاست ہوگئی۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب اس واقعہ کو نقل کرتے ہوے فرماتے ہین کہ میرے والد بزرگوار کی والدہ ماجدہ ان ہی شیخ محمد عارف کی صاحبزادی تھین جنکا نکاح شیخ رفیع الدین محمد سے اس مجلس مین ہوا۔ وللہ الحمد۔ خلاصہ یہ کہ اس بیان سے وہ دلی تعلقات بخوبی ظاہر ہوتے ہین جو جناب خواجہ محمد باقی اور شیخ رفیع الدین محمد صاحب مین تھے۔

دوسرا واقعہ

(۲) بیان کیا جاتا ہی کہ شیخ احمد سرہندی سے جناب خواجہ محمد باقی کی نسبت کوئی گستاخی و بے ادبی ظہور مین آئی اور کسی شخص نے خواجہ کی خدمت مین اُسے بجنسہ نقل کر دیا جس سے آپ نہایت آشفتہ و برہم ہوے اور آثار قہر و غضب آپ کی پیشانی سے ظاہر ہونے لگے اتفاق سے وہان ایک تاگا پڑا ہوا تھا آپنے اُٹھا کر بڑی مضبوطی کیساتھ گرہ لگائی اور وہین ڈالدیا۔ شیخ رفیع الدین محمد نے جو خواجہ کے مزاج سے واقف اور شناسا تھے اس تاگے کو اُٹھا لیا اور بڑی حفاظت و احتیاط سے پاس رکھا۔ چند روز کے بعد شیخ احمد سرہندی قبض شدید مین مبتلا ہوے۔ اور جون جون علاج کرتے گئے بیچینی بڑہتی گئی۔ آخر کار وہ اسکے سبب کی تلاش اور تفحص کے درپے ہوے اور مدت تک جہان بین کرتے رہے جب حقیقت حال واضح ہوا تو آپ دہلی مین آئے اور خواجہ کے رفقا سے اس بارہ مین شفاعت کی درخواست کی کسیکو اسقدر جرأت نہ پڑی کہ خواجہ کی خدمت مین اسکی بابت لب کشائی کرتا۔ اور شیخ احمد سرہندی کی معذرت کر کے انکی گستاخی معاف کراتا۔ انجام کار سب نے مجبور ہو کر جواب دیا کہ ہم خواجہ کی خلاف مرضی کچھہ نہین کر سکتے لیکن اگر تم خواجہ کے معشوق سے کہو گے تو امید ہے کہ وہ تمہارا مطلب حل کر دینگے۔ شیخ احمد نے جناب شیخ رفیع الدین محمد کیطرف رجوع کی اور باصرار و الحاح اپنا حال عرض کیا۔ شیخ خواجہ کیخدمت مین حاضر ہوے اور شیخ احمد کی التماس کو ایک ایسے شائستہ اسلوب اور عمدہ طریقے سے خلوت مین عرض کیا کہ خواجہ کو قبول کرنیکے سوا کچھہ بن نہ پڑا اور بہت سے لیت و لعل کے بعد خواجہ نے فرمایا۔ بیشک مجھے تمہاری خاطر سے شیخ احمد کی گستاخی سے درگزر کرنا اور اسکے سر پر معافی کا تاج رکھنا مناسب تھا لیکن کیا کرون وہ

تاگا میرے پاس سے گم ہوگیا۔ شیخ نے خواجہ کی اس مہربانی اور عزت افزائی کا شکریہ ادا کیا اور وہ تاگا جیب سے نکال کر فوراً حاضر کر دیا اور خواجہ کے حکم سے اُسکی گرہ کھول ڈالی۔ تاگے کی گرہ کھلتے ہی شیخ احمد کا قبض جاتا رہا۔ اور اُنکا رنج و بیماری فرحت و صحت سے بدل گئی۔ اس واقعہ سے بھی جناب خواجہ محمد باقی اور شیخ رفیع الدین محمد کے خصوصیات اور باہمی تعلقات کا کافی اندازہ ہو سکتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو اعزاز شیخ رفیع الدین محمد کو خواجہ کے علمی دربار میں حاصل تھا اُسکی کوئی برابری نہین کر سکتا تھا۔ اور اس میدان مین آپکی عظمت کے برابر کوئی قدم نہین رکھہ سکتا تھا آپ کی بے مثال عزت اور لاثانی توقیر خواجہ کے عظیم الشان حلقہ مین سب کو تسلیم تھی اور ہر شخص آپکو اپنا سرتاج سمجھتا تھا۔ علاوہ ان دو واقعوں کے کتابون مین اور بھی خواجہ محمد باقی اور شیخ رفیع الدین محمد کے باہمی تعلقات اور اتحاد کی چند مثالین لکھی ہین۔ لیکن چونکہ وہ ناظرین کی دلچسپی سے خالی ہین اسلیئے نظر انداز کیجاتی ہین۔ مگر مجھے یہان اسقدر اور کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ رفیع الدین محمد نے جس دلسوزی اور دردمندی سے خواجہ محمد باقی کی خدمت کی بہر حال وہ اُن کا فرض منصبی سمجھا جاتا ہے مگر خواجہ نے جو اعزاز واکرام شیخ رفیع الدین محمد کا اپنے مریدون کے حلقہ مین قایم کیا اُسکے احسان سے شیخ صاحب کبھی سبکدوش نہین ہو سکتے

شیخ رفیع الدین محمد کی ذکاوت و فراست بھی خاصکر قابل ذکر ہے اور اُسکی روایتین حد سے زیادہ دلچسپ ہین چنانچہ ایک دو روایتین یہان نقل کیجاتی ہین (۱) شیخ فرید بخاری جو اپنے وقت کے معزز امیرون مین سے ایک ممتاز دولتمند تھا اور قطع نظر حصول دولتمندی کے نجابت و صلاح کو جامع اور مشائخ صوفیہ کا انتہا سے زیادہ معتقد تھا اُسنے ایک عالیشان سرا کی بنیاد ڈالی اور کثیر التعداد روپیہ صرف کر کے اُسمین چند بڑی بڑی عمارتین قائم کین جب سرا اور اُسکی عمارتین بنکر تیار ہوگئین تو اُسنے اپنی عزت افزائی کیغرض سے شہر کے تمام مشائخ کی دعوت کی اور سامان ضیافت مرتب کیا۔ شیخ رفیع الدین محمد صاحب کی خدمت مین بھی حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور مع رفقا کے غریبخانہ پر تشریف لا کر کمترین کی عزت افزائی فرمائین چنانچہ آپنے اُسکی دعوت منظور کر لی اور مقررہ وقت پر تشریف لیگئے۔ کھانے سے فارغ ہونیکے بعد سماع کی محفل گرم ہوئی۔ اور اہل مجلس مین سے ایک شخص پر وجد طاری ہوا آناً فاناً اُسکا حال متغیر ہوتا گیا اور مستانہ نعرون سے ساری محفل گونج اُٹھی۔ تمام حاضرین دستور مجلس کے مطابق اُسکی تعظیم کیلئے اُٹھے لیکن شیخ نے اپنی جگہ سے حرکت تک نہ کی۔ اسپر بعض لوگون نے چرچا کیا اور باہم بڑی حیص بیص کے بعد سب کا اسپر اتفاق ہوگیا کہ بیشک شیخ کا یہ فعل خلاف طریقت ظہور مین آیا۔ شیخ نے فوراً اس عیب گیری کو تاڑ لیا اور سمجھ گئے کہ ان لوگون نے میرے کھڑے نہونے کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھا ہے لیکن ہنوز

شیخ رفیع الدین محمد کی ذکاوت کا ایک عجیب واقعہ

آپ اُسیطرح بیٹھے رہی اور کسی سے کچھ نہین کہا جب اُس شخص کا وجد زائل ہو گیا اور محفل سماع برخاست ہوئی تو خود شیخ فریدنے آپسے دریافت کیا کہ صاحب وجد کی تعظیم کیلیئے جو آپ کھڑے نہین ہوے اسکا کیا سبب تھا شیخصاحب نے نہایت متانت و سنجیدگی سے جواب دیا کہ اگر تم اُس شخص سے اس وجد اور تغیر کا سبب دریافت کرتے تو میرے بیٹھے رہنے کا عذر بہت جلد روشن ہو جاتا۔ اور مجھسے دریافت کرنیکی حاجت نہ پڑتی چنانچہ شیخ فریدنے اُس شخص کو اپنے پاس بلایا۔ اور رقص و نعرے کا سبب پوچھا۔ جواب دیا کہ مین بجز اسکے اور کچھہ نہین جانتا کہ دو تین روز کا عرصہ ہوا ہی کہ میری بیوی انتقال کر گئی ہی۔ اُسکا رنج و غم میرے دلمین اسوقت تک مضمر تھا جب یہ بیچین کر دینے والے نغمے اور تڑپا دینے والے راگ میرے کان مین پڑے تو وہ رنج و غم بے اختیار بھڑک اُٹھے اور انتہا سے زیادہ بیچینی اور تغیر مجھہ مین ظاہر ہُوا پھر آپنے وہ تو دیکھہ ہی لیا جو مجھسے ظہور مین آیا جب یہ شخص اپنی تقریر کا سلسلہ ختم کر چکا تو شیخ رفیع الدین محمد نے کسیقدر کرخت آواز مین فرمایا کہ بھلا ایک نداف کی تعظیم کیلیئے اُٹھنا جو اپنی جورو کے غم مین مبتلا ہو کر چند نعرے مارے مشائخ طریقت نے کہان اور کس جگہ بیان فرمایا ہے حاضرین مجلس آپکی اس فراہنت و ذکاوت سے دنگ ہوگئے اور جنھون نے اسبارہ مین بحث کی تھی خجالت و شرمندگی سے سر نہ اُٹھایا اور انجام کار اپنی اس بیہودہ بحث سے توبہ کی اور شیخ سے معافی چاہی۔ اس واقعہ سے شیخصاحب کی ذہانت و تفرس سے قطع نظر کر کے آپکا قومی اعزاز و اقتدار بھی ثابت ہوتا ہی اور صاف معلوم ہوتا ہی کہ آپ قومی جلسون مین نہایت باوقعت اور مقتدر تسلیم کیئے جاتے تھے۔

شیخ کے تفرس کی ایک اور مثال

(۲) خانعالم جو شاہی دربار کے امیرون مین سے تھا۔ اور ابتدا مین شیخ رفیع الدین محمد کا نہایت معتقد تھا ایک دفعہ اُسکے باغ مین جو اُسکے مکانسے بہت ہی متصل واقع تھا ایک فقیر وضع شخص وارد ہوا۔ یہ فقیر بظاہر نہایت مہذب معلوم ہوتا تھا اور ابناء دنیا کی مخالطت صحبت سے کلی نفرت رکھتا تھا۔ بات بات مین اُسکی زبان سے قال اللہ و قال الرسول نکلتا تھا اور چونکہ چند روز مین اسکی توکل و قناعت اور تدین و تذہب نیز اتقا۔ خدا پرستی طہارت اور تقدس نفسانی ضمیری جوہرونکی درخشانی دیانت۔ نیک نیتی کی شہرت تمام دہلی مین پھیل گئی تھی اسلیئے تمام اسلامی پارٹیون مین اُسکی عزت کیجاتی تھی۔ اور قطع نظر اس خصوصیت کے چونکہ اُسکی تواضع اور نیک چلنی کا جادو خانعالم کے ہمجلیسون پر اپنا پورا اثر ڈال چکا تھا۔ اسلیئے دہلی کے ہر گلی کوچہ مین اُسکی قابلیت کی داد دیجاتی تھی۔ خانعالم کے ندیمون نے جب اُسکی لیاقت اور خدا پرستی کا ہر طرح پر امتحان کیا تو بسبیل تذکرہ اُسکے مفصل حالات خانعالم سے بیان کیئے اور وہ دل سے اُسکا معتقد ہو گیا۔ ایکدن کا ذکر ہے کہ شیخ رفیع الدین محمد کا

بھی اُس باغ مین گزر ہوا اور آپنے اُس فقیر کو دیکھکر خانعالم سے فرمایا کہ یہ شخص فقیر نہین ہی بلکہ ایک نہایت زہریلا سانپ ہی اس سے تا بہ امکان بچتے رہنا۔ لیکن خانعالم نے آپکی اس دلسوزی اور ہمدردی کو حسد پر محمول کرکے ذرا بھی التفات نہین کیا۔ اور بجائے اسکے کہ شیخ کی نصیحت کو پیش نظر رکھکر اُس سے احتیاط کرتا اُلٹا آنکھ بند کرکے اسکی مصنوعی اور بناوٹی باتون پر جان قربان کرنے لگا۔ ابھی اسپر بہت دن نہ گزرنے پائے تھے کہ بادشاہ دہلی نے خانعالم کو ایران کی سفارت پر متعین کیا اور چونکہ اس دور دراز سفر کیلیئے کثیر التعداد روپیہ کی ضرورت تھی اور اتفاق سے اُسوقت اسقدر روپیہ اُسکے پاس موجود نہ تہا اسلیئے وہ نہایت متحیر و متردد ہوا۔ فقیر نے خانعالم کی اس سراسیمگی اور تذبذب کو معلوم کرکے دریافت کیا کہ تمہاری پریشانی اور تردد کا کیا سبب ہے خانعالم نے تمام حال مفصلاً بیان کردیا اسپر فقیر نے نہایت تسلی آمیز لہجہ مین کہا کہ تم روپیہ کیطرف سے پریشان نہو مین اکسیر بنانا جانتا ہون لمحہ بہر مین تمہارے آگے روپیہ کا ڈھیر لگا دونگا۔ لیکن اسکے لیئے کسیقدر اسباب مہیا کرنیکی ضرورت ہی۔ بدقسمت خانعالم فوراً اُسکے دہوکے مین آگیا۔ اور لاکھ روپیہ سے زائد کے توڑے اُسکے سامنے چن دیئے مکار و عیار فقیر چند روز تک عجیب و غریب حیلے کرتا رہا۔ اور آہستہ آہستہ تمام روپیہ غارت کرکے ایکدن روپوش ہوگیا ہرچند تلاش و جستجو کیگئی لیکن کہین سراغ نہ لگا۔ خانعالم کی نقصان مایہ و دیگر شماتت ہمسایہ کا مضمون سمجھکر سخت نادم ہُوا اور اپنی حماقت و ابلہ فریبی کے طشت از بام ہونیکے خوف سے خاموش ہوگیا اور فقیر کی عیاری و دہوکا دہی پر عشعش کرنے لگا۔ حقیقت مین اگر خانعالم شیخ رفیع الدین محمد کی دلسوزی و خیرخواہی سے بہری ہوئی نصیحت پر عمل کرتا اور فقیر کے اس رنگ روغن پر نجاتا تو ایسا چشم زخم کبھی نہ اُٹھاتا۔ اور اگر اُسے ذرا بھی خداداد عقل ہوتی تو ایسے درہم و دینار کے بندہ سے ہمیشہ کوسون دور رہتا۔ لیکن اصل بات یہ ہی کہ غریب اور سادہ لوح خانعالم کو بیشک اُس نفس کے بندہ کی صحبت بظاہر خوش اور سعید معلوم ہوتی تھی مگر اُسے یہ خبر نتھی کہ ایک مجسم شیطان کا زہریلا اثر نہ صرف بیچارے مال کو زہرآلود کریگا بلکہ عزت و آبرو کو ایسی سخت مضرت پہنچائیگا کہ بالانجام کار ہاتھ ملتا رہجائیگا۔ وہ کیا جانتا تہا کہ ایک ایسا شخص جسکی پنجگانہ نماز کبھی ناغہ نہو جسکی مجلس مین ہر وقت وظیفہ و نفل کا چرچا رہے جسکی زبان سے اللہ ہُو کے سوا دوسرا لفظ نہ نکلے بہر حق مین کالا ناگ ثابت ہوگا جس کا کاٹا کبھی نہ بچ سکے گا۔ ان ہی گندم نما جو فروش فقیرون کے حالات پر ریمارک کرتے ہوئے ایک معزز ہمعصر لکہتا ہے کہ "ایسے صوفیون اور فقیرونکو سلام ہی جو نفس کے بندے ہوکر مال فراہم کرنیکی دہن مین لوگونکو ٹھگتے پہرتے اور ناخدا ترسی سے نادانون کا اُلٹی چھری سے گلا کاٹتے ہین لیکن اُف تک نہین کرتے"۔ اسمین ذرا بھی

شک و شبہ نہین کہ جس شخص نے فقر اور تصوف کو اپنی خبیث اور ناپاک نفسانی خواہشون اور حیوانی جذبات
سے بہرہ حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دے رکھا ہی اور انسانی عظمت اسلامی برتری علمی حرمت کو نیست و نابود
کر کے ذلت کے آخری درجہ پر پہنچا رکھا ہے اُسکی ذات نہایت نفرتناک اور سخت تنفر انگیز ہے جو لوگ فقر و
تصوف کے ظاہری لباس سے آراستہ ہوتے اور رنگین کپڑے پہنکر گلے مین تسبیح ڈالکر فقیری کے پردہ مین
غریبون کی گاڑھی کمائی کا مال غصب کرتے یتیمونکے حلقومسے بڑی بیدردی اور ظلم سے لقمہ نکالتے ہین
اُنپر نہ اُنکی فقیری پر دو حرف۔ فقر و تصوف بجائے خود کوئی مضر اور شرع کے خلاف چیزین نہین ہین بلکہ ایسے
انسانکے ضمیری جوہر نہایت روشن و چمکدار ہوتے اور اپنے مین خدا تعالی کے سچے جلال و جبروت کی تابانی رکھتے
ہین لیکن ایسے فقر و تصوف پر خدا کی لعنت جو انسانی شرافت و عظمت کے مٹانیوالے اور ذاتی جوہرونکے خون
کرنیوالے ہون۔ فقرا کی فضیلت و بزرگی قرآن مجید کی متعدد آیات اور بیشمار حدیثون سے ثابت ہوتی ہی لیکن
اسمین وہ دنیا طالب فقیر ہرگز داخل نہین ہین جو فقیری کی آڑ مین دنیا حاصل کرتے اور غریبونکے مال بیدریغ
ہڑپ کر جاتے ہین۔ بلکہ اصلی فقیر وہ ہی جو اپنا مال و متاع خدا کی راہ مین قربان کر دے اور خدا کی رضامندی
و خوشنودی مین جان تک دریغ نہ کرے یہ شان فقیری ہی اور حقیقت مین انہین فقیرونکی نسبت جناب نبی

شان فقیری

کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ یدخل فقراء امتی الجنۃ قبل الاغنیاء بخمسمائۃ عام یعنی میری امت
کے فقرا غنی اور دولتمندون سے پانسو سال پیشتر جنت مین داخل ہونگے لیکن اُس فقیری کی نسبت جسکا
مین اوپر ذکر کر آیا ہون۔ آپ صاف لفظون مین ارشاد فرماتے ہین کہ کاد الفقر ان یکون کفرا ایسی فقیری
کا یہ اثر ہو کہ کیمیاگر درویش جو ابھی زہد و پارسائی کے لباس مین خانعالم کے باغ مین بیٹھا نظر آتا تھا جب
یہان سے غریب خانعالم کا کثیر التعداد روپیہ غارت کر کے مخفی ہوا تو تمام زہد و پارسائی کو چھوڑ کر فسق و فجور اختیار
کیا اور مذہب سے اسقدر دور ہو گیا کہ ڈاڑھی مونچھ مُنڈا کر برہمن کا روپ بھرا اور سادہ لوح ہندون کو ٹھگنا
شروع کیا۔ جب خانعالم ایران کی سفارت کی تکمیل کر کے دہلی واپس آیا تو اثنا سفر مین حافظ محمد حسن نے جو
خانعالم کا متبنّٰی تھا اور تفرس و ذکاوت مین اپنا نظیر نہ رکھتا تھا اس عیار درویش کو دیکھکر فوراً پہچان لیا اور
گرفتار کر کے خانعالم کے پاس لے آیا۔ اس مکار نے اگرچہ پہلے پہل اپنا حال مخفی کرنے مین بہت کوشش کی لیکن جب
طرح طرح کی ایذا اور المناک سزا دیگئی تو آخرکار اُسنے اپنے جرم کا اقرار کر لیا اور تلاشی کے بعد کچھ مال بھی برآمد ہوا۔
اسکے بعد خانعالم نے خواب مین دیکھا کہ ایک جلیل القدر اور واجب الاحترام بزرگ کی خدمت مین پہنچکر اُس سے

بیعت کی ہی اور اُسکی طاعت و بندگی کا حلقہ اپنے کان مین ڈال لیا ہی فوراً بیچینی کے ساتھ اُٹھہ کھڑا ہوا اور
چونکہ تصویر کشی مین پوری مہارت رکھتا تہا صبح کو اُس بزرگ کی تصویر ایک کاغذ پر کھینچی اور جناب خواجہ محمد باقی
کی خدمت مین حاضر ہوکر خواب کی تعبیر دریافت کی اور کاغذی تصویر ملاحظہ کیلئے پیش کی خواجہ نے فرمایا کہ تصویر
دیکھنے کی کوئی حاجت نہین ہین اُس عزیز کو پہچان گیا ہون تمہین چاہیئے کہ شیخ رفیع الدین محمد سے بیعت کرو
اور اُن کے فرمان پر گردن تسلیم خم کرو چنانچہ خان عالم شیخ کیخدمت مین حاضر ہوا اور عذر و معذرت کرکے بیعت کی تجدید کی

الغرض شیخ رفیع الدین محمد صاحب کے اوصاف و کمالات اور خداترسی و روحانی جوہر و نکی جہانتک بہی تعریف
کیجائے تہوڑی ہی آپکے تاریخی حالات و واقعات کتابون مین اسقدر لکھے گئے ہین کہ اگر انکا دسوان حصہ بہی فرکر کیا
جائے تو حیات ولی انکی وسعت نہین رکھتی اسلیئے ہین اُن تمام واقعات کو قلم انداز کرکے صرف ایک ایسے واقعہ پر
آپکے حالات کو ختم کرتا ہون جو نہایت ہی دلچسپ اور نشاط انگیز ہے۔

شیخ رفیع الدین محمد کے اخلاق

شیخ رفیع الدین محمد کے اگر تمام اوصاف و اخلاق سے قطع نظر کیجائے اور خواجہ محمد باقی کی خلافت کی انتساب
کو بہی الگ کردیا جائے تو بہی کرم و مروت کی ایک ایسی صفت آپ مین پائی جاتی تہی جس سے مخیرون اور عالی ہمتون
کی فہرست مین آپ کا نام نہایت روشن اور جلی حرفون مین نظر آتا ہی اور غالباً ایک اسی مروت پسندی کی صفت
نے آپکو دنیا بہر مین مشہور کردیا ہی آپکی مروت و حوصلہ مندی کی مثالین اگرچہ تذکرون مین بہت کچہہ پائی جاتی ہین
لیکن ہین اسمقام پر صرف ایک واقعہ لکہتا ہون جس سے واضح ہوجائیگا کہ شیخ صاحب کو اس صفت مین اعلیٰ
درجہ کا کمال حاصل تہا۔

شیخ کی مروت کا ایک دلچسپ واقعہ

شیخ رفیع الدین محمد دولت علم کے علاوہ صاحب ثروت اور مالدار بہی تہے اور یہ تمام دولتمندی و تمول انہین
اپنے والد ماجد قطب العالم کے ورثہ سے حاصل ہوا تہا نہایت قابل تعریف ہی کہ آپ اس تمول کیساتھ اُس زیور
سے بہی آراستہ تہے جو مال و دولت کیواسطے زیب و زینت کا باعث ہی یعنے کرم و سخاوت جوانمردی خوش خلقی
مروت سب باتین آپ مین بوجہ احسن پائی جاتی تہین۔ فقرا اور مساکین کیساتھ سلوک کرنے اور رحیمانہ برتاؤ
سے پیش آنے کے سوا طلبہ سے بہت رعایت کرتے اور تا بامکان اُنکے ساتھ نیک سلوک کرتے آپکا
تمول تخصیص کیساتھ اسوجہ سے اور بہی قابل ذکر ہی کہ باوجودیکہ آپ کی دولتمندی اور تمول تمام دہلی مین اشاعت
پاچکا تہا اور حقیقت مین آپ کا تمول ایک امیر کبیر کی دولت کیساتھ ہمسری کا دعوی کرتا تہا۔ لیکن آپ ایسے
سادہ طریقہ سے اپنی زندگی بسر کرتے تہے جو ایک دولتمند سے مشکل اور سخت مشکل ہی۔ آپ ہر شخص سے خواہ وہ

کسی رتبہ کا آدمی ہوتا نہایت عاجزی و انکسار اور متواضعانہ اخلاق سے پیش آتے۔

شیخ کی مروت کا اور ایک دلچسپ واقعہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رہزنون کی ایک جماعت نے آپ کے تمول کی شہرت سنکر آپکے مکان پر حملہ کرنا چاہا لیکن اس سے قبل کہ سب ملکر یکبارگی مکان پر پل پڑین اور آپکا مال و متاع غارت کرکے لیجائین اپنے مین سے ایک شخص کو اسلیئے منتخب کرکے روانہ کیا کہ آمد و رفت کے رستہ سے واقف ہوجائے اور نقد و اسباب کا پتہ لگالائے اور یہ بہی معلوم کر آئے کہ گہر کے لوگ غافل ہین یا ہشیار۔ چنانچہ رہزنونکا منتخب کیا ہوا جاسوس لوگونکو غفلت مین پاکر شیخ کے مکان مین دراٰنہ گہس گیا۔ لیکن خدا کی شان گہر مین داخل ہوتے ہی اندھا ہوگیا اور نہایت بیچینی کے ساتھ چارون طرف ہاتھ پاؤن مارنے لگا۔ اسکی یہ آہٹ محسوس کرکے گہر والے جاگ اُٹھے اور چراغ لیکر ادہر اُدہر دیکھنا شروع کیا جب حقیقت حال پر مطلع ہوئے تو شیخ کی خدمتمین عرض کیا آپنے اپنی انتہا درجہ کی مروت و کرم کیوجہ سے اہل خانہ کو حکم دیا کہ اُس کسیطرح کا تعرض نکرو اور کچھ دیکر رخصت کردو چنانچہ آپکے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور گہر والون نے اُسے کچھ نقد اور کہانا دیکر رخصت ہونیکی اجازت دی لیکن جاسوس نے بہرائی ہوئی آواز مین غل مچاکر کہا کہ مین کسطرح جاؤن نہ تو آنکہون سے دکھائی دیتا ہے نہ پاؤن مین رفتار کی طاقت ہے میری آنکھین بالکل اندھی ہوگئین اور گہٹنے ٹوٹ گئے ہین۔ یہ سنکر شیخ بستر خواب سے اُٹھے اور نہایت شفقت اور مہربانی سے اپنی لکڑی اُسکی آنکھون اور گہٹنون سے چھوا دی۔ جاسوس بینا و تندرست ہوکر اپنی جماعت سے جا ملا اور تمام واقعہ بجنسہ نقل کردیا۔ رہزنونکی جماعت نہایت نادم و پشیمان ہوئی اور تاسف کرتی ہوئی لوٹ گئی اسکے بعد پہر کبھی انہون نے اسطرف رخ نہین کیا۔ حالانکہ شیخ کا مکان شہر اور آبادی سے الگ واقع تہا اور مکان کی عمارت سنگین و پختہ نہ تھی بلکہ نہایت خام اور بودی تھی طرفہ یہ کہ آپکا تمول مشہور و معروف تہا اور کوئی پہرہ چوکی دینے والا موجود نہ تہا۔

شیخ رفیع الدین محمد کی اسقدر معرفی کے بعد اب ہم آپکے آبا و اجداد مین سے خاصکر ان حضرات کے حالات مختصراً ذکر کرتے ہین جو ذیل کے سلسلۂ نسب مین تاریخی شہرت زیادہ رکھتے ہین اور جنکے واقعات دلچسپی و ندرت و جدت کے سامان بہت کچھ اپنے ساتھ لیئے ہوئے ہین۔

لہ شیخ طاہر کے تین فرزند تھے لیکن دو حضرات کے نام باوجود تحقیق کے ابتک معلوم نہین ہوئے ۱۲

سہ شیخ حسن کے چار فرزند تھے مگر بجز شیخ محمد المعروف بہ خیالی اور شیخ عبدالعزیز صاحب کے دوسرے دو صاحبزادون کے نام کا پتہ نہین لگا ۱۲

سہ شیخ عبدالعزیز صاحب کے تین صاحبزادے تھے جنمین دو صاحبزادون کے نام کا پتہ نہین لگا ۱۲ مؤلف

شیخ محمد طاہر اور انکا خاندان

شیخ محمد طاہر جو شیخ رفیع الدین محدث کے جد اعلیٰ تھے اور جو پورب میں بڑے مشہور اور نامور عالم شمار کیے جاتے تھے ملتان میں پیدا ہوئے آپکا خاندان ملتان میں بڑی ناموری اور نیکنامی کیساتھ مشہور تھا جسکی نجابت و شرافت نہ صرف ملتان کے باشندے بلکہ دور دراز کے لوگ تسلیم کرتے تھے اور جسکا اعزاز و اقتدار ہر طبقہ کے لوگ ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے اس واجب الاحترام اور شریف خاندان میں بہت سے ایسے مقتدر اور باوقعت لوگ موجود تھے جنکے فضل و کمال کا تمام زمانے کو اعتراف تھا اور جس شہرت کیساتھ انکا نام پکارا جاتا تھا اُس سے کہیں زیادہ وقعت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوگئی تھی غرضکہ محترم شیخ محمد طاہر جنپر تاریخی روشنی ہمیشہ چمکیگی اس معزز و مقتدر خاندان میں پیدا ہوئے تھے

شیخ کی تعلیم

ابتدائی زمانہ میں اگرچہ شیخ محمد طاہر کو حسب معمول قرآن شریف کی تعلیم پانیکے لیے مکتب میں سپرد کیا گیا لیکن یہ تعجب اور تعجب کیساتھ حیرت سے دیکھا جاتا ہے کہ انہوں نے تعلیم کیطرف بالکل توجہ نہیں کی بلکہ ہمیشہ سیر و شکار میں مصروف رہے اور یہی مصروفیت تحصیل علوم سے مانع ہوئی مگر جب آپ عمر کے ابتدائی مرحلے طے کرکے سن بلوغ کو پہنچے تو ایک دن کا ذکر ہے کہ آپکی ہمشیرہ نے قرآن مجید کی ایک آیت پیش کی اور اسکی تفسیر دریافت کی جسکا جواب شیخ سے کچھ بن نہ پڑا لیکن اسکے ساتھ ہی آپکو اسقدر ندامت حاصل ہوئی کہ پیشانی سے پسینہ ٹپکنے لگا اُسوقت آپکی غیرت میں اسقدر سلسلہ جنبانی ہوئی کہ قرآن مجید بغل میں لیکر اپنے وطن مالوف کو خدا حافظ کہا

شیخ کا تحصیل علوم کے لیے وطن سے نکلنا

اور تحصیل علوم کیلئے مسافرت کی ناگوار سختیاں برداشت کرنا اختیار کیں اب آپکی یہ کیفیت تھی کہ جس شہر یا قصبہ میں کسی عالم کی شہرت سنتے اُسکی خدمت میں حاضر ہوکر کچھ نہ کچھ حاصل کرتے۔ چند روز میں آپ تھانیسر پہنچے اور یہاں اسقدر قابلیت پیدا ہوگئی کہ قرآن شریف کے معانی و مطالب اخذ کرنیکی کامل مہارت اور استعداد تامہ حاصل ہوگئی۔ آپنے اپنی ہمشیرہ کو خط لکھا اور اسمیں اُس آیت کی تفسیر لکھدی جسکی بابت انہوں نے استفسار کیا تھا

شیخ کا تکمیل علوم کے لیے بہار پہنچنا

شیخ محمد طاہر کو اسوقت اگرچہ تمام علوم و فنون میں کافی دسترس پیدا ہوگئی تھی لیکن ہمت کو بلند پروازی شاہین نے اسپر بس نہیں کیا۔ بلکہ ان کا ذوق علمی تھانیسر سے صوبہ بہار میں کھینچ لایا۔ کیونکہ اُس عہد میں بہار کے سوا تحصیل علوم و تکمیل فنون کا کوئی دوسرا موقع طالب علموں کے حق میں نہ تھا۔ یہاں اُسوقت اہل علم کا بہت بڑا مجمع تھا اور ہر موقع پر علما کے جھگڑے رہتے تھے۔ جب آپ بہار میں پہنچے تو ایک مشہور عالم کی خدمت میں تکمیل علوم کیغرض سے تشریف لیگئے اور اُنہوں نے آپکو رشید اور ہونہار سمجھکر اپنے درس میں داخل کر لیا اور نہایت محنت و جانفشانی سے چند روز میں تمام کتب رسمیہ اور فنون رسمیہ پر عبور کرا دیا اب وہ زمانہ آیا کہ آپکی بیمثال جودت طبع اور لاثانی حافظہ کا علما کے عام طبقوں میں چرچا ہونے لگا اور شدہ شدہ

آپ کی عدیم النظیر ذہانت اور استحضار علوم کی بے انتہا شہرت نے لوگون کو آپ کیطرف متوجہ کیا لوگ جوق
جوق آپ کی زیارت کیلئے آتے اور آپکے فضل و کمال اور علمی تبحر کا بدل اعتراف کرتے۔

شیخ کے عام اخلاق

علاوہ ازین آپکے اخلاق ایسے وسیع اور عام تھے جنکا جادو بہار کے تمام باشندون پر اپنا اثر ڈال چکا
تھا اور جستہ جستہ آپ کی فطانت نیک چلنی عام اخلاق کی ہر جگہ داد دیجاتی تھی۔ بہار کا قاضی جس کی
شرافت و ایمانداری کی تمام اہل شہر قدر کرتے تھے اور جسنے اپنی زیبا و پسندیدہ عادات اور شائستہ اخلاق
سے مسلمانون کے تسخیر قلوب مین عام طور پر ناموری حاصل کی تھی اُسنے جب شیخ محمد طاہر کے فضل و کمال اور

شیخ کی کتخدائی

وجاہت و نجابت کو دیکھا تو اپنی عزیز و پیاری لڑکی کو آپکے عقد مین دیدیا عقد کے چند روز بعد آپنے بہار
کو چھوڑ دیا اور پورب کے کسی اطراف مین قیام فرمایا۔

الغرض خدا تعالی نے شیخ محمد طاہر کو وہ اندازہ کرنے والا دماغ اور جانچنے والی عقل عطا کی تھی جسکی نظیر
اُس عہد مین بہت مشکل سے ملتی تھی۔ آپ تمام علوم کو جامع اور مروجہ فنون کو حاوی تھے آپ کی نظر ایسی وسیع
اور غائر تھی کہ تمام علوم سے عمدہ عمدہ نتائج اخذ کرلیتے اور ان کے جزئی و کلی مسائل کا پورے طور پر انتخاب بھی
کر لیتے تھے۔ بہرحال آخر عمر مین آپکو وہ مرتبہ حاصل ہوگیا تھا کہ اپنے زمانہ کے علما کے سرتاج اور ثقات بزرگون
سے مستند علیہ تسلیم کیے جاتے تھے۔ شیخ کے یہان قاضی بہار کی پاکدامن دختر کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے

شیخ کا انتقال

جنمین سب سے بڑے اور بزرگ فرزند شیخ حسن تھے۔ شیخ محمد طاہر صاحب آخری عمر مین اپنے فرزندون اور
اہل و عیال کو ساتھ لیکر شہر جونپور مین چلے آئے تھے۔ یہین آپنے انتقال فرمایا اور یہین مدفون ہوے آپکی
قبر شریف ہنوز موجود ہے اور لوگ دور دور سے اُسکی زیارت کیلئے آتے ہین۔

شیخ حسن صاحب

شیخ حسن صاحب جو شیخ طاہر کے بڑے فرزند تھے بچپن کے زمانہ مین نہایت ذہین اور حلیم فطرت رکھتے
تھے۔ لیکن جون جون آپ ابتدائی عمر کے مرحلے طے کرتے گئے مزاج مین تواضع و انکساری آتی گئی نو سال
کی عمر مین آپنے قرآن مجید یاد کر لیا اور ابتدائی کتب متداولہ کی تحصیل مین مشغول ہوے علم صرف و نحو کی
متداول کتابین پڑھنی شروع کین اور دو تین ہی برس مین اس فن کی تمام درسی کتابین نکال لین گیارہ
یا بارہ سال کی عمر مین آپکو صرف و نحو مین کامل مہارت اور تامہ لیاقت ہوگئی۔ اِسکے بعد آپنے فقہ و

شیخ حسن کی قابلیت

حدیث وغیرہ علوم کی تعلیم پائی۔ فقہ و حدیث کے علوم اگرچہ نہایت سخت اور دشوار گزار علوم ہین لیکن
شیخ حسن صاحب کو اپنے بے مثل حافظہ اور عدیم المثال ذہانت کی بدولت یہ اہم اور مشکل علوم بھی پانی تھے

غرضکہ آپ اٹھارہ سال کی عمر مین تمام علوم متداولہ کی تحصیل سے فارغ ہو گئے تھے۔

اگرچہ اس امر مین ہماری واقفیت محدود ہی اور ہمین یہ بتانا بہت مشکل ہے کہ شیخ حسن کی خدمت تعلیمی کن علما کے سپرد کیگئی۔ لیکن ہمین ذرا شک نہین کہ تعلیم کا دوسرا جزو جسے تربیت سے تعبیر کیا جاتا ہے اُسکی اتالیقی خود جناب شیخ محمد طاہر کے ہاتھ مین تھی۔ اور شیخ محمد طاہر اس پایہ کے شخص تھے کہ اُس عہد مین بڑے بڑے نامور اور مشہور علما کی اتالیقی آپکے سپرد تھی جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہین بہرحال شیخ حسن کو تعلیم و تربیت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کے اہل کمال مین شمار کرنا ضرور ہے۔

شیخ کی تربیت

جب شیخ حسن صاحب فارغ التحصیل ہوئے تو دور دور سے لوگ آپسے فقہ و حدیث کی تعلیم پانیکی غرض سے جوق جوق آنے لگے اور اس کمسنی اور ابتدائی عمر مین آپ مقتدائے خواص اور معتقد علیہ علما تسلیم کیے گئے۔ لیکن آپکی طفلانہ نظرین پہلے ہی سے اس بات کی پیشینگوئی کرتی تہین کہ یہ شریف و نجیب بچہ آیندہ زمانے مین علم طریقت کا سراج اور مشائخ صوفیہ کا پیشوا قرار دیا جائے گا۔ اور بچپن کے زمانہ مین آپکی پیشانی سے وہ رشد و طلب کے آثار نمایان تھے جو صاف طور پر اس بات کی شہادت دیتے تھے کہ یہ ہونہار بچہ درویشون کا معتقد ہوگا

شیخ کا علمی اقتدار

چنانچہ جس زمانہ مین سید حامد راجی شاہ کی عظمت و شہرت کا ستارہ اوج عروج پر شہاب ثاقب بن کر چمک رہا تھا اور اقبال کی یاوری اور کمال علم کا آفتاب اپنی پوری تابانی دکھلا رہا تھا نیز اُنکے ضمیری جوہرون اور روحانی جذبات کی روشنی اطراف عالم مین پھیل گئی تھی تو شیخ حسن بزرگ سید کے امتحان کی غرض سے اُنکی خدمت مین پہنچے۔ اور پہلے ہی مرحلہ مین جاذبہ ازلی نے محترم سید کے حلقہ مین آپکو کھینچ لیا سید حامد راجی شاہ اپنے وقت کے مشائخ مین امتیازیہ نظرون سے دیکھے جاتے تھے اور علم طریقت مین آپنے وہ نام پایا تھا کہ مشائخ زمانہ آپکو نہایت معزز اور معتقد القاب سے یاد کرتے تھے۔ علاوہ ازین جو عظمت اور قدر و منزلت انکے دلون مین موجود تھی وہ ایسی اعلیٰ درجہ کی تہی جسکا کوئی کافی اندازہ نہین کر سکتا آپ شیخ حسام الدین مانکپوری کے ممتاز خلیفہ تھے جو حقیقت مین شریعت و طریقت دونون طرح کے علوم کو جامع اور مشائخ چشتیہ مین اعلیٰ درجہ کا اعزاز و اقتدار رکھتے تھے اسکے علاوہ شیخ نور قطب العالم کی خلافت کا ممتاز منصب بھی آپکو حاصل تھا غرضکہ شیخ حسام الدین صاحب اپنے عہد مین ایک ایسے مسلم الثبوت صوفی تھے جو ہر بات مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ آپ کا زہد و تقویٰ و تورع ضرب المثل تھا اور آپ کا مستجاب الدعوات ہونا خواص مین بے مثل شہرت پا چکا تھا۔

شیخ حسن کا مرید ہونا

حامد راجی شاہ کا اعزاز

شیخ حسام الدین کا ذکر

شیخ نور قطب العالم کی مجمل ہسٹری

شیخ نور قطب العالم ہندوستان کے نامور اور مشہور مشائخ مین سے تھے عشق و محبت۔ ذوق و شوق تصرف و کرامت ریاضات و مجاہدات اور مذہبی مباحث مین سب سے زیادہ حصہ رکھتے تھے بلکہ اُس عہد مین کوئی شخص ان باتون مین آپکی ہمسری اور برابری کا دعویٰ نہ کرسکتا تھا۔ کثرت ریاضات نے تمام عالم مین شہرت عام پیدا کردی تھی۔ اور علما۔ فضلا۔ مشائخ کا مجمع آپکے مکان پر لگا رہتا تھا شیخ نور قطب العالم کی لائیف مین جو بات سب سے زیادہ استعجاب کی نظر سے دیکھی جاتی ہے وہ آپکی دینداری اور مذہبی تقدس مین وجوش ہے جسکی نظیر اُس زمانہ کے مشائخ مین بہت مشکل سے ملتی ہے۔ آپ اپنے والد شیخ علاء الحق بن سعد کے خلیفہ بھی تھے جو جامع علم ظاہر و باطن اور مرجع خواص و عوام تھے۔ گو خلافت کے اس ممتاز منصب نے شیخ نور قطب العالم کو اور بھی مشہور و معروف کردیا تھا۔ لیکن واقعی بات یہ ہے کہ جس چیز نے آپکے فضل و کمال کو منصب خلافت کے علاوہ تمام ہندوستان مین مشہور کردیا وہ آپکے علمی کارنامے اور تصرف و کرامات کے سچے واقعات ہین۔ جسکا نتیجہ یہ ہے کہ آجتک صفحات تواریخ پر اُنکی گہری جھلک پڑرہی ہے۔

شیخ علاء الحق

شیخ علاء الحق قطع نظر اسکے کہ بنگالہ اور پورب کے تمام مشائخ مین نہایت قدر و وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اور اُس عہد کے علما و مشائخ مین غیر معمولی شہرت رکھتے تھے۔ شریعت و طریقت کے دونون علمون کو جامع اور علمی تبحر مین بے مثل تھے۔ آپکا علم و فضل مین وہ پایہ تہا جو محتاج بیان نہین یہ بات بجز اُنکے اور کسیکو بہت کم نصیب ہوئی ہے کہ جسنے آپکے فیض صحبت اور علمی تعلیم کا حصہ لیا وہ علم و فضل مین کامل اور بےنظیر ثابت ہوا شیخ علاء الحق جناب شیخ سراج الدین اودہی کے خلیفہ ہین جو شیخ نظام الدین قدس سرہ کے معزز جانشین اور ایک نہایت بزرگ اور اولو العزم خلیفہ شمار کیئے جاتے ہین الغرض جناب شیخ محمد طاہر کے فرزند رشید شیخ محمد حسن بزرگ محترم سید حامد راجی شاہ کے مرید و معتقد تھے اور اُنکے کمال علم اور تبحر کیوجہ سے انہین مشائخ کا پیشوا اور علمائے شریعت و طریقت کا سرتاج جانتے تھے۔ چنانچہ آپکے اُس دلی اعتقاد کی مثال جو سید حامد راجی شاہ کے بارہ مین رکھتے تھے۔ ایک تاریخی واقعہ سے خوب ظاہر ہوتی ہے۔

شیخ سراج الدین اودہی

بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ ہدّاد شارح ہدایہ اور چند نامور علما نے جو شیخ حسن کے درس مین شریک اور آپکے جلیس و انیس تھے آپکے اُس اعتقاد کو جو بزرگ سید کے حق مین رکھتے تھے استعجاب کی نظر سے دیکھا اور ایکدفعہ تو برملا یہ کہہ بھی دیا کہ سید حامد راجی شاہ سے آپکا بیعت کرنا اور اُنکی متابعت کا حلقہ اپنے کان مین ڈالنا نہایت ہی بعید اور دور از قیاس بات ہے کیونکہ آپ قطع نظر خاندانی عظمت و شان کے علوم و فنون مین عام طور پر

شیخ حسن کے اُس اعتقاد کی مثال جو آپ کو سید حامد راجی شاہ کی نسبت تہا

شیخ قطب العالم ابن شیخ علاء الحق ... شاہ عبد الرحیم کے نانا شیخ رفیع الدین تھے۔ رفیع الدین ابن شیخ قطب العالم ابن شیخ عبد العزیز ابن شیخ حسن ابن شیخ طاہر

اپنے ہمعصرون مین ممتاز ہین اور آپکے ضمیری و روحانی جوہر بھی ممتازیت کی گہری تہ رکھتے ہین اسکے سوا آپکی دانش و فضل کا شہرہ تمام ملک مین پھیلگیا ہی اور اہل ملک کی نگاہ مین آپ پر وقعت کیساتھ پڑتی ہین باوجود اس فضل و شہرت کے آپکا سید حامد سے بیعت کرنا جو علم مکتبی سے چندان حصہ نہین رکھتے سخت تعجب اور تعصب کیساتھ حیرت سے دیکھا جاتا ہی۔

شیخ ہداد کی یہ تقریر سن کر جناب شیخ محمد حسن نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے فرمایا کہ پیارے شیخ ہداد تمہارا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ واجب الاحترام اور فخر خاندان و قوم سید حامد راجی شاہ مکتبی علم سے حصہ نہین رکھتے لیکن تمہین یہ معلوم ہی کہ ظاہری کتابی تعلیم جو ہر انسان کو مکتب مین دیجاتی ہی اُسکے لئے کچھ بھی ضرور نہین کہ ہر انسان اس تعلیم سے مصلح قوم اور ریفارمر بننے کی قابلیت و لیاقت پیدا کرلے۔ بلکہ فطرت جس انسان کو اپنے ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہی اُسکے ضمیر کو اول ہی روز سے روحانی جوہرون اور ربانی قابلیتون کے زیور سے آراستہ کردیتی ہی ایسے وقت مین اگر اُسے مکتبی تعلیم نہ بھی دیجائے تو بھی کوئی اندیشہ اور مضایقہ کی کی بات نہین ہوتی کیونکہ اُسکے روحانی جوہر جو پہلے ہی سے اُسمین مضمر کیئے گئے ہین ایک نہ ایک روز اپنی اصلی تابانی اور روشنی دکھا کر ضرور رہین گے۔

یہ امر عموماً تسلیم کرنا پڑتا ہی کہ ظاہری کسب و محنت کو ہر چیز مین مداخلت ہی گو کوئی شخص کیسا ہی غبی اور کند ذہن ہو مگر پھر بھی محنت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر اُسے باقاعدہ عمل مین لایا جائے تو کچھ نہ کچھ حاصل ہو ہی جاتا ہی لیکن اُسکے ساتھ ہی یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہو کہ ذہانت و حافظہ فطرت کی خاص عنایتین ہین جو مقدس اور پاک نفوس کو بغیر ظاہری تعلیم کے بھی حاصل ہوسکتی ہین اور ربانی قابلیتون کی وہ درخشانی و تابانی جو کسی پاک دل پر پرتو افگن ہو جاتی ہی۔ نہ جانکاہ محنت سے میسر ہوسکتی ہو نہ تقریر ہی وہان کچھ کام دیتی ہے لیکن اسپر بھی مین چاہتا ہون کہ اہل علم کی ایک جماعت منتخب ہوکر محترم سید کی خدمت مین بھیجی جائے تاکہ جو مشکل اور اہم مسائل اور علمی باریکیان دلمین کھٹکتی ہین اُنہین سید کی خدمت مین پیش کرین اگر سید کی توجہ سے حل ہو جائین اور اُنکا جواب باصواب حاصل ہو تو میری طرح اُنکو بھی معتقد و مرید ہونا چاہیے ورنہ خیر۔ چنانچہ شیخ ہداد وغیرہ نے اہل علم کی ایک جماعت سید کے امتحان کیلیے منتخب کی اور اُسے آپکی خدمت مین روانہ کیا۔ لیکن یہ عجیب اتفاق کی بات ہی کہ بعض لوگونکے اشکال تو راستہ ہی مین حل ہوگئے اور بعضون سے بزرگ سید کے پر انوار جمال کے دیکھنے سے اور باقی لوگون کے شکوک و شبہات آپکے حکمت آمیز اور پر اسرار کلام

سکے سننے سے مٹ گئے۔ حاضرین آپکے اس بیمثل اور عدیم المثال تصرف کی بانگی دیکھکر قدمون پر گر پڑے اور فورًا
بیعت کرکے ربقۂ ارادت مین داخل ہو گئے۔

شیخ حسن کی دہلی مین تشریف آوری

الغرض شیخ حسین صاحب ایک دراز مدت تک اُسی شہر مین طالبونکے ارشاد و تعلیم مین مصروف و مشغول رہے
لیکن بعد ازان سلطان سکندر کی استدعا سے جو سلاطین دہلی مین ایک انصاف پسند اور منصف مزاج بادشاہ تہا
اور جو فیاضی اور سخاوت مین سب سے افضل و فائق شمار کیا جاتا تہا پُرانی دہلی مین تشریف لائے اور بجے منڈل مین اقامت اختیار کی

بجے منڈل کی مختصر تاریخ

مجہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شائقین کی بصیرت و اطلاع کیلئے بجے منڈل کی مجمل ہسٹری مختصرًا قلمبند
کرون ناظرین سے امید ہے کہ خارج از بحث کا الزام دینے سے معذور سمجہینگے۔ بجے منڈل ایک نہایت عظیم الشان اور
خوشنما محل ہے جو قطب صاحب کے راستہ مین حوض خاص کے سامنے واقع ہے یہ ایک نہایت عالیشان عجیب و غریب اور
حیرت افزا عمارت ہے۔ دلچسپ و دلکشا ہونیکے سوا کسی زمانہ مین بہت ہی خوش منظر اور پر فضا ہوگی لیکن اسکی موجودہ
ویران حالت دیکھکر اُس شاہانہ شوق پر انتہا سے زیادہ افسوس ہوتا ہے جسنے اس عظیم الشان اور دلگیر عمارت
کی بنیاد ڈالی ہوگی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ عمارت حوصلہ مند فیروز شاہ کے شوق کا نتیجہ ہے جسنے کثیر التعداد لاگت
سے اسے تیار کیا تہا اسی عمارت کو جہان نما بہی کہا جاتا ہے اور بدیع منزل کے لقب سے بہی پکارا جاتا ہے لیکن عوام
الناس بجے منڈل کہتے ہین۔ کتب تواریخ پر غائر نظر ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عالیشان اور خوبصورت عمارت
اُسی زمانہ مین بنائی گئی تہی جس زمانہ مین فیروز شاہ نے فیروز آباد آباد کیا تہا۔ فیروز آباد کی تعمیر ۷۵۵ھ ہجری مین
ہوئی۔ اور اُسکے چند سال بعد بجے منڈل کی تعمیر ہونی شروع ہوئی۔ اس عمارت کی قطع وضع نہایت ہی عجیب و
غریب ہے۔ ایک بلند اور اونچے برج پر چار دیوارون کا ایک خوبصورت کمرہ بنایا گیا ہے۔ اس کمرہ مین سے گذر کر
اُسکی بغلی دیوار مین اوپر جانے کا زینہ رکھا گیا ہے چند زینے چڑہکر اوپر جانا ہوتا ہے یہان ایک نہایت کشادہ
اور سنگین بارہ دری تہی جسکی خوشنمائی اور رونق کو اُسکے عروج کا زمانہ اپنے ساتھ لیتا گیا۔ یہان بجز اس عمارت
کے اور کوئی چیز ایسی نہ تہی جسپر انسان کی نظر شوق سے پڑے لیکن افسوس کہ اب وہ عمارت بہی ٹوٹ پہوٹ
کر ڈھیر ہوگئی اور بجز علامات و نشانات کے اور کوئی چیز باقی نہین ہے مدتون کی بیرحمی نے نازک خیال معمارون
کی عجیب و غریب صنعت اور حیرت انگیز کاریگری کو بالکل بے رونق کر دیا ہے اور بجائے اسکے کہ کبہی اس سے تفریح
ہوتی تہی۔ دل گہبراتا اور وحشت زدہ ہوتا ہے۔ مورخون کا بیان ہے کہ فیروز شاہ نے ایک نقب بنائی تہی
کہ قلعہ فیروز آباد سے اس مکان مین ہوکر نقب کے راستے سے سوارہ حوض خاص تک چلے جاتے تہے۔ اگرچہ یہ عمارت

اب بہت شکستہ اور خراب ہوگئی ہے۔ لیکن پھر بھی نقشہ اور ہیئت اور وضع قطع اچھی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جناب شیخ حسن پرانی دہلی میں تشریف لائے اور بعد میں منڈل میں اقامت اختیار کی اسی مقام پر آپنے انتقال فرمایا اور یہیں مدفون ہوئے۔ کہتے ہیں کہ سلطان سکندر کا بلند اقبال و ر نامور فرزند فتح خان شیخ کا بہت بڑا معتقد تھا۔ ایکدفعہ اُسکے دلمیں آیا کہ باپ سے بغاوت کرے اور باغیوں کی ایک جماعت کی سرگردگی میں دار الحکومت پر حملہ آور ہوکر مستقل بادشاہ بنجائے۔ دربار کے بہت سے ندیموں اور سلطنت کے اُمرا اور کارکنوں نے اُسکے ساتھ اسبارہ میں اتفاق کرلیا اور مسلح ہوکر وقت کے منتظر رہے۔ لیکن جب فتح خان نے اسبارہ میں شیخ سے مشورہ کیا تو آپنے اُسے بغاوت سے منع کیا۔ اور امن و امان کی بشارت دی اسسے سلطان سکندر بھی آپ کا معتقد ہوگیا۔ اور آپکے اعزاز و اقتدار کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔

فتح خان ابن سلطان سکندر شیخ حسن کا بڑا معتقد تھا۔

بعض مورخوں کا یہ بھی بیان ہے کہ جب شیخ دہلی میں تشریف لائے تو بادشاہ وقت شیخ کے بعض کمالات پر خواب میں مطلع ہوا۔ جسنے اُس کے پہلے اعتقاد میں ایک اور بھی نئی اور تازہ روح ڈالدی۔

شیخ حسن کا انتقال

جناب شیخ حسن ۹۰۹ھ ہجری کو بیچ منڈل کے محل میں بحالت وجد فوت ہوئے۔ آپ خاصے تندرست اور چست و چالاک تھے کسیطرح کی بیماری عارض نہ تھی۔ آپ کی مجلس میں طالبین کا جمگھٹا لگا ہوا تھا اور ایک باعی جسکا اول مصرعہ "اے ساقی ازان مے کہ دل و دین من ست" ہے بار بار پڑھی جاتی تھی جس سے آپ پر وجد طاری ہوا اور اسی حال میں آپ کی مقدس روح جسم عنصری سے پرواز کرگئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

کتاب مفتاح الفیض جو علم سلوک میں تصنیف کی گئی ہے۔ شیخ کی بہت بڑی یادگار ہے جس سے آپکے باطنی علم اور بیمثال روحانی جذبات کی شان و شوکت بڑی خوبی سے واضح و آشکارا ہوتی ہے۔

شیخ حسن کی اولاد ذکور

شیخ حسن کے انتقال کے بعد آپکے چار فرزند یادگار باقی رہے۔ لیکن اُن میں سے جنہیں تاریخی شہرت حاصل ہے اور جنسے شیخ صاحب کی آئندہ نسلوں کا سلسلہ بڑھا وہ صرف دو فرزند ہیں۔ شیخ محمد المعروف خیالی اور شیخ عبد العزیز یہی وہ دو شخص ہیں جنکے فضل و کمال کی شہرت عام طور پر تمام ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے اور جو علم سلوک کی کتابکے پورے دیباچہ ور الولد سر لابیہ کے کامل نمونے تھے۔

شیخ محمد خیالی صحیح الحال لطیف المشرب قوی الریاضت تھے۔ اور علم سلوک کے دو سربرآوردہ سمجھے جاتے ہیں

دربار دہلی میں شیخ محمد خیالی کا اعزاز

حکومت دہلی کیطرف سے اُنکا وہی اعزاز و اقتدار کیا جاتا تھا جو جناب شیخ حسن آپکے والد بزرگوار سے وابستہ تھا سلطان دہلی آپکی بڑی عزت کرتا تھا اور سیر و سفر میں اکثر اوقات اپنے ساتھ رکھتا تھا بلکہ کمال قدردانی سے

آپ کو اپنے تخت پر جگہ دیتا تھا اور یہ اُس قابلیت اور پولٹیکل لیاقت کا نتیجہ تھا جو روز اول ہی سے آپ مین مضمر تھی۔ لیکن آپنے باوجود حکومت کے اِس شان و شوکت اور شاہی اعزاز و اقتدار کے اپنی اصلی حالت نہین چھوڑی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ اپنے عہد مین پیشوائے مذہبی تسلیم کیئے گئے ہین۔

شیخ محمد خیالی کی ق

شیخ محمد خیالی کی شہرت اگرچہ زیادہ تر علوم سلوک مین ہے۔ لیکن آپ فقہ و حدیث اور ادب کلام مین بھی اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ گو آپ ابتدا مین اپنے والد بزرگوار کے مرید تھے اور انہین کے طریقہ کو استعمال مین لاتے تھے۔ مگر انجام کار آپ کا وہ ارتباط جو سلسلہ قادریہ کیساتھ وابستہ تھا آپ پر غالب آیا اور اُسی زمانہ مین آپنے تکمیل فنون کی غرض سے دہلی سے سفر کیا۔ اور ملک عرب مین پہنچکر حرم مدینہ مین سالہا سال ریاضات شاقہ مین زندگی بسر کی۔ جب حاجی عبد الوہاب بخاری دوسری مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت کیلئے تشریف لیگئے تو آپنے شیخ محمد خیالی کو بشارت دی کہ جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب مین مجھسے ارشاد فرمایا ہے کہ اس ہندی شیخ زادے نے ایک مدت دشواری سے زندگی بسر کی ہے اب تو اُسے ہندوستان مین پہنچا دے لہذا مین بکمال لجاجت عرض کرتا ہون کہ آپ میرے ساتھ ہندوستان تشریف لیچلین۔ شیخ نے فرمایا یہ سچ ہے لیکن تاوقتیکہ خود مجھے اِسکا حکم نہو گا۔ ہندوستان نہین جا سکتا چنانچہ جب آپ اِسپر مامور ہوئے تو حاجی عبد الوہاب بخاری آپکو ہندوستان مین لایا۔ اور یہان پہنچکر آپ کا انتقال ہوگیا۔ آپ بجو منڈل مین اپنے والد بزرگوار کے پہلو مین آرام فرما رہے ہین۔

شیخ کا انتقا

شیخ کے خلفا

شیخ محمد خیالی کے خلفا بیشمار اور انگنت ہین اور یہ آپ ہی کے بیمثل فیض کا نتیجہ تھا کہ جسنے آپسے فیض صحبت حاصل کیا وہ بھی علم و فضل مین کمال عروج کو پہنچگیا اور شہرت مین بینظیر اور عدیم المثال ثابت ہوا آپکی خانقاہ مین بعض ایسے بھی معزز و مقتدر خلیفہ ہین جو خود امام وقت اور مجتہد فن کہلائے جاتے ہین اور درجہ کمال و تکمیل کے مرتبہ پر پہنچ چکے ہین۔ شیخ امان اللہ پانی پتی اور شیخ عبد الرزاق جھنجانوی کو کون نہین جانتا اور کونسا آدمی ایسا ہو جو اُنکے فضل و کمال سے واقف نہین ہے یہ لوگ ایسے نہین ہین جنکے تبحر اور فیض صحبت مین ہندوستان کے مشہور اور نامور مشائخ کو کلام ہو۔

شیخ عبد العزیز
حسن کے دوسرے
رشید

شیخ حسن صاحب کے دوسرے مشہور اور دنیا کے نامور فرزند رشید شیخ عبد العزیز ہین جنکی تاریخی زندگی کے حالات مین سب سے اول اور سب سے مفصل لکھنا چاہتا تھا کیونکہ میرا ذاتی شوق اور اِس نجیب و شریف خاندان کے معزز حضرات کے حالات کی غایت کے لحاظ سے بھی ایک مضمون اس قابل تھا جو سب سے پیشتر مفصل لکھا جاتا

مگر ترتیب مضامین اور نسق کلام کی وجہ سے ہمیں اس مضمون پر فنا دیر میں پہنچا حقیقت میں شیخ عبدالعزیز ہی ایک ایسے مقدس اور فقیر طبیعت بزرگ تھے جنکی ذاتی شرافت و نجابت جنکی محتاط زندگی جنکی تورع و پرہیزگاری نے آپکو دور دور مشہور کر دیا تہا۔ اور جن کی تقدس مآبی اور پاکی کی ناموری نے آپکے شریف و معزز خاندان میں اور بہی جان ڈالدی تہی آپکے بچپن کا زمانہ در اصل آپکی آئندہ لائف کا ایک مختصر دیباچہ اور پورا فوٹو تہا دیکھنے والے اِس شدنی اور ہونہار بچے کی طفلانہ نظروں سے پہلے ہی تاڑ گئے تھے کہ کچھ دنوں بعد یہی ہلال ملک میں بدر کامل ہو کر چمکنے والا اور اپنی پوری تابانی سے ایک عالم کو روشن و منور کرنے والا ہے۔ اور در حقیقت ایسا ہی ہوا بہی طبقہ علمائے صوفیہ میں جس قدر مشہور و معروف خاندان دنیا میں گذرے ہیں اُن میں سے یہ خصوصیت خاص پہلے ہی روز سے آپکے حصہ میں تھی کہ علاوہ تکمیل علوم درسیہ اور فنون رسمیہ کے سلسلہ قادریہ اور قادریہ کے خرقہ سے ممتاز ہوں۔ دنیا میں ہر شخص کے ایک فنی ہونیکی شہرت رکھتا ہو اور ایک ہی علم میں اُسکی نظر وسیع ہوتی ہے اور وہ اُسمیں تبحر حاصل کرتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ دو فن تک اُسکا شاہین کمال بلند پروازی کیا کرتا ہے لیکن تعجب کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ آپ تمام علوم کو جامع اور سب میں تبحر رکھتے تھے اور ہر علم میں ویسی ہی بحث کر سکتے تھے جیسی کوئی شخص اپنے علم خاص میں بحث کرتا ہے۔ اس سے زیادہ کیا فخر کا باعث ہو سکتا ہے کہ آپکی قابلیت و لیاقت ہر قسم کے اہل فن کو تسلیم تہی۔ اور سب کو آپکے فضل کا اعتراف تہا۔

شیخ عبدالعزیز کا بچپن

شیخ عبدالعزیز صاحب سنِ تمیز و تین ہی سال کے تھے کہ آپکے والد بزرگوار اپنی عمر شریف کے مرحلے طے کر کے سفر عالم آخرت ہوئے اور اپنا فیض باطن شیخ قاضی خان ظفر آبادی کے حوالے کر گئے جو آپکے ایک نہایت معزز خلیفہ تھے اور جن کی استقامت و کرامت زہد و تجرید۔ ریاضت و مجاہدات تاثیر صحبت کا اُس زمانہ میں کوئی دوسرا دعویدار نہ تہا اور تصرف و کرامت میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے شیخ عبدالعزیز جب ابتدائی عمر کے مرحلے طے کر کے سن تمیز کو پہنچے تو جناب سید محمد بخاری ابن حاجی عبدالوہاب بخاری کی خدمت میں تحصیل علوم کی غرض سے حاضر ہوئے۔ چونکہ سید محمد اور خود اُن کے والد بزرگوار حاجی عبدالوہاب بخاری جناب سید حسن صاحب کے فضل و کمال کے معترف اور اِس امر کی علی الاعلان شہادت دیتے تھے کہ در حقیقت شیخ حسن ہی اِس زمانہ میں تمام علوم و فنون میں فرد ہیں۔ نیز شیخ عبدالعزیز کی ذاتی خوبیوں اور فطری قابلیتوں نے سید محمد بخاری کو اپنا گرویدہ کر لیا تہا۔ اِس لئے اُنہوں نے شیخ عبدالعزیز کی اتالیقی کے نازک اور اہم فرائض کو اپنے ہاتھ میں لیا اور نہایت قابلیت اور دلسوزی سے اِن فرائض کو ادا کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز میں شیخ عبدالعزیز کو اُنکی فیض صحبت

شیخ عبدالعزیز کی تعلیم و تربیت و بیعت

اور تعلیم و تربیت نے فقہ حدیث ادب کلام اور تمام دینیات مین کامل کردیا۔

شیخ عبدالعزیز کی علم سلوک مین تکمیل

جب شیخ عبدالعزیز درسی کتابون کی تکمیل سے فارغ ہوئے تو حاجی عبدالوہاب بخاری کی خدمت مین چند روز رہکر خصوصی استفادہ حاصل کیا اور خرقۂ سہروردیہ زیب تن فرمایا حاجی عبدالوہاب بخاری نے سید راجو قتال سے خرقہ حاصل کیا تہا جو جناب مخدوم جہانیان کے چھوٹے بہائی تھے اور جو بہت عمر اور سن ہوکر راہ آخرت پر کامزن ہوگئے تھے۔ آپنے خود مخدوم جہانیان اور نیز شیخ رکن الدین ابوالفتح سے خرقہ حاصل کیا تہا انکی سند طبقہ صوفیہ مین بہت بڑی شہرت رکھتی ہے۔ جناب حاجی عبدالوہاب صاحب نے جسطرح سید راجو قتال کی صحبت سے فیض اٹھایا تہا اسیطرح مدت تک شیخ عبداللہ قریشی کی صحبت مین بہی حاضر رہکر فیضیاب ہوئے تھے۔ الغرض جب شیخ عبدالعزیز صاحب نے اس فضل و کمال کی شہرت حاصل کی اور علم شریعت و طریقت مین پورے طور پر تکمیل کرلی۔ تو شیخ قاضی خان نے اپنے فرزند رشید شیخ عبداللہ کو ظفرآباد سے شیخ عبدالعزیز کی خدمت مین روانہ کیا تاکہ وہ اُس فیض باطن کو یاد دہانی کرے جو شیخ حسن صاحب نے قاضی خان کے حوالے کیا تہا اور اُسکے ساتہ ہی یہ بہی کہلا بہیجا کہ مین خود حاضر خدمت ہوتا ہون مگر اس مین طلب شرط ہے شیخ عبدالعزیز یہ پیام پاتے ہی متوجہ ظفرآباد ہوئے اور جب وہان پہنچے تو زر نقد مال متاع۔ گھوڑا کپڑا وغیرہ جو کچھ پاس رکھتے تھے سب راہ خدا مین صرف کردیا اور حالت تجرید مین پورے تین سال تک طرح طرح کی مشقتون اور ریاضتون کی برداشت کی یہانتک کہ ارشاد و تکمیل کے مرتبہ پر پہنچگئے اور اسمین آپکو خاطرخواہ عروج حاصل ہوگیا۔

جب یہ سب کچھ ہوگیا تو شیخ قاضی خان ظفرآبادی نے جناب شیخ حسن کا باطنی فیض آپکے سپرد کردیا اور دہلی کی طرف مراجعت کرنیکی اجازت دی آپ آنسے رخصت ہوکر اپنے قدیم قیامگاہ مین تشریف لائے اور ارشاد کے توانین و قواعد کی بنیاد ڈالی اور مسایل سلوکیہ کا اچہی طرح اعلان کیا۔ اگرچہ شیخ عبدالعزیز نہایت ذکی الطبع اور ذہین تھے اور اسکے ساتھ ہی فقہ حدیث علم سلوک مین کامل مہارت حاصل کرچکے تھے۔ مگر پہر بہی اس اثنا مین سید ابراہیم ایرجی کی خدمت مین مدت تک علوم تصوف کے دقایق اور باریکیان حاصل کرتے رہے اور انجام کار سلسلۂ قادریہ کے خرقہ سے سرفراز کئے گئے سید ابراہیم ایرجی تمام فنون علم مین کامل اور اکثر خانوادون کی برکات کے جامع تھے۔ لیکن نسبت قادریہ اُنپر غالب آگئی تہی اور خرقہ قادریہ شیخ بہاءالدین قادری سے زیب تن فرمایا تہا۔

خلاصہ یہ کہ شیخ عبدالعزیز صاحب ہمیشہ ریاضت و مجاہدت مین مصروف رہے اور جو کچھ آپنے جوانی کی حالت مین اپنے اوپر لازم کیا۔ اُسے آخر وقت تک نہایت دلیری اور جرأت کیساتھ ادا کیا۔ شیخ عبدالعزیز صاحب کی

تاریخی زندگی مین جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف اور لایق تقلید ہی وہ یہ ہے کہ آپنے اپنے خاندان کے طریقہ کی اتباع اور اسلاف کے رویّہ کی پیروی مین کوئی دقیقہ کبھی فروگذاشت نہین کیا اس سے زیادہ قابل تعریف بات یہ ہی کہ آپ آداب مشائخ کے تحفظ مین انتہا درجہ کی کوشش کیا کرتے تھے۔ آپکے ادب کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی شیخ کا نام نہین لیا بلکہ ہمیشہ معزز الفاظ اور وزنی خطابات سے یاد کیا کرتے۔ بالخصوص اپنے موجودہ مشائخ کا غایت درجہ اعزاز و احترام پیش نظر رکھتے اور اُن کا بڑے قیمتی الفاظ مین شکریہ ادا کرتے۔

آداب مشائخ

آپ مین فیاضی کا مادہ نیچرل اور فطرتی تھا۔ علاوہ اُس فیاضی کے جو آپسے عام طور پر ظہور مین آئی خفیہ طور پر بہی علما، صلحا، اور حاجتمندونکی اعانت مین کثیر التعداد رقمین صرف ہوئی ہین۔ یہی وجہ ہی کہ جسطرح صوفیون اور مشائخون اور علما کے طبقون مین آپکے فضل و کمال اور تصرف و کرامت کی ایک غیر معمولی شہرت اور دہوم مچی ہوئی ہی اسیطرح مشہور و نامور فیاضونکی فہرست مین بہی آپ جلی اور روشن حرفون مین دیکھے جاتے ہین

شیخ کی فیاضی

باوجود اس شان و شوکت اور اعزاز و اقتدار کے آپکے مزاج مین انتہا درجہ کی سادگی اور عجز و انکسار تہا درویشون اور عالمون سے خود اُنکے قیام گاہون مین جاکر ملاقات کرتے اور ہر شخص سے خواہ کسی مرتبہ کا آدمی ہوتا نہایت خندہ پیشانی اور متواضعانہ اخلاق سے پیش آتے اگر کسیکی بیماری کا حال آپکو معلوم ہوتا تو دن مین کئی کئی مرتبہ جاکر عیادت کرتے۔ اس کے علاوہ عفو و ترحم حد اعتدال سے متجاوز تھے۔ گو بعض نا سمجھ خدام اور جہلا، عوام بدزبانیان کرتے تھے مگر آپ اپنی بلند نظری اور حوصلہ مندی سے ہمیشہ درگزر کیا کرتے اور اپنی عام فیاضیون سے دشمن و دوست کو مالا مال کر دیتے تھے۔

شیخ کے عادات و اخلاق

ان ہی باتون پر کیا منحصر ہے حلم بردباری صبر رضا تسلیم غرضکہ جسقدر عمدہ اور اچھے اخلاق ایک نہایت اولو العزم اور بزرگ شخص مین پائے جانے ضرور و لازم ہین سب آپ مین بوجہ احسن پائے جاتے تھے اور ان تمام باتون مین آپکا کمال اُس عہد کے لوگون کو تسلیم تہا اسلیئے ہم نہایت زور دیکر کہہ سکتے ہین کہ ہمین ذرا بہی شک نہین کہ شیخ عبد العزیز صاحب تمام اخلاق محمودہ مین مشائخ چشت کی ایک محسوس یادگار اور دنیا کے ممتاز و مشہور اہل کمال مین سے تھے۔

شیخ کا انتقال

آپنے ۶۔ جمادی الاخری ۱۳۰۵ھ ہجری مین انتقال فرمایا اور آیہ فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیء والیہ ترجعون پر آپ کا خاتمہ ہوا۔ آخر مین ہم اُس سلسلہ قادریہ کو اس مقام پر تبرکاً نقل کرنا مناسب سمجھتے ہین جو خاص شیخ عبد العزیز صاحب کی قلم سے لکھا ہوا ہی اور چونکہ عربی دانون کیلئے اسمین زیادہ حصہ ہے اسلیئے بجنسہ عربی مین لکھا ہے

بسم الله الرحمن الرحيم - الحمد لله الذى هدنا الى سبيل الرشاد وامرنا باتباع الحق والسداد والصلوة والسلام
على نبيه محمد واله اولى الولاية والارشاد وصحبه الاكرمين الاكملين الامجاد وبعد فيقول العبد تراب
الاقدام خدام اهل بيت النبى عليه الصلوة والسلام ذرہ ناچیز عبد العزيز بن حسن لبعه الله بعيوب نفسه جعل
يومه خيرا من امسه ان الاخ الاعز الاكرم العاقل العالم افتخار الافاضل والاكامل سلالة الاولياء قدوة الاصفياء
الشيخ يحيى بن الشيخ معين الدين خالدى جعله الله تعالى من اهل صفوته واصطفاه بخواص محبته وكمال معرفته
لما تشرف بشرف حضوره وصحبته وتقلد لى رسوخ اعتقاده وثبوته عقدت معه عقد الاخوة الدينية و
البسته خرقة المشائخ الصوفية قدس الله تعالى ارواحهم ونور اشباحهم وانا لبستها بطريق الارشاد والوكالة
والنيابة والاجازة والخلافة من شيخى ومرشدى ومخدومى وسيدى وسندى سيد السادات منبع السعادات
السيد ابراهيم بن معين بن عبد القادر بن مرتضى الحسينى القادرى سلمه الله تعالى وشيخى ومرشدى المشار
اليه لبس من شيخه ومرشده ابى البركات بهاء الملة والدين ابراهيم الانصارى القادرى افاض الله علينا شآبيب
بركاتهم وشيخه ومرشده المشار اليه لبس من شيخه السيد السند قطب الوقت ابى العباس احمد بن حسن الجيلى
المكى الشافعى وهو من ابيه السيد السند الشريف السيد حسن وهو من ابيه السيد الشريف موسى وهو من ابيه السيد
السند الشريف على وهو من ابيه السيد السند الشريف محمد وهو من ابيه السيد الشريف حسن وهو من ابيه
السيد الشريف محمد صلواحمد وهو من ابيه السيد الشريف محى الدين ابى نصر وهو من ابيه السيد الشريف ابى صالح
وهو من ابيه السيد الشريف عبد الرزاق وهو من ابيه القطب الربانى والغوث الصمدانى محى الملة والدين
ابى محمد عبد القادر الحسينى الجيلانى وهو من شيخه ابى سعيد على المخزومى وهو من شيخه الاسلام ابى
الحسن على بن محمد بن يوسف القرشى البكارى وهو من شيخه ابى الفرح يوسف الطرطوسى وهو من الشيخ عبد الواحد
ابن عبد العزيز اليمنى وهو من ابى بكر الشبلى وهو من سيد الطائفة جنيد البغدادى وهو من سرى السقطى وهو
من معروف الكرخى وهو من ابى سليمان داود بن نصر الطائى وهو من الامام على بن موسى الرضى وهو اخذ العلم و
الادب من والده الامام موسى الكاظم وهو من والده الامام جعفر الصادق وهو من والده الامام محمد الباقر وهو من
والده الامام زين العابدين وهو من والده الامام حسين وهو من والده الامام على بن ابى طالب رضى الله عنهم
وهو من سيد المرسلين وخاتم النبيين حبيب رب العالمين محمد بن عبد الله صلى الله عليه واله وصحبه
الطيبين الطاهرين وهو قال ادبنى ربى فاحسن تاديبى - انتهى كلامه ٭

جناب شیخ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد اُنکے چند فرزند باقی تھے۔ جنمین شیخ قطب العالم بلحاظ فضل کمال۔ علم و دانش۔ جود و سخا سب سے ممتاز اور مستثنے تھے علمی ذوق و شوق خدا نے آپکو پہلے ہی سے دیا تھا یہی وجہ تھی کہ گو تربیت کی اتالیقی جو تعلیم کا دوسرا جزو ہی جناب شیخ عبدالعزیز ہی کے ہاتھ مین تھی۔ لیکن مختلف علوم جو اُس زمانہ مین رائج اور درس مین داخل تھے آپنے ہر فن کے مجتہدین سے جدا جدا حاصل کیے علم فقہ و حدیث کو خاص طور پر علمائے وقت سے حاصل کیا۔ صرف نحو کلام و ادب اور اسی قسم کے وہ فنون جو عربیت کے جزو اعظم کہلاتے جاتے ہین اور جو اہل علم کیواسطے گرانمایہ جوہر ہین اُنمین آپکو اسقدر کمال تہا کہ ماہرین فن مین شمار کیے جاتے تھے۔ علی ہذا القیاس وہ تمام مجلسی علوم جنکی مختلف ممالک و اقوام مین بہت بڑی عزت کیجاتی ہی اُن مین بہی آپکی طبیعت نہایت موزون اور قابل واقع ہوئی تھی۔ یہی وہ اوصاف تھے جن کی وجہ سے آپ تمام بھائیونکی نسبت اپنے مین ممتازیت کی گہری تہہ رکھتے اور سب سے ممتاز و مستثنے سمجھے جاتے تھے۔

بیان کیا جاتا ہی کہ ابتدائی زمانہ مین آپکو وجد و سماع کے طریقہ سے بالکل انکار تہا بلکہ صوفیون کے تمام اوضاع و اطوار سے کلیتہً اعراض تہا۔ آپ ہمیشہ ان باتون سے مجتنب و محترز رہتے اور وجد و سماع کی مجلسون مین شریک ہونے کو لہو و لعب سے زیادہ تصور نہ کرتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جناب شیخ عبدالعزیز صاحب کی مجلس سلوک گرم تھی اور وعظ و ارشاد کا دروازہ کہلا ہوا تہا۔ صوفیون کے جمگھٹے لگے ہوے تھے۔ علما کا مجمع مجلس کی رونق دوبالا کیے ہوئے تہا۔ اسی اثنا مین شیخ قطب العالم بہی تشریف لے آئے اور خاموشی و متانت کیساتھ ایک طرف بیٹھ گئے۔ شیخ عبدالعزیز صاحب اپنے فرزند رشید کیطرف متوجہ ہوے اور اُس روحانی توجہ اور زبردست کشش کا آپ پر یہ اثر پڑا کہ فوراً بیخود ہو گئے۔ حاضرین مجلس نے خوشی کے نعرے بلند کیے اور غل مچاکر کہا الحمد للہ کہ آپکے صاحبزادے صوفیون اور اُنکے طریقہ کے معتقد ہوجائینگے اور اپنے انکار و اعراض سے پشیمان ہو کر قائل ہوجائینگے لیکن شیخ عبدالعزیز نے فوراً اُنہین خاموش کر دیا اور شتابانہ لہجہ مین فرمایا کہ قطب العالم کا انکار ایک ایسا مستحکم و مضبوط ہے جسکی کوئی حد نہین۔ علاوہ اسکے ہنوز اُنکی طلب کا زمانہ نہین آیا ہی جس سے وہ مجبور ہین۔

چنانچہ جب آپ کی بیخودی دور ہو گئی اور ہوش مین آئے تو حاضرین نے اُس کیفیت کی بابت سوال کیا فرمایا خواب کی طرح ایک قسم کی بیہوشی مجہپر طاری ہو گئی تہی جو کسیطرح قابل اعتبار اور لائق لحاظ نہین ہوسکتی۔ لیکن جب شیخ عبدالعزیز صاحب کا پیمانۂ حیات لبریز ہو کر چھلک گیا اور آپ دنیا سے سفر کر کے رہگرائے عالم آخرت ہوے تو شیخ نجم الحق جو جناب شیخ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کے نہایت ممتاز و معزز خلیفہ تھے اور

جنکی باطنی توجہ و تصرف کی دہوم ایک عالم مین مچی ہوئی تہی اپنے مرحوم و مغفور شیخ کے مرقد شریف کی زیارت اور ماتم زدون کی تعزیت کیغرض سے تشریف لائے جب زیارت سے فارغ ہوئے اور شیخ مرحوم کے اعزہ و اقارب سے ملاقاتین کر چکے اور دہلی سے وطن مالوف کیطرف مراجعت کرنی چاہی تو شیخ قطب العالم کی درگاہ مین تشریف لیگئے آپ اسوقت طلبہ کے درس مین مشغول تھے اور نہایت توجہ و اطمینان کیساتھ علوم کے رموز و باریکیان بیان فرما رہے تھے شیخ نجم الحق نے آپکی طرف نظر التفات سے دیکھا اور ایک عجیب و غریب تصرف کرکے جھٹ سوار ہو گئے آپکی پالکی ہنوز تہوڑی دور پہنچی کہ شیخ قطب العالم مین انتہا سے زیادہ کرب و بےچینی ظاہر ہوئی اور یہ کیفیت ساعت بساعت اور آناً فاناً بڑہتی گئی۔ یہانتک کہ آپ پا پیادہ افتان و خیزان شیخ نجم الحق کیطرف متوجہ ہوئے اور انسے بیعت کرکے طریقہ صوفیہ حاصل کیا۔

اسکے بعد جب خواجہ محمد باقی قدس سرہ طریقہ نقشبندیہ کے پہیلانے اور اسکے عام رواج دینے مین مشغول ہوئے اور آپ کی شہرت کا ستارہ معراج کمال پر پہنچا تو شیخ قطب العالم آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور مدت تک فیض صحبت حاصل کرتے رہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ خواجہ محمد باقی جو ابتدا مین شیخ قطب العالم کے سلسلۂ تلامذہ مین داخل تھے۔ اور ایک مدت تک آپکی خانقاہ کے مجاور رہے تھے اب خود شیخ قطب العالم نے اُن کا تلمذ اختیار کیا لیکن نہایت مسرت کیساتھ دیکھا جاتا ہے کہ شیخ نے کبھی اسبات کا خیال تک نہین کیا اور اُنسے فیض صحبت حاصل کرنے مین برابر مستغرق رہے حقیقت یہ ہے کہ اہل کمالات جبتک ہر درجہ کے آدمی سے استفادہ حاصل نہین کر لیتے اُنہین اہل کمال مین ہرگز شمار نہین کرتے۔ امام بخاری جو فن حدیث مین اپنا نظیر نہین رکھتے تھے اور اپنے عہد مین ایک ایسے مسلم الثبوت محدث تھے جنکے علم و فضل مین کسیکو کلام نہین تھا تحقیق مدارج پر ریمارک کرتے ہوئے فرماتے ہین کہ "محدث اُسوقت تک کامل نہین ہوتا جبتک کہ اپنے سے اعلیٰ درجہ کا شاگرد نہو اور اپنے برابر والے سے استفادہ حاصل نکرے اور اپنے کمتر سے سماعت حدیث نہ کرلے یعنی محدث کو تحقیق کا ایسا درجہ حاصل کرنا چاہیئے کہ ہر ایک رتبہ کے لوگون سے اپنے فائدہ کی بات اور مفید مضمون کو تحقیق کرتا ہے"۔ واقعی امام بخاری کا یہ قیمتی اور وزنی ریمارک قابل نوٹ ہے جو لوگ اپنے سے کم درجہ لوگون سے استفادہ لینے کو معیوب سمجھتے ہین اُنہین اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

خواجہ محمد باقی کی ابتدائی خدمت اور شیخ قطب العالم کے تلمذ اختیار کرنے کا صحیح زمانہ بتانا اگرچہ بہت مشکل ہے لیکن اسقدر یقین کیساتھ کہا جاسکتا ہے کہ جسوقت خواجہ ابتدائی زمانہ کے مرحلے طے کر رہے تھے شیخ قطب العالم کے سلسلۂ تلامذہ مین تھے اور علمی ذوق و شوق مین آپکا میلان طبعی شیخ کی طرف تھا جس زمانہ مین خواجہ محمد باقی

شیخ کی خانقاہ کے مجاور تھے اسی زمانہ کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ آدھی رات کو شیخ پر منکشف ہوا کہ خواجہ محمد باقی
کی تعلیم و تلقین کی تکمیل مشائخ بخارا کیساتھ مخصوص ہے چنانچہ آپ اسیوقت باہر تشریف لائے اور خواجہ
فرمایا تمہیں بخارا کے مشائخ طلب کرتے ہیں اسیوقت ادہر متوجہ ہونا چاہیئے خواجہ نے فوراً سفر کی تیاری کر دی
اور شیخ سے رخصت ہو کر عنان توجہ بخارا کی طرف متوجہ کی۔ چونکہ شیخ کے پاس اسوقت بجز تہ بند کے خرقہ موجود
نہ تہا اسلیئے آپنے تہ بند ہی خواجہ کو عنایت فرمایا۔ جسے خواجہ نے دستار کے طور پر سر سے لپیٹ لیا اور فوراً بخارا
کے قصد سے ادہر متوجہ ہوگئے۔

بخارا میں پہنچکر خواجہ محمد باقی۔ خواجہ مکنگی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلوک کے تمام طریقے اور باطنی فیض
حاصل کیئے۔ چند روز میں آپ کی روحانی قوت نے غیر معمولی ترقی کی اور آپکے فضل و کمال کا آفتاب اپنے انتہائی مرکز
پر پہنچگیا۔

شیخ قطب العالم کے چند فرزند تھے لیکن سب سے افضل اور عمر میں سب سے بڑے جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے
نانا شیخ رفیع الدین محمد تھے جن کے تاریخی حالات باب اول کے شروع میں ہم کسیقدر تفصیل کیساتھ ذکر کر آئے ہیں
جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے جد امجد شیخ رفیع الدین محمد کے خاندان کے حالات جسقدر ہمیں لکھنے مقصود
تھے سب لکھ چکے لیکن سچ پوچھیئے تو ابھی ہمیں بہت کچھ لکھنا باقی ہے کیونکہ یہ حالات شیخ عبد الرحیم صاحب کے
ننہیال کے متعلق لکھے گئے ہیں اسکے ساتھ تاوقتیکہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے ننہیال کے اوقات اور اس
خاندان کے مشہور و معروف حضرات کے حالات نہ لکھے جائیں تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ گویا مضمون یکرخی تصویر دکہائی ہے
اسلیئے ہمیں ضرور ہے کہ دوسرے باب میں شاہ صاحب کے ننہیال کا مختصر تذکرہ لکہیں وجہ یہ کہ جو تاریخی شہرت اور
عظمت و جبروت اس شریف و نجیب خاندان نے حاصل کی ہے وہ دنیا میں ہمیشہ کیلئے ایک محسوس یادگار
باقی ہے جو آجتک اسے زندہ کیئے ہوئے ہے۔

باب دوم

حضرت شیخ محمد پھلتی

حضرت شیخ محمد۔ عارف باللہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے نانا۔ اُن نامور اور معزز شیخ کے بلند اقبال فرزند
ہیں جنکا نام شیخ محمد عاقل تہا اور جنکے جود و سخا۔ زہد و تقوے۔ طالب العلموں اور مساکین و فقرا کی رعایت
اور علمی کارناموں کا امتیازی پھریرا تمام ہندوستان میں اڑتا تہا اور جنکے تصرفات و توجہات کے پُرفخر

اور قابل قدر حالات سے اب تک تاریخی صفحات پر روشنی چمک رہی ہو۔ شیخ محمد اپنے تمام بھائیون مین
سب سے افضل اور عمر مین سب سے بڑے ہین۔ گو شیخ محمد کے دوسرے فرزندون نے بھی گمنامی کے دائرہ سے نکلکر
تاریخی شہرت عمدہ طور پر حاصل کرلی ہو اور علمی شہرت مین ہر ایک دوسرے سے بڑھکر ہو لیکن اُن سب مین
بلحاظ شہرت عام قابل انتخاب شیخ محمد ہی ہین جو خاص فضائل سے منسوب ہین۔ یہی ایک وہ معزز اور ناموری شخص ہو
جس نے اپنے خاندان کو دنیا بھر مین مشہور کردیا۔ لوگون کا یہ خیال نہایت صحیح اور قابل نوٹ ہو کہ اگر اس
خاندان مین شیخ محمد نہوتے تو یہ خاندان گمنامی کے دائرہ سے نکلکر کبھی اسقدر تاریخی شہرت حاصل نہ کرتا۔

شیخ محمد کی ولادت و بچپن

شیخ محمد کے بچپن کا زمانہ حقیقت مین آئندہ اعزاز و اقتدار اور فطری ضمیری جوہرون کا ایک ایسا
قابل آئینہ تھا جسپر آئندہ زمانے مین تجلیات ربانی کا پرتو بخوبی پڑ سکا۔ ابتدا نشو و نما سے رشد و ہدایت کے
آثار آپ کی مبارک اور صاف پیشانی پر درخشان تھے جسے دیکھکر اہل دل آپکے حال پر بے انتہا التفات کرتے
اور صاف کہتے تھے کہ کچھ دنون بعد یہ ہلال ہندوستان مین چودھوین رات کا چاند بنکر اپنی پوری تابانی
دکھانیوالا ہو۔ چنانچہ شیخ جلال نے جو دنیا کے نامور اور مشہور ولی جناب شیخ آدم بنوری کے نہایت معزز و مقتدر
خلیفہ تھے اور شیخ محمد عاقل سے بیحد محبت و دوستی رکھتے تھے، شیخ محمد کے پیدا ہونے پر بہت خوش ہوئے
اور خاص خاص لوگون کو صراحتًا اور کنایتًا مطلع کیا کہ یہ بچہ رشد اور ہونہار ہے جو آئندہ زمانہ مین بڑی قدر و
منزلت کو پہنچیگا۔ دنیاوی حشمت و شوکت اسکے قدمونکو بوسہ دینگی اور یہ اہل دل کے حلقون کا پیشوا اور سرتاج قرار دیا جائیگا
جب شیخ محمد پیدا ہونے کو تھے تو جناب شیخ جلال آپکے والد بزرگوار کے پاس آئے اور ایک طلائی دینار
ہدیۃً پیش کیا۔ اور جب آپ دنیا سے منہ موڑکر عالم بالا مین تشریف لیجانے لگے تو حاضرین کو وصیت فرمائی
کہ میرا مصحف مقدس جسمین مین تلاوت کیا کرتا ہون شیخ محمد کو پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ آپکے اس ارشاد کی تعمیل کی
گئی۔ اور آپ کا مصحف شیخ کو پہنچا دیا گیا جسے شیخ نے بڑی مشکوری کیساتھ قبول کیا۔

شیخ محمد کی

جب شیخ محمد صاحب ابتدائی عمر کے مرحلے طی کرکے سن تمیز کو پہنچے تو تحصیل علم مین مشغول ہوئے۔ کچھ عرصہ تک
نارنول مین ایک مشہور عالم کے درسگاہ مین تعلیم پائی۔ بعدازان جناب شیخ ابو الرضا محمد کی خدمت مین حاضر
ہوئے اور کچھ دنون آپسے تعلیم پاتے رہے لیکن جب آپکی طبیعت یہان سے اُچاٹ ہوئی تو جناب شیخ
عبد الرحیم صاحب قدس سرہ کی صحبت مین تشریف لائے اور یہ صحبت آپکی طبیعت کے بہت ہی مناسب
پڑی چونکہ آپ کا دل و دماغ پہلے ہی سے اُن جوہرون سے آراستہ تھا جنہین فطرت کی خاص بخششین کہنی چاہئین

اور آپکے ضمیری جوہر عجیب غریب قابلیت کا جامہ رکھتے تھے۔ لہذا تہوڑے عرصہ مین آپنے بہت کچھ حاصل کرلیا۔ جو لوگ آپکے ہم سبق تھے اُنہین آپ کی اس عاجلانہ ترقی اور تمام علوم پر اسقدر جلد عبور کرجانے پر تعجب اور تعجب کیساتھ رشک تہا۔ لیکن غیض اور عمیق نظرون مین خوب سمجھ گئی تہین کہ اس رشدو ضمیر مین خدا کی طرفسے وہ قوت ودیعت کیگئی ہے جو ربانی نکات کے سمجھنے مین ید طولے رکھتی ہے۔

شیخ کا خدا طلبی مین سفر کرنا

جب آپ فارغ التحصیل ہوگئے اور علمی تحقیقات پر اس سرے سے اُس سرے تک عبور کرگئے تو اب داعیہ نے خدا طلبی کیطرف دعوت کی جسکی آپنے مردان باہمت کی طرح اجابت کی۔ اور وطن مالوف کو خدا حافظ کہکے اہل کمال کی تلاش مین اکناف واطراف عالم کا سفر کیا اور علماے کاملین کی صحبتون مین حاضر ہوکر فیضیاب ہوئے سالہا سال کشاکش طلب مین نہایت مستعدی سے زندگی بسر کی اور باطنی علوم کے اشغال مین ہمہ تن مصروف رہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آپکے فضل وکمال کا شہرہ تمام بلاد مین پہیل گیا اور اہل دنیا کی نگاہین وقعت کیساتھ پڑنے لگین۔ جب آپ تکمیل کے مرتبہ کو پہنچگئے اور سلوک وارشاد کے تمام مراتب طے کرچکے تو پہر وطن مالوف مین تشریف لائے اور علم ظاہری وباطنی کے درس مین مشغول ہوگئے۔

جناب شیخ محمد صاحب کے عام اخلاق وعادات

آپکے عام اخلاق وعادات

اب ہم شیخ محمد کے اُن معاملات اور تاریخی حالات کو چہوڑکر جو تعلیم وتعلم سے متعلق ہین آپکے عام اخلاق وعادات پر توجہ کرتے ہین لیکن اس سے پیشتر کہ شیخ موصوف کے اخلاق وعادات پر ریویو کرین یہ کہنا بیجا نہوگا کہ اس خاندان کے طبقہ علما مین کوئی عالم ایسا کم گزرا ہے جو علمی فیاضی جود وسخا۔ ترک حظ نفس توکل وقناعت زہد واتقا مین آپ کا دعویدار ہوا اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ کوئی شخص کسی بات مین آپ کا شریک ہوبھی تو اسکا یہ دعوے قطعی طور پر نادرست ہوگا کہ خدا ترسی اور زہد واتقا مین بہی وہ آپ سے افضل یا برابر ہوگا۔ آپ کی خدا پرستی تواضع بردباری اور سب سے بڑھکر عظمت وکرامت اسدرجہ شہرت پکڑ گئی تہی۔ کہ بڑے بڑے باکمال لوگ دور دور سے حاضر خدمت ہوتے اور آپکے تلامذہ اور مریدون کے حلقہ مین شریک ہونے کو مایہ اعزاز وافتخار سمجھتے گو آپکے چہرہ سے نورانی عظمت وجلال برستا تہا اور وہ شان وشوکت رعب ودبدبہ نمایان تہا جس سے دیکھنے والون پر عظمت نما ہیبت طاری ہوتی تہی۔ لیکن آپکی عاجزی وانکساری حد اعتدال سے بڑھ گئی تہی اور باوجود اس شان وشوکت کے مزاج مین انتہا درجہ کا عجز وانکسار تہا۔ آپ ہر ایک شخص سے نہایت خندہ پیشانی اور متواضعانہ

اخلاق کیساتھ پیش آتے اور اُسکی رضامندی و خوشنودی مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے۔ صدق و راستگوئی اور تحقیق و اعتبار مین ایسے مسلم الثبوت تھے کہ لوگ آپکے قول و نقل کو بے تامل بغیر سند و حجت کے پیش کرتے آپ کا طرز معاشرت بالکل نرالا اور انوکھا تھا جسپر کبھی کسی بکو نکتہ چینی کا موقع ہی نہین ملا۔

آپ کی تاریخی زندگی مین جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف اور لائق تقلید ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے شیخ کے احترام و اعزاز اور اُنہین راضی رکھنے مین انتہا سے زیادہ کوشش کرتے تھے۔ طالب العلمی کے زمانہ سے لیکر ارشاد و تکمیل کے عہد تک کبھی کوئی بات ایسی ظہور مین نہین آئی جو شیخ کی مرضی کے ذرا خلاف ہو اور یہ ایک ایسی بات ہے جسکی نظیر دنیا مین بہت مشکل سے ملسکتی ہے۔ آپکے اس قسم کے بہت سے دلچسپ واقعات ہین جنسے ناظرین کو اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ جناب شیخ محمد صاحب کے دلمین اپنے واجب الاحترام اور معزز شیخ کی کہان تک عظمت و عزت قائم تھی۔ لہذا مین چند واقعات مختصراً ذیل مین قلمبند کرتا ہون۔

پہلا واقعہ

پہلا واقعہ۔ شیخ محمد صاحب خود اپنے قلم مبارک سے لکھتے ہین کہ اثنائے تحصیل مین چونکہ ہمارے معزز و محترم شیخ کی طبیعت اکثر اوقات تجرد کیطرف منجذب و مائل تھی اسلیئے ہم لوگون کا سبق روزانہ نہوتا تھا اور ہوتا بھی تھا تو بہت تھوڑا۔ اس صورت مین مجھے اپنے اوقات کے ضائع ہونیکا بہت صدمہ تھا چند روز تک تو مین اسی کشاکش مین رہا کہ اب مجھکو کیا کرنا چاہیئے۔ کیا مین شیخ کی صحبت سے علیحدہ ہو کر کسی اور درسگاہ مین تعلیم لون یا اسی معمولی حیثیت مین اوقات بسر کرون آخرکار مین نے دلمین اس بات کا قطعی فیصلہ کر لیا کہ صرف اسی قلیل مقدار تعلیم پر قناعت کرنا اور موجودہ فرصت کو یون ضائع و برباد کرنا بالکل بہتر نہین ہے چنانچہ ہمت کے شاہین بلند پرواز نے بال و پر کہولے اور اب مین علمائے کاملین کی درسگاہین تلاش کرنیکو نکلا۔ اتفاق سے شہر کی ایک نامور اور فاضل اجل کی درسگاہ مین میرا گزر ہوا جو طالب علمون کو نہایت محنت و جانفشانی سے درس دیتا اور اُنکی ترقی تعلیم مین بیحد کوشش کرتا تھا۔ اُسکی یہ محنت و کوشش دیکھکر میرا عزم مصمم ہوگیا کہ چند درسی کتابین یہان نکال لینی چاہیئین لیکن جب مین وہان سے واپس ہو کر شیخ کی مجلس مین پہنچا تو آپنے اول میری طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھا۔ پھر ایک کاغذ کے ٹکڑے پر دو تین کلمے لکھکر زمین پر ڈالدیا اور خود اُٹھکر گھر مین تشریف لیگئے۔ شیخ کے چلے جانیکے بعد مین نے کاغذ اٹھا کر پڑھا اسمین لکھا تھا کہ "آج تم کہان گئے تھے کہ مجھے تمہارا باطن ظلمت و تاریکی سے مکدر نظر آتا ہے" مین نے فوراً توبہ کی اور اپنے ارادہ کو فسخ کر دیا۔ اور پھر کبھی اس قسم کا خیال تک میرے ذہن مین نہین گزرا۔

دوسرا واقعہ

دوسرا واقعہ ایک دن کا ذکر ہے کہ آپکے شیخ نے اپنے ایک مرید کو حکم فرمایا یہ بکری میرے فلان دوست کے مکان پر پہنچا دے۔ مرید نے فوراً آپکے ارشاد کی تعمیل کی اور بکری لیکر چلا۔ رستہ مین بکری نے چلنے سے انکار کیا۔ اور ایک مقام پر اڑکر کھڑی ہوگئی ہرچند اس نے اُسکے چلانے مین کوشش کی مگر بکری جگہ سے ہلی تک نہین چونکہ اس نے بکری کا چلانا اور اپنے کندے پر لادکر لیجانا دونون باتین حرج سے خالی نہین دیکھین اسلیئے اب اُسے یہ فکر ہُوا کہ کسی مزدور کو کچھ اُجرت دیکر بکری پہنچا دینی چاہیئے۔ لیکن اتفاق سے اُسوقت کوئی مزدور دستیاب نہین ہُوا۔ اور اس صورت مین شیخ کی خدمت بجا آوری مین قاصر رہا۔ شیخ محمد صاحب کو جب اِس قضیہ پر اطلاع ہوئی تو آپنے ایک عاجلانہ حرکت کی اور جلدی سے بکری کو کندھے پر لادکر روانہ ہوگئے جب واپس آئے اور شیخ کی خدمت مین حاضر ہوئے تو آپنے دونون صاحبون کے حال پر مطلع ہوکر فرمایا کہ شیخ محمد کو اُسکی حُسن خدمات نے مقربین کے درجہ پر پہنچایا۔ اور دوسرے مرید کو اُسکے قصور نے اِس مرتبہ کے حاصل کرنے سے باز رکھا۔

تیسرا واقعہ

تیسرا واقعہ شیخ محمد صاحب فرماتے ہین کہ آدھی رات کا وقت تھا یا اس سے کچھ کم بیش تھا عالم پر خاموشی اور سکوت کا سناٹا چھایا ہُوا تھا۔ تاریکی سب طرف حکومت کر رہی تھی کہ میرے مقتدر شیخ مسجد سے اُٹھکر باہر آئے۔ مین آپکے پیچھے آہستہ آہستہ قدم اُٹھائے چلا آتا تھا۔ جب آپ دروازے پر پہنچے تو لمحہ بھر ہیئت مراقبہ مین کھڑے رہے۔ ازان بعد میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اگر کوئی طالب تمہارے پاس رجوع لائے تو اُسے فوراً وہ تمام باتین تلقین کر دو جو ہم سے تمہین پہنچی ہین۔ ہم تمکو بخوشی اجازت دیتے ہین مین آپکی یہ باتین (اور سچ پوچھیئے تو خداوندی الہام) سُن کر حیرت زدہ ہوگیا اور سوچنے لگا کہ اس عظیم الشان منصب کی مجھ مین قابلیت کہان ہے۔ اور ان باتون کا خیال تک کبھی میرے ذہن مین نہین گزرا ہے۔ شیخصاحب یہ کیا فرما رہے ہین۔ آپنے میرے اس خطرہ کو فوراً دریافت کر لیا اور ایک نہایت خوش آئندہ لہجہ مین فرمایا کہ تم نے جو کچھ اسوقت میری زبان سے سُنا ہے واقعی باتین ہین۔ اسوقت خدا تعالے نے مجھے اُن تمام لوگون کے نام تعلیم کر دیئے ہین جو تم سے بیواسطہ یا بواسطہ بیعت کرینگے۔ اور اگر تم چاہتے ہو تو مین تمہارے سامنے اُن لوگون کے نام مفصل بیان کر سکتا ہون۔ تمہارا اس بارہ مین توقف و حیرت کرنا محض بے سود ہے۔ کیونکہ جو کام خداوندی دربار مین مقرر ہو چکتا ہے وہ ہرگز محل توقف مین نہین ہوتا۔

اِن واقعات سے قطع نظر اُس احترام و اعزاز کے ثبوت سے جو شیخ محمد صاحب کے دلمیں اپنے معزز شیخ کا قایم تھا آپ کی عظمت و بزرگی کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہی۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ خداوندی عنایتیں اور فطرت کی بخششین پہلے ہی سے آپکے حال پر مبذول تہین۔ اور روز اول ہی سے خدا کی نظر رحمت آپ پڑ چکی تھی۔ آپ اکثر اوقات یہ رباعی پڑھا کرتے تھے ؎ ای دوست ترا بہر مکان می جستم ٭ ہر دم خبر از این و آن می جستم ٭ دیدم بتو خویش را تو خود من بودی ٭ خجلت زدہ ام کز تو نشان می جستم ٭

شیخ محمد صاحب کی عظمت و بزرگی کی ایک اور تمثیلی حکایت بیان کی جاتی ہی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابتدا ہی سے نہایت معزز اور متقی رہتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے اقارب مین سے ایک شخص محمد سخی نام پورب کے کسی ناحیہ مین شہید ہو گئے تھے۔ مین طالب العلمی کے عہد مین ایک دن مسجد جشو کے حجرے مین بیٹھا ہوا تہا اور حجرے کا دروازہ بند کیے ہوے کتاب کے مطالعہ مین مستغرق تہا کہ دفعۃً وہ عزیز متمثل ہو کر میرے حجرے مین آ کھڑا ہوا اُسکے بدن پر فوجی لباس تہا اور ہتھیار لگے ہوے تھے جن کی چمک زمین پر برابر پڑ رہی تھی۔ مین نے یہ صورت دیکھکر کہا کہ مجھے اپنے حالات سناؤ بولے جس وقت میرے جسم پر زخم لگتا تہا مین ایک ایسی لذت پاتا تہا جسکی حلاوت اب تک میرے دلمین باقی ہی۔ اِس وقت چونکہ بادشاہ اسلام کی جرار فوج فلان مشہور بتخانے کو مسمار و خراب کرنیکے لیئے جا رہی تہی اسلیئے ہمین اُنکی رفاقت و امداد کا حکم ہوا اور اِس تقریب سے ہمارا گزر اِس راہ مین بھی ہُوا۔ مجھے تم سے ملنے کا انتہا سے زیادہ شوق تہا لہذا تمہارے حجرے مین آیا اور نیاز قدمبوسی حاصل کی۔

جناب شیخ محمد صاحب کے تصرفات اور باطنی توجہات و کرامات اور پیشین گوئیان وغیرہ

شیخ محمد صاحب کے تصرفات

جن لوگون نے مخدومی شیخ محمد کی قابلیت اور خداداد لیاقت پر مختصر طور پر ریمارک کیئے ہین اُنکے متفق الفاظ یہ ہین کہ اِس تمام خاندان مین شیخ محمد سے بڑھکر کوئی شخص عالی دماغ۔ حوصلہ مند۔ خوش اخلاق۔ قوانین اسلام کا پابند۔ بزرگان اسلام کے احترام و وقار کی رعایت کرنیوالا نہین ہوا۔ بالخصوص آپکے باطنی توجہات تصرفات کے اسقدر حالات ہین کہ اگر فیصدی دس کا بھی انتخاب کیا جائے تو بھی حیات ولی کی وسعت اُسکے لیئے ناکافی ہے پھر بھی ہم اِسمقام مین آپکے تصرفات کے وہ چند واقعات لکھتے ہین جو ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہین ہین۔

سید علی کا ایک عجیب واقعہ

سید علی جو آپکے مریدین مین سے ایک مخصوص و مستثنےٰ مرید ہین نقل کرتے ہین کہ مین جوش جوانی کے زمانہ

مین شراب بکثرت استعمال مین لایا کرتا تھا گویا ہر وقت اور ہر ساعت اُسی مین مستغرق و مخمور رہتا تھا اور کوئی
ممنوع و قبیح فعل ایسا نہ تھا جسکا مین مرتکب نہوتا تھا۔ جب میری حالت پستی و خرابی کے انتہائی درجہ پر پہنچ گئی
اور تمام اخلاق و عادات بگڑتے چلے تو مین نے اپنے دلمین عزم بالجزم کر لیا کہ اگر مجھے کوئی ایسا کامل عزیز ملیگا
جسکی پُر اثر نظرین پڑتے ہی مین اپنے اِن ناشائستہ و قبیح افعال سے باز آجاؤنگا اور اتقاء و پرہیز گاری کی خواہش
میرے دلمین فوراً پیدا ہو جائیگی تو مین اُسکی صحبت و خدمت کو اپنے لیئے ضروری اور لازمی سمجھونگا۔ اور اُسکی ارادت
و اعتقاد کا حلقہ گوش دل مین ڈالونگا۔ اُسکے ہاتھ پر بیعت کرونگا۔ اور پھر ان ممنوعات کے گرد نہ پھٹکونگا
اتفاق سے جناب شیخ محمد صاحب کسی تقریب کیوجہ سے قریہ سرا مین تشریف لائے حقیقت مین یہ زمانہ
تھا جسمین میرے اقبال و سعادت کا ستارہ پستی سے نکلکر اوج کمال پر شہاب ثاقب بنکر چمکنے والا تھا چونکہ میرے
والد بزرگوار پہلے سے شیخ کے معتقد تھے اسوجہ سے مین بہی اُن کے ساتھ واجب الاحترام شیخ کی خدمت مین
حاضر ہُوا۔ آپنے ایک سرسری نظر مجھپر ڈالی اور فرمایا تم کہان رہتے ہو اور کسجگہ نوکر ہو۔ ہنوز یہ دو تین ہی باتین
آپکی زبان مبارک سے نکلی تہین کہ میرے دلمین ایک عجیب قسم کا انجذاب واقع ہُوا اور جن ممنوعات و مناہی مین
مین ایک مدت سے آلودہ تھا اُنسے فوراً طبعی تنفر پیدا ہُوا اور وقتاً فوقتاً آناً فاناً زیادہ ترقی کرتا گیا مین فوراً
اُٹھکر گھر آیا اور شراب کے شیشون کو چور چور کر ڈالا مناہی کے جسقدر اسباب و ذرائع میرے مکان مین موجود تھے
اور اسمین کچھ شبہ نہین کہ بعض چیزین ایسی بہی تہین جو نہایت قیمتی اور مجھے بیحد عزیز تہین اور جنکا مجھے شاید تمام
عمر اپنے پاس سے علیحدہ کرنا گوارا نہوتا۔ لیکن شیخ کی روحانی توجہ اور باطنی تصرف نے مجھ مین اسقدر اثر ڈالا کہ میری نظرون
مین تمام دنیوی اور قیمتی سامان بالکل ہیچ نظر آیا۔ اور ایک ایسی طبعی نفرت پیدا ہوئی کہ بغیر لحاظ کسی امر کے مین نے
تمام سامان عیش کو خاک مین ملا دیا اور مجھے اُن کے غارت کرنے مین کسیطرح کا دریغ نہ آیا جب مین ان تمام
کامون سے فارغ ہو گیا۔ تو غسل کر کے نئی پوشاک زیب بدن کی اور شیخ کی خدمت مین حاضر ہو کر توبۃ النصوح
کی اور بیعت کر کے آپ کی صحبت کا التزام اپنے اوپر فرض سمجھا۔ ایک عرصہ کے بعد مجھے سفر کابل کا اتفاق ہُوا
اور مین نے شیخ کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ گو کمترین کی دلی آرزو تھی کہ چند روز حضور کے فیض صحبت
مین زندگی بسر کر کے دارین کی فلاح و سعادت حاصل کرتا۔ لیکن افسوس کہ میری بدقسمتی مجھے کابل کیطرف
کھینچے لیئے جاتی ہے اور مین بدنصیب مجبوراً آپسے رخصت ہوتا ہون شیخ صاحب نے نہایت خوش آئیندہ مسکراہٹ
کیساتھ یہ مشہور بیت پڑھی اور نہایت خندہ پیشانی سے مجھے رخصت کیا ؎ گر در یمنی چو با منی پیش منی ور پیش

منی چو بے منی دیدنی ہے یعنے اگر تم میرے ساتھ ہو تو گویا میں ہی ہو لیکن میرے سامنے موجود ہو اور اگر میرا خیال تمہارے دل سے مٹ گیا ہے تو اگرچہ میرے پاس ہو مگر حقیقت میں یمن ہو۔

الغرض میں کابل کیطرف روانہ ہوا اور چند روز وہاں رہنے کا اتفاق پڑا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک نہایت حسین و خوبصورت عورت سے مجھے خلوت ہوئی اور بدکاری کی خواہش نے میرے دل پر ہجوم کیا قریب تھا کہ توبہ کی گرہ کھل جائے اور میں فسق و فجور میں مبتلا ہو کر دین و دنیا سے کیا گزرا ہو جاؤں کہ دفعۃً ایسے خطرناک اور نازک موقع میں شیخ کی مبارک صورت میرے سامنے آموجود ہوئی۔ جونہی اُس شکل شمائل پر میری نظر پڑی گویا نفسانی خواہش نام تک کو نہ تھی۔ شہوت کا تمام نشہ اُتر گیا۔ اور میں اپنی اصلی حالت پر آگیا اسکے بعد اگرچہ مجھے تین یا چار سال تک کابل میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ لیکن کبھی عورت کی رغبت نے میرے دل میں خطور نہیں کیا۔ میرا گمان تھا کہ میں بالکل عنین اور نامرد ہو گیا ہوں اور رجولیت کا مادہ مجھ سے سلب کر لیا گیا ہے۔ مگر جب میں وطن مالوف کی طرف لوٹا اور اپنی شرعی بی بی سے ہمبستر ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ عنینیت و نامردی نہ تھی بلکہ عصمت حق کی جلوہ گری تھی۔ اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ شیخ محمد صاحب کی روحانی توجہ اور باطنی تصرف کا ایک عجیب و غریب اثر تھا جسکی نظیر اُور اہل دلوں کے حلقہ میں بہت مشکل سے پائی جاتی ہے۔

ایک اور واقعہ

جناب شیخ محمد صاحب کے تصرف کا ایک اور حیرت انگیز واقعہ نقل کیا جاتا ہی کہ ایک طالب العلم عظمت اللہ نام آپ کی خانقاہ میں سکونت رکھتا تھا چونکہ وہ علاوہ صورت سے قطع نظر کرکے خوش لحن بھی تھا اس لیئے آپکو اُس سے معمولی محبت ہو گئی تھی اور جب وہ اپنی موسیقی خیز آواز سے کوئی غزل پڑھتا تھا تو آپ اُس سے بہت خوش ہوتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ جوش مسرت سے بھرے بیٹھے تھے۔ اور کمال درجہ کا سرور حاصل تھا کہ عظمت اللہ کو نغمہ چھیڑ دینے کا حکم فرمایا۔ لیکن اُسنے اس موقع پر تن داری برتی اور آپکے ارشاد کی تعمیل سے پہلوتہی کی۔ دو تین مرتبہ آپنے اُسکو طلب کیا۔ مگر اُس نے ہر دفعہ انکار اور انکار کیا تھا اصرار کیا۔ آپکی طبیعت اُس سے بیحد مکدر و منغض ہوئی اور ایک غضبناک اور قہر آلود نگاہ سے اُسکی طرف التفات کیا جس کے اثر سے اُسکی حالت میں عجیب و غریب انقلاب پیدا ہوا۔ سارے چہرے پر زردی اور زردی کیساتھ مردنی چھا گئی۔ اور جسم پر لرزہ پڑا اور آناً فاناً بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ ہلاکت کا خوف اُسپر غالب آیا۔ اور اپنی زیست سے محض مایوس و نا امید ہو گیا۔ محمد جعفر جو شیخ صاحب کے خادم قدیم تھے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے

اور لجاجت کے لہجہ مین عظمت اللہ کی سفارش کی بابت لب جنبانی کی آپ کا غصہ فرو ہوا اور اُسکی اِس گستاخی سے درگزر کی۔ لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ اب اِسے وہ خوش الحانی اور دلفریب آواز میسر نہین ہوسکے گی جسپر مجھے رغبت تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسکے بعد اُسکی آواز کی ملاحت اور خوش لحنی جاتی رہی اور مردود جمیع طبائع ہوگیا جو لوگ اِس سے پیشتر اُسکی آؤ بھگت کرتے تھے اب نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے اور جو اپنے سر و آنکھون پر جگہ دیتے تھے۔ صف نعال مین بھی بیٹھنے کو ناگوار جاننے لگے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ طرح طرح کے فسق و فساد مین مبتلا ہوا اور کسی جگہ اُسکو اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہین ہوا۔

الحاصل شیخ محمد صاحب کے اِس قسم کے بیشمار واقعات ہین مین نے صرف اِن ہی دو ایک واقعون کے قلمبند کرنے پر اکتفا کیا تاکہ یہ تذکرہ زیادہ طول نہ پکڑ جائے اور معزز ناظرین کو بہت انتظار نہ کرنا پڑے لیکن شیخ کے حالات زندگی ختم کرنے سے پیشتر مجھے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ جسطرح آپکے روحانی تصرف کے دلچسپ واقعات سے ناظرین نے لطف اُٹھایا ہے اُسیطرح آپکے سلب امراض کے چند واقعات جو تصرف کا دوسرا جزو ہی مختصراً درج کرون تاکہ اہل مذاق اپنے اپنے مذاق کے مطابق دلچسپی لین۔

سلب امراض

شیخ محمد صاحب کو تصرف کی اِس دوسری شاخ سلب امراض مین وہ قوت حاصل تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ ایک دفعہ سید برہان بخاری کو قولنج عارض ہوا جسکی وجہ سے نہایت کرب و بے چینی اور اضطراب و بیقراری پیدا ہوئی اُن کے رفقا نے آپ سے التجا کی اور آپ سید برہان کے مکان پر تشریف لیگئے مریض کے سرہانے بیٹھکر اُسکے مرض کو سلب کرلیا اور اُسنے فوراً شفائے کلی پائی۔ لیکن اُسکا اثر شیخ صاحب مین کبھی کبھی ظاہر ہوتا تھا۔ اور آپ گاہے ماہے قولنج مین مبتلا ہوجاتے تھے میر عبداللہ جو آپکے خواص کے حلقہ مین ایک معزز شخص ہین نقل کرتے ہین کہ حضرت شیخ صاحب کسی موضع کو تشریف لیگئے اور مین خدمت مین حاضر تھا جب وہان سے مراجعت کرنے کا قصد ہوا تو مجھے سخت و شدید تپ عارض ہوئی اور ایک دو ہی روز مین اِسقدر ناطاقت ہوگیا کہ جنبش کرنے تک کی طاقت نہین رہی۔ شیخ نے جب میری یہ حالت دیکھی تو میرے واسطے سواری کی جستجو کی اتفاق سے اُسوقت سواری کہین میسر نہین ہوئی۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اگر تم میرے گھوڑے کے آگے آگے چل سکتے ہو تو تیار ہوجاؤ تمہین اِسوقت عجیب و غریب واقعات پیش آئین گے۔ مین نے عرض کیا بہتر ہے۔ چنانچہ بہزار محنت و دقت لوگون نے مجھے کھڑا کیا اور شیخ کی نظر مبارک کے سامنے لا بٹھایا۔ فوراً مجھے مرض مین تخفیف معلوم ہوئی اور اب مین نہایت

چاق وچست ہوکر آپکے گہوڑے کی آگے آگے چلنے لگا۔ جون جون قدم آگے بڑہاتا تہا مجہ مین طاقت وتوانائی آتی جاتی تہی حتے کہ مجھے شفاء کلی حاصل ہوئی اگرچہ ساری منزل پاپیادہ قطع کی لیکن محو حیرت تہی کہ ذرا بہی تکان وکاہلی معلوم نہوتی تہی۔

کرامات

شیخ محمد صاحب کی کرامتون کے بہی بہت سے دلچسپ واقعات ہین۔ ایکدفعہ بمقام سنوتہ آپ کے ایک بے ریا اور مخلص دوست نے دعوت کی اور صرف اسقدر کہانا پکایا جو پندرہ آدمیونکو کافی ہوسکتا تہا۔ جب دسترخوان بچہایا گیا تو نلوہہ کا حاکم شیخ محمد یعقوب آدمیون کی ایک جماعت کثیرہ کیساتھ شیخ کی زیارت کیلئے آموجود ہُوا۔ ایسے محل پر لوگون کے ایک جم غفیر کے دفعۃً آجانیسے میزبان گہبرا گیا اور اُسکے چہرے کا رنگ فق ہوگیا شیخ صاحب نے اُسکی یہ گہبراہٹ معلوم کرکے فرمایا کہ تم کسی طرح کا فکر نہ کرو۔ ان لوگون کی دعوت ہمارے ذمہ ہی لیکن تمہین اسقدر تکلیف کرنا ضرور ہوگی کہ کثیر التعداد طباق جمع کردو۔ انشاء اللہ یہی قلیل مقدار کہانا بہت ہوجائےگا اور تمام حاضرین سیر ہوکر کہالین گے۔ اور ایسا ہی ہُوا بہی۔ جب سب لوگ کہانیسے فارغ ہوگئے تو آپنے ایک خوش آئیندہ تبسم کیساتھ فرمایا کہ فقیر لوگ گاہے گاہے ایسا بہی کیا کرتے ہین۔

شیخ الہ بخش جو آپکے قبیلہ مین ایک ذی وجاہت اور صاحب اعتبار شخص تہا اور تمول و دولتمندی کے نشہ مین چکنا چور ہورہا تہا۔ اُس نے ایک دفعہ جناب شیخصاحب کی خدمت مبارک مین کچہ ایسی گستاخی او بے ادبی کی جس سے آپکو سخت رنج ہُوا آپنے منغض ہوکر فرمایا خداوندا اِسکے بعد اس شخص کا مُنہ مجھے نہ دکھائیو۔ یہ کہکر آپ تو سوار ہوگئے اور پیچھے شیخ الہ بخش ایک نہایت مہلک اور خطرناک مرض مین گرفتار ہوگیا جس سے ہزار علاج کے بعد بہی جانبر نہو سکا۔ دو روز تک حالت نزع رہی اور تیسرے روز جبکہ آپنے مکان پر مراجعت فرمائی مر گیا۔ شیخ نے اُس کے جنازے پر نماز پڑھی اور لوگون نے دفن کردیا۔

ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ عبد الوہاب آپکے چچازاد بہائی نے ایک نہایت خوبصورت اور عالی شان عمارت بنائی۔ عمارت جب بن بناکر تیار ہوگئی تو شیخ عبد الوہاب کو ایک اتفاقی سفر پیش آیا۔ اُنکے چلے جانے کے بعد اُسطرف کے ایک رئیس رستم نامی نے جسے شیخ عبد الوہاب سے دلی عداوت تہی۔ اِس عمارت کو مسمار وخراب کرڈالنے کا قصد کیا۔ جب شیخ محمد صاحب اُس کے اِس ارادے پر مطلع ہوئے تو فرمایا۔ سخت افسوس کی بات ہی۔ کہ شیخ عبد الوہاب کی عمارت بلاوجہ ڈہائی جائے اور ہم موجود ہون اور چونکہ جنگ کرنا فقیر دن کا شیوہ نہین ہے۔ اِسلیئے مین ایک تصرف کرتا ہون کہ رستم یہان تک پہنچ ہی نہ سکے چنانچہ جب رستم نے شیخ

عبدالوہاب کی عمارت مسمار کرنیکے ارادے سے فوج کا ایک دستہ فراہم کیا اور سب لوگ اُس کے ساتھ چلنے پر راضی ہوگئے۔ تو سید لشکر خان کے عاملون مین سے ایک شخص نے اُسکو اسباب مین اتفاق نہین کیا اور اس مہم مین شریک ہونیسے صاف انکار کردیا۔ رستم نے اُس سے سختی کی جسکا یہ انجام ہوا کہ عاقل کا حقیقی بھائی مارڈالا گیا۔ اس قتل کے وبال مین رستم سے مواخذہ کیا گیا اور وہ اسی مواخذہ مین مرگیا۔

سید محمد وارث جو نہایت معتبر اور صادق القول شخص ہے بیان کرتا ہے کہ مجھے ایک مرتبہ سفر پیش آیا مین رخصتانہ ملاقات کیلیئے شیخ محمد صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا آپنے مجھے عافیت کی خوشخبری دی۔ اور مصافحہ کرکے رخصت کیا۔ اتفاقاً اثنائے سفر مین ایک رات خونی ڈاکوؤن نے ہجوم کیا اور مجھپر ہلاکت کا خوف غالب آیا۔ اس نازک اور خطرناک موقع پر مجھسے بجز اسکے اور کچھہ نہو سکا کہ شیخصاحب کی جناب مین متوجہ ہوا اور آپ کا تصور ذہن نشین کرکے بچھونے پر جالیٹا۔ کروٹ بیچینی کیساتھہ چند کروٹین لین اور آخر کار نیند آگئی۔ خواب مین دیکھتا ہون کہ جناب شیخصاحب کھڑے فرما رہے ہین کہ محمد وارث اُٹھو اور بے خوف وخطر یہان سے نکل جاؤ تم سے کوئی تعرض نہین کرسکتا۔ لو یہ دو لڈو ناشتہ کیلیئے رکھہ لو۔ مین نے لڈو لیکر اُسیوقت مین جیب مین ڈال لیئے جب مین بیدار ہوا تو ہنوز میرے جسم پر رعشہ کا اثر باقی تھا۔ اور ڈاکوؤن کا دہشتناک خیال مجھے رہ رہکر دہلا رہا تھا۔ لیکن جب مین نے وہ دونون لڈو جو خواب مین شیخ نے عنایت فرمائے تھے بعینہ جیب مین دیکھے تو ایک فوری اطمینان نے میرے گئو ہوئے ہوش وحواس بجا کردیئے۔ مین اپنے دلکو نہایت مضبوط اور قوی پاکر بچھونے سے اُٹھہ کھڑا ہوا اور سوار ہوکر منزل مقصود کیطرف روانہ ہوگیا۔ ڈاکوؤن کو یا تو میری مزاحمت کرنیکی جرأت ہی نہین ہوئی یا کسی سبب سے مجھسے غافل رہے۔ بہرحال مین بڑی جرأت اور آزادی سے نکلکر روانہ ہوا اور کسی نے میرا تعاقب نہین کیا۔ شیخصاحب کے عنایت کیئے ہوئے لڈو مدت تک تبرکاً میرے پاس رہے لیکن جب آپ ناپائدار اور فانی دنیا سے رہگرائے عالم باقی ہوئے تو مین اُنہین کہا گیا۔

پیشین گوئی — سنہ ۱۱۱۹ھ مین جب عالمگیر بادشاہ کے فرزندون شاہ عالم اور محمد اعظم مین بمقام اکبرآباد خونخوار اور عظیم الشان جنگ واقع ہوئی تو شیخ محمد صاحب کے معتقدون مین سے کسی نے آپکو باین مضمون عریضہ لکھا کہ یہ دونون والاشان تخت وتاج مین سے کس کے نصیب مین فتح مقدر ہے آپ انہین سے جسے فرمائین تسلیم کرین مین اُسیکی جانبداری کرون۔ شیخصاحب نے فوراً لکھہ بھیجا کہ شاہ عالم کی فتح ہوگی۔ اور محمد اعظم عین میدان جنگ مین مارا جائیگا۔ انجام کار ویسا ہی ہوا اور آپکی پیشین گوئی بیکم وکاست سچی ہوئی۔

جناب شیخ محمد صاحب کی صحبت و نظر کا اثر

یہ عنوان اسقدر وسیع ہے جسکی تفصیل و توضیح کیلئے کئی جز درکار ہین لیکن مختصر یہ ہے کہ شیخ محمد صاحب کے علم و فضل اور فیض صحبت کا پایہ اسقدر رفیع و اعلی تہا کہ جس نے آپ سے فیض صحبت حاصل کیا وہ ہی تصرف و توجہ مین کامل اور بے نظیر ثابت ہوا جن لوگون نے آپکی مریدی و تلمذ اختیار کیا انکی ٹہیک تعداد بتانا بہت مشکل ہے لیکن تاہم جنہین تاریخی شہرت حاصل ہے انکی تعداد بھی اسقدر ہے جنکی مختصر فہرست کی وسعت حیات ولی نہین رکھتی۔ اسلیئے ہم چند حضرات کی مجمل فہرست ناظرین کے سامنے پیش کرکے اس باب کو ختم کرتے ہین۔

شیخ کے تلامذہ

سید عبدالرحیم اور سید ہاشم جو معقولی و منقولی علوم مین شہرۂ آفاق تھے آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور آپکی بیعت و صحبت کیوجہ سے وہ ارتباط حاصل کیا کہ آپنے ایک دن اُنپر نظر التفات ڈالی جسکی تاثیر یہ ہوئی کہ ہر ایک مین ایک عجیب حالت پیدا ہو گئی۔ سید عبدالرحیم کو کشف خواطر اور کشف قبور حاصل ہوا یعنے آپ ہر ایک شخص کے دلی بھید اور مخفی اسرار ظاہر کردیتے اور جس قبر پر پہنچتے اُسکی حقیقت بیان کرد یتے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کھاتولی کے قبرستان مین سے گذر رہے تھے ہمراہیون سے فرمایا کہ مین دیکھ رہا ہون کہ آگ کا ایک بھڑکتا ہوا شعلہ زمین سے نکلکر آسمان تک پہنچگیا ہے اور جب چند قدم آگے بڑہے تو ایک قبر کو دیکھکر فرمایا کہ آگ کا شعلہ اس قبر سے نکل رہا ہے۔ لوگون نے اسکا کھوج لگایا تو معلوم ہوا یہ قبر ایک ایسے شخص کی ہے جو ظلم و فسق کیساتھ متصف تہا۔ اکثر ایسا ہوا کرتا تہا کہ ایک شخص سامنے سے نمودار ہوا اور آپنے اُسکے دل کا حال ظاہر کردیا۔ لیکن رفتہ رفتہ آپ مسلوب العقل ہوگئے۔ اور مجذوبون کیطرح بازارون مین پھرنے لگے۔ سید عبدالرحیم کی والدہ اپنے فرزند کا یہ حال دیکھکر شیخ کی خدمت مین حاضر ہوئین اور بالحاح تمام عرض کیا کہ عبدالرحیم پر ایسی توجہ فرمایئے کہ اُسکے گئے ہوئے ہوش و حواس بجا ہو جائین فرمایا اُسے چند روز تک ہماری خدمت مین حاضر رہنا چاہیئے۔ چنانچہ لوگون نے سید عبدالرحیم کو زنجیرون مین کسکر چند روز تک آپکی نظر مبارک مین رکھا۔ تھوڑے ہی دنون مین اُن کے ہوش و حواس درست ہوگئے۔

سید ہاشم کی یہ کیفیت تھی کہ جو آسیب زدہ آپکے سامنے لایا جاتا فوراً جن و آسیب کا اثر مریض سے جاتا رہتا۔ ایک عالم آپکی نظر فیض اثر کی بدولت آسیب جن سے خلاصی پاتا تہا۔ اور جنون کی ایذا سے مریضون

کو صحت و تندرستی حاصل ہوتی تھی۔ شدہ شدہ اُنکو بھی جذب واقع ہوا اور مستانہ وار صحرا و بیابان مین گشت لگانے لگے۔ بیان کیا جاتا ہو کہ سید ہاشم ایکبار رات ایک ہندو فقیر کے تکیہ مین پہنچے جو اُس زمانہ مین ہنود کا مقتدا اور پیشوا تسلیم کیا جاتا تھا اور جسکا جادو دنیا مین مشہور و معروف تھا جسوقت آپ اُس کے تکیہ مین پہنچے ہین تو سحر کیوجہ سے حوض کے دونون کنارون پر خشک کھالون کے سنگریزون پر لڑکنے کی خوفناک آواز اُن کے کان مین پہنچی۔ لیکن آپنے اُسطرف ذرا التفات نہین کیا۔ ابھی تھوڑی دیر نہوئی تھی کہ ایک مہیب دیو بھینسے کی شکل مین نمودار ہوا۔ جسنے بڑی خونخواری سے آپ پر حملہ کیا۔ آپ مستانہ وار حق حق کہتے ہوئے اُسکے پیچھے دوڑے۔ اور وہ آناً فاناً مین غبار بنکر اُڑ گیا۔ ہندو نے یہ واقعہ دیکھکر جادو سے توبہ کی اور جھٹ مسلمان ہو گیا

ایک دفعہ عبدالسبحان نامی ایک شخص جناب شیخ محمد صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا۔ آپنے جون ہی اُسپر نظر التفات ڈالی۔ فی الحال ایک قسم کی توحید منکشف ہوئی جس سے وہ دیوانہ وار کوچہ و بازار مین پھرنے اور ہر چیز کو خدا کہنے لگا۔ تمام شرعی و عرفی آداب بالائے طاق رکھدیئے اور کسی بات کا پابند نہ رہا۔ اور جب اُسکے تمام حالات و خیالات اور بھی بگڑتے چلے تو لوگ اُسکی اِس آزادی سے تنگ ہوکر دوبارہ شیخ صاحب کی خدمت مین لائے اور آپنے اُسکی کیفیت جذب کو ایک ہی نظر مین سلب کر دیا اور ایک خاص نظر ڈالی جس سے عبدالسبحان بدستور سابق عقل و ہوش مین آگیا۔ اور تمام دیوانہ پن جاتا رہا۔

سید عنایت اللہ باشندہ سنبلہیڑہ کو شیخصاحب کی توجہ سے بہت تھوڑے زمانہ مین غیب کی باتون کا کشف حاصل ہو گیا تھا اور وہ صدہا کوس کی باتین فوراً دریافت کر لیتا تھا۔ قریب جوار کے لوگون کی حرکت و سکون سے واقف ہونا اُسکے آگے کوئی بات ہی نہ تھی۔ بیان کیا جاتا ہو کہ ایکدفعہ سید عنایت اللہ بیمار پڑے۔ شیخصاحب اُنکی عیادت کیلئے وطن سے چلے۔ سید عنایت اللہ کو اُن کے سوار ہونیسے گھر پہنچنے تک کے سارے حالات منکشف تھے۔ گویا بستر مرض پر پڑے ہوئے آنکھون سے تمام واقعات دیکھ رہے تھے۔ جب شیخصاحب سوار ہوئے تو سید عنایت اللہ نیند سے چونک پڑے اور حاضرین سے کہنے لگے۔ اسوقت شیخ صاحب سوار ہوگئے ہین۔ پھر کہا اب فلان موضع مین پہنچے ہین اور اب فلان مقام پر تشریف رکھتے ہین۔ یہانتک کہ جب شیخصاحب سنبلہیڑہ کے قریب پہنچے تو کہا اب شیخصاحب ہمارے شہر مین آگئے ہین۔ یارو جلد اُٹھو اور بڑے جوش مسرت کیساتھ شیخ کا استقبال کرو

بعدازان حاضرین کیطرف متوجہ ہوکر کہنے لگے۔ مجھو اٹھا بٹھاؤ۔ کیونکہ شیخ اب دروازے پر آ پہنچے ہین

سید ملتانی آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اُنہین آپکے فیض صحبت سے عجیب و غریب غیبت حاصل ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلائق کا شور و شغب بالکل محسوس نکرتے تھے۔ اور عالم پر سکوت و خاموشی کا سناٹا چھایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ توحید کا غلبہ اسدرجہ تہا کہ جب کسی نے اُن سے توحید کی مثال دریافت کی تو بولے توحید کی مثال بلا تشبیہ ایسی سمجھنی چاہیئے کہ ایک مٹی کی ٹہلیا کو ریت سے لبریز کرکے پانی سے بھر دیا جائے۔ بعدازان غور سے دیکھا جائے تو پانی کا ہر ہر جزو ریت کے ہر ہر جزو مین سرایت کیا ہوا نظر پڑے گا۔ اسیطرح توحید خداوندی تمام مخلوق مین ساری ہے۔

محمد محسن جو معقول و منقول مین کامل مہارت رکھتا تھا شیخ کی خدمت مین حاضر ہوا۔ اور چند روز مین آگاہی کے شرف سے ممتاز ہوا۔ آخرکار ہمہ ازوست کی معرفت اُسپر غالب ہوئی اور رفتہ رفتہ قیود شرعی سے قدم باہر نکلنے لگے شیخ نے محمد جعفر کو جو آپ کا مخلص و بے ریا خادم تھا اُسپر متعین کیا کہ مفروضہ نمازین محمد محسن سے فوت نہونے پائین لیکن پھر تھوڑے عرصہ مین اُسکا نشہ جاتا رہا۔ اور تمام ہوش و حواس بجا ہو گئے۔ محمد محسن کی توجہ باطنی یہان تک پہنچگئی تھی کہ ایک جوان صالح کسی عورت کی محبت مین مبتلا ہو گیا تھا اور دیوانونکی طرح ہوش باختہ آہ و زاری کرتا پھرتا تھا۔ لوگون نے آپسے کہا۔ افسوس ہے کہ ایک ایسا نیکدل اور خدا شناس آدمی یون ہاتھون سے جاتا رہے محمد محسن نے اُس شخص کو اپنے پاس بُلایا اور ایک نظر خاص ڈالی۔ فوراً اُس کے دل سے عورت کی محبت جاتی رہی اور بجائے اسکے محبت الٰہی کے نقوش اُسکے لوح دلپر کندہ ہو گئے۔

عبدالہادی جو سماع و وجد کے سخت منکر و مخالف تھے شیخ کی خانقاہ مین آئے اتفاق سے اُسروز آپ مجلس سماع مین مدعو تھے۔ جب آپ مجلس سماع مین شریک ہونیکے لیئے تشریف لیجانے لگے تو عبدالہادی بھی ساتھ ہو لیئے اثنا راہ مین شیخ نے فرمایا کیا حالت سماع مین تمپر کبھی وجد بھی طاری ہوا ہے۔ جواب دیا کہ نہین۔ فرمایا تم وجد کرنا چاہتے ہو۔ عبدالہادی نے آپ کی طرف استعجاب کی نظر سے دیکھا۔ گویا اُنہون نے تعجب کیا کہ لوگون پر کس طرح اور کیونکر وجد طاری ہو سکتا ہے۔ شیخ صاحب عبدالہادی کا استعجاب دیکھکر خاموش ہو گئے۔ لیکن جب مجلس مین پہنچے اور محفل سماع گرم ہوئی۔ تو آپنے اُنکی طرف نظر التفات ڈالی اور ایک ایسا روحانی تصرف کیا کہ عبدالہادی سے حرکات مستانہ ظاہر ہونے لگین اور لحظہ بلحظہ اُس مین ترقی ہوتی گئی۔ کامل دو روز تک بیخود رہے اور ہوش مین آنے کے بعد سماع و وجد کے قائل ہو گئے۔

ایک دفعہ سنبلہیڑہ کے باشندون نے شیخ سے استدعا کی کہ آپ اُنہین توجہ باطنی اور تاثیر روحانی

کرشمہ دکہائین۔ اُسوقت شیخ کی مجلس مین بہت سے آدمی حاضر تھے آپنے فوراً ایک سرسری نظر حاضرین پر ڈالی۔ سترہ آدمی جنمین سید نور علی اور سید ملتانی بہی شریک تھے بیخود ہوگئے اور عرصہ تک عالم بیہوشی مین پڑے رہے۔ ایک مرتبہ شیخ مانکہ باشندہ قصبہ لاور آپکی خدمت مین حاضر ہوا۔ اور عرض کیا حضرت! مین آپکی باطنی توجہ و تاثیر کے امتحان کیغرض سے آیا ہون۔ شیخ اُسکی طرف متوجہ ہوئے اور وہ اشراق کیوقت سے جمعہ کیوقت تک بیہوش پڑا رہا۔ گو آپنے اُس کے بازو پکڑکر خوب جنجوڑا اور متنبہ کیا۔ پہر بہی مستانہ وار حرکتین کرنے لگا۔ لیکن عرصہ کے بعد جب ہوش مین آیا تو لوگون نے حال دریافت کیا۔ بولا اگر شیخ لمحہ بہر اور توجہ فرماتے تو میری روح بدن سے مفارقت کرجاتی۔

الغرض شیخ محمد صاحب کے تصرفات و توجہات کی مثالین اسقدر ہین کہ اگر فیصدی پانچ بہی بیان کیجائین تو بہی انکے لیے ایک طولانی دفتر چاہیے۔ اس لیے ہم نے باستثنائے چند آپکے تصرفات کے تمام واقعات نظرانداز کردیے ہین۔ معزز ناظرین سے امید ہے کہ وہ ہمین اسکا الزام نہ دینگے۔

شاہ عبید اللہ

جناب شیخ محمد صاحب کے کئی صاحبزادے تھے۔ لیکن ان سب مین شاہ عبید اللہ خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہین جو عمر مین سب سے بڑے اور عظمت و بزرگی مین سب سے بلند مرتبہ رکھتے ہین۔ آپ اپنی بے نظیر قابلیت اور عدیم المثال لیاقت کیوجہ سے اسقدر معزز و ممتاز تھے کہ خاندان مغلیہ کے وارثان تخت و تاج باوجود اس شان و شوکت اور جاہ و جلال کے تعظیم کرتے اور اُس عہد کے مشائخ اپنی آنکھون پر جگہ دیتے تھے۔ شاہ عبید اللہ کی مختصر الفاظ مین یہ تعریف کافی ہے کہ آپ ایک ایسے معزز و ممتاز شیخ کے فرزند رشید ہین جنپر نہ صرف قصبہ پہلت کو بلکہ ہندوستان کے اکثر طبقون کو فخر حاصل ہے۔ قطع نظر اس خاندانی عزت و بزرگی کے آپ کی ذات مین بہی وہ جوہر تابان تھے جنسے ایک عالم منور و روشن تہا۔

جناب شیخ محمد صاحب خود اپنی زبان سے فرماتے ہین کہ ایک دن خداتعالی نے اس فقیر پر ایک آشنا کی صورت مین تجلی فرمائی یعنے ایک بچہ کی انگلی پکڑے ہوئے میری طرف بڑھا چلا آرہا ہے جب میرے قریب پہنچا تو ارشاد کیا۔ محمد! مین اس بچہ کو تیرے گھر مین پیدا کرتا ہون۔ فقیر نے کمال لجاجت و الحاح کیساتھ عرض کیا کہ خداوندا یہ تیری مخلوق ہے۔ جہان منظور ہو پیدا کر۔ اس واقعہ سے کچھ چند دنون پیچھے شاہ عبید اللہ پیدا ہوئے۔ پس اگر شاہ عبید اللہ کے تمام خاندانی اور ذاتی اعزاز سے قطع نظر کیجائے تو بہی صرف ایک یہی خصوصیت اس قسم کی ہے جسکے مقابلہ مین تمام اور اعزاز و اقتدار پاسنگ کے برابر بہی نظر نہین آتے ہین۔ یہ خصوصیت روز ازل سے آپ ہی کے حصہ مین تہی کہ خداتعالی آپ کی نسبت ایسا کچھہ فرمائے۔ شاہ عبید اللہ کے لیے خدا

اور تمام خاندان کو عموماً اس سے زیادہ اور کیا ذریعہ فخر ہو سکتا ہے۔

الغرض شیخ محمد صاحب نے ۸ جمادی الاولی ۱۲۵۲ھ میں انتقال فرمایا جب آپ مدفون ہوچکے تو جناب شیخ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ نے آپکی قبر پر بیٹھکر حاضرین مجلس کو جہری ذکر کا حکم فرمایا۔ اس صحبت کے بعد جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے فرمایا کہ شیخ محمد کی روح نے مجھپر ظاہر ہو کر کہا کہ مین اپنے جسم مین متمثل ہو کر تمہارے پاس آنا چاہتا تہا اور یہ قدرت خدا کی طرف سے مجھے عنایت ہوگئی ہے لیکن بمصلحت اسمین ہے کہ مجسم ہو کر تمہارے سامنے نہ آؤن۔

اسیطرح آپکے انتقال کے بعد کا ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بڑھیا جو شیخ کی دلی عقیدتمند اور با اخلاص خدمتگزار تھی آپکے انتقال کے بعد تپ لرزہ مین مبتلا ہوئی اور اسدرجہ ضعیف و ناتوان ہوگئی کہ ایک رات پانی پینے اور لحاف اوڑہنے کیلئے بیقرار تھی۔ نہ تو کوئی آدمی ہی پاس تہا کہ پانی پلاتا اور لحاف اُڑھاتا نہ اُسمین اسقدر طاقت ہی تھی کہ خود اُٹھکر اپنے کام کا انجام دیتی۔ ایسے نازک اور بیکسی کیوقت بڑھیا زار قطار روتی جاتی اور شیخ کو یاد کرتی جاتی تھی کہ اتنے مین آپ متمثل ہو کر اُسکے پاس تشریف لائے پانی پلایا لحاف اُڑھایا اور اطمینان و تسلی کر کے تشریف لیگئے۔

معزز ناظرین! شیخ محمد صاحب جو دوسرے باب کے معزز و بلند اقبال ہیرو ہین اُنکے حالات زندگی کی بابت مجھے جو کچھ لکھنا تہا سب لکھ چکا۔ اب مین آپکے سلسلۂ نسب پر ایک سرسری اور اجمالی نظر ڈالتا اور آپکے اجداد عظام اور آبائے کرام مین سے چند مشہور و معروف حضرات کی نہایت مختصر لائف پیش کر کے ختم بات کرتا ہون
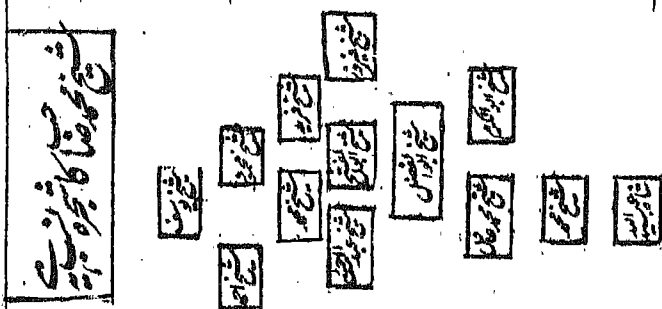
واضح ہو کہ شیخ محمد صاحب کے اجداد عظام نے اول اول مقام سدہورین جو پورب مین ایک مشہور و معروف شہر ہے بسباست اختیار کی تھی۔ آپکے اکابر و اسلاف رونق افزائے محفل درس تھے یہانتک کہ شیخ احمد بن شیخ یوسف جنپر اس خاندان کے نامور اور دنیا کے مشہور مشائخ کا سلسلۂ نسب منتہی ہوتا ہے

سلطان سکندر تاجدار ہندوستان کے عالیشان دربار مین پہنچے اور چند ہی روز مین اپنی بےنظیر قابلیت سے شاہی دربار مین وہ اعزاز و اعتبار پیدا کر لیا کہ سلطنت کی طرف سے چند قریے آپکو مدد معاش کیلیے نسلاً بعد نسل عنایت ہوگئے۔ اس تقریب کیوجہ سے اس خاندان کے اسلاف نے پھلت مین بساست اختیار کی اور ایک دراز زمانہ تک انکی اولاد و احفاد نے یہان توطن کیا۔ شیخ احمد کے حقیقی بھائی شیخ محمود کے دو فرزند تھے۔ شیخ فرید اور شیخ محمد جو اُسی موضع پھلت مین سکونت رکھتے تھے۔ شیخ فرید اپنے آبا و کرام کے طریقہ و طرز پر اکتسابی و وہبی فضائل کیساتھ موصوف تھے اور آپکے فضل و کمال کی شہرت قصبۂ پھلت کی چار دیواری سے نکلکر دور دور تک پھیل گئی تھی آپکے انتقال کے بعد آپکے تین فرزند بطور یادگار باقی رہے۔ شیخ فیروز۔ شیخ ابو الفتح شیخ عبد الرحمان

شیخ فرید

شیخ ابو الفتح اور انکی تعلیم

ان سب مین شیخ ابو الفتح خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہین۔ آپ عنفوان شباب مین علوم کی تحصیل مین مشغول ہوے جب تمام علمی تحقیقات سے فارغ ہوئے اور ہر قسم کے علوم مین کامل دستگاہ حاصل کر چکے تو آپکی عالی ہمتی نے صرف ان ہی علوم کی تحصیل پر قناعت نہین کی بلکہ ہمت کے شاہین نے تحصیل سلوک کی طرف بال و پر کھولے اور آپ مشائخ کاملین کی خدمت کی طرف متوجہ ہوئے۔ مدتون تک اُس زمانہ کے صوفیون کی صحبت سے فائدہ اُٹھایا اور مشائخ زمانہ کے فیض صحبت سے سعادت اندوز ہوئے۔ چنانچہ چند مستند شہادتون اور نقل صحیح سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آپ شیخ عبد العزیز کی خدمت مین پہنچے اور اُنسے استفاضہ حاصل کیا بعد ازان شیخ نظام نارنولی کی صحبت مین آئے جو مشائخ چشتیہ مین سے ایک مشہور و نامور شیخ تھے اور جو خواجہ خانوہی گوالیاری کے ممتاز خلیفہ تھے۔ شیخ ابو الفتح کو شیخ نظام کی صحبت نہایت موافق اور بغایت مفید پڑی۔ سالہا سال ریاضات و مجاہدات مین بسر کیے اور ہر قسم کے فیض سے بہرہ اندوز و کامیاب ہوئے۔ آخر کار جب ارشاد و تکمیل کے مرتبہ پر پہنچگئے اور آپکے اقبال و یاوری اور فضل و کمال کے ستارہ نے اوج کمال پر قدم رکھا تو پھر وطن مالوف کیطرف مراجعت فرمائی اور درس تدریس و وعظ و تلقین مین مصروف ہوئے۔ یہ تعجب کیساتھ دیکھا جاتا ہے کہ گو شیخ نظام علوم مروجہ پر چندان اطلاع نہ رکھتے تھے۔ لیکن تو بھی شیخ ابو الفتح جو تمام علوم و فنون پر کمال اقتدار رکھتے تھے آپ کی صحبت مین فیضیاب تھے۔ شیخ نظام کے خاندان مین جو علوم نے شہرت پائی وہ شیخ ابو الفتح ہی کی علمی فیاضیون کا سبب ہے کیونکہ جس اثنا مین آپ شیخ نظام کی صحبت مین تھے تو اُنھون نے اپنی اولاد کے علوم کی تکمیل و تربیت کی خدمت جو تعلیم کا دوسرا عنصر ہے آپ ہی کے سپرد کر دی تھی جسے شیخ ابو الفتح نے بڑی قابلیت اور دلسوزی

کیسا تھا اور کیا اور جسکا بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے عرصہ مین شیخ نظام کی اولاد نہایت قابل و دانشمند اور دنیا مین مشہور و نامور ہوگئی۔ بیان کیا جاتا ہی کہ ایک صاحبدل نے شیخ ابوالفتح کو شیخ نظام کیخدمت مین دیکھکر نہایت استعجاب کے لہجہ مین فرمایا کہ "آفتاب ستارونکی پناہ مین آیا ہے"۔

سُنا جاتا ہی کہ شیخ ہیبت اللہ انصاری نے جو شیخ عبدالعزیز دہلوی کے مقتدر خلیفہ تھے اپنے انتقال کے وقت وصیت کی کہ میرے جنازہ کی نماز شیخ ابوالفتح پڑھائین جسوقت آپکا انتقال ہوا شیخ ابوالفتح نارنول مین تھے۔ لوگ ضو کرتے جاتے تھے اور شیخ کے انتظار مین کھڑے ہوتے جاتے تھے۔ دفعۃً سامنے سے شیخ نمودار ہوئے اور شیخ ہیبت اللہ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ گویا آپکے دلمین خودبخود یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھے ایک نہایت عاجلانہ حرکت کیساتھ وطن پہنچنا چاہیے۔ یہان پہنچکر معلوم ہوا کہ شیخ ہیبت اللہ انتقال کر گئے اور لوگ انکی وصیت کے مطابق میرا[1] انتظار کر رہے ہین۔

شیخ ابوالفتح کا ازدواج

شیخ ابوالفتح نے خواجہ طیفور کی محترم و باعصمت لڑکی سے نکاح کیا۔ جب مجلس عقد گرم ہوئی تو زمزمۂ غنا چھیڑ دیا گیا۔ شیخ ابوالفتح کی حالت ساعت بساعت متغیر ہونے لگی اور شدہ شدہ وجد و رقص کی نوبت پہنچی۔ خواجہ طیفور کے مشرب مین سماع منع تہا اور وہ وجد و رقص کے سخت مخالف تھے لوگون نے جب کیفیت خواجہ کے گوشگزار کی تو آپ مجلس مین تشریف لائے اور شیخ کی یہ حالت دیکھکر فرمایا چونکہ اس عزیز پر وجد حقیقی طاری ہے اسلیئے اسکا انکار کرنا نہین چاہیئے۔

شیخ ابوالفتح کا انتقال

شیخ ابوالفتح کے انتقال کا وقت جب قریب آگیا تو آپنے اپنی بھتیجے شیخ ابوالحسن کو بلاکر فرمایا کہ قرآن مجید کی کوئی سورت میرے سامنے پڑہو۔ آپکے ارشاد کی فورًا تعمیل ہوئی۔ اور شیخ ابوالحسن نے نہایت خوش الحانی سے قرآن کی چند آیتین پڑہین تلاوت سے فارغ ہونیکے بعد شیخ نے فاتحہ کیلئے ہاتھ اُٹھائے اور آیہ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ پڑہکر مُنہ پر ملے کہ آپکا طائر روح قفس جسم سے پرواز کر گیا۔ اوراد مشائخ مین شیخ ابوالفتح کا ایک رسالہ دنیا مین آپکی محسوس یادگار باقی ہے جو بلحاظ مضامین نہایت لطیف اور اعلےٰ درجہ کا رسالہ ہے۔

شیخ ابوالفضل

شیخ ابوالفتح کے انتقال کے بعد آپکے بڑے فرزند شیخ ابوالفضل سریر آرائی خلافت ہوئے اور افادۂ ظاہری و باطنی کی مسند پر جلوس فرمایا۔ آپنے طولانی عمر پائی اور سب کی سب صفیات الٰہی ترک دنیا و اہل دنیا درس علوم دینیہ کتب سلوک

---

[1] یہ بھی بیان کیا جاتا ہی کہ شیخ ہیبت اللہ انصاری اور شیخ ابوالفتح نے باہم عہد پیمان کیا تہا کہ ہم مین جو شخص پہلے انتقال کرے دوسرا اُسکے جنازے کی نماز پڑہائے۔ جس زمانہ مین شیخ ہیبت اللہ بیمار پڑے۔ شیخ ابوالفتح نے نارنول کا قصد کیا رخصت کیوقت شیخ ہیبت اللہ نے اُس عہد کو یاد دلایا۔ جس کے جواب مین آپنے فرمایا کہ اگر ایسا ہوا تو مین اسے ضرور انجام دونگا۔ چنانچہ اسی مرض مین شیخ ہیبت اللہ نے انتقال فرمایا اور شیخ ابوالفتح نے آپکے جنازے کی نماز پڑہائی ۱۲

کی عمل جیسے احیا اور عین العلم مین بسر کی آپ وابسطہ طریقت و شریعت مین نہایت اعتدال کیساتھ اور افراط و تفریط سے دور تھے

شیخ ابوالکرم

جب شیخ ابوالفضل کا جام حیات لبریز ہوکر چھلک پڑا تو آپکے بڑے صاحبزادے شیخ ابوالکرم جو سابق مین شاہی نوکری مین مصروف تھے سجادہ نشینی کے درپے ہوے اور اس کام کو اپنے ذمہ لینا چاہا۔ شیخ ابوالکرم اگرچہ نہایت ذکی الطبع خوش تقریر فصیح اور قابل تھے اور اسکے ساتھ علوم فقہ و حدیث وغیرہ مین بھی آپکو کامل مہارت حاصل تھی لیکن عیش طلب و راحت پسند تھے اور چونکہ ابتدائی زمانہ سے اسوقت تک شاہی ملازمت مین زندگی بسر کی تھی اسلیے ریاضات مجاہدات کی زیادہ محنت و مشقت بھی نہین اٹھائی تھی جناب شیخ ابوالفضل کو بھی دن بدن انکی راحت طلبی کا زیادہ یقین ہوتا گیا تھا یہی وجہ تھی کہ آپنے اُنکو بار بار بھی سجادہ نشینی کا تذکرہ نہین فرمایا کہ میرے بعد سجادہ نشینی کا حق شیخ ابوالکرم کو حاصل ہے لیکن تاہم شیخ ابوالکرم کی ذاتی خوبیون اور شرعی قیود کی پابندیون نے قبیلہ کے تمام لوگون کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا۔ اسلیے وہ شیخ ابوالکرم کی حمایت مین اُٹھ کھڑے ہوے اور ان کا استحقاق ثابت کرکے سجادہ نشینی کی مسند پر بٹھا دیا۔ شیخ ابوالفضل کے معتقدون اور مریدون نے اُن لوگون کے دباؤ سے شیخ ابوالکرم کی سجادہ نشینی نہایت تحمل کیساتھ تسلیم کی لیکن باایہمہ شیخ مبارک نے جو شیخ ابوالفضل کے جان نثار خادم تھے اس سجادہ نشینی کو تسلیم نہین کیا اور گھبراہٹ و بےچینی کیساتھ شیخ کی روح کیطرف متوجہ ہوے تاکہ حقیقت حال پر مطلع ہون۔ شیخ ابوالفضل انکے خواب مین تشریف لائے اور صاف لفظون مین فرمایا میری سجادہ نشینی کا استحقاق اُس شخص کو حاصل ہے جو کل فلان درخت کے نیچے کھانا تقسیم کریگا۔ جب شیخ مبارک بیدار ہوے تو تمام لوگون پر اس واقعہ کا اظہار کیا۔ عجیب اتفاقی بات ہے کہ جب صبح کو کھانا تقسیم ہونے لگا تو شدہ شدہ کھانیکی تقسیم شیخ ابوالفضل کے بتائے ہوے درخت کے نیچے شیخ محمد عاقل کے ہاتھ مین تھی لوگون نے یہ صورت دیکھکر شیخ محمد عاقل کو شیخ مرحوم کا سجادہ نشین تسلیم کیا ادہر رفتہ رفتہ چند اس قسم کے اسباب جمع ہوگئے کہ جنکی وجہ سے شیخ ابوالکرم کی جمعیت متفرق ہوگئی اور وہ اُس افلاس و تنگدستی مین جو لازمۂ درویشی ہے صبر و تحمل نکرسکے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انہون نے سجادہ نشینی سے دست برداری کی اور شیخ محمد عاقل مستقل سجادہ نشین قرار دیے گئے۔

شیخ محمد عاقل

اگرچہ آپکے کئی صاحبزادے تھے لیکن عمر مین سب سے بڑے اور قدر و منزلت مین سب سے افضل شیخ محمد ہین جنکا ذکر قدرے تفصیل کیساتھ مین اوپر کر آیا ہون۔

ف جناب شاہ ولی احمد صاحب کتاب عین العلوم پر ریویو کرتے ہوے فرماتے ہین کہ یہ کتاب مین نے آنکھ سے دیکھی ہے۔ اسمین جابجا شیخ ابوالفضل کے نہایت مفید حواشی خود شیخ کی قلم مبارک سے لکھے ہوے ہین حقیقت مین یہ حاشیے آب زر سے لکھنے کے قابل اور طالبین سلوک کو دستور العمل بنانیکے لایق ہین جن کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے محشی ہر قسم کے علوم مین کامل تبحر اور پوری دستگاہ رکھتا ہے اور اسکی تحقیق اعلیٰ درجہ کی ہے ۱۲ ف شیخ محمد عاقل کو ظاہری و باطنی علم کا کافی حصہ قدرت سے عطا ہوا تھا اور روز اول ہی سے اہل اللہ کی فہرست مین آپکا نام نامی درج ہو چکا تھا۔ آپ فقرا اور طالب العلمون کی رعایت مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے تھے اور ہمیشہ خدا ترس لوگون کی صحبت پسند کرتے تھے۔ اپنی اوقات کا اکثر حصہ تو اوراد و وظائف مین صرف کرتے تھے۔ اور باقی حصہ طلبہ کی درس و تدریس مین۔ جود و سخا اور مہمان نوازی مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ ترک دنیا مین آپ اپنے تمام ہمعصرون پر فوقیت لیگئے تھے غرض وہ تمام اخلاق

دوسرا حصہ ختم ہوا

تیسرا حصہ

جناب شیخ عبد الرحیم صاحب

تمہید

حضرات ناظرین! اب مین عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے والد بزرگوار جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کی
لائف شروع کرتا ہون ۔ مجھے ذرا شبہہ نہین کہ مین اس عنوان پر جسکے تفصیلی حالات سے آپکو زمانہ دراز سے ایک خاص
دلچسپی اور دلچسپی کیساتھ کمال اشتیاق تھا نیز جسے مجھکو سب سے اول اور سب سے زیادہ مفصل لکھنا چاہئے تھا بہت دیر
مین پہنچا لیکن سلسلۂ بیان مین بھی چند در چند ایسی ضروری اور معقول مزاحمتین واقع ہوئین جنکی وجہ سے
مین آپکے اشتیاق کے جلد پورا کرنے مین معذور رہا ۔ والعذر عند کرام الناس مقبول اب جبکہ مین پہلے اور
دوسرے حصے مین شیخ صاحب کے مقدس اور جلیل القدر خاندان کے مفصل حالات ختم کر چکا تو آپکے حالات زندگی پر
قلم اٹھاتا اور جسقدر مفصل حالات مجھے دستیاب ہوسکے ترتیب وار قلمبند کرتا ہون تاکہ آپ کا نام نامی دنیا مین
زندہ ہو اور آپکے خاص فضائل و کمالات سے قوم مین ایک غیر معمولی تحریک اور تحریک کیساتھ مبارک جوش پیدا ہو
وباللہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق قبل اسکے کہ مین معزز شیخ کے ان فضل اور آپکے روحانی و ضمیری جوہر اور
علمی کارنامون کو ترتیب وار قلمبند کرون جو ضرب المثل کے طور پر آجتک تاریخون مین محسوس یادگار ہین مناسب ہوگا
کہ آپکے حالات زندگی اور فضائل و کمالات کا اجمالی طور پر سرسری خاکا کھینچون تاکہ ناظرین کو آپکے قابل تقلید
واقعات دیکھنے کی زیادہ رغبت ہو اور شائقین زیادہ شوق سے پڑہین ۔

شیخ کے اجمالی حالات

واجب الاحترام شیخ عبد الرحیم صاحب دہلی مین ایک ایسے نامور اور مشہور بزرگ گزرے ہین جنکا نام نامی بچہ
بچہ کو یاد ہے اور جنسے نہ صرف دہلی ہی کے باشندے روشناس ہین بلکہ تمام ہندوستان اور ہندوستان سے باہر عرب تک
آپکے نام کا امتیازی پھریرا اڑ رہا ہے یہی وہ بزرگوار ہین جنکے وہبی و اکتسابی علوم کا سمندر بڑے زور شور سے چاروں طرف
پڑا ابل رہا ہے اور حدیث و تفسیر کا چمکدار اور نتھرا ہوا چشمہ گلی گلی اور کوچہ کوچہ مین انتہائی پیاری اور دلگیر ادا کے
ساتھ بہ رہا ہے جسمین سے بیشمار خوشگوار و شیرین نہرین کٹ کر دور دور ہی چلی گئی ہین اور جنہون نے اپنی شادابی سے
ایک عالم کو سرسبز اور لہلہا رکھا ہے ۔ ہجرت کی دسوین صدی مین اس فاضل اجل نے اپنے علم و فضل کے عالیشان
جھنڈے تمام عالم مین گاڑ دیے تھے اور طائر خیال بلند پرواز اسکے مراتب علم اور شان کمال کی رفعت و بلندی کو
پا نہین سکتا تھا ہندوستان مین آپ وہ پہلے ہی نامور ہین جنہون نے طالبان علم دین کیلئے صلائے عام دی اور اپنے
بے نظیر فیضان اور عدیم المثال صحبت سے اہل دنیا کو نہال کر دیا حدیث و فقہ کے مختلف علمی معلومات اور سلوک

ارشاد کی باریکیون اور نازک و دقیق مسائل کو دنیا کے سامنے پیش کیا جسکے فیض سے آجتک ہندوستان کے علمی کارنامون کے چراغ روشن ہین۔

حقیقت مین ہندوستان کے علما پر شیخ کا اسقدر احسان ہے جسکے بار سے وہ نہین اُٹھا سکتے۔ لیکن تعجب اور تعجب کے ساتھ افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ بہت کم ایسے معزز علما ہین جو آپ کے تاریخی حالات سے واقف ہین گو ہمین یہ بات عمدًا تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ نامور و مشہور حضرات کے واقعات کچھ نہ کچھ مشہور ہو جاتے اور خود بخود اُنکی شہرت خاص خاص لوگون مین پھیل جاتی ہے۔ تاہم یہ ضروری بات ہے کہ ایک دنیا کے نامور اور مشہور شخص کے جہان تک جزوی اور دلچسپ واقعات پر عبور ہوتا ہے وہ اُسیقدر زیادہ مفید و کارآمد ثابت ہوتے ہین جنسے اُسکے خاص فضائل اور کمالات کی وجہ سے قوم مین ایک عجیب و غریب تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور جنکے پڑھنے سے اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ اہل کمال کی ترقی کے سامان کیونکر پیدا ہو جاتے ہین اور انسانی کمال جو اُسکا اصلی شریف عنصر ہے وہ کن طریقون سے حاصل ہو سکتا ہے۔ پہلے مین لکھ آیا ہون کہ جناب شیخ وجیہ الدین شہید کے تین فرزند رشید تھے۔ شیخ عبد الحکیم جو سب مین چھوٹے صاحبزادے ہین اُنکے حالات زندگی چونکہ بالکل تاریکی مین ہین اسلیئے افسوس ہے کہ ہمارا تذکرہ اُن سے خالی رہا جاتا ہے۔ شیخ عبد الرحیم صاحب جناب شیخ وجیہ الدین کے نامور فرزند اگرچہ عمر مین شیخ ابو الرضا محمد سے چھوٹے تھے لیکن علم حدیث و فقہ کی اشاعت دینے مین شیخ ابو الرضا محمد سے افضل تھے گو علمی فیاضیون کی شہرت مین ہر ایک دوسرے سے بڑھکر تھا باستثنا شیخ عبد الحکیم کے باقی دونون حضرات کے حالات اس حصہ مین لکھے جائینگے اسلیئے اس حصہ کے بھی دو باب مقرر کیے گئے ہین پہلے باب مین شیخ عبد الرحیم کے حالات زندگی ہونگے اور دوسرے مین شیخ ابو الرضا محمد کے۔

الغرض جناب شیخ عبد الرحیم صاحب عجیب و غریب قابلیت کے شخص تھے آپکے روحانی و ضمیری جوہر اپنے مین گہری ممتازیت کی تہ رکہتے تھے اور تمام علوم و فنون مین قابل انتخاب تھے آپ جسطرح علم حدیث و تفسیر مین عدیم المثال اور بے نظیر تسلیم کیئے جاتے تھے اُسیطرح فقہ و ادب و غیرہ مین اپنا نظیر نہ رکہتے تھے اور سب سے بڑھکر یہ کہ باوجود ان شرعی علوم و فنون کے وہبی علوم کا کافی حصہ رکہتے تھے جیسا کہ آگے چلکر مفصل طور پر آپکو معلوم ہوگا ہندوستان مین جس معزز اور بزرگوار نے سب سے پیشتر حدیث کے درس و تدریس کی بنیاد ڈالی اور جس مشہور محدث نے اس غریب علم کے شائع کرنے اور پھیلانے مین کوشش بلیغ کی وہ شیخ عبد الرحیم صاحب تھے۔ ربانی نکات اور آسمانی اسرار جو قرآن و حدیث کے الفاظ مین خمیر کر دیئے گئے ہین آپ ہی نے انہین ہندوستانیون پر واضح کیا اور جن لوگون کے دلون پر صدیون سے جہل کی تاریکی چھائی ہوئی تھی آپ ہی نے اپنے پُر اثر وعظ اور غیر معمولی تلقین سے منور کر دیا۔

شیخ عبدالرحیم صاحب کو قدرتاً علم سے زیادہ دلچسپی تھی گویا فطرت نے اس مقدس نفس اور پاک طینت کی ذات مین علمی مذاق کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ اکثر اوقات علوم دینیہ کے مطالعہ اور قرآن و حدیث کی اشاعت مین مصروف رہتے اور علم سلوک کے رواج دینے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے۔ آپکی محتاط زندگی اتقاء و پرہیزگاری ترک دنیا و اہل دنیا نفس کشی عام اخلاق خدا ترسی کی بے نظیر شہادت دہلی کی چار دیواری سے نکلکر دور دور تک پھیل گئی تھی۔ اور علم و ہنر فہم و فراست عزم و ثبات نے آپکی شہرت کو اور بھی چمکا دیا تھا آپکی علمی فیاضیون کے بدولت عام مے دلوںمین وہ ذوق شوق پیدا کر دیا تھا کہ دور دور کے اہل کمال آپکے درسگاہ مین کھنچ آتے اور پرانی دہلی جمیع علوم و فنون کا مرکز بن گئی تھی۔

قدرت کے نازک اور پیارے ہاتھون نے جس علم و فیض کی قیمتی قبا آپکے موزون قد و قامت پر سجائی تھی وہ دوسرے قد پر بمشکل موزون اور ٹھیک آسکتی تھی گویا خیاط ازل نے علم اور اسکے ساتھ عمل و خلوص کی پوشاک روز اول ہی سے آپکے لیے قطع کی تھی جس سے اسوقت آپنے اپنے جسم کو سجایا۔ آپکی محیر العقول کرامات اور روحانی تصرفات و توجہات کا چرچا ایک عالم مین پھیلا ہوا تھا اور آپکی فطری لیاقتون اور ذاتی جوہرون کے ڈنکے تمام دنیا مین بجگئے تھے۔ آپکے مزاج مین استغنائی اس درجہ تھی جسکی نظیر سے علماء کاملین کے حلقے خالی نظر آتے ہین گو آپکی طبیعت مین پرلے درجہ کی بے تکلفی تھی لیکن امراء و رؤسا کے مکانون پر کبھی نہین جاتے تھے۔ اور اس دروازے کو کلیۃً بند کر رکھا تھا۔ ہان اگر یہ لوگ آپکی زیارت کیلئے حاضر ہوتے تو نہایت متواضعانہ اخلاق اور خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے اور معززین قوم کا خصوصیت کیساتھ اعزاز و اکرام فرماتے اگر وہ لوگ نصیحت کیطرف راغب ہوتے تو نہایت نرمی و تلطف سے حق نصیحت ادا کرتے اور امر معروف و نہی منکر کے منصب کو بڑی جرأت و آزادی کیساتھ ادا کرتے۔

سلطان بیان کیا جاتا ہے کہ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کا ایک مخلص بے ریا معتقد بادشاہ اورنگ زیب کے سلسلہ خواص مین داخل تھا ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ عالمگیر کو پنکھا کر رہا تھا کہ دفعۃً اسپر محویت غالب ہوئی اور پنکھا ہاتھ سے چھوٹ کر اس زور سے عالمگیر پر گرا جس سے وہ فوراً چونک پڑا بیدار ہونے کے بعد دریافت کیا کہ اس بیجا حرکت کے ظہور پذیر ہونیکی کیا وجہ ہے غریب خواص کانپتی اور تھرتھراتی ہوئی آواز سے شیخ صاحب کا کچھ حال اور آپکی طرف اپنے انتساب کا ذکر کیا جسے عالمگیر نے رغبت کے کانون سے سنا اور غائبانہ مشتاق ملاقات ہو کر بولا کہ شیخ کو میرے پاس بلا لاؤ اسنے نہایت سماجت سے عرض کیا کہ بادشاہونکی محفلون اور امراء کے گھرون مین جانا شیخ کا دستور نہین ہے۔ چونکہ عالمگیر مذہب کا سخت پابند تھا اور مذہبی تقدس کے علاوہ اہل اللہ کا ہمیشہ شائق اور انکے عشق و محبت کا بندہ تھا۔ خواص کی یہ آزادانہ گفتگو سنکر اسکے اشتیاق کی آگ بھڑک اٹھی اور اپنے دربار کے ایک معتمد علیہ کو جو شیخ سے غایت درجہ کا اتحاد رکھتا تھا آپ کی خدمت مین روانہ کیا۔ اور اپنے اشتیاق اور استدعاء ملاقات کی کیفیت کہلا بھیجی۔ اس شخص نے عالمگیر کا پیام دیکر اگرچہ بہت کچھ مبالغہ کیا مگر کچھ بھی مفید نہ پڑا شیخ نے قطعی طور پر انکار کر دیا۔ کہ مین عالمگیر سے ملاقات کرنیکے لیئے اسکے دربار مین نہین جا سکتا۔ عالمگیر کا فرستادہ بالکل

آپ کو جس طرح جہل و جاہلون سے طبعی نفرت تھی اُسیطرح ہمیشہ علم و علما کی تعظیم و تکریم کرتے تھے
مذہبی عقاید و خیالات مین مستحکم اور زندقہ و الحاد سے قطعی دشمن تھے۔ ہر حال مین احادیث نبویہ کا تتبع کرتے
اور کوئی جزئی و فرعی بات حدیث کے خلاف نہ کرتے۔ یہ آپ کی استقامت کا ادنی نمونہ ہے کہ عمر بھر مین جماعت
سوا ایسے قوی عذر کے فوت نہین ہوئی۔ بچپن کے زمانہ سے لیکر آخر عمر تک ممنوع باتون کی طرف کبھی میل
نہین کیا۔ طریقہ صحابہ کی پیروی آپ کی جبلی عادت تھی۔ باوجود اس فضل و کمال کے مزاج مین غایت درجہ کا
انکسار و عجز تھا۔ طرز معاشرت بالکل سادہ اور تکلف و بناوٹ سے دور تھی۔ امور ضروریہ کو خود اپنے ہاتھون سے
انجام دیتے اور بیع و شرا مین خود تصرف کرتے۔ آپکا لباس نہ تو زاہدان خشک اور فقہاے ظاہری کی سی
ہیئت پر ہوتا تھا نہ فقرا آزادی کے طریقہ پر۔ بلکہ مشائخ و صوفیہ کے مطابق ہوتا تھا جسیطرح خود بغیر اشد
ضرورت کے قرض لینا مکروہ جانتے تھے اسیطرح اُن لوگون سے بھی ناخوش ہوتے اور ملامت کرتے تھے جو کھانے اور تنعم
تفکہ وغیرہ کیلئے قرض لیتے تھے۔ طبی معلومات مین آپکا ذہن نہایت رسا و سلیم تھا۔ اور علمی و عملی تجربات خاص طور
پر مشہور تھے۔ آپکا وظیفہ نوافل تہجد تھا جن مین تعداد رکعت کی قید کچھ نہ ہوتی تھی۔ بلکہ جبتک دلمین نشاط و
رغبت ہوتی تھی نوافل مین مصروف رہتے تھے۔ اشراق و چاشت کی نماز بلا ناغہ ادا کرتے اور بعد مغرب دو رکعتین
نماز اپنے والدین اور برادر کو ثواب پہنچانے کیغرض ادا کیا کرتے۔ عذر کے سوا ہمیشہ تلاوت قرآن مین مصروف رہتے
اور نہایت خوش الحانی اور قواعد تجوید کی رعایت سے پڑھتے۔ حلقۂ یاران کے علاوہ قرآن مجید کے دو تین رکوع تدبر
معانی کیساتھ پڑھنا آپکا دستور تھا۔ ہزار بار درود اور ہزار دفعہ نفی اثبات نماز فجر سے پیشتر بعض بعض شبھی
اور بارہ ہزار مرتبہ اسم ذات کا ہمیشہ ورد کیا کرتے۔ جب جناب شیخ ابو الرضا محمد آپ کے برادر کلان کا انتقال
ہوگیا تو آپنے بعض یارون کی استدعا و اصرار سے وعظ کہنا شروع کیا۔ اکثر مشکوۃ شریف کی حدیثین

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۱: ۔ مایوس ہوگیا تو بولا مجھے ایک کاغذ لکھکر دیدیجئے تاکہ بادشاہ میری تقصیر پر محمول نہ کرے آپنے
ایک نہایت حقیر اور مبتذل کاغذ جس مین جوتیان لپٹی ہوئی دھری تھین زمین سے اُٹھا کر ذیل کی عبارت لکھی۔ کہ تمام اہل اللہ کی جماعت کا اسپر
اجماع ہو چکا ہے کہ بئس الفقیر علی باب الامیر۔ اور حق سبحانہ تعالی اپنے کلام مقدس مین فرماتا ہے قل متاع الحیٰوۃ الدنیا فی الاخرۃ
الا قلیل۔ قرآن مقدس کے اس معنے خیز جملہ پر نظر کرنیسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر تمہین دنیاوی اعزاز اور حشمت و شوکت نصیب ہے ایک نہایت ہی
اقل القلیل جزو ہے۔ اگر مین بفرض محال اس بات کو تسلیم بھی کرلون کہ تم مجھسے ملکر خوش ہوگے اور اپنی دنیاوی شوکت و حشمت مین سے
کچھ میرے حوالہ کردوگے تو اسسے بڑھکر اور کچھ نہین کہ جزو لایتجزی دوگے اور مین اس جزو لایتجزی کے بدلے اپنا نام خدا کے دفتر مین سے نکالنا نہین
چاہتا کیونکہ بزرگان چشتیہ کے ملفوظات مین لکھا ہے کہ جس کا نام بادشاہ کے رجسٹر مین درج ہوتا ہے خدا تعالی کے دفتر سے اُسکا نام کھرچ ڈالا جاتا ہے
یہ عبارت لکھکر آپنے عالمگیر کو بھیجدی۔ عالمگیر نے جب اس رقعہ کو دیکھا تو بڑی غور سے پڑھا۔ ہر بار اُس کی پرشوق نظر جب عبارت پر پڑتی تھی اور ہر
دفعہ ایک نیا مزہ آتا تھا۔ انجام کار اسنے شیخ کا رقعہ جیب مین ڈال لیا۔ اور مدت تک تعویذ بازو بنا کر رکھا۔ جب نیا خلعت زیب تن کرتا رقعہ جیب سے نکالکر
دوسری جیب مین رکھ لیتا۔ فرصت کیوقت ہمیشہ مطالعہ کیا کرتا۔ اور زار زار رویا کرتا۔ اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب شیخ عبد الرحیم صاحب
امرا و روسا کی صحبت سے کمال متنفر تھے اور دنیا اور اُسکے تجملات کو سخت حقارت اور اہانت انگیز نگاہ سے دیکھتے تھے ۱۲

نہایت تشریح و توضیح کیساتھ بیان فرماتے اور کچھ تنبیہ الغافلین اور کچھ غنیۃ الطالبین کا حصہ بیان کرتے آخر مین قرآن مجید کی تفسیر بیان کرنی شروع کی لیکن ہنوز تکمیل کو نہ پہنچی تھی کہ ضعف مرض غالب آیا اور اسی مرض مین انتقال فرما گئے۔

باب اوّل

جناب شیخ عبدالرحیم صاحبؒ کے مفصل حالات

(شیخ کی ولادت و طفولیت تعلیم و تربیت)

شیخ عبدالرحیم صاحب کی ولادت

جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے ولادت کی صحیح تاریخ اور سال و دن بتانا اگرچہ بہت مشکل ہے کیونکہ کسی تذکرہ اور تاریخی کتاب سے اسکا پتہ نہین چلتا لیکن آپکا سال ولادت سنہ وفات سے جہانتک مطابقت کیا جاتا ہے تو اس قدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۱۰۵۴ ہجری مین پیدا ہوئے ہین اور یہ غالبًا صحیح ہے کیونکہ مستند تواریخ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آپنے ستتر برس کی عمر پاکر ۱۱۳۱ھ مین انتقال فرمایا اور جب ۱۱۳۱ھ مین سے ستتر تفریق کیے جائینگے تو ۱۰۵۴ھ باقی رہے اسلیے آپکا سنہ ولادت شروع ۱۰۵۴ ہجری سمجھنا چاہیے جو حسابی قاعدہ سے نہایت صحیح اور درست ہے شیخ کے پیدا ہونے سے پیشتر ہی بعض اُن پاک نفوس اوصاف باطن حضرات نے جنہین فطرت سے ممتازیت کا کافی حصہ ملا تھا اور جنکے دلون مین ربانی جلال بڑے زور شور سے چمک چکا تھا نیز جنہون نے حقانی وزیعہ سے تعلیم پائی تھی صاف لفظون مین جناب شیخ وجیہ الدین آپکے والد بزرگوار کو بشارت دی تھی کہ تمہاری نسل سے ایک ایسا پاک نفس اور نیک فطرت لڑکا پیدا ہوگا جسکی فرزندی کے انتساب سے نہ صرف تم بلکہ تمہارا سارا خاندان دنیا مین روشناس ہو جائیگا اور ہندوستان سے لیکر عربستان تک اُسکے نام کا امتیازی جھنڈا گڑ جائے گا چنانچہ شیخ رفیع الدین محمد صاحب نے جنکے علمی و عملی کارنامے دنیا مین خاص طور پر مشہور ہو چکے تھے اور جن کا فضل و کمال اعلیٰ درجہ کی وقعت کیساتھ ذکر کیا جاتا تھا صریح لفظون مین شیخ عبدالرحیم صاحب کی بابت پیشین گوئی کی تھی جسے مین اس مقام پر مختصرًا ذکر کرتا ہون۔

جب شیخ رفیع الدین محمد (جو آخر مین شیخ عبدالرحیم صاحب کے حقیقی نانا ہوئے اور جنکی لائف مین دوسرے حصہ کے باب اول مین تفصیل کے ساتھ ذکر کر آیا ہون) کا جام حیات لبریز ہونیکے قریب ہوا تو ایک دن آپنے اپنا تمام اثاث بیت جمع کیا اور تمام وارثون کو شرعی حصہ پر تقسیم کر دیا اپنی اولاد مین سے ہر ایک شخص کو اُسکے حسب حال عنایت فرمایا جب آپکی سب سے چھوٹی صاحبزادی کی نوبت پہنچی (جو آئندہ شیخ عبدالرحیم صاحب کی والدہ

ہوئین) تو آپنے اُنہین فوائد طریقت کے چند جزو اور پیرون کا شجرہ عطا کیا شیخ کی بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ اِس لڑکی کی ہنوز شادی نہین ہوئی ہے اِسکے مناسب حال یہ کاغذ کے چند اوراق نہین ہین بلکہ شادی کے سامان مہیا کرنے ضروری ہین شیخ محمد صاحب نے جواب دیا کہ یہ کاغذ کے چند اجزا ہماری گذشتہ نسلون کی ایک محسوس یادگار اور میراث ہین جنہین ہم دنیا کے تمام حشمت و شوکت سے افضل او قیمتی سمجھتے ہین اِس لڑکی کے ایک فرزند پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر اہل اللہ کی جماعت کا سرتاج قرار دیا جائیگا اور عالم کا مقتدا و پیشوا تسلیم ہوگا چونکہ وہ ہماری اِس معنوی میراث کا مستحق ہوگا لہذا یہ تمام اوراق اُسکے حوالہ کردینا رہی شادی کے سامان اُن کا ہمین ذرا فکر نہ کرنا چاہیئے خدا تعالی مسبب الاسباب ہے خود مہیا کردیگا چنانچہ جب شیخ عبد الرحیم صاحب پیدا ہوئے اور ابتدائی عمر کے مرحلے طے کرکے سن رشد کو پہنچے تو آپ کی نانی صاحبہ نے وہ اوراق آپ کے سپرد کردیئے جو آپ کے بہت کام آئے جس مبارک زمانہ مین شیخ عبد الرحیم صاحب کی ولادت ہوئی اُس وقت اورنگزیب عالمگیر بادشاہ سریر آرائے سلطنت تھا اور آپ کے والد بزرگوار شیخ وجیہ الدین صاحب سلطنت کی طرف سے ایک معزز عہدہ پر ممتاز تھے قطع نظر اِسکے آپ خود بھی دولت و ثروت رکھتے تھے غرضکہ شیخ عبد الرحیم کی اقبال یاوری سے وہ تمام سامان مہیا ہوگئے تھے جو ایک خوش قسمت بچہ کی پرورش کیلیئے درکار ہوتے ہین لہذا نہایت ناز و نعمت کے ساتھ آپ کی پرورش ہوتی تھی آپکے بچپن کا زمانہ حقیقت مین آپ کی آئندہ حالات کا ایک ایسا دیباچہ تھا جسے سرسری طور پر دیکھکر مبصرین صاف کہتے تھے کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جس مین یہی ننھا سا بچہ اپنے مذہبی تقدس اور روحانی تصرفات کی وجہ سے تمام عالم کا ایک معزز و معتقد پیشوا تسلیم کیا جائیگا تمام ملک و قوم اُسے نہایت اعزاز کے ساتھ اپنی آنکھوں پر جگہ دیگی اور اُسکے سامنے سلاطین کی گردنین جھک جائینگی چنانچہ اِس قسم کی پیشین گوئیون کے واقعات بہت سے ہین جن مین سے بعض وہ ہین جو خود شیخ عبد الرحیم صاحب کے قلم مبارک کے لکھے ہوئے ہین اور چونکہ وہ زیادہ دلچسپ ہین اسلیئے صرف اُن ہی کے قلمبند کرنے پر اکتفا کرتا ہون -

(۱) شیخ صاحب فرماتے ہین کہ میرے ماموں شیخ عبد الحی ایک نہایت صالح اور خدا ترس آدمی تھے اتقا و پرہیزگاری کے سوا دینا و اہل دنیا سے طبعی نفرت رکھتے اور بالکل اپنے اسلاف کے قدم بقدم چلتے تھے گو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت مین بے انتہا کوشش کرتے تھے لیکن خدا کی شان کہ اُن کی طبیعتین متاثر نہ ہوتی تھین اور لکھنے پڑھنے کی طرف ذرا متوجہ نہ تھین جس کی وجہ سے بزرگ شیخ اپنی فلاح اور معرفت

خاندان کے نام کو برقرار رکھنے سے بالکل مایوس و ناامید ہوگئے تھے۔ عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ ماں باپ دولتمند
ہوں یا مفلس اُنکی بڑی آرزوئیں اپنے ہونہار بچوں کی کوششوں سے وابستہ ہوتی ہیں لیکن جب وہ اپنی
اولاد کے اطوار اس قسم کے دیکھتے ہیں جن سے کسی طرح کی اُمید نہیں بندھتی تو اُن کی مایوسی و شکستہ دلی
سخت خطرناک ہوتی ہے ایسی حیرانی اور مایوسی کے وقت اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ قبل از وقت جان دینے کو
مصلحت وعزت سمجھتے ہیں اور بعض مرتے نہیں تو مرنے سے بدتر ہو جاتے ہیں کیونکہ اُن کی زندگی نہایت
دردناک طریقہ سے آخر ہوتی ہے۔ بجنسہٖ یہی حالت شیخ عبدالحی صاحب کی تھی آپ کو دیکھ یہی خیال پیدا
ہوتا تھا کہ افسوس جو علمی فضیلت ہمارے بزرگوں نے حاصل کی ہے میری اولاد کی بدلیاقتی اُسے دنیا سے
مٹا ڈالے گی یہی ایک خیال تھا جو شیخ کو ہمیشہ مغموم و رنجیدہ رکھتا تھا۔ ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ میں بچپنے کی حالت میں
سر سے عمامہ اُتار کر زانو پر رکھے ہوئے وضو کر رہا تھا اور جس قدر وضو میں سنن و آداب ہیں سب کی برابر
رعایت کرتا جاتا تھا آپنے مجھے اس حالت میں دیکھکر انتہا درجہ کا جوش مسرت ظاہر کیا اور نہایت خندہ
پیشانی سے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ میں اپنی اولاد کی ناقابلیت دیکھ دیکھکر ہمیشہ ڈرتا تھا کہ ہمارے سلف کا
سِر ہماری اولاد سے منقطع ہوجائے گا لیکن اب مجھے قطعی طور پر معلوم ہوگیا کہ اس سِر کا حامل ہمارے
خاندان میں موجود ہے گو اپنی نسل میں نہ سہی بہن کی نسل میں موجود ہے۔

(۲) شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں ہنوز میں خوردسال بچہ تھا کہ سلسلۂ نقشبندیہ میں کے ایک
عزیز خواجہ ہاشم نام بخارا سے آئے اور ہمارے محلہ میں سکونت اختیار کی جب مجھے دیکھتے بہ محبت پیش آتے
اور بہت ہی توجہ و التفات فرماتے ایکدفعہ فرمایا مجھے ایک درود یاد ہے جسکا عامل ہمیشہ متمول و دولتمند
رہتا ہے چونکہ میرا دل اُسوقت دنیا کے تمام تعلقات سے منقطع تھا اسلیئے اُن کے جواب میں عرض
کیا کہ جب خدا تعالیٰ مجھے بلاواسطہ قوت لایموت پہنچاتا ہے اور میری مایحتاج کا وہ خود متکفل ہوچکا ہے
تو اب میں دوسرے سے کوئی حاجت نہیں رکھتا خواجہ ہاشم میری اس برجستہ اور معقول جواب کو
سُنکر خاموش ہوگئے لیکن چند روز کے بعد فرمایا کہ مجھے ایک ایسی مؤثر دعا سینہ بسینہ پہنچی ہے کہ
اگر مجذوم پر پڑھکر پھونکی جائے تو اُس کا جذام فوراً جاتا رہے میں نے کہا خدا کا شکر ہے کہ میں اِس
خبیث اور موذی مرض سے محفوظ ہوں ہاں اگر کوئی مبتلائے جذام میری نظر پڑے گا اُسے
خدمت مبارک میں لا حاضر کروں گا آخرکار چند روز کے بعد خواجہ ہاشم نے صاف لفظوں میں کہا

کہ برخوردار من! اس درود و دعا کے ذکر کرنے سے مجھے تمہارا انکار کرنا مقصود تھا کیونکہ تم استعداد عالی رکھتے ہو اب امتحان سے معلوم ہوا کہ تم میرے خیال سے بھی بڑھکر عالی ہمت۔ حوصلہ مند بلند خیال۔ دقیق النظر ہو میرا دلی مقصد یہ تہا کہ تم اشغال صوفیہ مین سے کوئی شغل اختیار کرو مین نے خواجہ کی یہ دلسوزی دیکھکر کہا تو آپ ہی کوئی شغل بتایئے چنانچہ خواجہ نے مجھے اسم ذات کی تلقین کی اور فرمایا کہ ایک کاغذ کے تختہ پر ہمیشہ اسم ذات کو لکھتے رہو یہانتک کے تمہارے خیال مین بڑی مضبوطی اور استحکامی کیساتھ بیٹھ جائے مین نے اس شغل کو اختیار کیا اور چند ہی روز مین اُسکی کیفیت مجھپر غالب ہوگئی اس زمانہ مین مین شرح عقاید اور حاشیہ خیالی پڑہتا تہا اور حاشیہ ملا عبد الحکیم کے لکھنے کا ارادہ تہا جب مین نے لکھنا شروع کیا تو ایک جزو کے قریب اسم ذات لکھ گیا اور مجھے بالکل شعور نہوا کہ کیا لکھ رہا ہون۔

الغرض جناب شیخ عبد الرحیم کی طفولیت کا زمانہ نہایت ہی مبارک اور مقدس زمانہ تہا جس مین آپکی نہایت ہی ناز ونعمت اور عمدہ طور سے پرورش ہوئی شیخ کے زمانہ طفولیت کے حالات اگرچہ ہمین کسی ایسے سلسلے سے نہین دستیاب ہوئے جن پر ہم بلا تامل بھروسہ کرلین لیکن تاہم جو ہمین تحقیق ہوا ہے یہان قلمبند کرتے ہین آپکا بچپن فطرت کی ان عجیب غریب خوبیون کو لئے ہوئے تہا جنکی نظیر دوسرے بچون مین مشکل سے پائے جانے کی امید ہوسکتی ہو آپ کائنات حسن کے لب لباب اور سونیا بھر کے حسین نہ تھے تو بھی آپکے چہرہ مین ایک ایسی قسم کی نمکینی و ملاحت تھی جس سے شان کبریائی کے عجیب و غریب نمونے ظاہر ہوتے تھے۔ آپکی صاف اور ستھری پیشانی اپنے مین ایک خاص عالمانہ تزک و احتشام کی تابانی رکھتی تھی اور اُس مین ایک عجیب نوعیت کی بزرگانہ متانت کا چمکارا نمودار تہا۔ آپکی دلفریب طفلانہ حرکتون مین اس غضب کی کشش تھی جنہون نے ایک عالم کو اپنا گرویدہ کرلیا تہا۔

بزرگ شیخ کی بچپنے کی سکوت خیز صورت آپکی مزاج کے تحمل و بردباری کی صاف شہادت دیتی تھی اور قیافہ شناس نظرین خوب جانتی تہین کہ آپکی یہ خاموشی ربانی نکات اور ضمیری جوہرون کی کوئی گٹھری تہ اپنے مین رکھتی ہے وہ ناز بھری اور خوشنما ہٹین جو عموماً بچے اپنے ناز بردار اور مہربان والدین سے کرتے ہین آپنے کبھی نہین کین ادب کا یہ حال تہا کہ آپنے کبھی اپنے والدین کے سامنے اونچی نگاہین کرکے بات نہین کی اور ہر بات پر بجا و درست کہنے اور گردن نیچی کرکے نہایت متانت و سنجیدگی کے ساتھ جواب دینے کی عادت تھی غرضکہ محترم و معزز شیخ کی طفولیت کا زمانہ ایسا عجیب و غریب اور

حیرتناک زمانہ تہا جسکی نظیر سے اُس عہد کے تمام بچے خالی تہے ۔

شیخ کی تعلیم وتربیت

اگرچہ اِس امر مین ہماری واقفیت محدود ہے کہ شیخ کی تعلیم وتربیت کب شروع ہوئی لیکن مختلف واقعات اور اِس جلیل الشان عظیم القدر خاندان کے دستور پر نظر ڈالنے سے اسقدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اِس مزید عصر نے چوتھے سال مین قدم رکہا تہا کہ جناب شیخ وجیہ الدین صاحب نے قرآن مجید پڑھانا شروع کیا مگر یہ تعجب کے ساتھ دیکھا جاتا تہا کہ اِس کمسن بچے نے اِس نوعمری مین تعلیم قرآن کیطرف اسقدر توجہ مبذول کی کہ بہت تھوڑے عرصہ مین ختم کر لیا اُن بعد صرف ونحو ادب کی کتابین جو دینی علوم کے عنصر ہین پڑھنی شروع کین اور ابھی آپ آٹھ سال کے تھے کہ یہ علوم کچھ ایسے پانی ہو گئے کہ بڑے بڑے تجربہ کار لگا نہ کھاتے تھے اسی زمانہ مین علم ادب مین آپکو وہ کمال حاصل ہوگیا تہا کہ فصاحت و بلاغت اور لغت کے متعلق شعرا اور نثارون کو غلطیان بتا دیتے تھے کہ یہان یون ہونا چاہیے لیکن خود شعر نہ کہتے تھے اور شاعری کو بلحاظ ایک مقتدر علامہ ہونے کے مایۂ فخر نہ سمجھتے تھے جب آپکو نوان یا دسوان سال شروع تہا تو شرح عقاید اور حاشیہ خیالی پڑھتے تھے اور معقول کی اکثر کتابین نکال چکے تھے جس زمانہ مین اورنگ زیب اکبرآباد مین جلوس فرما تہا تو آپکے والد بزرگوار شیخ وجیہ الدین صاحب بھی وہان موجود تھے اور اِس تقریب سے آپ اکبرآباد مین مرزا محمد زاہد ہروی[1] سے تعلیم پاتے تھے ابتدائی رسائل سے شرح عقاید اور حاشیہ خیالی تک تو آپنے اپنے برادر کلان شیخ ابوالرضا محمد سے نکالے اور شرح مواقف اور تمام کتب کلامیہ و

[1] مرزا محمد زاہد ہروی قاضی اسلم کے فرزند رشید ہین قاضی اسلم جہانگیر کے عہد مین ہرات سے ہندوستان مین آئے اور اپنی ذاتی خوبیون اور علمی قابلیتون کی وجہ سے جہانگیر کو اپنا گرویدہ کر لیا جہانگیر نے جب ان کی لیاقت کا اچھی طرح امتحان کر لیا تو قاضی القضاۃ کے معزز منصب پر ممتاز کیا دنیاوی اعزاز اور مذہبی تقدس مین اس سے زیادہ اور کونسا درجہ ہوسکتا ہے کہ آپ ایک ایسے عہدے پر ممتاز تھے جسکے سامنے خود وارث تخت وتاج کی بھی گردن تسلیم خم ہوتی تہی - قاضی اسلم - ملا محمد فاضل باشندہ بدخشان کے شاگرد رشید تھے جب ابتدائی زمانہ کے مرحلے طے کر چکے تو کابل مین پہنچے اور ملا صادق حلوائی کا تلمذ اختیار کیا بعد ازان توران مین گئے اور ملا مرزا جان شیرازی کی صحبت سے فیضیاب ہوئے اور وہین مرزا جان کے تلمیذ رشید ملا یوسف سے حکمت کے فنون اور طبی معلومات حاصل کین جو اُس عہد کے تمام مشہور اساتذہ مین نہایت امتیاز کی نظرون سے دیکھے جاتے تھے - جب قاضی اسلم ان تمام علوم سے فارغ التحصیل ہو گئے تو لاہور مین تشریف لائے اور ملا جلال لاہوری سے جو علوم عربیہ مین یگانہ روزگار اور فرید عصر تسلیم کیا جاتا تہا اور علوم عقلیہ اور نقلیہ کو جامع وحاوی تہا تفسیر واصول کا درس لیا مرزا محمد زاہد تیرہ سال کی عمر مین فارغ التحصیل ہوگئے تھے آپکے بے نظیر جودت ذہن اور عدیم المثال فہم وفراست سے تمام اہل علما کے حلقے خالی تھے حاشیہ شرح مواقف اور حاشیہ شرح تہذیب اور حاشیہ رسالہ تصور وتصدیق آپکی مخصوص یادگارین ہین علاوہ اِن تصانیف کے آپکی چند اور تصانیف بھی مشہور ہین جیسے حاشیہ شرح تجرید حاشیہ ہیاکل وغیرہ - آپ اورنگ زیب کے عہد مین منصب احتساب پر ممتاز تہے ایک عرصہ کے بعد اِس عہدے سے مستعفی ہوکر کابل تشریف لیگئے اور عزلت وگوشہ

اصولیہ میرزاہد ہروی سے پڑہین جب شرح مواقف پڑہتے تھے تو آپ کے درس ہین اور بھی کئی بڑی عمر کے طلبہ شریک تھے لیکن سب کے سب آپ سے ناراض اور کبیدہ تھے کیونکہ آپ شرح مواقف جیسی مشکل کتاب کے کئی کئی صفحے اُستاد سے دریافت کیئے بغیر صاف پڑہ جایا کرتے تھے اور کسی مقام پر دم نہ لیتے تھے حالانکہ ہر طالب العلم کتاب کے ایک ایک مقام کو سمجھنا اور اُس پر بحث کرنا چاہتا تھا بھلا یہ بات شیخ صاحب سے کب ممکن تھی یہان تو خیال و دماغ عقل کامل سے پہلے ہی آراستہ ہوچکا تھا اور یہ معمولی کتابین آپکے سامنے بالکل پانی تھین شیخ حامد جو بڑے طباع اور ذہین شخص تھے اور گذشتہ کتابیں کی تعلیم مین شیخ کے ہم درس بھی تھے آپکے اس لگاتار پڑہنے سے اور کسی مقام کو دریافت نہ کرنے سے سخت ناخوش تھے ایکدن کا ذکر ہو کہ شیخ کتاب کا مشکل مقام پڑھ رہے تھے شیخ حامد کو یقین تھا کہ آج یہ اس مقام پر ضرور رُکینگے لیکن جب آپ اُس مشکل مقام بھی لگاتار پڑہتے چلے گئے تو شیخ حامد جھلا اُٹھے اور آپے سے باہر ہو کے کہنے لگے کہ شیخ صاحب آپ کچھ سمجھتے بھی ہین یا یون ہی ورق گردانی کرتے ہین شیخ نے اپنے دوست کا طیش و غضب دیکھکر نہایت عجز و انکساری سے کہا شیخ صاحب! مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ مقام آپکی سمجھ مین نہین آیا ہو اگر حقیقت مین یہ مقام بغیر سمجھے رہ گیا ہو تو آپ مجھسے دریافت کرلین شیخ حامد نے سب سے مشکل مقام کی طرف اشارہ کر کے کہا اسی کو سمجھا دیجیے! اس وقت خود میرزا محمد زاہد اور آپکے تمام ہم سبقون کی پرشوق نظرین شیخ پر برابر اُٹھ رہی تھین اور ہر ایک شخص دل ہی دل مین خوش ہو رہا تھا کہ آج شیخ کی علمی لیاقت کا پورا امتحان ہوجائیگا حقیقت مین ایسے مقام پر جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی جانچ نہایت ہی قابل وقعت تھی آپنے ایک ایسے سہل اور آسان طریقہ پر اُس مشکل مقام کی تقریر کی جس سے تمام حاضرین آپکے بے مثل جودت ذہن اور عدیم المثال فہم پر عش عش کرنے لگے اور تحیر انگیز صورت سے آپکے چہرے کو تکنے لگے جس تحیر کے ساتھ آپنے اُس اشکال کی تقریر کی وہ ایسی معمولی تقریر نہ تھی جس سے لوگون کو استعجاب اور استعجاب کے ساتھ حیرت نہوتی چنانچہ طلبہ آپکے فضل و کمال کے قائل ہوگئے اور جس شہرت کے ساتھ آپ مشہور تھے اب اُس سے بہت زیادہ وقعت لوگون کے دلون مین پیدا ہوگئی ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۷ الشیخی اختیار کی آپ علم ظاہری کے علاوہ باطنی علم کا بھی حصہ رکھتے تھے اور اکابر صوفیہ مین سے ایک ایسی واجب الاحترام بزرگ کی صحبت سے فیضیاب تھے جس سے روحانی ذریعہ سے تعلیم حاصل کی تھی جیسا کہ آپکی بعض تصانیف خاص سے معلوم ہوتا ہے آپ نے بحث وجود - اور بحث علم واجب الوجود مین ایک نہایت نتیجہ خیز تقریر کی ہے چونکہ وہ حضرات صوفیہ کی دلچسپی سے خالی نہین لہذا مین اس مقام پر نقل کرنا مناسب سمجھتا ہون آپ بحث وجود مین لکھتے ہین والتحقیق ان الوجود بالمعنی المصدری

اگرچہ میرزا محمد زاہد پہلے ہی سے شیخ کو ہونہار اور رشیدنی جانتے تھے لیکن ہر وقت کی علمی قابلیت دیکھکر
اُنہیں یقین ہو گیا کہ عنقریب زمانہ آنے والا ہے جس مین اس نونہال پودے کی خوش آئندہ جھونکے ایک
عالم کے دل و دماغ کو معطر کرینگے اور یہی ہلال آئندہ زمانہ مین بدر کامل ہو کر ملک مین چمکیگا یہی وجہ تھی کہ
میرزا موصوف شیخ پر حد سے زیادہ التفات کرتے اور ہر وقت آپکی دلجوئی و خوشنودی مین مصروف رہتے تھے چنانچہ
خود جناب شیخ عبد الرحیم صاحب مرزا صاحب کے حالات پر مختصر ریمارک کرتے ہوئے آپکی اُن مہربانیون کا
ذکر کرتے ہین جو ایام درس مین آپ پر مبذول تھین۔

مرزا محمد زاہد کی مہربانیان

آپ فرماتے ہین کہ جناب مرزا محمد زاہد جن سے مین نے تمام کتب کلامیہ و اصولیہ پڑہی ہین اور جو تمام
علوم مین مجتہدانہ کمال رکھتے تھے مجھپر نہایت مہربان تھے اور بڑے ذوق شوق سے میری تعلیم مین
شب و روز مصروف رہتے تھے یہانتک کہ جس روز مین کسی قوی عذر کی وجہ سے کتاب کا مطالعہ نکرتا تھا
تو آپ فرمایا کرتے تھے فرزند من! ایک دو ہی سطرین پڑھ لو تا کہ ناغہ نہو عالمگیر بادشاہ آپ کی اسقدر
عزت کرتا تھا کہ آپکو ندیمون اور وزرا کے زمرہ مین جگہ دیتا تھا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عالمگیر نے آپ کو بلایا
اور آپ بہت جلد اُسطرف متوجہ ہوئے جون ہی آپ دروازہ سے نکلنے لگے مین نے دروازہ کی دونون
بغلیان مضبوطی سے پکڑ کر کہا تا وقتیکہ آپ میرا فلان کام سرانجام نہ دے لینگے مین آپکو نہ چھوڑون گا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۸) امر اعتباری متحقق فی نفس الامر بمعنی ما به الموجودیة موجود بنفسه بل واجب لذاته وذلك لان معنی کون الشیء اعتباریا متحققا فی نفس الامر ان یکون امرا منشأ بحیث یصح انتزاعه عنه فههنا ثلثة امور الاول المنتزع عنه وهو الماهیة من حیث هی والثانی المنتزع وهو الوجود بالمعنی المصدری والثالث منشأ الانتزاع وهو الوجود بمعنی ما به الموجودیة وهو الوجود القائم بنفسه الواجب لذاته لانه لیس قائما بالماهیة لا علی وجه الانضمام والایلزم تاخره عن وجود الموصوف ولا علی وجه الانتزاع والایلزم حین انتزاع الوجود المصدری انتزاع آخر بل انتزاعات غیر متناهیة۔ اسی طرح آپ علم واجب الوجود کے مبحث مین فرماتے ہین اعلم ان الواجب تعالی عالم اجمالیا وعالم تفصیلیا اما العلم الاجمالی فهو مبدأ العلم التفصیلی وخلاق الصورة الذهنیة والخارجیة وهو العلم الحقیقی وهو صفة الکمال وعین الذات وتحقیقه علی ما الهمنی ربی بالهامه وبیانه ان للممکن جهتین جهة الوجود والفعلیة وجهة العدم واللافعلیة وهو بحسب الجهة الثانیة لا یصلح ان یتعلق به العلم فانه بهذا الجهة معدوم محض فالجهة التی بحسبها یتعلق به العلم هی الجهة الاولی وهی راجعة الیه لان وجود الممکن هو بعینه وجود الواجب کما ذهب الیه اهل التحقیق فعلمه تعالی بالممکنات ینطوی فی علمه بذاته بحیث لا یعزب منه شیء منها وبیناه علی فهم ذلك حال الاوصاف الانتزاعیة مع موصوفاتها فان لها وجودا یتحد وافیه الوجود الخارجی فی ترتب الآثار وهو منشاء الانتزاع وبحسبه الامتیاز بینها وبین موصوفاتها واما العلم التفصیلی فهی علم حضوری ما الموجودات الخارجیة وبالصور الذهنیة العلویة والسفلیة متاصل لعله تحتاج الی تجرید الذهن وقد زدنا علی ذلك فی تعلیقات شرح التجرید ۱۲

آپنے نہایت خندہ پیشانی اور خوش آئندہ تبسم کے ساتھ فرمایا تم بیٹھو مین ابھی آتا ہون اطمینان و دلجمعی سے تمہاری بات سنونگا اور تمہارے کام کو انجام دون گا اسوقت مین مترددہون اور شاہی دربار مین جانے کی غرض سے پابرکاب ہون مین نے کہا یہ نہین ہوسکتا کہ مین آپکو اپنے کام کی انجام دہی بغیر چھوڑدون جب آپنے میرا یہ اصرار ملاحظہ کیا تو واپس پلٹ آئے اور جبتک میرا کام پورا پورا انجام کو نہ پہنچا دیا قدم آگے نہ بڑہایا دوسرے طلبہ جب اس قسم کی مہربانیان مجھپر دیکھتے تھے تو تعجب کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے مین محسود طلبہ تہا۔

آپ یہ بھی فرماتے ہین کہ میرے اُستاد مرزا محمد زاہد مین سب سے زیادہ قابل تعریف ایک بات تھی کہ جب کسی معاملہ مین آپسے فروگذاشت ہوجاتی اور کوئی متنبہ کرتا تو فوراً قبول کرلیتے چنانچہ ایک دن کا ذکر ہی کہ آپنے رمضان مین میری دعوت کی مین آپکے مکان پر موجود تہا اور مغرب کا وقت قریب آگیا تہا اتنے مین ایک کباب فروش آیا اور کباب کا خوان آپکے سامنے رکھکر عرض کیا کہ یہ آپکی نذر مین مرزا صاحب نے مسکراکر فرمایا کہ اے عزیز! مین نہ تو تیرا پیر ہی ہون نہ اُستاد ہی نذرانہ کیا معنی؟ معلوم ہوتا ہی کہ اس سے تیری کوئی اور غرض ہی اگرچہ اُسنے اول اول اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنے سے انکار کیا لیکن آپکے مبالغہ اور اصرار سے معلوم ہوا کہ اُس کی دوکان برسرراہ واقع ہی اور مرزا کے ماتحت لوگ اُسکی دوکان وہان سے اُٹھانا چاہتے ہین جب یہ کیفیت آپکو معلوم ہوئی تو فرمایا کل مین ایک متدین اور معتبر آدمی بھیجون گا جو نہایت عدل اور انصاف سے فیصلہ کردیگا اب تو جا اور اطمینان رکھ۔ کباب فروش نے کہا حضور! یہ کباب مین نے خاص آپکے لیئے تیار کیئے تہے اور اب وقت مین اسقدر گنجایش نہین رہی کہ یہ فروخت ہوسکین آپنے ایک شخص کو جو مرزا موصوف کے بچون کا معلم تہا حکم فرمایا کہ ان کبابون کی قیمت کا اندازہ کرکے گھر سے قیمت دلادو چنانچہ اُس نے آٹھ آنے دلادیئے اور کباب آپکے سامنے رکھدیئے مین نے یہ صورت دیکھکر عرض کیا کہ آپکی غرض رشوت سے بچنے کی تھی لیکن افسوس کہ وہ ہنوز حاصل نہین ہوئی کیونکہ ان کبابون کی قیمت بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے اور کباب فروش آٹھ آنے پر صرف اس غرض سے راضی ہوگیا کہ اُس سے آپکا کام متعلق ہے آپ فوراً متنبہ ہوئے اور اسیوقت کباب فروش کو بلواکر دریافت کیا کہ تونے گوشت کتنے کا خریدا تہا اور مصالح کتنے کا ایندہن مین کیا خرچ ہوا اور نفع کسقدر حاصل ہوتا ہی حساب لگانے سے معلوم ہوا کہ وہ ساڑھے تین روپے کے کباب تھے آپنے پورے دام اُسکے حوالے کیئے اور معلم کو بلاکر سخت عتا

کے بعد فرمایا کیا تو جانتا تھا کہ میں حرام چیز سے روزہ افطار کرون یہ کونسی عقل اور کونسی دوستی کی بات ہی۔
اِسکے بعد آپنے اور آپکے ساتھ مین نے کھانا تناول کیا۔

علمی ترقی

تحصیل جناب شیخ عبدالرحیم صاحب دس سال کی عمر مین صرف نحو ادب کلام اصول معقول حکمت وغیرہ تمام علوم رسمیہ کی تکمیل کر چکے تھی جب آپنے گیارہوین سال مین قدم رکھا تو فقہ وحدیث کی تحصیل مین مصروف ہوئے لیکن کسی تذکرہ اور مستند تاریخ سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ ان علوم کی خدمت معلمی کن علما کے سپرد تھی البتہ ایک مورخ کے مجمل ریمارک سے اسقدر پتا چلتا ہی کہ صرف فقہ کی تعلیم آپنے اپنے والد بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی خدمت مین پائی اور چونکہ شیخ وجیہ الدین صاحب متعدد علوم مین کمال رکھتے تھی کچھ عجب نہین کہ علم حدیث کی تکمیل بھی آپ ہی کی خدمت مین حاصل ہوئی ہو۔ یہ بھی ممکن ہی کہ آپ نے اس علم کی دوسرے معلم سے تحصیل کی ہو بہرصورت اس فن شریف کے اساتذہ کے متعلق ہماری واقفیت محدود ہی تاہم وثوق کیساتھ کہا جاسکتا ہی کہ اس عہد مین علمی روشنی ہر طرف پھیل رہی تھی اور عالمگیری دربار مین بڑے بڑے علما اور مجتہدین موجود تھے قطع نظر اسکے ابھی تک شیخ کی ننہیال مین اس قسم کی اہل کمال موجود تھی جو یگانۂ روزگار اور فرید عصر تسلیم کیے جاتے تھے دنیا کی ممتاز و مشہور اہل کمال مین گنے جاتے تھے غرضکہ شیخ نے حدیث وفقہ کی تعلیم اعلے درجہ کی پائی جسمین کسیطرح کا کوئی شک وشبہ نہین ہوسکتا اور جب آپکے اس کمال پر نظر ڈالی جاتی ہی جو آپ کو علم مین خصوصیت کے ساتھ آپکو حاصل تھا تو صاف معلوم ہوتا ہی کہ اس خدمت کو انھین ذی شان حضرات نے انجام دیا ہی جو ساری دنیا مین ممتاز و مشہور ہو چکے تھی یہی وجہ ہی کہ جن لوگون نے آپکے حالات زندگی قلمبند کیے ہین انھون نے آپکے علمی تبحر پر ریمارک کرتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ علم حدیث پر نہایت قیمتی اور وزنی ریویو کیے ہین۔ شاہ ولی اللہ جیسے فاضل اجل شخص ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ اس نیلگون آسمان کے نیچے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب سے زیادہ فن حدیث مین حاذق اور جاننے والا اُس عہد مین کوئی نہ تھا اگر مین انصاف سے آپکی نسبت کوئی رائے ظاہر کرون تو بلا تامل اس امر کا اعتراف کرونگا کہ مین نے اُن جیسا ایک شخص بھی نہین دیکھا جو تمام علوم مین عموماً اور حدیث وفقہ مین خصوصاً تبحر رکھتا ہو شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بعد آپ جیسے محدث و مفسر فقیہ کو ہندوستان کی گود مین پرورش پانا بہت کم نصیب ہوا ہوگا آپکو صحاح کی اکثر حدیثین ازبر تھین اور اس سے بڑھکر یہ کہ تمام حدیثین معہ اسناد کے بلا توقف نقل کرنے مین ملکہ خاص حاصل تھا
شاہ ولی اللہ صاحب یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مین اپنے والد بزرگوار کے علم کے آگے دنیا بھر

علمار کے علوم کو بالکل ایسا دیکھتا ہون جیسے دریا کے مقابلہ مین قطرہ" حقیقت مین شاہ صاحب کی یہ تعریف مبالغہ آمیز اور جھوٹی تعریف نہین ہو بلکہ جس شخص نے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی تصنیفات اور اُن حواشی کو دیکھا ہو جو آپنے حدیث وفقہ کی کتابون پر چڑھاتے ہین وہ اُن سے جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے اِس قول کا پورے طور پر اندازہ کرسکتا ہو کہ کہانتک ٹھیک اور درست ہو۔

تکمیل علوم

الغرض جناب شیخ عبدالرحیم صاحب بارہ سال کے تھے کہ علم حدیث وفقہ کی تکمیل کر چکے تھے اور آپ کو تمام وکمال اُسپر عبور ہوگیا تھا گویا یہی سال آپکے فارغ التحصیل ہونے کا تھا آپکا اِس چھوٹی سی عمر مین تمام درسیہ کتب سے فارغ التحصیل ہوجانا اور پھر ہر مضمون کتاب کو ازبر یاد رکھنا نیز اُن سے ہزارہا جدید مسائل اور صدہا نکات وباریکیان مستنبط کرنا اگرچہ آپکے جودت ذہن اور بے نظیر فہم ودرایت کی بے مثال دلیل ہے لیکن مبصرین خوب سمجھتے ہین کہ یہ اُن وہبی علوم اور ربانی قابلیتون کا پرتو ہی جو روز ازل سے اُن پاک نفوس حضرات کے مجلہ دل مین چمک چکا ہو جنہون نے روحانی ذریعہ سے تعلیم پائی ہو۔

ابتدائے سلوک

معزز اور واجب الاحترام شیخ جب دینیات سے فارغ التحصیل ہوگئے تو لوگ آپکے پاس تحصیل علوم کی غرض سے جوق جوق آنے لگے اور اسی چھوٹی سی عمر مین سبنے آپکو اپنا سرتاج مان لیا لیکن آپکی عالی ہمتی اور بلند حوصلگی نے اِن ہی علوم پر قناعت نہین کی بلکہ ہمت کے بلند پرواز شاہین نے باطنی علوم کی تحصیل کی طرف بال وپر کھولے اور آپ اہل اللہ کی جستجو کے درپے ہوئے اگرچہ یہ شوق آپکو اثنائے تحصیل ہی مین دامنگیر تھا اور گاہے گاہے ادہر متوجہ بھی ہوتے تھے مگر اِس کا ظہور کلیۃً فارغ التحصیل ہونے کے بعد ہوا جیسا کہ ایک جگہ آپ خود اپنی قلم مبارک سے تحریر فرماتے ہین کہ "جب مین بارہ یا تیرہ سال کا تھا تو ایک رات حضرت زکریا علیہ السلام کو خواب مین دیکھا آپنے نہایت خندہ پیشانی سے میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور اسم ذات کے شغل کی تلقین فرمائی جس کی تاثیر اِس درجہ کو پہنچ گئی تھی کہ باوجودیکہ مین تحصیل علم مین شب وروز مصروف تھا اور ذکر کی طرف میری توجہ بہت کم مبذول تھی لیکن پھر بھی جو بات اُسوقت مجھکو حاصل تھی اُسکی نظیر سے بڑے بڑے قوی الطالب اہل کمال کے حلقے خالی تھے جب مین دینیات سے فراغت پا چکا تو جناب شیخ عبدالعزیز[1] قدس سرہ کو خواب مین دیکھا فرماتے ہین "فرزند مین آتا وقتیکہ خواجہ تمہین نظر قبول سے

[1] شیخ عبدالعزیز قدس سرہ۔ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے پرنانا ہین جن کے حالات دوسرے حصہ کے پہلے باب مین لکھے جاچکے ہین ۱۲

نہ دیکھین اپنی عقیدتمندی کا ہاتھ دوسرے شخص کے ہاتھ مین نہ دینا پھر اسکے بعد تمہین ختیار ہی" چنانچہ مین نے خواجہ
خرد[۱] کی خدمت مین اس واقعہ کا ذکر کیا اور تعبیر دریافت کی اور یہ بھی عرض کیا کہ چونکہ اس شہر مین آپکے سوا دوسرا
شخص خواجہ کے لقب سے نہین پکارا جاتا اسلیئے معلوم ہوتا ہی کہ بشارت آپ ہی ہین خواجہ نے جواب دیا "عزیزمن
تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہی کہ تمہین جناب خواجہ کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کی بیعت میسر ہوگی اور اس
فقیر کا رتبہ اس سے بہت کم ہے کہ جناب شیخ عبد العزیز جیسے مقتدر بزرگ خواجہ کے ساتھ مجھے تعبیر فرمائین"
چنانچہ مین اسکے بعد بشارت مذکور کا منتظر رہا اور شب و روز درود پڑھنے مین مستغرق رہا ایک رات کا ذکر ہی
کہ مین درود پڑھ رہا تھا دفعتاً آسمان پر مہتاب جیسا ایک نور چمکا حالانکہ وہ رات تاریک تھی اور چاند کے طلوع
ہونے کا زمانہ نہ تھا غرضکہ وہ نور آہستہ آہستہ زمین پر پھیلنا شروع ہوا اور آناً فاناً میری طرف بڑھنے لگا
یہانتک کہ میری تمام چارپائی اور جسم پر چھا گیا اور مین بالکل نور مین ڈوب گیا جبتک وہ نور سر سے نیچے نیچے
رہا مین بڑے ذوق شوق سے درود پڑھتا رہا لیکن جون ہی سر پر آیا فوراً بیہوش ہوگیا اور اب مجھے
اپنے آپے تک کی خبر نہین رہی میرے والد بچھونے سے اُٹھے اور ہر چند کہ میری جستجو کی مگر کہین پتا نہ چلا معلوم

---

[۱] خواجہ خرد جناب خواجہ محمد باقی کے فرزند رشید اور طریقۂ نقشبندیہ کے دوسرے بانی ہین ہنوز آپ صغیر سن ہی تھے کہ خواجہ محمد باقی راہگرائے عالم آخرت ہوئے جب خواجہ خرد ابتدائی عمر کے مرحلے طے کرکے سن بلوغ کو پہنچے تو شیخ احمد سرہندی کی خدمت مین حاضر ہوکر اُنسے اخذ طریقہ کیا اور زمانۂ دراز کے بعد اجازت حاصل کرکے وطن مالوف کیطرف مراجعت فرمائی یہان چند روز رہکر خواجہ حسام الدین اور شیخ الہداد کی صحبت مین حاضر رہے جو خواجہ محمد باقی کے تمام خلفا مین نہایت بلند رتبہ تھے خواجہ حسام الدین ابتدائی زمانہ مین ایک نامور اور مشہور امیر تھے اور انکے والد اس زمانہ مین تمام نامدار امرا مین حقیدت و وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے خواجہ حسام الدین جب خواجہ محمد باقی کی خدمت مین پہنچے اور آپکے روحانی جذبات نے اُنہین تاثیر کی تو آپ اپنے تمام عزیز و اقارب اور مال و دولت کو ترک کرکے گھر سے نکل آئے اور چونکہ آپکے اقربا پیچھا نہ چھوڑتے تھے اور فقرا کے لباس مین رہنا پسند نہ کرتے تھے اسلیئے آپنے اپنے تئین دیوانگی مین ڈالدیا اور دانستہ کپڑون کو نجاست سے آلودہ کرکے سودائیون جیسے پھرنے لگے اب آپکے عزیز و اقارب کو مایوسی ہوگئی اور انہون نے آپکو مطلق العنان کردیا اسکے بعد خواجہ حسام الدین اطمینان سے جناب خواجہ محمد باقی کی خدمت مین زندگی بسر کرنے لگے اور انجام کار آپکے فیض صحبت سے بہرہ یاب ہوے الغرض خواجہ خرد جب خواجہ حسام الدین کی خدمت مین پہنچے تو آپ خاص مراعات سے پیش آئے اور چند ہی روز مین ارشاد و تکمیل رتبہ پر پہنچا دیا خواجہ خرد کی شہرت اگرچہ زیادہ تر سلوک و تصوف مین ہی لیکن آپ حدیث و تفسیر اور فقہ وغیرہ علوم مین بھی مجتہدین فن کہلا جاتے تھے سب سے بڑا فخر آپکو یہ حاصل ہوا کہ شیخ عبد الرحیم صاحب جیسے علامہ آپکے تلامذہ کے حلقے مین داخل تھے جیسا کہ آگے چلکر شیخ صاحب کے اساتذہ کے ذکر مین مفصلاً لکھا جائے گا جب آپ کا جام حیات لبریز ہونے کے قریب ہوا تو آپنے جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کو بلا کر فرمایا کہ مجھے خواجہ محمد باقی قدس سرہ کے روضہ سے دور ہٹکر اُس مقام پر دفن کرنا جہان زائرین کی جوتیان اُترتی ہین آپ کی فرزندی کے انتساب کے لحاظ سے مقبرہ کے اندر دفن نہ کرنا کیونکہ مین اس مقام کے لائق نہین ہون شیخ نے جواب دیا کہ چونکہ یہ کام آپکے ورثہ کے ہاتھ مین ہوگا۔ اس لیئے ممکن ہی کہ مین آپ کے ارشاد کی تعمیل مین قاصر رہون فرمایا تمہارا کام تبلیغ ہے چنانچہ شیخ صاحب فرماتے ہین کہ جب خواجہ کا انتقال ہوا تو مین نے آپ کی وصیت کا اعلان کردیا اور آپ کی ورثہ کو اس پر متنبہ کردیا لیکن اُنہون نے ایک نہ سنی اور خواجہ کی وصیت کے برخلاف مقبرہ کے اندر دفن کیا۔ ۱۲

ہوتا ہے کہ میرا ظاہری وجود بھی مفقود ہو گیا تھا الغرض اِس حالت غیبت میں میں آسمانون کو یکے بعد دیگرے طے کرتا ہوا اوپر پہنچا اور جناب نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی ملازمت نصیب ہوئی آپ نے مجھسے بیعت لی اور نفی اثبات کا طریقہ تلقین فرمایا۔ جب میں ہوش میں آیا تو اپنی حالت کو بالکل بدلا ہوا پایا گویا اب میں ایک دوسرے ہی عالم میں تھا۔ چند روز کے بعد پھر خواجہ خرد کے پاس گیا اور اپنی گزشتہ کیفیت بیان کرکے التماس کی کہ اب آپ مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں فرمایا تمہیں ظاہر میں بھی کسی بزرگ سے بیعت کرنا مناسب ہے" میں نے کہا کہ میں آپ سے زیادہ بزرگ و متقی دوسرا شخص نہیں پاتا فرمایا چونکہ میں تمہیں نہایت عزیز رکھتا ہون اسلیئے اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ مجھسے بیعت کرو عرض کیا میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ مجھے دوست بھی رکھتے ہیں اور پھر بیعت سے انکار بھی کرتے ہیں آخر اس کی کچھ وجہ؟ فرمایا حقیقت یہ ہے کہ میں بعض ممنوعات کا مرتکب ہون اور سنت نبویہ کی اتباع میں قدرے تساہل کرتا ہون میں نہیں چاہتا کہ میرے ارتباط کی وجہ سے تمہارا قدم راہ تشرع سے ڈگمگا جائے لیکن ہان فیض صحبت پہنچانے میں کبھی دریغ نہ کرونگا میں خواجہ کی یہ تقریر جو دلسوزی اور خیر خواہی سے بھری ہوئی تھی سنکر عرض کیا کہ پھر مجھے کس سے بیعت کرنا چاہیئے فرمایا اگر شیخ آدم بنوری قدس سرہ کے ممتاز خلفا میں سے کوئی بزرگ ملجائے تو بہت اچھا ہے کیونکہ وہ تشرع تہذیب نفس ترک دنیا میں ایسا کمال رکھتے ہیں جو دوسرے کو اس زمانہ میں میسر نہیں ہے میں نے عرض کیا کہ ہماری پڑوس میں سید عبد اللہ[1] سکونت رکھتے ہیں جو شیخ آدم کے ایک معزز خلیفہ ہیں فرمایا بہت مغتنم ہیں اُن سے بیعت کرلینی مناسب ہے چنانچہ میں بزرگ سید کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن چونکہ آپ پر اخفا و خمول غالب تھا اسلیے پہلی مرتبہ آپنے میری بیعت لینے سے انکار کردیا مگر آخر کار میں آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوا اور آپکے ہاتھ پر بیعت کی۔

یہ سب کچھ تھا لیکن اسم ذات کا شغل جو مجھے حالت غیبت میں حضرت زکریا علیہ السلام سے حاصل ہوا تھا غالب تھا اور حقیقت یہ ہے کہ جو لطف و مزا مجھے اِس میں ملتا تھا دوسرے شغل میں وہ لذت نہ پاتا تھا نفی اثبات کا شغل اوّل تو مجھ سے بن ہی نہ آتا تھا اور اگر طبیعت پر زور ڈالکر کبھی مصروف بھی ہوتا تھا تو مزا نہ آتا تھا اس سے مجھے اس درجہ شرمندگی و ندامت ہوتی تھی کہ محترم سید کے آگے سر نہ اٹھا سکتا تھا انجام کار میں نے سید صاحب سے اسکا علاج دریافت کیا پہلے تو آپنے چند مرتبہ مجھپر نظر خاص ڈالی اور روحانی تصرف کے ساتھ متوجہ ہوئے لیکن جب آپکا تصرف ذرا کارگر نہ ہوا تو فرمایا جس چیز نے انبیا

[1] سید عبد اللہ اصل میں کھیڑی بستی کے رہنے والے تھے اِن کے والد بزرگوار نے اسی بستی میں بساست اختیار کی بقیہ دوسرے صفحہ

علیہم السلام کے انفاس طیبہ کی توسط سے استقرار پایا ہی ہم اُسے بدل نہین سکتے تم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس روح کی طرف متوجہ ہو اسکا علاج وہین سے میسر ہوگا چنانچہ مین نے ایسا ہی کیا اُس وقت نفی و اثبات کا شغل مجھپر غالب آیا اور اسقدر آسان ہوگیا کہ بارہ یا تیرہ برس کی عمر مین ایک سانس مین دوسو دفعہ بآسانی کہہ لیتا تہا گو مین اس زمانہ مین بھی تحصیل علوم سے خالی نہ تھا اور بہت سے علائق دنیوی میرے ساتھ وابستہ تھے لیکن باوجود اسکے جو انجذاب و کشش مجھے حاصل تھا دوسرے طالب کو کم نصیب تھا۔

واجب الاعتصام سید اس فقیر پر نہایت مہربانیان فرمایا کرتے تھے اور اکثر کہا کرتے تھے شیخ اتم ہنوز بچے تھے اور اپنے ہمعمرون مین کھیلتے پھرتے تھے کہ ہماری طبیعت تمہاری طرف مائل تھی مین تمہین دیکھکر خدا سے دست بدعا ہوتا تہا کہ خداوندا اس بچہ کو اپنے اولیا کے زمرہ مین داخل کرلے اور اسکا کمال میرے ہاتھ سے ظاہر کر سو خدا کا شکر ہی کہ اُسکا نتیجہ ظہور مین آگیا۔

شیخ کے اساتذہ اور اُنکے اجمالی حالات

شیخ ابوالرضا محمد

ابتدائی زمانہ مین شیخ عبدالرحیم صاحب کی تعلیم و تعلیم کا دوسرا جزو تربیت جناب شیخ وجیہ الدین آپکے والد بزرگوار اور شیخ ابوالرضا محمد آپکے برادر مہربان کے ہاتھ مین تہی اور چونکہ یہ دونون اس قدر ہنر کے شخص تھے جنکی علمی و عملی نظیر سے تمام ہندوستان خالی تہا اسلیے تعلیم و تربیت کے اعتبار سے شیخ عبدالرحیم صاحب کو اعلے درجہ کے اہل کمال مین شمار کرنا چاہیئے۔ ابتدائی تعلیم کے سلسلہ مین شیخ عبدالرحیم صاحب نے ان دونون مقدس اور پاک نفوس حضرات سے کون کون کتابین نکالین یہ ظاہر کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ باوجود تلاش کے اسوقت تک کسی تاریخ و تذکرہ سے اسکا پتا نہین چلتا لیکن تاہم اسقدر یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہی کہ آپنے سلسلہ عقاید کے ابتدائی رسالون سے شرح عقاید اور شرح خیالی تک کی تعلیم شیخ ابوالرضا محمد سے پائی چنانچہ خود شیخ عبدالرحیم صاحب اپنے سلسلہ تعلیم پر یاد کرتے ہوئے بیان کرتے ہین کہ جس زمانہ مین مین اخی معظم شیخ ابوالرضا محمد سے شرح عقاید اور حاشیہ خیالی پڑھتا تھا اُسوقت حاشیہ خیالی پر مین نے ایک اعتراض کیا اور مخدومی اخوی جواب کے درپے ہوئے شدہ شدہ اس مناظرہ کی نوبت یہانتک پہنچی کہ مجھمین اور برادر مہربان مین رنجش پیدا ہوگئی مین نے پڑھنا چھوڑ دیا ایکدفعہ کا ذکر ہی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۴ تھی۔ ابھی یہ کم سن ہی تھو کہ والد نے انتقال کیا اور آپ کو اسیوقت خدا طلبی کا داعیہ پیدا ہوا بقیہ صفحہ ۱۲۶ پر دیکھو

کہ ہم دونون خواجہ خرد کی ملاقات کے لیئے گئے آپنے معمولی مزاج پرسی کے بعد فرمایا کہ اب تمہاری خیالی کہانتک پہنچی ہی مین نے عرض کیا کہ حضرت! چند روز سے مین نے اُسے چھوڑ رکھا ہی فرمایا کیون؟ عرض کیا کہ نماز روزے کے ضروری احکام معلوم ہوجانے کے بعد اُسکی چندان ضرورت نہین دیکھی لیکن جب آپنے اصل حقیقت ظاہر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳ جا بجا اولیا، اللہ کا کھوج لگانے پھرے اور اتفاق سے پنجاب کے اطراف مین ایک بزرگ کی خدمت مین پہنچے جو قرارت مین یدطولے رکھتا تہا اور جس نے قواعد تجوید و ترتیل کو معراج کمال تک پہنچا دیا تہا یہ بزرگ دنیا اور اہل دنیا کو خدا حافظ کہکے صحرا کی ایک مسجد مین زندگی بسر کرتا اور آدمیون کے اختلاط اور ان کی آمد شد سے فراغت پاکر توکل و قناعت کے ساتھ موصوف تہا واجب الاحترام سید ایک مدت تک اُنکی خدمت مین رہے اور خدا طلبی کا رستہ دریافت کیا فرمایا کہ تمہارا ارشاد و تلقین تو ایک اور عزیز پر موقوف ہی جسکی خدمت مین انشا راللہ عنقریب پہنچنے والے ہو لیکن حفظ قرآن مجھسے کرلو چنانچہ آپ قرآن مجید پڑھنے لگے اور اسی اثنا مین اُس عزیز کی صحبت کی برکت سے تجرید و ترک دنیا اور نفس شیطان کی دھوکا دہی سے بچنے کی آداب حاصل کرلیئے۔ بیان کیا جاتا ہی کہ ایک دن سید اور وہ بزرگ باہم قرآن مجید کے دور مین مصروف تہے کہ بہت سے آدمی عربی سبز لباس زیب تن کئے ہوئے جوق جوق ظاہر ہوئے اُن کا سردار مسجد کے قریب آیا اور اس بزرگ کی قرارت سنکر فرمانے لگا بارک اللہ ادیناک حق القرآن یعنی خدا برکت دے کہ تو نے قرآن کا حق ادا کیا یہ کہا اور واپس چلا گیا اُس عزیز کا دستور تہا کہ قرآن پڑہتے وقت آنکھین بند کرلیتا تہا اور کسی چیز کی طرف ذرا التفات نہ کرتا تہا جب سورت ختم کرچکا تو سید سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ تھے جنکی ہیبت سے میرا دل کانپ رہا تہا ہر چند کہ مین اُٹھنا چاہتا تہا لیکن قرآن کی حرمت کی وجہ سے اُٹھ نہ سکا سید نے جواب دیا کہ عربی شکل و شباہت کے بہت سے آدمی تھے جنکے جسمون کو سبز لباس ڈھانکے ہوئے تہا جب انکا سردار اسطرف بڑھا تو مین ایکبارگی اختیارانہ جوش کے ساتھ اُس کی تعظیم مین کھڑا ہوگیا ہنوز ان باتون کا سلسلہ ختم نہ ہوا تہا کہ اُسی شکل و شمایل کا ایک شخص آکر بولا کہ کل مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مجمع مین حاضر تہا آپ ایک حافظ کی تعریف فرما رہے تھے جو اسی صحرا مین سکونت رکھتا ہی اور یہ بھی فرما رہے تہے کہ کل صبح کے وقت مین اُسے دیکھون گا اور اُس کی قرارت سنون گا اب آپ لوگون سے دریافت کرتا ہون کہ حضور تشریف لائے ہوتے تہے کہ نہین اگر ہوئے تہے تو کس طرف تشریف لے گئے ان دونون حضرات نے جب اُس کی یہ حیرت انگیز تقریر سنی تو ادہر اُدہر دوڑنے لگے اور ہر چند تفحص کیا لیکن کہین سراغ نہ ملا الغرض جب بزرگ سید قرآن پڑھ چکے تو اُس عزیز نے انہین رخصت کیا اور کہا اب تم جاؤ اور جس جگہ صاحب ولایت پاؤ اُسکی خدمت مین انتہا سے زیادہ کوشش کرو سید عبداللہ شہر بشہر او قصبہ بقصبہ گشت لگاتے ہوئے ساماتہ مین پہنچے اور شیخ ادریس رحمہ اللہ سامانی کی خدمت مین حاضر ہوئے جو سلسلہ قادریہ کے دوسرے بازو اور سلوک و تصوف مین مشہور زمانہ تہے توکل و قناعت آپ کا اوڑھنا بچھونا تہا اور ریاضت و مجاہدہ لباس۔ آپ آمد و رفت کا دروازہ بند کئے ہوئے محنت و سختی مین زندگی بسر کرتے اور شدت و عسرت سے لذت اُٹھاتے تہے پہلی دفعہ جب محترم سید نے شیخ ادریس سے ملاقات کی تو آپنے اُنہین کورا جواب دیدیا کہ دنیا مین فقیر بے شمار ہین جہان چاہو جاؤ کیونکہ میرے پاس وہی شخص رہسکتا جو مردون کی طرح کھانے پہننے لوگون کے ملنے جلنے سے بالکل علیحدگی اختیار کرلے اور حاجت ضروریہ کے سوا میرے دروازہ سے باہر نہ جائے بزرگ سید نے ان تمام شرطون کو منظور کیا اور طریقہ سلوک کی تحصیل مین مصروف ہوئے اولوالعزم اور عالی ہمتون کی طرح سید نے ان جانکاہ محنتون پر جنہین حقیقت مین اختیاری موت کہنا چاہیئے نہ صرف صبر کیا بلکہ بدل راضی رہے شیخ ادریس سید کی یہ جانفشانیان اور کارگزاریان ملاحظہ فرماکر بہت محظوظ ہوئے اور دن بدن اُن کے حال پر توجہ زیادہ مبذول کی اسی اثنا مین شیخ کے فرزند رشید نے سید سے قرآن مجید یاد کرنا شروع کردیا تہا جس نے شیخ کی توجہ مین ایک اور چار چاند لگادی تہی القصہ حافظ سید عبداللہ زمانہ دراز تک شیخ ادریس کی خدمت مین فیضیاب رہے لیکن جب ان کا انتقال ہوگیا تو شیخ آدم کار سہرا کی خدمت مین حاضر ہوئے جو اس زمانہ مین پیشوائے مذہبی تسلیم کئے جاتے تھے اور سلاطین وقت کی گردنین جنکے سامنے جھکی رہتی تہین سید نے آپکو ایک عالی مقام شیخ متشرع عظیم المعرفت قوی التاثیر پاکر اور کہین جانے کا ارادہ بالکل بقیہ صفحہ ۲۰ پر

شیخ رفیع الدین محمد

کرنے پر مبالغہ اور مبالغہ کے ساتھ بجد اصرار کیا تو اصلی واقعہ بے کم و کاست بیان کیا گیا خواجہ خرد نے
نہایت مہربانی سے فرمایا کہ اچھا شرح خیالی ہم سے پڑھ لو اور کل صبح کو ضرور آؤ چنانچہ مین دوسرے دن کتاب
لیکر حاضر ہوا اور آپنے تقریر کرنی شروع کی میرے اعتراض کو نہ حضرت پسند ہی کیا بلکہ اُس کی قوت و
تائید ظاہر کی تین روز تک یہی صحبت رہی اور اس اثنا مین مین نے شرح خیالی کا بہت سا حصہ نکال
لیا چوتھے دن جب مین کتاب لیکر خدمت اقدس مین حاضر ہوا تو فرمایا چونکہ تمہارے محترم اور بزرگ نانا
شیخ رفیع الدین محمد نے مجھے تین ہی سبق پڑھائے تھے اسلئے مین بھی تمہین تین روز سے زیادہ درس نہین دونگا
اور اس کا قصہ یہ ہوا کہ مین عنفوان شباب مین ظاہری حسن و خوبصورتی کو دوست رکھتا تھا شیخ رفیع الدین محمد
صاحب کا ایک فرزند رشید نہایت دلکش صورت رکھتا تھا اور اُس کے حسن و جمال کا چرچا گھر گھر پھیلا ہوا
تھا مین ایک دن اُسے دیکھنے کے قصد سے گیا اور شرح لمعات ساتھ لیتا گیا تا کہ لوگون کو معلوم ہو کہ مین
تصوفی مسائل کی تحقیقات کیلئے آیا ہون کیونکہ شیخ موصوف ہمارے شہر مین مشکلات تصوف کے حل
کرنے مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور علمی فضیلت مین تمام ملک مین مسلم الثبوت تھے جب مین آپکی خدمت مین
پہنچا تو نہایت جوش مسرت سے میرا استقبال کیا اور بڑی مہربانی سے پاس بٹھایا جب مین نے شیخ کے
سامنے کتاب رکھی تو آپنے دو تین جملے سرسری طور پر پڑھکر کتاب بند کردی اور زیادہ تحقیق نہ فرمائی اور اپنے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۶ فسخ کردیا اور سالہا سال آپ ہی کی صحبت مین گزار دیئے لیکن جب شیخ آدم کا بھی انتقال ہوگیا تو سید عبد اللہ
اپنے عم بزرگوار سید عبد الرحمن کے پاس چلے آئے جو شیخ آدم کے ایک مخلص اور بے ریا مرید تھے اور ہمیشہ ان ہی کی صحبت مین رہے
جس زمانہ مین شیخ آدم اور سید عبد الرحمن کی باہم خط و کتابت ہوتی تھی تو جو مکتوب شیخ کی طرف سے لکھا جاتا اُس مین سید عبد الرحمن کیساتھ
سید عبد اللہ کا نام بھی ہوتا چنانچہ مین اس مقام پر شیخ کے دو مکتوب نقل کرنا مناسب سمجھتا ہون جن سے علاوہ باہمی اتحاد و محبت
کے یہ بھی ظاہر ہوتا ہو کہ شیخ آدم بزرگ سید کی بہت عزت کرتے تھے مکتوب اول بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام
علے خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین الذاکرین حضرت اللہ تعالی در امور دین و دنیا بجسب مرضیات خود دلموفق بجمعیت خالص مخلص اند
دوران یار دلنواز هم شکر بیست نہ شکایت ہر گز کہ این عشقی خوش بشنواین حکایت + این سلام نامہ فقیرانہ بآن برادران منظور
نظر اشتباہ مطالعہ باد وقت گزران ست کار فرداد بہمہ فرزند المیسوبست - واللہ ولی التوفیق ومنہ الرشاد وعلی الصراط السلام بحرمتہ حبیبہ
آلہ و صحابہ و تبعہ الامجاد علیہ و علیہم الصلوٰۃ و السلام - از ہمہ یاران این جا سلام برادرانہ خوانند مکتوب دوم بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علے خیر خلقہ محمد و آلہ اجمعین الاکرمین - ملازمین اخوی معنوی سیادت پناہ توفیق آثار سید عباد
و حافظ عبد الرحمن بعد سلام فقیرانہ مطالعہ فرمایند احوال این محال مستوجب حمد ست سلامت و استقامت برادران
مطلوب است و الاجابۃ من اللہ سبحانہ بقیۃ المرام یک عنایت نامہ گرامی اخلاص مشحون از مقام بار ہا از ایشان ثانی
از جانطین از مقام اکبر آباد رسیدہ بود الحمد للہ والمنۃ کہ بصحت و سلامت اند و از یاد فقیران غافل نیستند متوقع بہر حال کہ این
اخلاص نتیجہ بخش سعادت دارین باشد بمنہ و فضلہ سبحانہ و تعالے ای برادر وقت گزران است سعی بتضرع و دعا صادقانہ ضروریست
کہ حق سبحانہ و تعالی باقی عمر ازین دار فانی ضایع نگذارد (۱۲)

ہی اپنے فرزند رشید کو بلا کر فرمایا کہ خواجہ کی خدمت مین حاضر ہو مین یہ صورت دیکھکر سخت نادم ہوا اور شرمندگی
کے مارے شیخ کے سامنے سر نہ اُٹھا سکا لیکن چونکہ جوانی کا زمانہ تھا اسپر ذرا بھی التفات نہین کیا اور دوسرے
روز اسی نیت اور اسی اسباب پر حاضر ہوا وہان جا کر بدستور سابق معاملہ دیکھا تیسرے روز ایک قوی ندامت
مجھپر غالب ہوئی اور مین نے اُن خیالات سے جو میرے دل مین جم گئے تھے توبہ کی اُس روز آپنے نہایت ہی خندہ
پیشانی سے ملاقات کی اور انتہا سے زیادہ ملتفت ہو کر تصوفی تحقیقات کے درپے ہوئے اور خاص
خاص علمی نکات بیان فرمائے درس سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ اگر آپ کو اس فن کی تحقیق مد نظر ہو
تو مجھے حکم دیجئے تا کہ روزانہ دولتخانہ پر حاضر ہو کر جو کچھ فقیر کو آتا ہے عرض کرون لیکن مین آپکے یہان آنے کو تجویز
نہین کرتا کیونکہ آپکی عزت و توقیر کا پایہ اس سے کہین زاید بلند ہے مین نے شیخ کی یہ دلسوزی اور مہربانیون سے
بھری ہوئی تقریر سنکر التماس کی کہ جب حضرت میری حضوری تجویز نہین فرماتے ہین تو مین آپکی اس تکلیف کو
کب گوارا کر سکتا ہون معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ سلسلہ بند ہوا چاہتا ہے اور یہ تحقیق عنقریب نیا جنم لیا چاہتی
ہے شیخ میرے یہ برجستہ فقرے سنکر نہایت محظوظ ہوئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد فیروز شاہ مین تشریف لا کے
اور ایک جگہ معین کر کے فرمایا آپکو یہان بیٹھنا اور تصوف کے مشکل سے مشکل اور مغلق مقامات کا مطالعہ
کرنا چاہیے اگر کوئی مقام مشکل حل ہونے سے باقی رہجائے گا تو اُس کا حل کرنا میرے ذمہ ہے چنانچہ اُس روز سے
میری یہ حالت ہوئی کہ جب کبھی کوئی مشکل پیش آئی تو شیخ کے بتائے ہوئے مقام پر جا کر مطالعہ کرتا اور مشکل مقام
خود بخود پانی ہو جاتا یہ تعجب کے ساتھ دیکھا جاتا تھا کہ اگر مین اُس معین جگہ سے ایک بالشت کے فاصلہ کا بھی
تفاوت کرتا تو وہان یہ بات میسر نہوتی تھی"۔

شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہین کہ جب خواجہ نے اپنی تقریر کا سلسلہ یہانتک پہنچایا تو مین نے عرض کیا
معلوم ہوتا ہے کہ ان تین سبقون پر اکتفا کرنا اسی کرامت کے ساتھ مقید ہے خواجہ بھی اگر اس قسم کا تصرف فرمائین
تو بہت ہی مناسب ہوگا خواجہ نے فرمایا میرے اس واقعہ کے بیان کرنے سے یہی غرض تھی اور تمہین
اسبات پر برانگیختہ کرنا منظور تھا پس اگر آج سے بعد تمہین کسی علم مین کوئی ایسی مشکل وقت پیش آئے جو تم
سے حل نہو سکی اُسے مجھپر ظاہر کرنا انشاء اللہ حل ہو جائیگی۔

شیخ کا بیان ہے کہ خدا کا شکر ہے اُس روز سے مجھے کوئی مشکل پیش نہین آئی گو مین مرزا محمد زاہد کی خدمت
مین تحصیل علوم کرتا تھا لیکن حقیقت مین مجھے ہر کتاب کے مضامین پر تمام و کمال عبور حاصل تھا اکثر ایسا

اتفاق پڑا ہی کہ مین ایک کتاب کا ابتدائی حصہ پڑھتا اور آخر حصہ کی لوگون کی تعلیم دیتا تہا -

واقعہ مذکورۂ بالا سے جسطرح یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہی کہ شیخ عبد الرحیم صاحب کی ابتدائی تعلیم جناب شیخ ابو الرضا محمد کے ہاتھ مین تہی اُسی طرح یہ بات بہی ثابت ہوتی ہی کہ آپکے سلسلۂ اساتذہ مین جناب خواجہ خرد اور میرزا محمد زاہد ہروی بہی داخل ہین مذکورۂ بالا حضرات کے علاوہ شیخ کے اور بہی چند اساتذہ ہین جن مین سے خلیفہ ابو القاسم اکبر آبادی خصوصیت کے ساتھ نہایت بلند رتبہ کے آدمی ہین اور جنکی شہرت اگرچہ زیادہ تر تصوفی تحقیقات مین ہی لیکن حقیقت مین تمام علوم مین اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے اور ہندوستان مین مجتہدین فن تسلیم کیئے جاتے تھے خلاصہ یہ کہ شیخ عبد الرحیم صاحب کے جن اساتذہ کی مختصر فہرست نہایت تلاش و جستجو اور سخت جانکاہی سے ہمین دستیاب ہوئی ہی اُن کے نام نامی حسب تفصیل ذیل مین درج ہین -

جناب شیخ وجیہ الدین صاحب شہید - جناب شیخ ابو الرضا محمد صاحب - جناب حافظ سید عبد اللہ صاحب جناب خواجہ خرد صاحب - جناب خواجہ ابو القاسم صاحب اکبر آبادی قدس اللہ اسرارہم شیخ وجیہ الدین صاحب شہید کے حالات ہم پہلے حصہ مین نہایت بسط و شرح کے ساتھ ذکر کر آئے ہین اور شیخ ابو الرضا محمد صاحب کے واقعات اسی حصہ کے دوسرے باب مین درج ہونگے باستثناء ان دونون حضرات کے باقی اہل کمال کے مختصر حالات اس موقع پر لکھے جاتے ہین اُمید ہی کہ معزز ناظرین خاص دلچسپی کیساتھ پڑھینگے -

حافظ سیّد عبد اللہ قدس سرہ

سید عبد اللہ کا ابتدائی زمانہ

جناب سید عبد اللہ صاحب اصل قصبۂ کھیڑی ضلع بارہہ کے رہنے والے ہین ابہی آپ نہایت کمسن تھے کہ والدین کا سایۂ عاطفت سر پر سے اُٹھ گیا اور اس زمانہ مین آپکو داعیہ خدا طلبی پیدا ہوا اولیاء اللہ کی جا بجا تلاش کرتے پھرے اور آخر کار ضلع پنجاب مین ایک بزرگ کے پاس پہنچکر قرآن مجید حفظ کیا اُن کے بعد سامانہ کی طرف متوجہ ہوئے اور شیخ ادریس سامانی کی خدمت مین پہنچے اور محنت و خدمت کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا سید عبد اللہ صاحب فرماتے ہین کہ جس زمانہ مین مین شیخ ادریس کی صحبت مین حاضر تہا مجہے یہ عادت ہوگئی تھی کہ فقیرون کے استنجے کے لئے پتھر سے ڈھیلاون کو صاف کیا کرتا تھا ایک دن مجھے اپنی اس خدمت اور کارگذاری پر خوشی اور خوشی کے ساتھ عُجب پیدا ہوا لیکن شیخ نے باطنی اشراق سے فوراً معلوم کرکے فرمایا عبد اللہ! تمہین میرے چہرے اور بدن پر کچھ کہرونچون کے نشانات اور تغیرات

معلوم ہوتے ہین ؟ مین نے عرض کیا جی ہان ! فرمایا مین خداطلبی کے ابتدائی زمانہ مین ایک بزرگ
کی خدمت مین حاضر تہا اور اُن کے استنجے کیلیئے اپنے بدن اور چہرے سے ڈھیلے صاف کیا کرتا تہا
حقیقت یہ ہی کہ جو لذت مجھے اُس مالش مین حاصل ہوتی تہی ابتک اُس کا اثر میرے دل مین باقی ہی یہ زخمون
کے نشان اُسی مالش کے اثر ہین۔

خدمت گذاری

سید عبد اللہ فرماتے ہین کہ شیخ ادریس کے زمانہ خدمت مین ایک یہ کام بھی مین نے اپنے ذمہ کر لیا
تہا کہ جمعرات کے روز شیخ اور آپکے گھر والون کے میلے کپڑے دریا پر لیجاتا اور اپنے ہاتھ سے صاف کر کے
خدمت شیخ مین حاضر کیا کرتا آپ نماز جمعہ اُن ہی سفید کپڑون کو زیب بدن فرما کر ادا کیا کرتے ایکدفعہ کا
ذکر ہی کہ جمعرات کو فاقہ کی وجہ سے میری بری حالت تہی اور بھوک کے مارے بیتاب تہا لیکن ایسی حالت
مین بدستور سابق شیخ کے کپڑے لیکر دریا پر پہنچا اور لوگون سے پرے ہٹکر ایک تنہا مقام پر کپڑے دھونے
مین مشغول ہوا جون جون آفتاب بلند ہوتا جاتا تہا اور دہوپ مین حرارت و تیزی ترقی کرتی جاتی تہی
مجھپر بہوک اور پیاس غالب ہوتی جاتی تہی آخر کار مین بیہوش ہو گیا اور مجھے اپنے آپے تک کی خبر نہین رہی
اسی اثنا مین ایک برقع پوش مرد میرے پاس آیا اور نہایت نرمی اور آہستگی سے مجھے بیدار کر کے برقع
کے اندر سے گرماگرم روٹی نکال کر دی اور ساتھہ ہی یہ کہا کہ کیا تم نے قرآن مجید مین آیۂ - ولا تلقوا
بایدیکم الی التہلکۃ نہین پڑہی ہی مین نے باین خوف وہ روٹی قبول نہین کی کہ مبادا یہ شیطان ہو
اور مجھے دہوکا دیتا ہو لیکن اُس عزیز نے میری یہ اندرونی خلش فوراً دریافت کر لی اور ایک نہایت
ہی تسلی کے لہجہ مین فرمایا کہ لے شخص تو اس خیال کو دل سے نکال ڈال اور اس روٹی کو غیبی رزق یقین کر
چنانچہ اُس کے اس ارشاد سے میرا دلی کھٹکا جاتا رہا اور مین نے خوب سیر ہو کر روٹی کھائی اسی اثنا
مین مین نے دل مین کہا کہ دریا کا پانی گرم ہی کاش سرد پانی یہان ہوتا تو بہت اچھا ہوتا میرے دل
مین اس خطرہ کے گزرتے ہی برقع پوش نے مجھے ٹھنڈا پانی دیا جسے مین نے خوب سیر ہو کر پیا اسکے
بعد کپڑے دہو کر شیخ کی خدمت مین حاضر ہوا۔ آپنے مجھے دیکھتے ہی فرمایا سید ! تم نے خضر کے ہاتھ سے
روٹی لیکر کھائی بہتر کیا لیکن محمدیون کو خضر کا احسان اُٹھانا زیبا نہین ہی۔

شیخ آدم کی صحبت و خدمت

الغرض جب شیخ ادریس صاحب کا انتقال ہو گیا تو محترم و بزرگ سید عبد اللہ جناب شیخ آدم کی
خدمت مین پہنچے اور چونکہ ان کا طریقہ آپ کو بہت پسند آیا اسلیئے زمانہ دراز تک اُن ہی کی صحبت مین

زندگی بسر کی۔ بزرگ سید عبد اللہ کے عام اوصاف اور خاص فضایل سے قطع نظر کر کے آپ کی خوش لحنی اور ملکۂ علم تجوید خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے یہ خصوصیت روز ازل سے آپ ہی کا حصہ مین تھی کہ جب قرآن مجید کی تلاوت مین مشغول ہوتے تو جسقدر چرند پرند اُس مقام پر ہوتے آپ کی موسیقی خیز آواز اور لحن داؤدی کے اثر سے مردون کی طرح گر پڑتے۔ جناب شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہین کہ سید عبد اللہ کچھ ایسے درد انگیز لہجہ مین قرآن مجید پڑھا کرتے تھے کہ تمام حاضرین پر ایک طرح کی محویت طاری ہو جاتی تھی اور جسقدر لوگ مسجد مین موجود ہوتے تھے سب ہمہ تن گوش ہو جاتے تھے ایک دن کا ذکر ہے کہ دارا شکوہ کے قاریون مین سے نو مشہور و منتخب قاری آپکے امتحان کے لئے آئے جن مین سے ہر ایک شخص قواعد تجوید مین ید طولے رکھتا تھا ان لوگون نے استدعا کی کہ قرآن کا کچھ حصہ ہمارے سامنے پڑھیے سید نے فرمایا کہ اگر تمہین ایک دو رکوع سننے ہین تو مین ابھی پڑھتا ہون اور اگر زیادہ کی رغبت ہے تو تھوڑی دیر توقف کرو چاشت کی نماز کے بعد حسب دستور دو سیپارہ پڑھونگا چنانچہ وہ نماز چاشت تک ٹھیرے رہے اور آپنے نماز کے بعد دو سیپارہ پڑھے معترضون نے اگرچہ اعتراض کرنے کی بہت کوشش کی لیکن انہین کوئی اعتراض کرنے کی نہ پڑا۔ ازان بعد سید نے فرمایا کہ لوگ قرارت سبعہ کو باین طریق پڑھتے ہین کہ ایک ایک لفظ چند طریقون سے تلفظ کرتے ہین مگر یہ طریقہ میرے نزدیک ذرا بھی وقعت نہین رکھتا مین اس طرز کو پسند کرتا ہون کہ ایک دفعہ صرف عاصم کی کسی طریقہ پر تلاوت کی جائے اور اُس مین دوسرے طریقہ کا ذرا بھی اختلاط نہو پھر ابو عمر کے قاعدہ کے مطابق اور اسی طرح ساتون قاریون کے قرارت پڑھے ممتحن لوگ آپکی اس تقریر سے حیرت زدہ ہو گئے اور کسی کو دم مارنے کی گنجایش نرہی۔

محترم بزرگ سید کی باطنی تصرفات اور روحانی توجہات کے بہت سے دلچسپ واقعات مشہور ہین جنہین مین اس مقام پر ذکر کر کے کتاب کو طول نہین دیتا مختصراً اِس قدر عرض کرنا کافی سمجھتا ہون کہ آپ مین درحقیقت وہ تمام خصلتین مجتمع تھین جو ایک پاکباز اور متشرع ولی مین ہونا چاہئین اور جنکی نظیر سے اُس عہد کے مشائخ کے حلقے بالکل خالی نظر آتے تھے۔ علوم و فنون اور عام خاندانی حیثیت سے قطع نظر کر ربانی قابلیتون اور فطری ضمیری جوہرون نے آپکی شہرت کو اور بھی چمکا دیا تھا اور آپکی معجز نما کرامتون کے ڈنکے ایک عالم مین بجگئے تھے۔ آپ کا انتقال اکبر آباد مین ہوا شیخ عبد الرحیم صاحب خود اپنی قلم سے لکھتے ہین کہ جس زمانہ مین اورنگ زیب اکبر آباد مین جلوس فرما تھا مین اپنے والد بزرگوار کی خدمت مین حاضر تھا ایک

سید عبد اللہ کی خوش لحنی

سید کی باطنی تصرفات

زمانہ مین سید عبداللہ بھی۔ سید عبدالرحمان کے ساتھ اکبرآباد مین تشریف رکھتے تھے وہین آپ بیمار ہوئے
اور وہین رحلت فرمائی جب آپکے انتقال کا وقت قریب ہوا تو آپنے وصیت فرمائی کہ مجھے قبرستان کے ایسے
موقع مین دفن کرنا جہان کوئی پہچان نہ سکے۔چنانچہ لوگون نے ایساہی کیا اتفاق وقت سے مین اُسوقت
بیمار تھا اور سخت بیمار تھا۔مرض نے مجھے یہانتک ضعیف و کمزور کردیا تھا کہ سید عبداللہ کے جنازہ کیساتھ تک
جانہ سکا لیکن جب مرض مین تخفیف ہوئی اور کچھ کچھ قوت آئی چلی تو مین ایک ایسے شخص کو ہمراہ لیکر روانہ
قبرستان ہوا جو بزرگ سید کے دفن مین شریک تھا قبرستان مین پہنچکر جب مین نے سید کے مرقد کی زیارت
کرنے کا قصد کیا اور ہمراہی سے دریافت کیا تو وہ سید کی قبر بتا نہ سکا لیکن قیاس سے ایک قبر کی طرف
اشارہ کرکے کہا یہ سید کا مزار ہے مین اُس جگہ بیٹھکر قرآن پڑھنے لگا دفعۃً بزرگ سید نے مجھے پس پشت سے
آواز دی کہ عبدالرحیم الفقیر کی قبر یہ ہے لیکن جو کچھ تم نے پڑھنا شروع کیا ہے اُسے وہین تمام کردو اور اُسی قبر
کی میت کو ثواب پہنچاؤ چنانچہ مین نے ایساہی کیا قرأت سے فارغ ہوکر مین نے اپنے ساتھی سے کہا
ذرا غور سے دیکھ کہ جس قبر کی طرف تونے اشارہ کیا ہے کیا حقیقت مین یہی سید عبداللہ کی قبر ہے یا میرے
پس پشت واقع ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ مین عرصہ سے اِس مین غور کررہا ہون لیکن آپکے کہنے سے مجھے
یاد آگیا کہ دراصل مجھسے چوک ہوگئی تھی بیشک سید صاحب کی قبر شریف آپ کی پشت ہی کی طرف واقع ہے
مین وہان سے اُٹھکر محترم سید کے مزار پر آیا اور قرآن پڑھنے لگا اُسوقت مجھے غم واندوہ کی وجہ سے کچھ ایسی
پرخاشگی طبع حاصل ہوئی کہ قرأت کے قواعد کی رعایت بخوبی نہین کرسکا دفعۃً قبر کے اندر سے آواز آئی کہ عبدالرحیم
تم نے فلان فلان مقام پر سہو کیا۔حالانکہ قرأت کے بارہ مین تا بہ امکان احتیاط کرنی چاہیے۔

خواجۂ خرد قدس سرہ

خواجہ خرد کے ابتدائی واقعات

خواجہ خُرد۔جناب خواجہ محمد باقی کے فرزند رشید اور اہل کمال مین بڑے پایہ کے شخص ہین ہنوز آپ صغیر
اور کمسن ہی تھے کہ آپ کے والد بزرگوار خواجہ محمد باقی رہگرائے سفر آخرت ہوگئے تھے جب آپنے عمر کے
ابتدائی مراحل طے کرکے سن رشد مین قدم رکھا تو شیخ احمد سرہندی کی خدمت مین پہنچے اور زمانہ دراز تک اُنکی
خدمت مین فیضیاب رہے بعد ازان آپ خواجہ حسام الدین اور شیخ الہداد کے پاس تشریف لائے
جو خواجہ محمد باقی کے مشہور و ممتاز خلیفے تھے یہان سے آپنے اجازت اور اخذ طریقہ کی سند حاصل کی اور

درس وتدریس کا دروازہ کھولا۔

خواجہ خرد کے اگرچہ ایک اور بھائی بھی تھے جو عمر مین بڑے اور علم وفضل مین آپ سے افضل تھے لیکن باطنی تصرفات اور روحانی توجہات مین جو شہرت آپکو حاصل تھی وہ خواجہ کلان کو میسر نہ تھی ۔خواجہ کلان اس خاص صفت مین آپ کی ہمسری اور برابری کا دعوے نہ کرسکتے تھے آپ کے باطنی علم نے تمام ملک مین شہرت عام پیدا کردیتی تھی اور طالبان حق دور دور دراز ملکون سے خطرناک اور دشوار گزار راہین طے کرکے خدمت مین حاضر ہوتے تھے علما فضلا مشائخ کا مجمع ہمیشہ آپکی درگاہ مین رہتا تھا اور سینکڑون طلبہ کامیاب اور بامراد ہوکر جاتے تھے آپکی کرامات کے واقعات نہایت دلچسپ ہین منجملہ اُن کے دو ایک واقعات یہجگہ قلمبند کیے جاتے ہین۔

(۱) شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ ایکدفعہ مین اور میرے ساتھ مخدومی شیخ ابوالرضا محمد خواجہ خرد کی خدمت مین حاضر تھے اُس وقت آپ طلبہ کو سبق پڑھا رہے تھے اور بھوک کی وجہ سے نہایت بیتاب تھے رفتہ رفتہ بھوک یہانتک غالب ہوئی کہ آپ سبق پڑھا نہ سکے ایک شخص کو گھر بھیجا کہ کھانے کی کوئی چیز ہو تو لے آئیے لیکن گھر والون نے صاف جواب دیدیا کہ ہمارے پاس بجز دو ایک لقمون کے جو بچے کیواسطے اُٹھا رکھے ہین اور کچھ نہین ہو خادم نے عرض کیا کہ گھر مین دو ایک لقمون کے سوا اور کچھ کھانا نہین ہے اور وہ بھی بچے کے لئے رکھا ہوا ہے فرمایا اُس مین سے تھوڑا سا لے آؤ چنانچہ خادم دوبارہ گیا اور ایک چھوٹی تشتری مین تھوڑا سا کھانا لے آیا آپنے ہاتھ دہوئے اور حاضرین سے فرمایا کہ تم لوگ بھی فقیر کے ساتھ کھانے مین شریک ہوجاؤ اسبات کا خیال نہ کرو کہ کھانا تھوڑا ہے خدا برکت دیگا اور تم سب سیر ہوکر کھالوگے حاضرین کو آپکے اس ارشاد سے تعجب اور تعجب کے ساتھ حیرت ہوئی خواجہ نے ہم دونون بھائیون کو خصوصیت کے ساتھ مکرر فرمایا اور اس وجہ سے ہمین آپکے ساتھ ضرور شریک ہونا پڑا انجام کا ہم تینون شخصون نے خوب سیر ہوکر کھا اور تشتری مین اُسیقدر کھانا بچ رہا جس قدر خادم گھر سے لایا تھا آپنے تشتری خادم کے حوالہ کی اور فرمایا یہ بچے کیلیے لیجاؤ۔

(۲) ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ خواجہ خُرد کے پاس ایک شخص نے آکر التماس کی کہ بادشاہ مجھے ایک مہم سر کرنے کی غرض سے ایک بہت دور مقام پر بھیجتا ہے اول تو وہ ملک ہی نہایت دور ہے دوسرے دشمن تعداد مین کثیر اور اسباب جنگ مین ید طولےٰ رکھتے ہین بخلاف اِسکے نہ تو میرے پاس اسقدر جنگی سامان

رہی ہی نہ جنگی فوج ہی اور سب سے زیادہ مصیبت کی یہ بات ہی کہ بادشاہ سے کسی طرح مدد نہیں کرسکتا۔ آپ مجھپر توجہ کیجیے اور اس نازک اور خطرناک موقع پر امداد فرمائیے خواجہ نے بطریق خوش طبعی فرمایا کہ کچھ نقدی پیش کرو تاکہ ہماری خاطر تمہاری طرف متوجہ ہو۔ ازان بعد آپنے فرمایا کہ تم فلان روز جنگ کرنا اور اپنی قلت و دشمنون کی کثرت سے ذرا بھی خوف نہ کرنا انشاء اللہ فتحیاب ہوگے شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ جب وہ شخص چلا گیا تو آپنے فرمایا کہ جو دن مین نے اس شخص کیلئے مقرر کیا ہے اُسے یاد رکھنا اور جب وہ وقت آجائے تو مجھے یاد دلا دینا چنانچہ جب وہ وقت ہوا تو مین نے خواجہ کو یاد دلایا آپ حجرے مین تشریف لے گئے اور مجھے دروازہ پر بٹھا کر فرما گئے کہ کسی کو اندر نہ آنے دینا تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ آپ شادان و فرحان حجرہ سے باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ مین عین معرکہ جنگ مین پہنچا حقیقت مین دشمنون کی تعداد بکثرت تھی اور یہ لوگ نہایت ہی قلیل تھے اول مرتبہ اگرچہ ان تھوڑے آدمیون کو شکست ہوئی۔ لیکن اُس عزیز نے نہایت ثابت قدمی کی اور اپنی جگہ سے تل بھر نہ ہٹا اسی اثنا مین معرکہ جنگ مین پہنچ گیا اور خدا کے فضل سے اُس عزیز کی فتح ہوئی بہت سے دشمن قتل کیے گئے اور بقیۃ السیف شکست کھاکر بھاگ گئے۔ مین نے اس تمام واقعہ کو ایک کاغذ پر لکھا ہوا اور دن تاریخ وغیرہ ثبت کرکے اپنے پاس رکھا ایک عرصہ کے بعد اُس شخص کا خط آیا اور جو کچھ خواجہ نے بیان فرمایا تھا بجنسہ وہی باتین خط مین مندرج تھین۔

(۳۳) خواجہ خُرد زور کوشک کے محلہ مین تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت مین حاضر ہوکر التماس کی کہ حضور مجھپر کوئی ایسی توجہ فرمائی کہ تحصیل علم سے فراغت پا جاؤن فرمایا کہ مین تمہارے اس سوال کا عنقریب جواب دون گا اور جواب شافی دون گا وہ شخص تو اپنے گھر چلا آیا اور خواجہ نے اُس کے عقب مین ایک شخص روانہ کیا اور ایک رقعہ اُسکے ہاتھ لکھا بھیجا جس مین لکھا تھا کہ کل انشاء اللہ تم تمام علوم سے فارغ التحصیل ہو جاؤگے وہ شخص یہ غیر مترقبہ بشارت سنکر نہایت متعجب ہوے اور دوسرے روز اتفاق سے یہ شخص سو گیا اور ہمیشہ کے لئے اس جہان کو رخصت کر گیا۔

باوجود اس عظمت وجودت اور باطنی وظاہری کمالات کے خواجہ خُرد کے مزاج مین حد سے زیادہ عاجزی و انکساری تھی آپ ہر شخص کے ساتھ اپنے عام متواضعانہ اخلاق سے پیش آتے اور اہل علم کے اعزاز و وقعت مین پہلے درجہ کی کوشش کرتے چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہی کہ شیخ عبدالرحیم صاحب آپکی درگاہ مین تشریف لے گئے اُس وقت خواجہ تو چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور تمام طلبہ بورئے پر بیٹھے ہوئے پڑھ رہے

شیخ صاحب درگاہ مین داخل ہوئے خواجہ نے انتہا سے زیادہ تعظیم کی خود پائینتی اور شیخ کو سرہانے کی جانب
بٹھایا ہرچند شیخ صاحب نے مقام صدر مین بیٹھنے کو بے ادبی سمجھا اور بہت کچھ معذرت کی لیکن خواجہ نے
باصرار تمام آپ کو مقام صدر مین بیٹھنے پر مجبور کیا اس تعجب خیز معاملہ سے تمام حاضرین دریائے تحیر مین
غرق ہوگئے انجام کار خواجہ رحمت اللہ۔ آپکے فرزند رشید نے اُٹھکر التماس کی کہ حضرت! اس مجلس مین
بعض لوگ ایسے بھی موجود ہین جو عمر مین سب سے بڑے اور فضل و علم مین سب سے افضل ہین اور اس وجہ سے
تعظیم و تکریم کے قابل بھی ہوسکتے ہین باوجود اسکے آپ نے شیخ عبدالرحیم صاحب کو اس اعزاز کیساتھ
خاص کرنے مین کیا نکتہ ہی خواجہ نے فرمایا شیخ عبدالرحیم کی خصوصیت کے ساتھ تعظیم کرنے کی وجہ یہ ہے
کہ تم لوگون کو مجھے یہ بات دکھانی مقصود تھی کہ جو وقعت و بزرگی اس محترم اور جلیل القدر خاندان کی میرے
دل مین ہی تم اُسے محسوس کرکے اس معاملہ مین میری تقلید کرو اور جس طرح مین اُن کی تعظیم و توقیر کرتا ہون
اُسی طرح تم بھی اُنھین نگاہ وقعت سے دیکھو جس زمانہ مین مین اِنکے جد امجد شیخ رفیع الدین صاحب کی خدمت
مین حاضر تہا اور اُن کی صحبت سے فیضیاب ہوتا تھا تو شیخ صاحب کا دستور تہا کہ جب مین حاضر ہوتا
تہا اسی تواضع سے پیش آتے تھے باوجودیکہ وہ میرے اُستاد تھے اور مین نے اُن کی خدمت مین بہت کچھ
فیض حاصل کیا تہا علیٰ ہذا القیاس جناب شیخ رفیع الدین صاحب جب ہمارے والد بزرگوار خواجہ محمد باقی
کی خدمت مین حاضر ہوتے تھے تو وہ بھی آپ کے ساتھ یون ہی پیش آتے تھے حالانکہ شیخ صاحب خواجہ
کے مشہور خلیفہ تھے۔ خواجہ محمد باقی قدس سرہ نے چونکہ سلوک کے ابتدائی زمانہ مین شیخ قطب العالم
جناب شیخ رفیع الدین صاحب کے والد بزرگوار کی خدمت مین تحصیل علوم کی تھی اور اُن سے بہت کچھ فائدہ
اُٹھایا تہا باین لحاظ ہمین لیئے اس محسن خاندان سے اسیطرح کا سلوک کرنا زیبا ہی۔

شیخ عبدالرحیم صاحب کا بیان ہی کہ ایک دن خواجہ خُرد کے خدام مین سے ایک خادم شراب کے نشہ
مین مست تہا ایسے موقع پر مجھے اُسکے ساتھ بحث کرنے کا اتفاق پڑا چونکہ وہ مخمور تہا اور میری ہر بات کا
جواب نامعقول دیتا تہا اسلیئے میری طبیعت منغض ہوگئی اور اب مین نے عزم بالجزم کرلیا کہ آج اسکے بعد
یہان کبھی نہین آؤن گا ابھی دو تین ہی روز گزرے تھے کہ خود خواجہ تشریف لائے اور میرے مکان کے دروازہ
پر کھڑے ہوکر ایک بڑھیا سے میرا پتا پوچھا اُس نے جواب دیا کہ عبدالرحیم اسوقت سوتا ہی فرمایا جب وہ
بیدار ہون تو کہدینا خُرد تمھین ڈھونڈتا آیا تہا اور اب وہ جھجّو کی مسجد مین ملے گا چنانچہ جب مین بیدار

ہوا تو بڑھیا نے سارا ماجرا مجھسے بیان کیا مین فوراً اُس مسجد مین پہنچا خواجہ خرد اپنا عمامہ سر کے نیچے رکھے ہوئے بے تکلف سوتے تھے مین جا کر بیٹھ گیا اتنے مین ظہر کی اذان ہوئی خواجہ اُٹھے اور نہایت مہربانی کیساتھ پیش آئے معمولی مزاج پرسی کے بعد ادھر اُدھر کی باتین کرنے لگے اور انتہا سے زیادہ سیری و بجوئی کی۔

خلیفہ ابو القاسم اکبر آبادی قدس سرہ

خلیفہ ابو القاسم۔ ملا عمر کے داماد تھے جو اپنے زمانہ کے مشہور و معتبر علما مین ایک منتخب اور ممتاز عالم و فاضل گنے جاتے تھے شرح ملا پر جو ایک بسیط اور نہایت مفید و کارآمد حاشیہ ہے وہ ملا عمر ہی کی خداداد قابلیت اور ذہانت کا بدیہی نتیجہ ہے خلیفہ ابو القاسم ملا ولی محمد کے شاگرد رشید ہین جو اعیان دولت اور روسا رشہر مین شمار کیئے جاتے اور حضرت امیر[1] کے ممتاز و معزز علما مین گنے جاتے تھے حضرت امیر کے خلفا مین آپ بالکل وہی نسبت رکھتے تھے جو نسبت شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہ کو حضرت سلطان المشائخ نظام الدین صاحب قدس سرہ کے اصحاب مین حاصل تھی خلیفہ ابو القاسم نے تمام علوم کی تحصیل ملا ولی محمد سے کی اور اُن ہی کی خدمت مین علم باطنی حاصل کر کے بیعت کی آپ ہمیشہ گمنامی اور عزلت نشینی کو دوست رکھتے تھے اور یہی

---

[1] حضرت امیر ابو العلے کے والد بزرگوار میر ابو الوفا اور دادا امیر عبد السلام ہین۔ میر ابو الوفا خواجہ ابو الفیض بن خواجہ عبد اللہ بن خواجہ احرار کی اولاد مین ہین حضرت امیر ابو العلے والد کیطرف سے حسینی سید اور میر تقی الدین کرمانی کی اولاد مین سے ہین جس زمانہ مین ان کے والد ماجد اور جد امجد سمرقند کو چھوڑ کر ہندوستان کو عبور کرتے ہوئے مکہ معظمہ جا رہے تھے یہ اُس زمانہ مین حالت سفر مین پیدا ہوئے ان کے والد اور دادا ارض حجاز مین ہی انتقال کر گئے تھے اُن کی وفات کے بعد آپنے خواجہ فیضی کے سایہ عاطفت مین پرورش پائی جو اُس زمانہ مین مان سنگھ صوبہ کے گورنر کی رفاقت مین ایک معزز و ممتاز عہدہ رکھتے تھے۔ جب میر ابو العلے ابتدائی زمانہ کے مرحلے طے کر کے سن بلوغ کو پہنچے اور عالم شباب مین قدم رکھا تو خواجہ فیضی کا سایہ بھی آپکے سر پر سے اُٹھ گیا فیضی کے انتقال کے بعد آپ چندے تک نوکر پیشہ رہے اور سپاہیانہ طریق پر زندگی بسر کی اسی اثنا مین ایک رات آپنے خواب مین دیکھا کہ تین بزرگ کھڑے فرما رہے ہین کہ "ابو العلے تم نے یہ کیا وضع اختیار کر رکھی ہے تم وہی وضع رکھو جس وضع مین ہمین دیکھ رہے ہو اور اسباب معاش کیطرف سے ذرا بھی تفکر نہ کرو کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اللہ نور السموات والارض" ان بعد اُن بزرگون مین سے ایک نے اُسترہ نکالکر میر ابو العلے کا سر مونڈا اور دوسرے نے اپنا قمیص اُنکے زیب بدن کیا تیسرے نے اپنی دستار عنایت کی۔ میر ابو العلی یہ دیکھکر بڑی بیتابی کے ساتھ چونک پڑے اور اُسیوقت سے اُن کے دل مین ایک طرح کا قلق و اضطراب پیدا ہوا ہر چند چاہا کہ نوکری کو بالائے طاق رکھین لیکن مان سنگھ مانع آیا اور آپکا استعفا منظور نہین کیا یہانتک کہ رفتہ رفتہ چند اس قسم کے اسباب جمع ہو گئے جن سے طوعاً و کرہاً میر ابو العلی کو ملازمت ترک کرنی پڑی ملازمت کے تعلق سے سبکدوش ہوتے ہی آپ ہمہ تن خدا طلبی مین مصروف ہو گئے اغلب اوقات خواجہ معین الدین قدس سرہ کے مزار کیطرف متوجہ ہوتے اور وہان سے قسم قسم کے فیوض سے بہرہ ور ہوتے ان بعد آپنے میر عبد اللہ سے بیعت کی جو آپنے عم بزرگوار اور بڑے محترم و معزز شخص تھے گویا آپ بظاہر نوکری پیشہ تھے لیکن حقیقت مین ولایت کے آثار اُن کی تابان پیشانی صاف عیان تھے حضرت امیر العلی پر ایک دفعہ فالج گرا جس سے آپکو سخت تکلیف ہوئی لیکن آپنے اسوقت بھی محنت و جانفشانی کا کوئی دقیقہ

طریقہ آپ پر غالب تھا لوگون سے ملنا جانا بالکل ترک کر دیا تھا اور ابنا ملوک کی صحبت اپنے حق مین سم قاتل سمجھتے تھے آپکا مشرب ترک اکساب اور توکل کلی تھا یہی وجہ تھی کہ اکثر اوقات آپکی زبان پر جاری رہتا تھا کہ ولی کے تین نشان لوگون مین مشہور ہین لیکن چوتھا نشان یہ ہے کہ خداوند تعالی بدون کسی واسطے کے اُس کی معیشت کا متکفل اور ذمہ دار ہو جائے - جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین حقیقت مین جناب خلیفہ ابوالقاسم کے توکل کی نظیر دنیا مین کہین نہین مل سکتی اور چونکہ آپکو حقیقی توکل حاصل تھا - اس لیے خداتعالے آپ کی تمام ضرورتون اور حاجتون کا خود کفیل ہوگیا تھا اگرچہ آپ معاش کا کوئی سبب اور وسیلہ نہ رکھتے تھے لیکن ہمیشہ خوشحالی اور نہایت آسودگی کی حالت مین زندگی بسر کرتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپکے گھر مین گھی ہو چکا اور دوسرا گھی کہین سے نہ آیا خلیفہ متحیر تھے اور بغیر گھی کے کھانا تناول فرماتے تھے ایکروز کسی تقریب سے آپ گھر مین تشریف لیگئے اور بالا گھر کی تلاشی لی معلوم ہوا کہ گھی کی ایک ٹھلیا کسی نے مخفی کر کے رکھدی ہے اسوقت آپنے فرمایا کہ گھی نہ آنے کا یہی سبب تھا چنانچہ خلیفہ نے اُسے فوراً خرچ کر ڈالا اور اُسی اثنا مین بہت سا گھی ہدیۃً آگیا -

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۶ - رکھا نہ رکھا گو آپ کو طہارت و وضو کے وقت بہت ہی مشقت اُٹھانی پڑتی تھی مگر توبھی کبھی بیوضو نہ رہتے تھے ایکدن آپ یہ بیت پڑھ رہے تھے ؎ دردم از یارست و درمان نیز ہم * دل فدائے او شد و جان نیز ہم - اسی بیت کو پڑھتے تھے آپ پر ایک قوی وجد طاری ہوا جسکی حرارت سے تمام اعضا کھل گئے اور انہین اصلی قوت عود کر آئی آپ کو وہ قوی جذب اور باطنی تصرف حاصل تھا کہ جس شخص پر نظر خاص ڈالتے بیخود ہو کر مردہ کی طرح گر پڑتا تھا آپکا طریقہ بجز اتباع شریعت نبوی اور پیروی جادہ محمدی اور کچھ نہ تھا شرعی احکام سے کبھی سرمو انحراف نہ کرتے بلکہ آپکے تمام اقوال و افعال شریعت کے مطابق ہوتے اول اول آپکے تمام تلامذہ اور مرید جیسے ملا ولی محمد وغیرہ بالکل آپ ہی کے قدم بقدم چلتے تھے اور آپکے طریقہ و روش سے ذرا بھی مخالف نہ تھے لیکن انکے بعد ایک قوم پیدا ہوئی جنہون نے بحکم ؎ بدنام کنندہ نکو نامی چند سے نفسانی خواہشونکی پیروی اختیار کی اور عقائد فاسدہ پر کاربند ہو کر آیہ و ذرہا تہما محسن وظالم لنفسہ مبین کے مصداق قرار دیئے گئے - حضرت امیر ابوالعلی کا دامن اس قسم کے گناہون سے بالکل پاک اور مبرا ہے چنانچہ ملا لطف اللہ جامع مقامات مین حضرت امیر نے اِس امر کو اپنی تالیف مین خوب واضح کر کے بیان کیا ہو - جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ مین حضرت ابوالعلی کے فرزند رشید امیر نورالعلی سے ملا حقیقت مین جن کمالات کیساتھ آپ موصوف تھے دوسرے لوگون مین اُن کی نظیر بمشکل پائی جا سکتی تھی جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف اور لائق تقلید آپ مین پائی جاتی تھی وہ آپ کی راستبازی اور صادق القولی تھی یہانتک لوگون پر خیال دوڑایا کوئی شخص آپ سے زیادہ راستباز اور سچا نہین پایا میں نے ایک دن اُن سے ملکر پوچھا لوگ کہتے ہین کہ میر ابوالعلی سماع کیطرف بہت راغب تھے فرمایا مجھے یاد نہین پڑتا کہ آپنے کبھی راگ سُنا ہو ہان چند بار ایسا ہوا ہے کہ آپکے حضور مین کسی نے کوئی غزل یا قصیدہ پڑھا اور آپنے اُسپر انکار نہین کیا دوبارہ مین نے دریافت کیا لوگ کہتے ہین کہ امیر ابوالعلی جس شخص پر نظر خاص ڈالتے یا اپنے منہ کا چبا ہوا پان کسی کے منہ مین ڈالدیتے تو وہ بیہوش ہو جاتا تھا فرمایا کلیۃً یہ بات نہ تھی البتہ گاہے گاہے ایسا ہوا تھا خود مین نے ہزارہا دفعہ آپکے منہ کا پان کھایا ہے لیکن کبھی بیہوش نہین ہوا - امیر نورالعلی بہت روز آپ کی خدمت مین رہے ہین اور امیر ابوالعلی سے کلاہ اور خرقہ پایا ہے ۱۲

خلیفہ ابوالقاسم جب علوم دینی کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور ارشاد و تکمیل کے درجہ کو پہنچ گئے نیز طالبان حق کی گودیاں فوائد و فیوض سے لبریز کر چکے تو آپکو سفر حج کی عزیمت پیدا ہوئی گھر سے باہر تشریف لائے اور بغیر ترتیب زاد و راحلہ اور بدون گھر والوں سے ملے چلے عرب کی طرف توجہ مبذول فرمائی رستہ مین آپکے بعض مخلص اور بے ریا معتقدین بھی آپکی ہمراہی مین ہوئے لیکن آپنے مجرد اور تنہا لوگون کو اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دی اور جو لوگ اہل و عیال رکھتے تھے انہین واپس کر دیا اور فرمایا چونکہ ہم نے ایک دور و دراز سفر کا قصد کیا ہی اور سامان سفر سے خالی ہاتھ ہین اسلیئے عجب نہین کہ ارض حجاز اور اُسکے اطراف مین ہمین ہر قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے تم لوگ اہل و عیال رکھتے ہو لہذا مین تمہارا اہل و عیال ہی مین رہنا پسند کرتا ہون از ان بعد آپ متوجہ ارض حجاز ہوگئے اور اسی بے سر و سامانی کی حالت سے مکہ معظمہ پہنچ گئے ایک مدت تک حجاز مین رہے اور پھر صحیح و سالم طن مالوف مین تشریف لائے اس مابین سفر مین بہت سی خوارق عادات باتین اور تعجبناک واقعات آپسے ظہور مین آئے جن مین سے بعض واقعات خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہین۔

خوارق عادات

ازانجملہ یہ کہ خلیفہ کے یارون مین یہ بات مشہور تھی کہ جس وقت آپ حج کے ارادہ سے گھر سے نکلے ہین تو آپ کی جیب مین بجز ایک پاؤلی کے اور کچھ نہ تھا لیکن یہ تعجب کی بات ہو کہ آپ اس دور و دراز سفر مین کبھی اور کسی مقام پر محتاج نہین ہوئے یہانتک کہ جب سفر سے مراجعت فرماکر گھر تشریف لائے تو ہنوز وہ پاؤلی جیب خاص مین تھی شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہین کہ جب مین نے اس واقعہ کی شہرت سنی تو خلیفہ سے اسکی بابت دریافت کیا فرمایا عبد الرحیم! ابتک کسی نے مجھہ سے اس واقعہ کو دریافت نہین کیا نہ مین نے اسکا بھید کسی پر ظاہر کیا اصل قصہ یہ ہو کہ جب مین حج کے ارادہ سے شہر سے نکلا تو ایک اجنبی شخص میرے پاس آیا اور ایک پاؤلی بطریق نیاز پیش کی مین نے اُس سے لیکر جیب مین ڈال لی پھر خدا تعالی نے خود بخود سامان مہیا کر دیئے اور مجھے اُس پاؤلی کے خرچ کرنے کی حاجت نہین پڑی اسیطرح جب مین نے میلے کپڑے اُتار کر اُجلے کپڑے پہنے تو یارون نے میرے میلے کپڑے لپیٹ کر اپنے پاس رکھ لیئے اور خدا تعالے نے مجھے دوسرے کپڑے عنایت فرمائے غرضکہ مابین سفر مین نہ مجھے کپڑون کی ضرورت پڑی اور نہ اُس پاؤلی کی حاجت ہوئی جب مین گھر آیا تو وہ کپڑے اور پاؤلی بر آمد ہوئی اور لوگون مین یہ بات شہرت پکڑ گئی۔

ازانجملہ یہ کہ ایک دن آپ نے جہاز مین بیٹھے ہوئے اپنے یار دوستون سے اولیا اللہ کے مقامات
کرامات کا ذکر چھیڑ دیا تھا اور بیان کا سلسلہ یہانتک پہنچا یا تھا کہ خدا کے برگزیدہ اور مقبول بندے دور و
دراز مسافت کو چشم زدن مین طے کر لیتے اور پانی کی سطح پر اسطرح دوڑتے ہین جیسے زمین کی سطح پر ناخدا نے
آپ کی یہ تقریر سنکر کہا کہ اس قسم کے جھوٹے قصّے اور بناوٹی کہانیان بہت سنی گئی ہین مین نے تو کسی کو
بھی ایسا نہین دیکھا خلیفہ نے جون ہی ناخدا کا یہ مضحکہ آمیز قول سنا آپکی غیرت کی رگ حرکت مین آئی فورًا
سمندر مین کود پڑے اور بلا تکلف پانی کی سطح پر چلنے لگے جہاز والون نے ناخدا کو سخت ملامت کی اور وہ
بھی نادم و پشیمان ہوا کہ ایک فقیر میرے مجادلہ کے سبب معرض ہلاکت مین پڑا ادہر آپکے بے ریا معتقد
آپکی مفارقت کے رنج مین سخت محزون و متالم ہوئے کہ دفعۃً خلیفہ نے باواز بلند فرمایا کہ لوگو امین بخیریت
ہون اور سطح آب پر بلا تکلف سیر کر رہا ہون تم ذرا رنج نکرو یہ صورت دیکھکر ناخدا اور تمام اہل جہاز نے توبہ کی
اور نیازمندی و عاجزی کا اظہار کرکے خلیفہ کو سمندر سے جہاز مین لائے اور خاطر و مدارات کا کوئی دقیقہ
اُٹھا نرکھا۔

ازانجملہ یہ کہ حرمین مین ایک بزرگ متوطن تہے جنہون نے اپنے آبا و اجداد سے نسلًا بعد نسل حضرت غوث الاعظم
کی کلاہ شریف تبرکًا حاصل کی تہی اور جوارض حجاز اور اُسکے اطراف مین ایک معزز و ممتاز شخص شمار کیا جاتے
تہے جب بزرگ خلیفہ ابوالقاسم مکہ معظمہ مین پہنچے تو ایک رات حضرت غوث الاعظم نے اُس شخص کے
خواب مین تشریف لاکر فرمایا کہ یہ کلاہ جو تمہارے پاس بطریق امانت ہے خلیفہ ابوالقاسم اکبر آبادی کے
حوالہ کر دو صبح کو جب یہ بزرگ اُٹھے تو اُنہین خیال آیا کہ حضرت غوث الاعظم نے جو خلیفہ ابوالقاسم کو
خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے تو اس تخصیص مین کوئی خاص وجہ مضمر ہے چنانچہ اُنہون نے خلیفہ کے
امتحان کی غرض سے ایک قیمتی اور وزنی جبہ کلاہ کے ساتھ منضم کیا اور پوچھتے پوچھتے خلیفہ کی خدمت
مین پہنچے اور عرض کیا یہ دونون تبرک حضرت غوث الاعظم کے ہین جنکی بابت مجھے خواب مین ارشاد ہوا
ہے کہ ان امانتون کو آپکے سپرد کردون خلیفہ نے کلاہ اور کلاہ کے ساتھ جبہ کو قبول کیا اور نہایت
مسرور و شادان ہوئے زان بعد اُس بزرگ نے کہا چونکہ یہ تبرک خدا کی ایک نعمت عظیم ہے اسلئے آپکو
اسکے شکریہ مین بہت سا کہانا پکا کر شہر کے رؤسا کو مدعو کرنا چاہیئے خلیفہ نے فرمایا تم ہی رؤسا شہر کی
دعوت کر دو اور کل سب کو لیکر آجاؤ ہم وافر کھانا تیار کر دینگے چنانچہ دوسرے دن علی الصباح وہ

بزرگ رؤسا شہر کو ساتھ لیکر آیا اور سیر ہوکر کھانا تناول کیا جب کھانا کھا چکے اور فاتحہ سے فارغ ہوگئے تو اُس بزرگ نے خلیفہ سے کہا کہ جب آپ متوکل ہین اور معاش کے ظاہری اسباب نہین رکھتے ہین تو فرمایئے کہ اسقدر کھانا کہان سے مہیا ہوا آپنے ایک نہایت خوش آیندہ تبسم کے ساتھ فرمایا کہ ہمنے جبہ کو فروخت کرکے کھانے کا سامان مہیا کیا یہ کہنا تھا کہ اُس عزیز نے ایک شور مچایا اور زاری و فریاد شروع کی کہ مین نے اس فقیر کو اہل دل خیال کیا تھا لیکن افسوس میرا خیال بالکل غلط ثابت ہوا اور یہ شخص نہایت نا قابل ظاہر ہوا حقیقت مین یہ ایک مکار شخص ہے جو فقیرون کے لباس مین لوگون کو دھوکا دیتا پھرتا ہی حیف اسنے اُن عظیم الشان تبرکات کی کچھ قدر و منزلت نہ کی اور چند حقیر دامون پر فروخت کردیا۔ خلیفہ ابو القاسم نے ایک نہایت تندی او تیزی کے لہجہ مین فرمایا کہ بس خاموش رہ زیادہ ڈونڈ مچا جو تبرک تھا اُسے ہم نے تعویذ بازو بنا کر رکھا ہی اور جو در اصل تبرک نہ تھا بلکہ ہمارے امتحان کی غرض سے تو نے پیش کیا تھا اُسے ہم نے فروخت کر ڈالا اور حقیقی تبرک کے شکرانہ مین صرف کردیا۔ یہ سنکر وہ بزرگ متنبہ ہوا اور تمام اہل مجلس سے حقیقت حال بیان کیا۔ حاضرین مجلس کی زبان سے ایک بے اختیارانہ جوش کے ساتھ نکلا کہ الحمد للہ یہ تبرک ایک ایسے شخص کو پہنچا جو اُسکا اہل اور مستحق تھا۔

خلیفہ ابو القاسم اگرچہ امیر ابو العلی کی صحبت مین بھی پہنچے ہین اور اُنکی خدمت سے بھی بے انتہا فوائد اُٹھائے ہین لیکن ارتباط استفاضہ اور بیعت ملّا ولی محمد ہی کی خدمت مین رکھتے تھے چنانچہ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت امیر نے خلیفہ سے فرمایا کہ تم ہم سے بیعت کیون نہین کرتے جواب دیا کہ چونکہ ملا ولی محمد خود حضرت امیر کی خدمت سے فیضیاب ہین اور اِس عاجز نے تمام علوم کی تحصیل اُن ہی کی خدمت مین کی ہے اور اُن ہی کی جناب مین الفت تمام رکھتا ہی اس لیے ارتباط بیعت بھی اُن ہی کے حضور مین بہتر و مناسب دیکھا حضرت امیر ابو العلی نے آپ کی یہ شستہ تقریر سنکر تبسم کیا اور مرحبا کہکر دعائین دین آپ کا انتقال اکبر آباد مین ہوا اور وہین دفن کئے گئے۔

اجازت عامہ

ہمین اُن حضرات کی تعداد صحیح اندازے کیساتھ بتانا سخت مشکل ہی جن سے جناب شیخ عبد الرحیم صاحب نے اجازت عامہ حاصل کی کیونکہ باوجود ہزار تلاش و تتبع کے ہنوز کوئی ایسی مفصل فہرست

دستیاب نہین ہوئی جس سے اس بات کا پتہ چل سکے لیکن قیاس اس بات کو چاہتا ہی کہ آپ کو مختلف اشخاص اور متعدد اساتذہ سے اجازت عامہ حاصل ہوئی ہو کیونکہ آپ جن حضرات کی خدمت مین استفادہ کیلئے حاضر ہوئے اور جس علم کی تحصیل مین مشغول ہوئے اُسے بالضرور تکمیل کے مرتبہ پر پہنچایا اور جب آپ ہر شخص کی درس گاہ سے فارغ التحصیل اور کامل ہوکر علیحدہ ہوئے تو کیا عجب کہ ہر شخص سے اجازت اور عام سند حاصل کی ہو لیکن جہانتک تاریخ سے پتہ چلتا ہے اُس سے اس قدر یقین کے ساتھ معلوم ہوتا ہی کہ سید عبداللہ اور خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادی اور سید عظمت اللہ جیسے مجتہدین فن اور اہل کمالات کی فیض صحبت اور تعلیم و تربیت نے جناب شیخ عبدالرحیم کو تمام دینی فنون اور وہبی علوم مین کامل کر دیا تھا اور آپ مین ہر قسم کی اہلیت و قابلیت پاکر اجازت عامہ سے ممتاز و سرافراز فرمایا تھا چنانچہ ہم اس امر کے ثبوت مین خود جناب شیخ عبدالرحیم صاحب ہی کے بیان کو پیش کرتے ہین جس سے بڑھکر کوئی اور مستند شہادت ہو نہین سکتی -

خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادی کی اجازت

آپ فرماتے ہین کہ جب خلیفہ ابوالقاسم نے مجھے تکمیل وارشاد کی اجازت سے سرفراز فرمانا چاہا تو اپنے ایک مخلص اور بے ریا عقیدتمند مرید کو حکم فرمایا کہ ہمارے تمام آشناؤن اور مریدون کی دعوت کردو اور کافی مقدار کھانا مہیا کرو چنانچہ اُس نے آپکے ارشاد کی فورًا تعمیل کی جب کھانا پک کر تیار ہوا اور تمام دعوتی جمع ہوگئے تو آپ نے فقیر کو طلب کیا میرے سر پر دستار باندہی اور ایک اجازت نامہ لکھکر عنایت فرمایا اُسوقت مین نے التماس کی کہ حضور! مین اس عظیم الشان اور جلیل القدر کی قابلیت نہین رکھتا اور ان حقوق کی تحمل و برداشت کی اپنے مین طاقت نہین دیکھتا فرمایا کوئی مضائقہ نہین آخر تم نے دوسری جگہ سے بھی اجازت عامہ حاصل کی ہی بھلا بتاؤ سید عبداللہ کے ساتھ تمہارا معاملہ کس طرح تھا مین نے عرض کیا اُنہون نے اپنے تمام حقوق مجھے معاف کردیئے تھے فرمایا مین نے بھی اپنے تمام ظاہری و باطنی حقوق تمہین معاف کردئے - عبدالرحیم! یہ فرقہ جو کام کرتا ہے اُسکا انجام پہلے ہی سے پیش نظر رکھ لیتا ہے -

سید عبداللہ کی اجازت

جب یہ سب کچھ ہوچکا تو آپ نے مجھے طالبان حق کی رہنمائی اور دینی علوم کی اشاعت و درس کی اجازت دی اور یہ بھی فرمایا کہ اب اگر تم مناسب سمجھو تو دہلی مین جاکر رہو اور وہان کے باشندون مین دینیات کی اشاعت و ... لیکن مین نے عرض کیا کہ ابھی چند روز تک مین آپ ہی کے قدمون مین

رہنا پسند کرتا ہون چنانچہ آپ اس سے بہت خوش ہوئے اور روز بروز زیادہ توجہ مبذول فرماتے رہے۔ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ عبدالرحیم اکثر شہر مین گشت لگایا کرو اور درویشون کی زیارت کیا کرو لیکن فقیر اسوجہ سے تعلل کیا کرتا تھا کہ اس کی خاطر کلی صرف خلیفہ ہی کی طرف منجذب تھی جب آپنے میری حالت دیکھی تو ایکدفعہ تاکید فرمایا اور ایک خادم کو میرے ہمراہ کرکے ارشاد کیا کہ انہین سید عظمت اللہ[1] کے پاس لیجاؤ انہین سلام پہنچاکر کہنا کہ آپ کی ملاقات کیلیئے اس عزیز کو بھیجا ہے چنانچہ مین خلیفہ کے خادم کے ساتھ سید عظمت اللہ کی ملاقات کیلیئے چلا لیکن جب ہم دونون بزرگ و محترم سید کے محلہ مین پہنچے تو خادم اُن کا گھر بھول گیا اتفاق سے اُسی مقام پر محلے کے بچے کھیل رہے تھے اُن مین سے ایک ہونہار بچے پر میری نظر پڑی مین نے خادم سے کہا یہ لڑکا بزرگ زادہ معلوم ہوتا ہے اس سے سید کا مکان پوچھنا چاہیئے استفسار کے بعد معلوم ہوا کہ وہ سید عظمت اللہ کا فرزند رشید ہے وہ ہمین مکان پر لے گیا اور سید کو ہمارا پیام پہنچایا اُس زمانہ مین سید عظمت اللہ بیمار تھے اور ضعف کی وجہ سے باہر نہ آسکتے تھے اندر سے کہلا بھیجا مجھے افسوس ہے کہ مین مرض کی اشتداد کے سبب سے صاحب فراش ہون اور ذرا بھی جنبش کرنے کی طاقت نہین رکھتا اور چونکہ اسوقت قبیلہ کی مستورات کا ہجوم ہے اسلیئے پردہ کرانا بھی ناممکن ہے مین اُمید کرتا ہون کہ آپ میری معذرت کو نگاہ قبول سے دیکھینگے چنانچہ سید کے فرزند نے ہم سے یہ تمام باتین بیان کین لیکن ہنوز اُس کی تقریر کا سلسلہ ختم نہوا تھا کہ سید نے ایک اور شخص کو بھیجا کہ خلیفہ کے فرستادون کو بٹھاؤ اور خدام سے فرمایا کہ جس چارپائی پر مین لیٹا ہون یون ہی اُٹھاکر دروازہ کے قریب لیچلو چنانچہ آپکے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور آپنے نہایت خندہ پیشانی سے مجھسے ملاقات کرکے فرمایا مین معذور تھا اسلیئے آپ کی خدمت مین معذرت کہلا بھیجی تھی لیکن پھر فوراً مجھے خیال ہوا کہ خلیفہ کا ایک عزیز کو میری ملاقات کیلیئے بھیجنا ضرور کسی حکمت پر مبنی ہوگا لہذا خود حاضر خدمت ہوا ازان بعد سید صاحب نے میرا نام نسب اور وطن دریافت کیا اور خوب کرید کرید پوچھا۔ مین نے اپنا نام و نسب وطن سب کچھ بتادیا

---

[1] سید عظمت اللہ بن عبداللطیف بن بدرالدین بن سید جلال قادری متوکل اکبرآبادی۔ سادات حسینی سے تھے آپ اکبرآباد مین پیدا ہوئے اور وہین سکونت اختیار کی اُس زمانہ مین آپکا وجود باوجود نہایت مغتنم تھا مزاج مین اسقدر استغنا تھا کہ فقرا اور اغنیا مین سے کسی کے مکان پر کبھی تشریف نہ لیجاتے تھے اور گوشہ قناعت مین زندگی بسر کرتے تھے مشائخ چشتیہ مین ایک مشہور و معزز شخص گنے جاتے تھے اور سلسلہ چشتیہ سے زیادہ مناسبت رکھتے تھے لیکن لوگون کو عام طور پر سلسلہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ و شطاریہ مین مرید کیا کرتے تھے آپنے سنہ ۱۱۴۸ھ مین چوتھی ربیع الاول کو ۷۲ سال کی عمر مین بمقام اکبرآباد انتقال کیا اور جس محلہ مین سکونت رکھتے تھے وہین مدفون ہوئے ۱۲

لیکن شیخ عبدالعزیز کی نسبت کو مخفی رکہا کیونکہ مجہے معلوم تہا کہ سید کا سلسلہ وہان تک پہنچتا ہی جب آپ سنینگے کہ شیخ عبدالعزیز میرے جد امجد ہوتے ہین تو ضرور تواضع سے پیش آئینگے جو ایسے نازک اور خطرناک موقع پر نہ صرف تکلیف کا موجب ہی بلکہ اشتداد مرض کا باعث خوف ہی اگرچہ مین نے اس نسبت کو ہزار چہپایا لیکن بزرگ سید نے خداداد فراست سے خود دریافت کرلیا اِن بعد ایک اشکال کی تقریر کی اور مجہسے جواب کے طالب ہوئے مین نے عرض کیا کہ حضرت! مین استفادہ کے لئے حاضر ہوا ہون نہ افادہ کے واسطے فرمایا ہم یون ہی مامور ہین۔ الغرض بہت سی رد و کد کے بعد جو کچہہ اُسوقت مجہسے بن آیا بزرگ سید کے اشکال کا جواب دیا جسے آپ سنکر نہایت شاد ہوئے اپنے تئین چارپائی سے نیچے ڈالدیا اور بحد تواضع سے پیش آئے اور ساتہہ ہی فرمایا کہ مین اپنی تقصیر کی معافی چاہتا ہون کہ آپ کو پہلے سے مین نے معلوم نہین کیا اِن بعد فرمایا کہ شیخ عبدالعزیز قدس سرہ نے ہمارے جد امجد کو وصیت کی تہی کہ اگر ہماری اولاد مین سے کوئی شخص تمہارے پاس آئے اور اس اشکال کی بائن وضع تقریر کرے تو اُسے ہماری یہ امانت یعنی طریقہ کی اجازت اور کچہہ تبرکات حوالے کردینا۔ میرے بزرگوار دادا اپنے زمانہ حیات مین اس امر کے متلاشی رہے مگر کوئی شخص اس قدر و منزلت کا نہ پایا چنانچہ جب اُن کا جام زندگی لبریز ہوکر چہلکنے لگا تو اُنہون نے میرے والد بزرگوار کو یہی وصیت فرمائی والد ماجد نے ہرچند تفحص کیا لیکن وہ بہی ناکام رہے انجام کار میری نوبت پہنچی مین اُس وقت سے اس زمانہ تک برابر اسی کہوج مین لگا ہوا تہا لیکن بجز آپکے اور کسی شخص کو نپایا چونکہ مین اسوقت پابرکاب تہا اور کوئی ایسا فرزند جو اس عظیم الشان منصب کی قابلیت رکہتا ہو نہ دیکہتا تہا اسلئے شب و روز افسوس کرتا تہا الحمد للہ کہ آج میری اُمید کا پژمردہ درخت سرسبز و شاداب ہوکر پہلا پہولا اور مین اُس بار امانت سے سبکدوش ہوا یہ کہکر سید نے عمامہ میرے سر پر باندہا اور اجازت عامہ عنایت فرمائی کثیر المقدار شیرینی اور کچہہ نقدی میرے ساتہ کی اور بڑی خوشی کے ساتہہ رخصت کیا۔ جب مین وہان سے واپس ہوکر خلیفہ کی خدمت مین حاضر ہوا تو آپنے جوش مسرت کے ساتہ میرا استقبال کیا اور بیساختہ آپکی زبان سے نکلا کہ آج تم بہرپور ہوکر آئے ہو مین نے وہ تمام عطیات آپکے سامنے رکہدیئے فرمایا عبدالرحیم! نقدی ظاہری جمعیت کی طرف اشارہ ہی اور عمامہ اجازت عامہ اور باطنی جمعیت کی طرف مشیر ہے ان دونون باتون مین کوئی دوسرا شخص شریک نہین ہوسکتا البتہ شیرینی ایک ایسی چیز ہی جس مین ہمین شریک ہونا جائز ہی چنانچہ تہوڑی سی شیرینی آپ نے قبول کی اور باقی درویشون کو تقسیم کردی۔

شیخ عبدالرحیم صاحب کی ملاقات اہل اللہ اور مجذوبوں سے

جناب شیخ عبدالرحیم کے اہل اللہ اور مجاذیب سے ملاقات کرنے کے اس قدر واقعات ہین کہ اگر ہم فیصدی دس کا بھی انتخاب کرین تو بھی حیات ولی کی وسعت اُنکے لئے ناکافی ہو تاہم چند ایسے واقعات قلمبند کئے جاتے ہین جو خاص دلچسپی کا سامان رکھتے ہین - اور جن سے شیخ عبدالرحیم صاحب کے خاص فضائل اور عظمت و شوکت اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے اور جنہین خود شیخ صاحب نے اپنی پرزور قلم سے تحریر کیا ہے -

آپ لکھتے ہین کہ مین ایک دفعہ رات کے وقت اکبر آباد کا گشت لگا رہا تھا ایک موقع پر مجذوب درویش میری نظر پڑا جو دنیا کے مجذوبون کا نام شمار مین لا رہا اور کہہ رہا تھا کہ ملک شام مین فلان مجذوب ہے اور روم مین فلان اُسوقت میرے دل مین خیال پیدا ہوا کہ کاش ہندوستانی مجذوبون کی نسبت کچھ کہتا تو لطف سے خالی نہ ہوتا مجرد اس خطرہ کے درویش نے ہندوستان کے مجذوبون کے نام لینے شروع کئے اور بیان کرتے کرتے یہانتک پہنچا کہ میاں کا مجذوب خوب ہے اور پیر ابراہیم مجذوب ہے اسی اثنا مین مجھے یہ خلش پیدا ہوا کہ اگر ہندوستان کے سالکون کا ذکر کرے تو مزید اطلاع کا باعث ہو درویش میرے اس خطرہ پر بھی آگاہ ہو گیا اور ایک تند و تیز لہجہ مین کہا کہ خلیفہ ابو القاسم خاص فضائل و کمالات مین ایسا معزز و ممتاز شخص ہے جسکی نظر سے سارا اکبر آباد خالی ہے یہ کہکر میری طرف متوجہ ہوا اور کہا تم یہان کیون کھڑے ہو جاؤ اور اپنے کام مین مصروف ہو - چنانچہ مین چلا آیا -

شیخ کا بیان ہے کہ مین سونی پت مین کسی تقریب سے گیا اتفاقاً دل مین آیا کہ منور مجذوب کو دیکھنا چاہئے چنانچہ مین اُس کے مقام پر گیا جب مین وہان پہنچا ہون تو وہ سوتا تھا جونہی میری حرکت محسوس کی اپنی گدڑی چارون طرف سے سمیٹکر اُس مین لپٹ گیا اور ہوش و حواس بجا کر کے بیٹھ گیا مین تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا اور جب دیکھا کہ کوئی بات نہین کرتا ہے تو خود مین نے کلام کی سلسلہ جنبانی کی اور کہا مجھے تمسے ایک بات دریافت کرنی ہے - اگر تم عقل و ہوشیاری کے ساتھ جواب دو تو بہتر ورنہ خیر جواب دیا کہ مین جواب دینے مین تا بامکان احتیاط کرون گا مین نے کہا صرف اتنا بتا دو کہ تمہین ایسی کونسی چیز حاصل ہوئی ہے جسنے تمہاری ساری عقل و تمیز کو کھو دیا ہے اور ہوش و حواس سلب کر لئے ہین اُس نے میری بات سنکر اول تو کچھ سکوت کیا گویا کسی گہرے خیال مین ڈوب گیا لیکن پھر سر اُٹھا کر بولا تو نہین بابا یہ ایک ایسا نازک اور باریک سوال ہے

اس کا جواب عبارت کے قالب مین ڈہالنا اور الفاظ کے ساتھ تعبیر کرنا ناممکن ہی مگر ایک مثال کے پیرایہ مین
اسکی کیفیت تمہیر ظاہر کرتا ہون ۔ سنو! جس چیز نے ہماری عقل و تمیز کو سلب کر کے مجنونون اور دیوانون کے
زمرہ مین داخل کیا ہی وہ ایک ایسی کیفیت سے تعبیر کیجا سکتی ہی کہ ایک شخص نے مقدار سے زیادہ گرمی پائی
اور عرق مین غرق ہوگیا دفعۃً ایک نہایت سرد اور خوش آئندہ ہوا کے جھونکے چلنے شروع ہوئے جن سے
اُسے راحت کلی حاصل ہوئی بس یہی کیفیت ہم لوگون پر طاری ہو کر اسدرجہ کو پہنچا دیتی ہے مین نے کہا اس
سے بہتر کیفیت تو سالکون کو حاصل ہوتی ہی مگر پھر بھی اُن کی عقل بجا اور ہوش و حواس قایم رہتے ہین جواب دیا
کہ عزیز من! یہ وہ بخشش الٰہی ہی جس شخص کو جیسا چاہتے ہین رکھتے ہین ۔
واجب الاحترام اور معزز شیخ فرماتے ہین کہ ایک دفعہ میرے والد بزرگوار دور دراز سفر سے مراجعت فرمائے
وطن ہوئے لیکن آپکا قصد تہا کہ شہر مین داخل نہ ہون اور بالا بالا دوسرے سفر کی جانب عنان توجہ مبذول
فرمائین اسلیئے مجھے آپ نے بلا بھیجا ۔ مین والد ماجد کی زیارت کیلیئے شہر کے باہر گیا اثناءِ راہ مین میرا گذر ایک باغ
پر ہوا جو نہایت شاداب و پررونق تہا اور جسکی انتہا سے بڑہی ہوئی زینت اور سرسبزی نے مجھے بے اختیار
اپنی طرف مائل کرلیا ۔ مین اُسکی خوبصورت روشون اور لہلہاتے پودون کی سیر کرتا ہوا ایک ایسے گنجان
درخت کے قریب پہنچا جسکی نرم و نازک شاخین جھوم جھوم کر زمین کا بوسہ لے رہی تہین اُنکی آڑ مین ایک
مجذوب مغل صورت بیٹھا ہوا تہا مجھے دیکھتے ہی غل مچا کر کہا ای عزیز ادہر آ اور تھوڑی دیر ہمارے پاس بیٹھ جا
چنانچہ مین اُسکے پاس جا بیٹھا اور وہ اپنے سلوک و ریاضتون کی حکایتین بیان کرنے لگا ازان بعد بولا تمہارے
پاس فلان قسم کا کھانا ہے قدرے میرے لیئے منگا دو مین نے فوراً اپنے آدمی کو آواز دی اور کھانا
اُسکے سامنے پیش کیا پھر بولا کہ تمہاری جیب مین اسقدر پیسے ہین مین صرف ایک پیسہ کا محتاج ہون کہ
حجام کو دیکر سر اور ڈاڑہی درست کراؤن مین نے چند پیسے اُسکے سامنے رکھے لیکن اُس نے بجز ایک پیسہ
کے اور کسی چیز کو نگاہ قبول سے نہ دیکھا ۔
شیخ صاحب لکھتے ہین کہ موضع میرواڑہ مین ایک مجذوب تہا جسکی شہرت تمام اطراف مین پہیلی ہوئی تہی
اسکا عام دستور تہا کہ کبھی مسجد مین قدم نہ رکھتا اور جب اُس سے دریافت کرتے تو کہتا ہم نجس و ناپاک ہین اور
مسجد مین داخل ہونیکو اپنے مناسب حال نہین دیکھتے اسیطرح اُسکا یہ بھی داب تہا کہ وہان کے زمینداروں کا کھانا
نہ کھاتا تہا کہ اس کھانے مین تنگی ہی جب میرا اُس موضع مین جانے کا اتفاق ہوا

تو میری ملاقات کے لئے مسجد مین آیا او میرے ہی ساتھ کھانا تناول کیا لوگون نے اسکی وجہ دریافت کی تو بولا اس عزیز کی وجہ سے میری نجاست جاتی رہی اور تمہارے کھانے سے لینگی دور ہوگئی۔

آپ یہی فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ صوفیہ کے لباس مین سفید رہنا بہرحال تکلف سے خالی نہین ہے اور اس خیال نے مجھ پر اسقدر ہجوم کیا کہ مین نے فوراً وہ لباس اتار پھینکا سپاہیانہ طور پر عمامہ باندہا کمر مین تلوار لگائی اور گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلا تھوڑی دور چلا تہا کہ ایک مجذوب سامنے سے آ کر کھنے لگا کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص چاند کو پیالے سے چھپائے ہرگز نہین سوز زین اپنے معبود کی قسم کہ یہ لباس تیری شان کے سزاوار و لائق نہین اسے اتار ڈال اور لباس صوفیہ زیب بدن کر چنانچہ اسوقت سے مین نے لباس صوفیہ کو باالتزام اختیار کیا اور اسکے علاوہ کسی اور قسم کا لباس پہننا پسند نہین کیا۔

شیخ فرماتے ہین کہ ہمارے شہر مین ایک نہایت صالح و نیک شخص سکونت رکھتا تہا جو علم و فضل کے علاوہ توکل و قناعت مین اپنا نظیر نہ رکھتا تہا اُسکے مزاج مین اسقدر خداداد استغنائی تھی جسنے تمام چیزون سے اُسے بےتعلق و بےپرواہ کر دیا تہا۔ سعد اسد خان کے بعض خواجہ سرا اُن سے تحصیل علوم کرتے تہے اور وہی اُن کی خدمت مین مصروف رہا کرتے تھے ہرچند کہ سعد اسد خان نے کئی دفعہ انہین بلایا اور ایک دو دفعہ خود بھی ملاقات کے لئے در دولت پر حاضر ہوا لیکن آپنے اُس سے ملنا پسند نہین کیا اتفاق وقت سے ایکدن مین بھی اُن کی خدمت مین حاضر ہوا اُس زمانہ مین مین نہایت کمسن تہا اور علم نحو مین کافیہ پڑھا کرتا تہا۔ ایک خواجہ سرا نے بحث منادی کا ایک جزئی مسئلہ مجھ سے دریافت کیا جسکا معقول جواب اُس وقت مجھسے بن نہ پڑا اس سے مجھے نہایت قلق و رنج ہوا اور مین اپنے دل ہی دل مین سخت شرمندہ ہوا لیکن وہ عزیز میری تغیر حالت کو فوراً تاڑ گیا اور میرے حزن و رنج کا سبب معلوم کر کے ایک نہایت برہمی کے لہجہ مین خواجہ سرا کو عتاب کیا اور کہا تو اس لڑکے کو نہین جانتا کہ کون ہے اور کس قدر قیمتی جوہر اپنے مین مضمر رکھتا ہے عنقریب وہ زمانہ چلا آتا ہے کہ یہی لڑکا جو ہنوز ہلال کی صورت مین نظر آتا ہے ملک پر بدر کامل ہو کر چمکیگا اور ایک عالم کو اپنے علمی نور سے روشن و منور کریگا کوئی دن جاتا ہے کہ اس بچے کی پاپوش تیرے آقا کے سر پر کے جاسنے سے سخت ننگ و عار کرے گی بڑے بڑے باشان و شوکت حکمران اسکے قدمون کو بوسہ دینگے اور اس کی قدمبوسی کو ذریعہ فخر سمجھینگے۔

شیخ کی عام اخلاق وعادات اور فضل وکمال

شیخ عبدالرحیم صاحب کے ان خاص فضائل اور معاملات کو نظر انداز کرکے اب ہم آپکے علمی فضائل و کمال اور عام اخلاق وعادات قلمبند کرتے ہین کیونکہ انسان کے حالات زندگی ہی وہ صاف آئینہ ہے جس مین مختلف حیثیتون کی تصویرین دکھائی دیتی ہین شیخ کے علمی فضل وکمال کا بیان مختصر لکھا جاچکا اس سے زیادہ تشریح وتفصیل کی اس موقع پر ضرورت نہین سمجھتے لیکن تاہم ان علوم کی نسبت اجمالی طور پر ریمارک کرنا مناسب سمجھتے ہین جن مین بزرگ شیخ کو کامل مہارت اور پوری دستگاہ تھی اور جنہین آپنے خداداد قابلیت اور فطری بخشش کی بدولت اسقدر جلد حاصل کرلیا تہا کہ اس سے جلد تکمیل کے درجہ کو پہنچنا کسی بشر کا کام نہین ہے۔

صرف ونحو

صرف ونحو جو علوم عربیہ کے عنصر ہین ان مین شیخ کو اسقدر کمال تہا کہ موجدین فن مین آپکا شمار ہوتا تہا آپ طلبہ کے درس کے وقت اس خاص فن مین ایسے ایسے نکات اور باریکیان بیان کرتے تھے جنہین سنکر بڑے بڑے علامہ اور ماہرین فن دنگ رہجاتے تھے یہی وجہ تھی کہ شیخ کا شہرہ اس علم مین یہانتک ہوا کہ آپ علماً وعملاً مسلم الثبوت استاد تسلیم کئے گئے مجتہدین فن دوردور سے تعلیم کے لیئے حاضر ہوتے اور آپ کی شاگردی کو باعث فخر جانتے۔

حدیث وفقہ

حدیث وفقہ مین آپ کو وہ کمال تہا جسکی نظیر اس عہد مین موجود نہ تھی علم حدیث کے ماہر تیخ آپکو شیخ المحدیث کا خطاب دیا تہا اور فقیہی لوگ فقہ کا دوسرا باز و سمجھتے تھے آپکو حدیث وفقہ کی ہزارون جزئیات از بر تھین اور بہت سی حدیثین مع اسناد نوک زبان تھین آپ کو دیگر مشاغل علمیہ مین التفات تہا لیکن جسقدر علم حدیث مین انہماک واستغراق تہا کسی اور علم مین نہ تہا آپ کی صحبت مین ہمیشہ اپنی علم کا چرچا رہتا تہا اور اس سبب سے ہر وقت آپ کی درس گاہ مین طالبان حدیث کا ایک جم غفیر اور مجمع کثیر لگا رہتا جو آپکے بیانات شافیہ سے اپنی معلومات بڑھاتے اور فیض علم سے بہرہ ور اور کامیاب ہوکر جاتے غرضکہ شیخ کی فقہ وحدیث مین اسقدر شہرت تھی کہ بہت تھوڑے عرصہ مین آپ اس فن خاص کے جولانگاہ کے شہسوار مشہور ہوگئے تھے اور ان متشدد لوگون کے مستند علیہ مانے گئے تھے جو خود امام وقت اور مجتہد فن کہلا جاتے تھے پھر جیسا آپکو فقہ وحدیث مین کمال تہا ویسے ہی علم تفسیر مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے وہ الہامی نکات

تفسیر

اور بانی اسرار جو قرآن مجید کے لفظ لفظ مین کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہین آپ ایسے تبحر کے ساتھ بیان کرتے جسے سنکر بڑے بڑے علامہ اور ماہرین فن حیرت زدہ ہوجاتے جب آپ قرآن کی تفسیر بیان کرنے لگجاتے تو سامعین کو معلوم ہوتا تھا کہ وحی اتر رہی ہو حقیقت مین یہ شیخ صاحب ہی کا بیج ڈالا ہوا ہے جو اسوقت تک حدیث وتفسیر کا درخت پھلا پھولا اور لہلہاتا نظر آتا ہے اور یہ احسان ہندوستان پر عموماً دہلی پر خصوصاً آپ ہی کا ہو جسکے بار سے۔۔ اُسکا سر اوپر نہین اٹھ سکتا کیون کہ اس سے بیشتر تمام ہندوستان مین جہل و بدعت کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور کوئی شخص حدیث وتفسیر سے واقف نہ تھا۔ ایک فاضل اجل ہمعصر جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے حالات پر ریو کرتے ہوئے کہتا ہو کہ شاہ عبدالرحیم صاحب جنہون نے پہلی ضرورت ہندی مسلمانون مین علم نبوی کی اشاعت دیکھی واقعی ایک برتر الہامی خیال تھا جو بجلی کی طرح آپکے دماغ مین کوندا۔ شاہ عبدالرحیم صاحب نے ایک مدرسہ رحیمیہ کی بنیاد ڈالی اور اس مین علم حدیث کی تعلیم دینی شروع کی۔ اس تعلیم نے چند سال مین اپنا قیمتی اثر مسلمانون پر ڈالا اور اب جوق جوق طلبہ آپسے حدیث سیکھنے کیلیے آنے لگے گویا اسی تاریخ سے مذہب بدعت وشرک کے ساکن سمندر مین ایک تحریک سی پیدا ہونے لگی مگر یہ خفیف تحریک ایسی نہ تھی کہ ایسے بڑے عظیم الشان مین کچھ معلوم ہوتی اور ایک تموج خیز طوفان اس مین پیدا ہوتا۔ شاہ عبدالرحیم صاحب توائین فطرت کی باریکیون اور مفہوم کو خوب سمجھتے تھے وہ جانتے تھے کہ معمولی تختہ پر جب تک کہ اُسکو ہموار نہ کیا جائے اور اُسپر ملتانی نہ پھیری جائے کبھی صفائی اور آسانی سے لکھا نہین جاسکتا اسلیئے اُنہون نے اپنی کوششون کو بظاہر ناکامی کا جامہ پہنے ہوئے دیکھکر کچھ ہراس نہین کیا اور اپنے دل مین یہ یقین رکھا کہ یہ ناکامیان خوش آئندہ ہین کیونکہ یہ بدیہی امر ہے کہ مرض ہر طرح برا ہوتا ہے لیکن اُس مرض کو مبارک کہنا چاہیے جسکا انجام صحت ہو۔

غرضکہ یہ امر عموماً تسلیم کرنا پڑتا ہو کہ تفسیر واحادیث کی اشاعت مین جو سرگرمی اور کوشش شیخ عبدالرحیم صاحب نے فرمائی اس مین متقدمین ومتاخرین مین سے کوئی شخص آپ کا دعویدار نہین ہوسکتا اور اگر دعوے کرے بھی تو اُسکا یہ دعوی چل نہین سکتا بہلا ایسے شخص کی کون برابری کرسکتا ہے جسے خود فطرت اپنی بانگی اور ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہو اور ایسی لیاقت وقابلیت کا کون مقابلہ کرسکتا ہے جو پہلے ہی سے ربانی قابلیتون اور روحانی جوہرون سے آراستہ کی گئی ہو۔

اگرچہ شیخ کو علم حدیث وتفسیر کے مشاغل مین زیادہ انہماک تھا لیکن باوجود ان مشاغل کے

ادب مناظرہ

علم ادب اور مناظرہ کا بھی چرچا رہتا تھا اور ان علوم سے آپکو غفلت نہ تھی۔ علم ادب مین آپکو وہ کمال حاصل تھا جو اس وقت تک ماہرین فن کو تسلیم ہی آپکے علمی مناظرون پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قدما اور جاہلیت کے شاعرون کے اشعار بکثرت یاد تھے جنہین بطور سند کے ہر ہر مقام پر بیساختہ پیش

شاعری

کرتے تھے۔ شاعری جسے علم ادب کا بہت بڑا جوہر کہنا چاہیئے اس مین بھی شیخ کو مہارت تامہ حاصل تھی لیکن آپکے اشعار ہمیشہ مبالغہ آمیز باتون اور فضول وبیہودہ عبارتون سے خالی ہوتے اور پند ونصائح کے رنگ مین ڈوبے ہوئے ہوتے تھے ذیل کی رباعی آپہی کی موزون طبیعت کا بدیہی نتیجہ ہے ۵ اے کہ نعمتہائے تو از عد فزون ۔ شکر نعمتہائے تو از حد برون + عجز از شکر تو باشد شکر ما + گر بود فضل تو ما را رہنمون

جناب شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ ایک دفعہ میرے والد بزرگوار نماز ظہر کے متصل دفعۃً میری طرف متوجہ ہوئے اور برجستہ یہ دو شعر فرمائے رباعی گر تو راہ حق بخواہی اے پسر + خاطر کس را مرنجان الحذر + در طریقت رکن اعظم رحمت است + این چنین فرمود آن خیر البشر - یہ رباعی پڑھکر فرمایا ولی اللہ! دوات قلم لاکر اس رباعی کو قید کتابت مین لے آو کیونکہ حق تعالی نے دفعۃً میرے دل مین اس مضمون کو بایں غرض القا فرمایا ہے کہ تمہین وصیت کرون۔

علمی مجلسین

ان رباعیات سے عمدگی مضامین کے علاوہ یہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ شیخ کو نظم پر کسقدر اقتدار تھا اور وہ کس مرتبہ کے شاعر تھے۔ شیخ کی علمی سوسائٹی اور آپکے مناظرہ کے حالات اس مین شک نہین کہ متشرعین و متصوفین کی روح وجان ہین لیکن افسوس ہی کہ آپکے خاص خاص مناظرے اور علمی بحثین جس سے آپکی جودت طبع ذہانت وسعت نظر اور روز فکر کا حال معلوم ہو ہمین کہین سے دستیاب نہین ہوئین البتہ کسیقدر علمی کمالات کے حالات کا آپکے ملفوظات سے پتا چلتا ہی جنہین ہم آگے چلکر جدا عنوان سے بیان کرینگے

ذہانت وطباعی

شیخ کی ذہانت وطباعی مین بہت سے دلچسپ واقعات مشہور ہین لیکن ہم اسموقع پر صرف وہی ایک واقعہ لکھتے ہین جسکا جناب شاہ ولی اللہ صاحب آپکے فرزند رشید نے اکثر مقامات مین ذکر کیا ہی۔

شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہی میرے والد بزرگوار اکبرآباد مین تھے کہ حضرت سید عبد اللہ کا انتقال ہوگیا اس وجہ سے آپکو سخت اندوہ ورنج ہوا اور کسی عزیز کی صحبت کے طالب ہوئے اسی اثنا مین حضرت خلیفہ ابو القاسم اکبرآبادی کے فضائل ومناقب جستہ جستہ آپکے کان مین پہنچے اور آپ غائبانہ انکے گرویدہ ہوکر ایک شخص کی ہمراہی مین خلیفہ کی خدمت مین پہنچے دیکھا تو وہ اپنے مکان کی تعمیر مین مشغول تھے اور نا تراشیدہ

معارکو سکان کے مقامات بتاتے رہتے تھے اسی اثنا میں آپکی زبان مبارک پر یہ بیت جاری ہوئے ؎
ہر کرا ذرۂ وجود بود + پیش ہر ذرہ در سجود بود + فقیر کے والد بزرگوار نے فوراً بیت مذکور کا اس طرح اعادہ
کیا ؎ ہر کرا ذرۂ شہود بود + پیش ہر ذرہ در سجود بود - خلیفہ نے اس بیت کو سنتے ہی شیخ صاحب کیطرف التفات
کر کے فرمایا میں نے ایک معتبر و مستند نسخہ میں لفظ وجود ہی لکھا دیکھا ہی شیخ نے کہا آپ بجا فرماتے ہیں لیکن میری
نظر سے بھی ایک صحیح نسخہ گذرا ہی جس میں لفظ شہود لکھا ہوا ہی اگرچہ تھوڑی دیر تک دونوں حضرات میں مناظرہ رہا
لیکن باوجود رد و قدح کے مسئلہ متنازعہ فیہ طے نہیں ہوا اسی اثنا میں خلیفہ نے فرمایا معلوم ہوتا ہی کہ تم علوم
و فنون کا کافی حصہ رکھتے ہو شیخ نے فرمایا اگر یہ علم راہ حق میں مضر ہو تو میں توبہ کرتا ہوں فرمایا علم بجائے خود
کوئی مضر چیز نہیں لیکن یہ دل و دماغ کی خوبی ہی کہ علم مضر اور مہلک بنجاتا ہی اسلئے یہ کہنا بیجا نہوگا کہ علم نہ تو ہر شخص
کیلئے مضر ہی ہو نہ ہر شخص کیلئے مفید و نافع ہی - ازان بعد آپنے استدلالاً یہ بیت پڑھی ؎ علم را بر تن زنی ماری بود
علم را بر دل زنی یاری بود + الغرض چونکہ اس مناظرہ کا کوئی تصفیہ نہیں ہوا اسلئے شیخ صاحب خلیفہ کی مجلس سے
اٹھکر چلے آئے لیکن دوسرے روز یہ خیال کر کہ خلیفہ عمارت میں مشغول تھے زیادہ تحقیق نکر سکے اور بات کی تکمیل
نہیں ہوئی پھر تشریف لیگئے جب آپ وہان پہنچے تو خلیفہ نے بڑے جوش مسرت سے استقبال کیا اور فرمایا کل
میں عمارت میں مشغول تھا اسلئے بات ناتمام رہ گئی تھی اب کہئے نسخہ شہود کی کیا توجیہ ہو شیخ نے فرمایا اسکی
توجیہ ظاہر ہی کہ جس شخص کی نظر میں حق تعالی کا شہود ذرات عالم میں سماجاتا ہی وہ بالضرور ہر ذرہ کے آگے سجدہ ریز
ہوتا ہی لیکن جو شخص جمع کے مرتبہ میں مستغرق رہتا ہی جسے وجود سے تعبیر کرتے ہیں وہ سجدہ سے فارغ ہوجاتا
ہے - ازان بعد خلیفہ نے فرمایا کہ اچھا جس صحیح نسخہ میں لفظ وجود لکھا ہوا دیکھا گیا ہی اس کی توجیہ کیا ہی شیخ نے
فرمایا کچھ عجب نہیں کہ وجود بمعنی وجدان ہو اور یہ وجود شہود کے معنی کے قریب قریب ہے شیخ کی اس علمی تقریر سے
بزرگ خلیفہ بیحد خوش ہوئے اور ہمیشہ اعزاز و توقیر سے پیش آتے رہے۔

تفرس و کشف

شیخ کے تفرس و کشف کے حالات کتابوں میں بکثرت مذکور ہیں چنانچہ اس مقام پر بعض واقعات جنہیں مستند
و معتبر لوگوں نے شیخ کے حالات میں بیان کیا ہے لکھے جاتے ہیں ایک دفعہ کا ذکر ہی کہ شیخ ایوب مراد آبادی
واجب الاحترام شیخ کی ملاقات کیلئے آئے اور امتحان کے قصد سے اپنے لوگوں اور اسباب کو کسی دوسرے
مقام پر چھوڑ کر تنہا آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اتفاق سے اسوقت بزرگ شیخ تیر اندازی کی مشق میں مصروف
تھے شیخ ایوب کو دیکھتے ہی آپنے کمان زمین پر ڈالدی اور جوش مسرت کے ساتھ خیر مقدم ادا کیا [illegible]

مزاج پرسی کے بعد اہل و عیال کی خیریت دریافت کی شیخ ایوب نے نہایت ادب سے سر جھکا کر عرض کیا کہ کمترین کو
اس سے پیشتر قدمبوسی کا اعزاز حاصل نہیں ہوا ہے تعجب ہے کہ محترم شیخ مجھ سے روشناس ہیں فرمایا تمہارا نام ایوب ہے
شیخ ایوب کہتے ہیں کہ واجب الاحترام شیخ کے اس فقرہ سے مجھ کو اور بھی تعجب و حیرت میں ڈالدیا اور میں دل ہی
دل میں سوچنے لگا کہ یہ معاملہ کیا ہے اتنے میں شیخ نے فرمایا کہ تمہیں میری خیر و عافیت دریافت کرنے سے تعجب ہوا
ہوگا پھر تمہارا نام لینا اور بھی حیرت و استعجاب کا باعث ہوا ہوگا میں نے عرض کیا کہ بیشک میرے ایسے
ہی خیالات تھے لیکن یہ تو فرمائیے کہ آپ نے کس طرح معلوم کیا کہ میرا نام ایوب ہے فرمایا تمہاری صورت دیکھتے ہی میرے
دل نے گواہی دی کہ تمہارا نام ایوب ہے اس کے بعد شیخ ایوب نے کہا مجھ کو اطلاع دیجیے کہ جس کام کے لئے میں
لشکر میں جاتا ہوں اس میں کامیاب ہوں گا کہ نہیں فرمایا نہیں شیخ ایوب کہتے ہیں کہ چند مجبوریاں اس
قسم کی پیش آئیں جن سے مجھ کو لشکر میں جانا پڑا اور ہر چند کہ اپنی کامیابی میں بہت کوششیں کیں لیکن سب کی
سب بے سود اور رائیگاں گئیں ۔

ایک ذی وجاہت اور باحشمت و شوکت امیر محمد فاضل کے پڑوس میں سکونت رکھتا تھا جو شاہی طرز
کی عمارت بنانا چاہتا تھا جب اس نے سلسلہ تعمیر جاری کرنا چاہا تو حویلی کے ایک حصہ میں کچھ تنگی نکلی امیر چاہتا تھا
کہ دوچند یا سہ چند یا جس قیمت پر محمد فاضل راضی ہو جائے تھوڑی سی زمین خرید کر کے اپنی حویلی میں ملحق کرلے لیکن فاضل
نے دوچند سہ چند قیمت کو بھی نگاہ قبول سے نہیں دیکھا اور باہمی رد و قدح کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ دونوں
میں سخت رنجش و عداوت ہوگئی انتہائی غیظ میں امیر کے منہ سے نکل گیا کہ میں صبح کو بادشاہ سے شکایت کرونگا
کہ یہ شاہی زمین ہے جس پر محمد فاضل نے غاصبانہ تصرف کر رکھا ہے غرضکہ جہاں تک بن پڑیگا اس زمین کے لئے بغیر پہنچے
گو لاکھ روپیہ تک خرچ کیوں نہ ہو جائیں ۔ جب رات ہوئی تو محمد فاضل شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا شیخ نے اسے
متفکر اور اداس دیکھکر اس کا سبب دریافت کیا ۔ عرض کیا کہ آج صبح سے میں متفکر ہوں کیونکہ مکان کی ایک
زمین کی بابت فلاں امیر سے مناقشہ ہوگیا ہے اور وہ بادشاہ سے شکایت کرنے پر آمادہ ہے شیخ نے فرمایا
تم مطمئن ہو اسے بادشاہ سے ملاقات ہی نصیب نہ ہوگی ۔ چنانچہ صبح کو جب وہ درباری لباس پہنکر بادشاہ کے
دربار میں حاضر ہونے کے قصد سے نکلا تو رستہ میں چند شاہی افسروں نے اسے بادشاہ کا پیام دیا کہ فلاں
مہم کی انجام دہی میں اسیوقت کوچ کرنا چاہیے اگرچہ اس امیر نے بہت اصرار کیا کہ میں بالمشافہ رخصت
ہونا چاہتا ہوں اور بعض ضروری مطالب شہنشاہ سے عرض کرنا چاہتا ہوں لیکن شاہی افسروں نے اسکی ایک

نہ سنی اور جبراً شہر سے باہر نکال دیا اور اتفاق ہے کہ اسکا وہین انتقال ہوگیا۔

شیخ عبدالرحیم صاحب۔ ایک دفعہ شیخ عبدالاحد کے مکان پر گئے اُنھون نے اپنے لڑکے سے کہا جاؤ اور شیخ کے لئے گلاب کا شیشہ لے آؤ۔ شیخ عبدالاحد کے مکان مین گلاب کے دو شیشے دہرے تھے لڑکا چھوٹا شیشہ اُٹھا لایا شیخ نے مسکرا کر فرمایا برخوردار مین اگلاب کا بڑا شیشہ کیون چھوڑ آئے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہے کہ جب شیخ عبدالاحد صاحب بیمار پڑے تو جناب والد بزرگوار اُن کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے اسوقت اتفاق وقت سے فقیر بھی حاضر خدمت تھا شیخ عبدالاحد کے اقربا نے آپسے استدعا کی کہ مریض کیلئے دعا کیجئے کہ خدا تعالیٰ شفا عاجل عطا کرے لیکن آپنے بجز سکوت کے اور کوئی جواب نہین دیا اسپر شیخ کے اقربا نے بعض کے ساتھ اصرار کیا اور بجز خاموشی کے کوئی جواب نہین پایا دفعۃً شیخ عبدالاحد نے آپکا مافی الضمیر دریافت کر اقربا کو مبالغہ سے منع کیا اور فرمایا لوگو اولیاء اللہ کی جناب مین کسی امر کی نسبت مبالغہ کرنا نہ صرف بے ادبی و گستاخی ہی ہے بلکہ سخت ممنوع ہے والد بزرگوار جب اُس مجلس سے اُٹھے تو فقیر کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے چونکہ شیخ کی عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اور اُن کی زندگی کا یہ اخیر مرحلہ ہے جو طے ہونے کو باقی ہے اسلئے ایسے وقت مین دعا کرنا بے سود تھا اور میری خاموشی کی بھی یہی وجہ تھی چنانچہ اس کے چند روز بعد شیخ عبدالاحد کا انتقال ہوگیا۔

ایک دفعہ محمد قلی اورنگ زیب کے لشکر مین کسی سمت کو روانہ ہوا تھا چونکہ زمانہ دراز تک اُسکی کوئی خبر عزیز و اقارب کو نہین ملی اسلیئے اُسکی اس مفقود الخبری نے بالخصوص اُسکے برادر محمد سلطان کو سخت بےچین کر دیا اور جب وہ بہت ہی بیتاب ہوا تو شیخ کی خدمت مین حاضر ہو کر التجا کی کہ اُس گم گشتہ کی خبر دین شیخ صاحب فرماتے ہین کہ مین نے توجہ کی اور ہر چند کہ اُسے لشکر کے ایک ایک خیمہ مین ڈھونڈا لیکن کہین سراغ نہ چلا اموات کے زمرہ مین تلاش کیا وہان بھی پتا نہ لگا ازان بعد مین نے لشکر کے اردگرد غور مین ڈوبی ہوئی نظرون سے دیکھا معلوم ہوا کہ غسل صحت پاکر شتری رنگ کا لباس زیب بدن کئے ہوئے ایک کرسی پر جلوہ افزا ہے اور وطن مالوف مین آنے کا تہیہ کر رہا ہے چنانچہ مین نے اُس کے بھائی سے بیان کیا کہ محمد قلی زندہ ہے اور دو تین مہینہ مین آیا چاہتا ہے چنانچہ جب وہ آیا تو بجنسہ یہی قصہ بیان کیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ ایک دفعہ خواجہ محمد سلطان نے ایک خوبصورت گھوڑا خرید کیا اور میرے والد بزرگوار کو دکھانا چاہا آپنے اُنھین خلوت مین طلب کیا اتفاق سے یہ فقیر بھی موجود تھا جب محمد سلطان حاضر ہوئے تو آپنے

فرمایا عزیزمن! تمہارا گھوڑا ہی تو بہت اچھا لیکن اُسکی عمر کم ہی۔ خواجہ محمد سلطان کی بی بی نہایت زبان دراز اور بدخو تھی اُسکی بدزبانی سے یہ عزیز بہت ہی عاجز تہا شیخ کی یہ تقریر سنکر بولا کاش میری عورت اِس گھوڑے کا فدیہ ہوجائے آپنے مسکرا کر فرمایا گھبراؤ نہیں ایسا ہی ہوگا۔ خدا کی قدرت ابہی تین مہینے بہی نگذرے تہے کہ اُسکی عورت مرگئی اور گھوڑا ایسی قیمت پر فروخت ہوا جسمین اُسے خاطرخواہ نفع ہوا۔

شیخ کی حذاقت

شیخ کی حذاقت بہی خصوصیت کے ساتہ قابل ذکر ہی یون تو اِس معزز اور جلیل القدر خاندان کی حذاقت اور جودت ذہن عموماً تمام دنیا کو تسلیم ہی لیکن شیخ عبدالرحیم صاحب کی حذاقت وجودت ذہن کا عام طبقہ کے لوگون کو خصوصاً دلی اعتراف ہی۔ اعلےٰ درجہ کے ادبیات اور فقہ وحدیث کے نکات باریکیون اور منطقی ابحاث کلام کے مشکل مقامات مین آپکی معلومات انتہائی درجہ پر تہی باوجود ان تمام کمالات کے آپکے باطنی علم کا تمبر سب سے بڑہا ہوا تہا سچ تو یہ ہو کہ اگر ہندوستان شیخ کے کمالات پر فخر کرے تو کچہ نازیبا نہین ہی۔ مین اِس مقام پر آپکی حذاقت کا صرف ایک دو واقعہ لکھتا ہون جس سے شیخ کے کمالات کا ان پچہ پچہ معترف ہونا پڑتا ہی۔

عالمگیر چونکہ علم وفضل کا حامی ومددگار تہا اِسلئے اُسکے دربار کو ماہرین علوم اور مجتہدین فنون سے زیادہ تر رونق تہی اور جیسا خود اعلےٰ درجہ کا فاضل اور بےنظیر عالم تہا ویسے ہی اُسکے دربار کے رکن عظیم باکمال تہے جس زمانہ مین کتاب فتاوی عالمگیری اُسکے حکم سے مدون ہورہی تہی اور اُسکی نظرثانی کیجارہی تہی تو اُسکا اہتمام شیخ حامد کے سپرد تہا جو مرزا محمد زاہد ہروی کی ہمسبق تہے۔ ہمارے معزز وممتاز شیخ کا ہم سبق تہا۔ شیخ حامد ایکدن جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے پاس آکر کہنے لگے کہ اگر آپ اِس کام مین میری مدد کرینگے تو اِسکے صلہ مین ایک معقول رقم روزانہ آپکے لئے مقرر ہوجائے گی لیکن شیخ کے مزاج مین قدرتی طور پر وہ استغنا تہی کہ آپنے شیخ حامد کی اِس التماس کو رغبت کے کانون سے نہین سنا اور نہایت بےتوجہی سے ٹالدیا۔ اتفاق سے شیخ کی محترم والدہ کے کان مین اِس قصہ کی بہنک پہنچگئی اور اُنہون نے اِس شغل کے قبول کرلینے پر یہانتک اصرار ومبالغہ کیا کہ شیخ بالکل مجبور ہوگئے اور فتاوی عالمگیری کی نظرثانی کو اپنے ہاتہ مین لے لیا ایکدن کا ذکر ہی کہ آپ فتاوی عالمگیری کے ایک مقام کی جانچ پڑتال کررہے تہے کہ ایک ایسی ناموجہ عبارت آپکی نظر پڑی جسمین اختلال کلی تہا اور اُس اختلال کی وجہ سے مسئلہ کی صورت بگڑگئی تہی آپنے فوراً شیخ حامد کو فتاوی عالمگیری کے مؤلف کی اِس لغزش پر تنبیہ کی اور فرمایا میرے نزدیک عبارت

مختل ہے اور اصل مسئلہ یون معلوم ہوتا ہے لیکن شیخ حامد نے اسپر بالکل توجہ نہین کی اور مؤلف کتاب کی وسیع و عمیق نظر پر بھروسہ کرکے شیخ کے اس اعتراض کو نگاہ وقعت سے نہین دیکھا مگر شیخ نے اپنے خیال کی تائید و توثیق کیلیے جب اُس مسئلہ کے ماخذ کا تتبع کیا تو معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ دو کتابون مین مختلف عبارتون کے ساتھ لکھا گیا ہے چونکہ فتاوی عالمگیری کے مؤلف نے دونون عبارتون کو بلا امتیاز ایک جگہ جمع کردیا ہے اسوجہ سے صورت اختلال ظاہر ہوئی ہے لہذا شیخ نے کتاب کے حاشیہ پر ذیل کی عبارت لکھدی من لم یتفقہ فی الدین قد حذف فیہ ھذا غلط وصوابہ کذا ۔ اُن دنون عالمگیر کو اس کتاب کی تدوین و تصنیف کے بارہ مین بہت کچھ اہتمام تھا اور ملا نظام جیسے فقہین مجتہدانہ کمال حاصل تھا روزمرہ ایک دو صفحہ بادشاہ کے سامنے پڑھا کرتا تھا چونکہ عالمگیر کو اس علم سے خاص دلچسپی تھی اسلئے وہ فتاوی عالمگیری کے ایک ایک مسئلہ کو غور مین ڈوبی ہوئی نظر سے دیکھتا تھا اور کاتبون کی بعض بعض غلطیان خود بتاتا تھا جب ملا نظام اُس مقام پر پہنچا جسپر شیخ نے مختصر ریمارک کیا تھا تو اتفاق سے اُس نے حاشیہ کو متن کے ساتھ ملا کر پڑھ دیا عالمگیر اس عبارت کے سنتے ہی فوراً کھٹک گیا اور جب اُس نے دیکھا کہ ملا نظام اس موقع پر نہین رُکتا تو خود ٹوک کر کہا یہ عبارت کیسی ہے ذرا پھر سے پڑھو ملا دوسری دفعہ بھی یون ہی پڑھ گیا تب عالمگیر نے اُسے متنبہ کیا لیکن ملا نظام کو فی الوقت کوئی جواب نہین بن پڑا بلکہ بطریق تدافع عرض کیا کہ اسکا مین نے مطالعہ نہین کیا ہے کل مفصل عرض کرونگا چنانچہ جب ملا نظام شاہی دربار سے واپس آیا تو شیخ حامد کو سخت عتاب کے بعد فرمایا افسوس اس جلد کو مین نے تمہارے بھروسہ پر چھوڑ دیا تھا مگر تم نے ذرا بھی غور نہین کیا اور مجھے بادشاہ کے سامنے انتہا سے زیادہ خفیف و شرمندہ کرایا شیخ حامد نے اُسوقت کوئی جواب نہین دیا اور جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کی خدمت مین حاضر ہوکر تمام قصہ دہرایا آپ نے وہ دونون کتابین جو اس مسئلہ کی ماخذ تھین شیخ حامد کے سامنے دھر دین اور عبارت کی پریشانی و اختلال ایسے طریق پر واضح کیا جسے سنکر تمام لوگ دنگ رہگئے اور شیخ کی ذہانت و حذاقت پر تحسین کرنے لگے اور اسی وجہ سے آپ محسود علما ہوگئے ۔

شیخ کی پیشین گوئی

ایک دفعہ محمد فاضل نے اپنے فرزند رشید کو اجمیر بھیجنا چاہا لیکن چونکہ سفر دور دراز اور خطرناک تھا اسلیے خود بھی اُسکے ہمراہ جانیکا قصد کیا جب شیخ سے رخصت ہونے گیا تو آپنے فرمایا تمہارے جانیکی چندان ضرورت نہین لڑکا بخیر و عافیت واپس آجائیگا اور رستہ مین کسی طرح کی زحمت و تکلیف نہینچیگی البتہ

اجمیر سے لوٹتے وقت دو منزل کے فاصلہ پر وہاں سے ڈاکو قافلہ کو لوٹینگے لیکن تم مطمئن رہو اُسکی مال و جان کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔ ہان لڑکے سے اتنا کہدو کہ اُسوقت اپنی سواری کو یکسو کرلے جبکہ ڈاکو حملہ آور ہوں شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ جب وہ وقت پہنچا تو شیخ صاحب متوجہ ہوئے اور اس توجہ مین حزن و ملال کے آثار آپکے چہرے سے ظاہر ہوئے لوگون نے اس کا سبب دریافت کیا آپ فرمایا مسافت چند روزہ طے کرنے کے سبب سے کچھہ ماندگی عارض ہوگئی ہے چنانچہ جب محمد فاضل کا لڑکا وطن کو واپس آیا تو اُس نے بیان کیا کہ اجمیر سے لوٹتے وقت دو منزل کے فاصلہ پر ڈاکوؤن نے حملہ کیا ہم نے اپنی سواری رستہ سے یکطرف کرلی ابھی اتنا مین جناب شیخ صاحب کی صورت مبارک حاضر ہوئی ڈاکوؤن نے اگرچہ بڑی بے دردی اور ظلم سے تمام قافلہ کو لوٹ کھسوٹ کر ننگا کر دیا لیکن ہماری سواری اُنکی دستبرد اور غارت سے بالکل محفوظ رہی۔

رستم اور اسد اللہ جو عالمگیر کے نہایت جنگجو اور کینہ ور دو سپہ تھے باشندگان پہلت کو ہمیشہ ستایا کرتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اُنہون نے ساکنان پہلت کے ہلاک کرنے کا قصد کیا اور ایک نہایت خونخوار و خونریز فوج سے حملہ کر دیا پہلت کے باشندے بےچین و مضطرب ہوکر شیخ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور بعد الحاح و عاجزی التجا کی شیخ نے فرمایا گھبراؤ نہین آخر کار تمہین فتحیاب ہوگے مخالفت کی فوج کو شکست فاش ہوگی اور رستم و اسد اللہ عنقریب پابزنجیر ہوکر بری حالت مین مرینگے چنانچہ مقابلہ کے دن بمضمون آیۂ کریمہ کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله ساکنان پہلت کی فتح ہوئی اور مخالفین نہایت ذلت کے ساتھ شکست کھا کر بھاگے ان بعد تھوڑے دن نہ گذرے تھے کہ اورنگ زیب کے دربار مین ایک شکایت آمیز عرضی باین مضمون پہنچی کہ رستم و اسد اللہ نے ڈاکہ زنی کا پیشہ اختیار کیا ہے اور خلق اللہ کو اپنی جابرانہ کارروائیون سے سخت پریشان کر رکھا ہے اگرچہ عالمگیر ان لوگون کی طرف سے پہلے ہی بدظن ہوچکا تھا اور بہت سے بُرے خیالات اُسکے دل مین جمگئے تھے لیکن اس شکایت آمیز عرضی اور چند خطوط نے اُسکے ظن کو اور بھی مستحکم کر دیا اب اُسکا جوش بڑھ گیا اور رستم و اسد اللہ کے قتل پر متوجہ ہوگیا سیاست ملکی کے قانون نے قطعی طور پر اُن کا استیصال کرنا چاہا اور دربار شاہی سے فرمان جاری ہوا کہ رستم و اسد اللہ کو پابزنجیر کرکے حاضر دربار کیا جائے چنانچہ اُس طرف کے حاکم نے ان دونون ظالمون کو قید کرکے روانہ دربار کیا اور یہ دونون ستمگار بڑی بیرحمی کے ساتھ قتل کر ڈالے گئے

شیخ کی فراست

شیخ صاحب ایکدفعہ اتفاقاً ایک گاؤن مین تشریف لے گئے وہان کے لوگون نے ایک قریب المرگ مریض کا قارورہ دکہایا جو بہوت کے تلخ گہونٹ پی رہا تہا آپنے فوراً نسخہ لکہکر حوالہ کیا اسی مجلس مین ایک ہندو طبیب بہی حاضر تہا شیخ کی یہ کیفیت دیکہکر بولا کہ حضور نے مریض کی بیماری کی تشخیص کی ہی کہ نہین شیخ نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ ایک عورت کا قارورہ تہا جسکا نام یہ ہی اور جسکے اخلاق و عادات اس قسم کے ہین اور فلان مرض مین مبتلا ہی جبے اُسکے تمام افعال و احوال ایک ایک کرکے معلوم ہین طبیب بولا کہ حضرت یہ مسئلہ طب مین کہان لکہا ہی فرمایا اسے طب نہین کہتے بلکہ اسکا نام فراست صادقہ ہی۔

شیخ کے عام اخلاق

شیخ کے علمی فضایل وکمالات کی نسبت جو کچہ ہمین لکہنا تہا مختصراً لکہہ چکے اب آپکے اخلاق و عادات کا ایک سرسری اور اجمالی خاکا کہینچتے ہین شیخ کے حالات زندگی پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہی کہ آپ پرلے درجہ کے مستغنی المزاج تہے یہی وجہ تہی کہ امرا و زرا سے ملنا پسند نکرتے تہے اور انکی مجلسون مین شریک ہونے کو معیوب سمجہتے تہے لیکن باوجود اسکے اگر کوئی امیر دولتمند آپکی مجلس مین آنکلتا تو عام خوش اخلاقی سے پیش آتے اور شریف القوم کی خصوصیت کے ساتہ زیادہ عزت کرتے آپکے اخلاق نہایت وسیع اور فیاضانہ تھے غرور و نخوت ترفع و کم بینی نام تک کو نہ تہی گو آپ کسی بات مین کسیکے محتاج نہ تہے لیکن پہر بہی مزاج مین انتہا درجہ کی سادگی اور عجز و انکسار تہا ہر ایک شخص کو خواہ وہ کسی قدر و منزلت کا آدمی ہوتا خوش اخلاقی اور فیاض طبعی سے پیش آتے۔ علما کی انتہا سے زیادہ تعظیم کرتے درویشون اور صالحون سے اُنکے مکان پر جاکر ملاقاتین کرتے اگر کسیکی بیماری کا حال سنتے تو فوراً اُسکی عیادت کو تشریف لیجاتے

طرز معاشرت

آپکا عام طرز معاشرت ہرطرح کی بناوٹ و تکلف سے خالی اور قابل تقلید تہا جو سامنے آیا تناول کرلیا اور جو میسر ہوا پہن لیا اپنے زمانہ کے ہمعصرون سے دوستانہ ملتے تہے اور کبہی کسی کیطرف سے ذرا کدورت نہین رکہتے تھے بزرگان دین سے عام قسم کا تعلق تہا اور صوفیائے کرام سے دلی عقیدتمندی تہی۔ خویش و اقارب سے حسن سلوک۔ غربا کی امداد۔ مہمانون کی خاطر و مدارات عام و خاص مین مشہور تہی اور اس کا چرچا

فیاضی

اس قدر پہیل گیا تہا کہ آپ تمام ہندوستان مین روشناس ہوگئے تھے غریبون اور بیکسون کے حال پر شفقت کرنے اور در پردہ اُن کی خبرگیری کرتے رہنے کے بہت سے واقعات مشہور ہین جن مین سے بعض واقعات اوپر مذکور ہوچکے ہین: کیا زمانہ بچپن اور کیا عالم شباب مین کسی ممنوع فعل کے مرتکب نہین ہوئے بلکہ ہمیشہ طریقہ محمدیہ کے قدم بقدم چلتے رہے گویا اتباع شریعت آپکا جبلی خلق تہا رات کا اکثر حصہ تہجد گذاری

طرز لباس

مین صرف کرتے اور اوقات نماز مین بکثرت نوافل پڑہا کرتے۔ باوجود پابندی شریعت اور ان فضایل کے شیخ زاہد خشک بہی نہ تہے بلکہ ہر بات مین توسط اور میانہ روی کو دوست رکہتے تہے نہ راہبون کی طرح رہبانیت کے تنگ تاریک کوچہ مین قدم فرسا تہے نہ مطلق العنانون جیسے مداہنت وتہاون کیطرف مائل تہے۔ ہمیشہ وہ شریفانہ لباس زیب بدن فرمایا کرتے جسمین کسی طرح کا تکلف کرنا نہ پڑتا نرم وسخت کا اعتبار نہ کرتے بلکہ جس صفت کا میسر ہوجاتا بڑی خوشی کے ساتہ قبول فرماتے لیکن خدا تعالی آپکو اچہا اور نرم ہی لباس بغیر آپکے اختیار کے عطا فرمایا کرتا۔ ایک دفعہ آپ ایک فاخر او قیمتی لباس زیب جسم کئے ہوئے تہے کہ ایک خشک صوفی نے اس مین بحث چہیڑدی شیخ نے فرمایا کہ میرے لباس کا ایک ایک تار اگرچہ شال درشال اور نہایت قیمتی ہے لیکن حقیقت مین محبت الٰہی کا کمند ہے کیونکہ میری کوشش وسعی کے بغیر خداوندی دربار سے عنایت ہوا ہے اور تیرے لباس کا ہر ہر تار اگرچہ ایک بڑہوتا ٹاٹ ہے مگر دراصل وہ ایک نہایت زہر یلا اژدہا ہے کیلئے کہ تونے اپنی کوشش اور ارادہ سے بہم پہنچایا ہے فی الواقع شیخ کا یہ حکیمانہ قول نہایت ہی قیمتی اور آب زر سے لکہنے کے قابل ہے فلاسفر شیرازی نے کیا خوب کہا ہے ؎ درویش صفت باش کلاہ تتری دار۔

شیخ خود فرمایا کرتے تہے کہ جب سے مین نے دنیا کو ترک کیا ہے اسوقت تک اپنے لئے بازار سے نہ تو کسی قسم کا لباس ہی خرید کیا ہے نہ عمامہ و جوتا ہی بلکہ جب جس چیز کی ضرورت پڑی خدا تعالی نے اپنی قدرت سے فوراً مہیا کردی۔ الغرض شیخ کے تمام اخلاق وعادات ایسے شائستہ وپسندیدہ تہے جنکی نظیر دنیا مین ڈہونڈے نہین ملتی تہی اور آپ مین وہ تمام خصلتین مجتمع تہین جو ایک پاکباز دیندار ولی کامل مین ہونا چاہئین۔ علم وفضل۔ فہم وفراست۔ عزم وثبات۔ سخاوت وشجاعت۔ عقل وتدبیر۔ فکر واصابت رائے۔ عالی ہمتی وصلہ پسندی۔ اتقاء وپرہیزگاری۔ نفس کشی ووفا شعاری۔ راستبازی وخداترسی۔ بے طمعی۔ عاجزی وانکساری

شیخ کا تعامل

حلم وبردباری وغیرہ وغیرہ شریفانہ اخلاق مین سب سے مستثنیٰ وممتاز تہے۔ باوجود ایسے عظیم الشان عالم وفاضل ہونیکے تکلف وتعصب مزاج مین نام کو نہ تہا اکثر امور مین تو آپ حنفی مذہب ہی کے مطابق عمل کرتے اور حنفی فقہ کے مسائل پیش نظر رکہتے تہے لیکن بعض وہ مسئلے جنہین حدیث نبوی یا وجدان کی روسے دیگر مذاہب مین ترجیح حاصل ہے بغیر تردد و انکار عمل مین لاتے تہے منجملہ ان مسائل کے ایک مسئلہ یہ ہے کہ آپ نماز مین امام کے پیچہے سورۂ فاتحہ پڑہا کرتے تہے اسیطرح جنازہ کی نماز مین بہی سورۂ فاتحہ ترک نکرتے

اگرچہ اُس عہد مین زس حد فاصل کا نام و نشان تک نہ تہا جو آج ہمارے زمانہ مین حنفی و شافعی اور مالکی و حنبلی کے گروہون مین دیکہی جاتی ہی بلکہ ہر فرقہ کے علیحدہ پیشوا بلا تامل ایک دوسرے کے پیچہے نمازین پڑہتے تہے اور باہم ایک دوسرے سے دوستانہ برتاؤ برتتے تہے کوئی کسی پر طعن و طنز نہ کرتا تہا لیکن پہر بہی ایکدن شیخ عبد الاحد قدس سرہ نے اِس مسئلہ مین بحث چہیڑ دی اور اپنے اسلاف کی ایک متواتر نقل باین مضمون پیش کی کہ نماز جماعت بالکل اُس درباری جماعت کے مشابہ ہی جو ایک اولوالعزم اور پُرشوکت بادشاہ کے سامنے کہڑے ہو کر عرض احوال کرے اور یہ ظاہر بات ہی کہ بادشاہ کا درباری ادب اسی امر کا متقاضی ہی کہ تمام لوگ ایک زبان ہو کر اپنی حاجتین عرض کرین نہ یہ کہ کوئی کچہہ کہے اور کوئی کچہہ بولے شیخ صاحب نے فرمایا کہ آپ نے حنفی مذہب کی تائید مین جو کچہہ ارشاد فرمایا ہی محض قیاس ہی اور قیاس بہی مع الفارق کیونکہ حقیقت مین دعا اور خضوع کے ساتہہ مناجات کرنا اور نفس کو تہذیب و تزکیہ سے آراستہ کرنا نماز ہی جیسا کہ حدیث نبوی لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بام الکتاب اِس دعوے پر صراحت کے ساتہہ دلالت کرتی ہی اور یہ امر اظہر من الشمس ہی کہ خدا تعالیٰ سمیع ہی اگر تمام دنیا جہان کے لوگ ایک میدان مین صف آرا ہون اور ہر شخص ایک جدا لغت اور نئے الفاظ مین مناجات کرے تو وہ ہر شخص کی علیحدہ علیحدہ مناجات سن سکتا ہی اور ایک شخص کی مناجات دوسرے کی مناجات مین خلل انداز نہین ہو سکتی اِس مناظرہ کی ذیل مین شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ جو لوگ امام کے پیچہے سورۂ فاتحہ نہ پڑہنے پر آیۂ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون کو استدلال مین پیش کرتے ہین اُن کا یہ استدلال نہایت ضعیف و کمزور ہی کیونکہ غایت ما فی الباب یہ ہی کہ آیۂ مذکور صرف نماز جہر پر دلالت کرتی ہی اور اسکی تاویلات تفاسیر معتبرہ مین بشرح و بسط مذکور ہین۔

شیخ کے تصرفات و کرامات اور دعا کی مقبولیت

شیخ کے تصرفات

شیخ کے کشف و تصرف کے واقعات اِس سے پیشتر کسی قدر اختصار کے ساتہہ بیان ہو چکے ہین اب آپکے تصرفات و کرامات کے چند واقعات قلمبند کئے جاتے ہین۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک باشندہ سرہند کو اولیاء اللہ کے تصرفات کا بالطبع انکار تہا لیکن تاہم ایک عزیز کے سلسلہ مین داخل تہا اور اُس سے بیعت کر چکا تہا اتفاقاً عید کے روز محترم و بزرگ شیخ احمد سرہندی کے فرزند رشید شیخ محمد معصوم

سے مصافحہ کیا آپ نہایت خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے اور معمولی مزاج پرسی کے بعد فرمایا تم کہاں تھے بہت روز کے بعد ملاقات ہوئی۔ شیخ محمد معصوم کی مہربانی نے اُسے اپنا گرویدہ بنالیا اور اُس کا دل خوبخود آپ کی خدمت کی طرف مایل ہوگیا اُسکا شوق جون جون شیخ محمد معصوم کی خدمت مین بڑہتا جاتا تھا دون دون اُس عزیز کی خدمت مین قصور و کمی واقع ہوتی جاتی تھی جس سے یہ پیشتر بیعت کرچکا تھا لیکن جب وہ عزیز اس قصہ سے آگاہ ہوا تو غصہ کے مارے جھلا اُٹھا اور شیخ محمد معصوم کے ہلاک کرنے پر ہمت مقرر کی شیخ نے بھی اُسکی مدافعت پر کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُسکی شر خود اُسی پر اُلٹ پڑی اور ہلاک ہوگیا اب یہ شخص اگرچہ پہلے پہل یکسو و یکجہت ہوکر شیخ کی بیعت مین مصروف رہا مگر ایک مدت کے بعد شک و اضطراب مین پڑگیا اور فسخ بیعت کرکے کسی اور درویش کی خدمت مین پہنچا غرضکہ بہت سے درویشون کی خدمت مین یون ہی پھرتا رہا اور اپنے جبلی انکار کی وجہ سے کہین سے متمتع نہین ہوا شارہ شدہ شیخ عبدالرحیم صاحب کی خدمت مین بھی حاضر ہوا اور کہنے لگا یا تو دنیا مین کوئی صاحب تصرف ہوئی نہین یا ہو تو میری نظر مین نہین پڑا۔ شیخ نے فوراً اُس کی طرف متوجہ ہوکر ایک خاص نظر ڈالی جس سے وہ بیخود ہوگیا اور حالت غیبت مین ایک عجیب و غریب واقعہ نظر پڑا کہ گویا سبز لباس عطا کیا گیا ہو جب ہوش و حواس مین آیا تو شیخ صاحب نے اس واقعہ کی اطلاع دی اُس نے دل سے اعتراف کیا اور از ان بعد اہل اللہ کے تصرف و کرامت مین کبھی شک نہین کیا۔

ایک دفعہ محمد مظفر نامی شخص نے شیخ کو ایک خط لکھا اور ایک شخص کی معرفت روانہ خدمت کیا اُس مین لکھا تھا کہ حال رقیمہ اولیاء اللہ کی توجہ و تاثیر کا منکر ہو اگر آپ نظر خاص سے اس پر متوجہ ہونگے تو قوی اُمید ہو کہ پیر راہ راست پر آجائے گا شیخ نے خط کا مطالعہ کرتے ہی ایک سرسری نظر سے لے دیکھا فوراً بیہوش ہوگیا اور غیبت کلی حاصل ہوئی۔ ہوش مین آنے کے بعد اپنے عقیدہ فاسد سے توبہ کی اور سخت نادم و پشیمان ہوا۔

شیخ کی کرامت

شیخ عبدالاحد سرہندی کی مجلس مین اکثر اوقات علمی چرچا رہا کرتی تھی اور اہل اللہ کے تصرفات و کرامات کا ذکر ہوا کرتا تھا ایک دن ایک شخص بول اُٹھا کہ اس زمانہ مین میری نظر مین تو کوئی صاحب کرامت گذرا ہی نہین شیخ عبدالاحد نے اُسکے عقیدہ کی درستی کے لئے سات روپیہ اُسکے سامنے رکھے اور فرمایا دیکھو یہ سات روپیہ مین نے شیخ عبدالرحیم کے نذرانہ کیلئے رکھے ہین لیکن جب وہ تشریف لائینگے تو مین

صرف پانچ روپے پیش کرونگا اُسپر دیکھو وہ کیا کہتے ہین اِسکے بعد شیخ عبدالاحد نے ایک شخص کو شیخ کی خدمت مین بھیجا کہ اُنھین ہمراہ لے آئے چنانچہ جب شیخ تشریف لائے تو پانچ روپے نذر کئے گئے اور ساتھ ہی کہا گیا کہ یہ آپکا نذرانہ ہو براہ عنایت قبول فرمائین شیخ نے مسکرا کر فرمایا کہ میرا نذرانہ تو سات روپے ہین پانچ کیون دیئے جاتے ہین چنانچہ شیخ عبدالاحد نے دو روپے اَور اِن مین شامل کر دیئے ازان بعد شیخ نے ہنسی سے فرمایا کہ اِس امتحان کا کفارہ بھی دلوا دیجیے شیخ عبدالاحد نے اُن مین دو روپے اور اضافہ کئے اور بہت عرض کیا کہ اِس سے میری غرض آپکا امتحان لینا نہ تھا بلکہ اِس شخص کے عقیدہ کی اصلاح منظور تھی چنانچہ وہ شخص شرمندہ ہوکر چپ ہو رہا اور اہل اللہ کی کرامت کا قائل ہوگیا۔

جب اورنگ زیب دنیا سے کوچ کر گیا اور اُسکی اولاد مین باہمی خانہ جنگیان پھوٹ نکلین اور محمد اعظم نے بھائی محمد معظم پر ایک خونخوار لشکر کے ساتھ اکبرآباد پر حملہ آور ہوا تو بعض لوگون نے شیخ سے دریافت کیا کہ اِن دونون مین کسے فتح نصیب ہوگی فرمایا مین دیکھتا ہون کہ کالی سات بند وقین محمد اعظم پر چھپائی ہوئی ہین بھلا اِس صورت مین محمد اعظم کس طرح جانبر ہو سکتا ہی چنانچہ اِس جنگ کا خاتمہ محمد اعظم کے قتل پر ہوا۔

اسیطرح جب معزالدین تخت پر جلوس فرما ہوا اور فرخ سیر نے پورب کی طرف سے خروج کیا تو معزالدین سخت متوحش اور بےچین ہوکر بیسیون درویشون کی خدمت مین حاضر ہوا اور فتح کی بشارت و دعا کی درخواست کی اسی اثنا مین کسی نے شیخ سے بھی نقل کیا کہ معزالدین بادشاہ خدمت اقدس مین حاضر ہونا چاہتا ہی فرمایا اُسکا یہان آنا مناسب نہین ہی کیونکہ اگر مین نفس الامری واقعہ بیان کرونگا تو سخت ناخوش و بد دل ہوگا اور اگر اُسکے خوش کرنے کیلئے جھوٹ بولونگا تو فقیرون کی شان کیلئے جھوٹ بولنا اور نفس الامری بات کو چھپانا ہرگز زیبا نہین۔ چنانچہ جب معزالدین اور فرخ سیر کا مقابلہ ہوا تو انجام کار فرخ سیر کو فتح نصیب ہوئی۔

ایک دفعہ شیخ کے بڑے صاحبزادے صلاح الدین کسی مہلک اور خطرناک مرض مین مبتلا ہوئے اور بیماری نے یہانتک طول پکڑا کہ زندگی کی اُمید بالکل منقطع ہوگئی اور شیخ صاحب کو یقین ہوگیا کہ اُنکا جام حیات لبریز ہوکر چھلک گیا چنانچہ اِس واقعہ کو خود شیخ صاحب یون بیان کرتے ہین کہ جب مین نے دیکھا کہ صلاح الدین کی زندگی کی رگ کٹ چکی تو لوگون کو کفن خرید کرلانے اور قبر تیار کرنے کا حکم دیا لیکن اِسکے ساتھ ہی فوراً میرے دل مین ایک جوش اُٹھا اور ایک تنہا گوشہ مین بیٹھکر دست بدعا ہوا جب میری الحاح عاجزی حد سے متجاوز ہوگئی تو ایک فرشتہ حاضر ہوا او صلاح الدین کے حیات وصحت کی بشارت دی اسی اثنا مین شیخ

شیخ صلاح الدین کو چھینک آئی اور کروٹ بدلکر کھڑے ہو گئے ایک صاحب وحدت شخص روم سے
ایران میں اور ایران سے ہندوستان میں آیا جسے عبداللہ چلپی کہکر پکارتے تھے اور جسکے عجیب و
غریب مشاہدات لوگوں سے محسوس کئے تھے اُسکی نسبت ایک یہ بات بھی مشہور تھی کہ پورے چالیس روز
بے آب و دانہ حجرہ میں معتکف رہتا ہے لوگ حجرے کا دروازہ بند کر دیتے ہیں اور چالیس دن بعد صحیح
سالم نکل آتا ہے یہ بھی سنا جاتا تھا کہ اندھیرے میں بیٹھکر قرآن مجید لکھتا اکثر ایسا ہوتا کہ زمین میں گھس
جاتا اور جہاں چاہتا نکل آتا رفتہ رفتہ لوگوں میں اُسکی یہ باتیں مشہور ہو گئیں اور وہ اولیاء اللہ اور
کراستیوں کے زمرہ میں شمار کیا جانے لگا شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اُسکے یہ کمالات و فضائل سنکر میرے
دل میں بھی اشتیاق ملاقات کی آگ بھڑک اُٹھی اور اُس سے ملنے کے لئے روانہ ہوا ان دنوں عبداللہ
چلپی بادشاہ سے مخفی ہو کر ایرانیوں کے مکان پر قیام پذیر تہا ابتداً مجھے ایرانی روافض کا سامنا کرنا پڑا
اور متنازعہ فیہ مسائل میں چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی اگرچہ میں اُن جہلاء کو منہ لگانا نہیں چاہتا اور اُن سے
مناظرہ کرنا خلاف شان سمجھتا تھا لیکن اتفاق سے مجھمیں اور اُن میں مناظرہ شروع ہو گیا اور چونکہ میں نے
اپنے تئیں ابتدا اُسنی ظاہر نہیں کیا تہا بلکہ دریافت کرنے پر اپنا مذہب خلا ما صفا ودع ما کدر بتلا یا تہا
اسلئے وہ چندان تعصب سے پیش نہ آئے ۔ مناظرہ شروع ہونے سے پیشتر بارہ مسئلے متعین ہو گئے
جنہیں میں نے ترتیب وار ایک ایک مسئلہ کرکے بیان کیا اور برہانی و خطابی دلائل سے برابر الزامی جوابات
دیتا رہا سب ملزم ہو گئے اور کسیکو مجال انکار نہیں رہا ۔ آخرکار سب متفق ہو کر بول اُٹھے انصاف یہ ہے کہ جس پہلو
پر آپ نے ان مسائل کی توضیح کی ہے ہمیں اُسمیں دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے آپ کی تقریر میں اس بلا کا
جادو ہے جسکا اثر ہمارے دلوں میں برقی قوت بنکر دوڑ گیا ہے اور ہم ذرا بھی تاب جواب نہیں رکھتے
الغرض جب اس مناظرہ کا خاتمہ ہو گیا تو میں نے عبداللہ سے ملاقات کی لیکن سچ پوچھئے تو میری نگاہ
عبداللہ کے استقبال کو جسطرح بڑی بیتابی کے شوق سے بڑھی تھی اُسکی صورت دیکھکر اُس سے زیادہ نفرت
و بدمزگی کے ساتھ پلٹی کیونکہ میں نے ایک ہی نظر میں معلوم کر لیا کہ وہ اولیاء اللہ کے طریق سے بالکل بے بہرہ
ہے چنانچہ میں نے اُسکی تعظیم سے پہلو تہی کی اور نہایت مکدر ہو کر واپس آنے لگا میرے چہرہ کا یہ فوری
تغیر دیکھکر ایک ایرانی بولا یہ کیا وجہ ہے کہ جس شوق ذوق سے آپ عبداللہ کی ملاقات کو تشریف لائے
تھے اُس سے زیادہ آپنے اُسے دیکھکر اعراض و پہلو تہی کی میں نے جواب دیا کہ میں عبداللہ کو ولی خیال

کرتا تھا لیکن دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ولی نہین ہی بلکہ صاحب دعوت ہی عبداللہ نے جب میری یہ
تقریر سُنی تو کہنے لگا انصاف یہی ہی جو شیخ صاحب فرماتے ہین زان بعد عبداللہ نے دعاء سیفی پڑھنی
شروع کی اور پڑھتے پڑھتے ایک ایسے موقع پر پُہنچا جہان اگرچہ بلحاظ قواعد نحویہ اعراب مین دو وجہ
کا احتمال تھا لیکن باعتبار وجدان صرف ایک ہی وجہ متعین تھی اور عبداللہ نے دوسری وجہ کو اختیار کیا تھا
اِس پر مین بول اُٹھا کہ عبداللہ! تم نے اعراب مین غلطی کی ہی اِس کے جواب مین اُس نے زور سے کہا
کہ نہین مین نے غلطی نہین کی بلکہ غلطی پر تم ہو اِس باب مین مناظرہ شروع ہوگیا اور دعاء سیفی کے وہ نسخے
فراہم کئے گئے جو اُستادون سے پہنچے تھے اتفاق کی بات ہی کہ مختلف اُستادون کے بارہ نسخون مین عبداللہ ہی کے
مطابق نکلا لیکن تیرہوان نسخہ جو شیخ احمد جام کے تبرکات مین سے تھا اور جو سب نسخون سے زیادہ معتبر
و مستند تسلیم کیا جاتا تھا بعض امرا کے کتب خانہ سے تلاش کرکے موجود کیا گیا اُس مین وہی لکھا تھا جیسا
کہ مین کہتا تھا۔ عبداللہ نے اعتراف کیا اور اِس تلاش و تتبع پر عش عش کرنے لگا زان بعد یارانون کی طرف
متوجہ ہوکر کہنے لگا تم جانتے ہو کہ مین نے اِس بارہ مین اسقدر موشگافی اور جہان بین کیون کی؟ اِس وجہ سے
کہ جب مین اِس مقام پر پُہنچتا تھا تو ایک ظلمت خیز تاریکی دیکھتا تھا۔ انجام کار عبداللہ چلپی نے شیخ کی ارادت
کا حلقہ کان مین ڈالا اور آپ سے بیعت کرکے طریقۂ قادریہ مین داخل ہوگیا۔

شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہی کہ شیخ صاحب اِس فقیر کو عجیب و غریب معارف کی تعلیم کیا کرتے تھے ایک
دن کا ذکر ہی کہ آپنے حدیث اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور اللہ تعالی کی تفصیل و توضیح فرمائی اور
اسکی شرح مین دو قصے نقل کئے ایک شیخ رفیع الدین صاحب کی فراست کا قصہ دوسری اپنی فراست کا واقعہ آپ
فرمانے لگے کہ ایکدفعہ ایک فقیر وضع شخص سر سے پاؤن تک برقع مین لپٹا ہوا آیا جو نہایت سوز و گداز سے
ہر وقت دبہر لحظہ عاشقانہ اشعار پڑہتا اور گریہ و زاری کیا کرتا تھا مجھسے بیعت کرنی چاہی اور قیام کے لئے ایک گوشہ
کی درخواست کی مگر مین نے اُس سے طبعی نفرت اور بے توجہی ظاہر کی جب وہ باہر چلا گیا تو مین نے حاضرین
کو متنبہ کیا کہ یہ ایک نہایت زہریلا سانپ ہے تا بامکان اِس سے محترز و مجتنب رہنا چاہیئے لیکن حاضرین نے
میری اِس تقریر کو غیبت کے کانون سے نہین سنا اور دل مین انکار کیا۔ مگر تھوڑی مدت نہ گذری تھی
کہ وہی شخص عورت کا روپ بھر کر عاقل خان کے گھر مین خیرات کی تقریب مین گھس گیا (عاقل خان اُس
زمانہ مین دہلی کا صوبہ اور عالمگیری دربار کا ایک معزز و ممتاز گورنر تھا) جب وہان سے پلٹ کر آنے لگا تو دربانون

سے نے اُس کی ہیئت رفتار کو نگاہ تعجب سے دیکھا اور دل میں یہ خیال کر کے کہ عورتوں کی رفتار سے اسکی رفتار
بالکل جدا ہے درپے تجسس ہوا اور جب حقیقت امر واضح ہوا تو گرفتار کر لیا گیا استفسار کے بعد معلوم ہوا کہ کسی
شریف عورت کو ورغلا کر بھگا لایا تھا اور اُسکی برقع پوشی اور گوشہ نشینی کی علت غائی یہی تھی۔

شیخ کی قبولیت

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بارش بند ہوگئی اور قحط سالی کے آثار تمام اطراف میں چھا گئے عام لوگوں میں ایک
طرح کی بےچینی پھیل گئی اور جب بیقراری حد اعتدال سے بڑھ گئی تو شیخ کی خدمت میں رجوع کر کے دعا کے
خواستگار ہوئے شیخ نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دعا کی۔ دعا کا ہنوز خاتمہ بھی نہوا تھا کہ ایک گہرا ابر نمودار ہوا
اور خفیف سی ترشح ہونے لگی ازاں بعد شیخ نے فرمایا کہ کثرت بارش ہماری خام اور کچی دیواروں کی پوشش پر موقوف
ہے یعنی تدبیر ہمارے مکان کی دیواروں کے ڈھانے اور مسمار کرنے سے احتراز کرتی ہے آپ کی زبان مبارک سے
یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ لوگوں نے ایک عاجلانہ حرکت کے ساتھ بانس اور گھانس فراہم کر دی اور شیخ کے مکان
کی دیواروں کو گھانس سے پاٹ دیا پھر جو موسلادھار پانی پڑنا شروع ہوا تو تمام خشک چشمے اور سوکھی نہریں اُبل
پڑیں اور ایک مدت تک لوگوں کو بارش کی حاجت نہیں رہی۔

شیخ پر لوگوں کا حسد

اونے سے اعلے درجہ تک کے لوگوں کو یہ بات تسلیم ہے کہ دنیا میں کوئی کیسا ہی صاحب اقبال اور اہل دنیا سے
بےتعلق کیوں نہ ہو لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ تمام ملک و قوم کو راضی کر سکے شیخ کے فضل و کمال کا ستارہ جب عروج
پر پہنچا اور آپکے کشف و کرامات کا چرچا گھر گھر پھیل گیا تو آپکے اقبال اور رواج حشم کو دیکھکر بعض لوگ حاسد
دشمن پیدا ہو گئے تھے لیکن اسکے ساتھ ہی خدا کا فضل و کرم ہر وقت آپکے شامل حال رہا اور کسی دشمن کا مکر و فریب
ذرا چل نہ سکا چنانچہ خود شیخ صاحب اس قسم کے چند واقعات اپنی قلم مبارک سے تحریر فرماتے ہیں آپ لکھتے ہیں کہ
جب میں ابتدائی زمانہ کے مرحلے طے کر رہا تھا تو اُس وقت یہ کیفیت تھی کہ جسے میں نگاہ قبول سے دیکھتا تھا وہ مجھپر فریفتہ
و شیدا ہو جاتا تھا اسی وجہ سے میں کسی کی طرف التفات نکرتا تھا اور محمد فاضل کے بالاخانہ پر تنہا جا بیٹھتا تھا جب لوگوں
کی آمد و رفت کا وقت ہوتا تو میں ایک چادر سے اپنے تمام جسم کو چھپا لیتا۔ اتفاقاً ایک روز ہدایت اللہ بیگ
اُس قرابت کی وجہ سے جو ان دونوں میں متحقق تھی آیا اور میرا اُسکا سامنا ہوگیا مجھے دیکھتے ہی فریفتہ ہوگیا اور
بیعت کی استدعا کی چونکہ میں نے پہلے سے سن رکھا تھا کہ وہ ایک نقشبندی عزیز کے ساتھ ربط بیعت رکھتا ہے
اس لئے میں نے کہا کہ تمام فقرا تن واحد کے منزلہ ہیں اور جب یہ ہے تو اُسی عزیز کا حق مقدم ہے جس سے
تم پہلے بیعت کر چکے ہو لیکن جب اُس نے انتہا سے زیادہ مبالغہ کیا اور اسکی فریفتگی و شیفتگی حد سے متجاوز ہوگئی تو مجبوراً

میں نے اُس سے بیعت لیلی اور ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ اُس عزیز کی خدمت میں قصور نکرنا اور تا بہ امکان
اس جدید بیعت کا اظہار نہ کرنا مگر شدہ شدہ اُس عزیز کے کان تک یہ خبر پہنچ گئی غصہ میں جھلا اُٹھا اور
ہدایت اللہ بیگ کی معرفت مجھے کہلا بھیجا کہ ابھی تمہاری جوانی کا زمانہ ہے اور تم طلب کا درجہ رکھتے ہو میں ارشاد کا میں اُسکے
جواب میں کہلا بھیجا کہ فطرت کی بخششیں اور حق تعالی کی عطیے کبر سنی پر موقوف نہیں ہیں نیز بقول ایک فلسفی کے بزرگی بعقل است
نہ بسال" فضیلت و بزرگی کا تاج اُسی سر پر منحصر نہیں ہے جو عمر میں بڑا ہو۔ جب میرا یہ پیام سنا تو غصہ میں سرخ ہو گیا اور دوبارہ کہلا
بھیجا کہ پھر انتقام سے غفلت میں نہ رہنا چاہئے بیٹے کہا لایحیق المکر السیئ الا باھلہ تم جو کر سکتے ہو کر گذرو انشاء اللہ اُسکا وبال
تم ہی پر پڑیگا چنانچہ اُسنے میری ایذا پر کمر ہمت باندہی اور میں بھی مدافعت میں مشغول ہوا نوبت یہانتک
پہنچی کہ اُس عزیز کو ظاہر ہوا کہ سینہ میں خنجر لگا اور جام حیات لبریز ہو گیا۔ آدہی رات کا وقت تہا کہ اُسنے
ہدایت اللہ بیگ کو بلا کر معذرت کی اور نیازمندی ظاہر کر کے کہا یہ تو مجھے یقینی طور پر معلوم ہو گیا ہے کہ اب میں
کسی طرح جانبر نہیں ہو سکونگا لیکن میں چاہتا ہوں کہ شیخ میرے ایمان کو تباہ و برباد نکریں میں نے کہا
اگر تم میری ایذا کے درپے نہوتے اور اس بارہ میں پہل نکرتے تو یہانتک نوبت کیوں پہنچتی الحمد للہ کہ
تمہارے ایمان میں کسی قسم کا ضرر رجوع نکریگا چنانچہ اُسی شب کو وہ عزیز عالم آخرت کی طرف کوچ کر گیا۔
شیخ صاحب فرماتے ہیں ایک دفعہ میرے اہل محلہ نے مجھپر جادو کیا ایک رات کو میں جاگتے ضرور گیا دیکھتا
ہوں کہ ایک شخص جوگی کا روپ بھرے ہوئے کھڑا ہے میں چند قدم اُسکی طرف بڑہا اور پاؤں سے جوتا
اُتار کر خوب پیٹا فورًا ایک دہواں ظاہر ہوا اور دیکھتے دیکھتے غائب ہو گیا ایک اور مرتبہ مخالفوں نے سحر کر کے
اپنا دلی بخار نکالنا چاہا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آگ کا پتلا آتشیں گھوڑے پر سوار اور آتشیں نیزہ ہاتھ
میں لئے ہوئے مجھپر پلا آتا ہے اسی حالت میں میں نے ایک نرسر کا ٹکڑا ہاتھ میں لیا اور قرآن کی کوئی سورت
پڑھکر پہینکا نہ اُسپر حملہ کیا نرسر کی ضرب کہاتے ہی سوار نیز اُسکا گھوڑا و نیزہ پہکا ہوا کوئلہ ہو کر گر پڑا صبح کو مخدومی
شیخ ابوالرضا محمد کے سامنے میں اس واقعہ کو بیان کر رہا تہا کہ ایک بلی کا بچہ میرے سامنے سے گذرا جوں ہی
میں نے اُسپر ہاتھ رکھا فورًا ایک جست کی جست کے ساتھ ہی اُسکے مُنہ سے خون بہنے لگا اور موت کے گھونٹ
پیکر راہ فنا پر گامزن ہوا۔ ایک اور مرتبہ لوگوں نے مجھپر سحر کیا جسکی وجہ سے سخت بیمار ہو گیا ہرچند کہ علاج کیا گیا
اور ازالہ مرض کی تدبیریں پے درپے کی گئیں لیکن کوئی تدبیر موثر نہ پڑی اسی اثنا میں میں نے خواب میں دیکھا
کہ ایک بزرگ کھڑے فرما رہے ہیں کہ تمپر سحر کیا گیا ہے قرآن کی فلاں فلاں آیتیں پڑہو۔ ایک دفعہ حاسدوں نے

مجھپر ایک طوفان اُٹھایا اور قاضی کی عدالت مین جا استغاثہ دائر کیا طلبی کی بعد مجھے بھی عدالت مین جانا پڑا خدا کی قدرت کہ گواہون کے منہ کالے پڑ گئے اور زبانین گنگ ہوگئیں۔ بھری عدالت مین اُنکی دروغگوئی ظاہر ہوئی اور مدعی سخت شرمندہ ہوئے ہرچند کہ قاضی نے اُنکی تشہیر کرنی چاہی لیکن مین نے اصرار کیا کہ ان کے لئے یہی فضیحت و ذلت کافی ہے۔

شیخ کی صحبت کا اثر

اثر صحبت

شیخ کے علمی کمال کا پایہ اس قدر رفیع و اعلی تھا کہ جو شخص آپ کی خدمت مین دلی عقیدتمندی کے ساتھ صحبت رکھتا تھا اُسمین ایک ایسا عجیب و غریب اثر سرایت کر جاتا تھا جس کے نظیر سے بڑے بڑے کاملین کے حلقے خالی ہوتے تھے اور بعض بعض آپ کے صحبت یافتہ ایسے مقتدر و معزز تھے جو خود کاملین وقت اور مجتہدین فن مین شمار کئے جاتے تھے۔ محمد فاضل کی لڑکی جسکا نام شریفہ تھا اور جس نے باوجود صغرسنی کے شیخ کی انعکاسی شعاع کو قبول کر لیا تھا اُسپر بہت سے امور منکشف ہوگئے تھے اور اپنے عہد مین ولیہ و صدیقہ کے ممتاز القاب سے پکاری جاتی تھی اُسکے کشف کی یہ حالت تھی کہ ایک رات واجب الاحترام شیخ تسبیح ہاتھ مین لئے ہوئے محمد فاضل کے مکان کی طرف تشریف لئے جاتے تھے اتفاق سے تسبیح آپ کے ہاتھ سے گر پڑی جب آپ مکان مین تشریف لائے تو شریفہ بولی مجھے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کی تسبیح فلان مقام پر پڑی ہوئی ہے لوگون نے جب اُس مقام کو شمع سے دیکھا تو حقیقت مین تسبیح اسیجگہ پڑی ہوئی تھی۔ ایکدن شریفہ گھر مین موجود تھی کہ دفعۃً کہنے لگی شیخ ہمارے مکان پر آتے ہین اور اسوقت آپ کو فلان کھانے کی طرف رغبت ہے گھر والون نے شریفہ کا بتایا ہوا کھانا طیار کیا چنانچہ شیخ تشریف لائے اور اُسی کھانے کی رغبت ظاہر فرمائی۔ ایک اور دفعہ کا ذکر ہے کہ شریفہ اپنے گھر مین بیٹھی تھی اور اتفاق سے شیخ بھی وہین تشریف رکھتے تھے شیخ سے متوجہ ہو کر بولی کہ شیخ فتح محمد نے ہمارے مکان کی طرف توجہ مبذول فرمائی ہے تھوڑی دیر کے بعد اسوقت شیخ فتح محمد ایک شخص سے باتین کرنے کھڑے ہوگئے ہین اور ایسے مقام پر کھڑے ہوئے ہین کہ خود تو دھوپ مین ہین اور وہ شخص سایہ مین ہے ازان بعد بولی کہ شیخ نے بازار سے تین نارنگیان خریدی ہین دو اپنے لڑکون کے واسطے اور ایک آپ کے لئے پھر کہا اب شیخ کی نیت بدل گئی ہے کیونکہ دو نارنگیان تو آپ کے لئے مقرر کی ہین اور ایک دونون فرزندون کے واسطے۔ اس کے بعد کہا اب شیخ ہمارے

دروازہ پر آکھڑے ہوئی ہیں چنانچہ جب شیخ فتح محمد سے یہ تمام باتیں دریافت کی گئیں تو انہوں نے بے کم و کاست ویسی ہی بیان کیں جس طرح شیخ نے کہا تھا۔

محمد غوث پھلتی کا بیان ہی کہ ایک دن شیخ حجرہ میں تنہا سوتے تھے میں آپ کی زیارت کے لئے گیا لیکن آپکے بعض مخلص و بے ریا معتقدین نے مجھے اندر جانیسے منع کیا اور کہا شیخ آرام میں ہیں اسوقت حجرہ میں جانے کی اجازت نہیں ہی میں مجبور ہوکر دروازہ پر ٹھیر گیا اسی اثنا میں حجرہ کے اندر سے ایک رونے کی آواز میرے کان میں پہنچی جس نے مجھے سخت بیچین کر دیا اور میں ایک بے اختیارانہ جوش کے ساتھ بغیر اجازت حجرہ میں گھس گیا حجرہ کے اندر قدم رکھتے ہی بہت سی غیبی چیزیں مجھ پر منکشف ہوگئیں اور ان دیکھی چیزیں نظروں کے سامنے پانے لگا منجملہ اُن کے ایک یہ کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ فرہاد خاں باشندہ حسین پور شیخ کی زیارت کے قصد سے آرہا ہی الغرض جب میں شیخ کے قریب پہنچا تو آپنے پاؤں مبارک میری طرف پھیلا دیئے اور میں آہستہ آہستہ پاؤں دبانے میں مشغول ہوا اُس وقت میرے دل میں یہ کھٹکا پیدا ہوا کہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کا ایک دوسرا جمال ہوتا ہی جو عوام اشخاص کی نظروں سے مستور و مخفی رہا کرتا ہی وہ جمال کیسا ہوتا ہی اب جو میں آنکھ اُٹھا کر دیکھتا ہوں تو شیخ کے چہرہ مبارک سے ایک حجاب آہستہ آہستہ اُٹھتا جاتا ہی گویا ایک ابر کا ٹکڑا بدر کامل کے حلقہ سے علیحدہ اور جدا ہوتا جاتا ہی یہانتک کہ جب وہ پردہ ذقن مبارک تک مرتفع ہوگیا تو ایک ایسی آنکھوں میں خیرگی اور چکا چوند پیدا کردینے والی روشنی ظاہر ہوئی کہ میں بیہوش ہوکر گرنے لگا شیخ صاحب میری یہ حالت دیکھکر فوراً اٹھ بیٹھے اور وضو کرنے میں مصروف ہوگئے میں یہ تمام واقعہ عرض کرنیکی غرض سے آپکے پاس گیا فرمایا بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں فرہاد خان ابھی آیا چاہتا ہی چنانچہ تھوڑے عرصہ کے بعد فرہاد خاں خدمت شیخ میں مشرف و ممتاز ہوا۔

شیخ کے ملفوظات

چونکہ اب شیخ کے علمی کارناموں کا خاتمہ ہی اس لئے یہاں آپکے بعض حکیمانہ اقوال اور دلآویز فقرے نقل کئے جاتے ہیں جن سے شیخ کی بیدار مغزی اور فضل و کمال اور تخالف خیالات کا اندازہ ہو سکتا ہی۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ والد بزرگوار اس فقیر کو مجلس صحبت میں اکثر اوقات حکمت عملی اور آداب معاملہ کے متعلق بہت کچھ تعلیم فرمایا کرتے تھے اُن میں سے بعض باتیں فقیر کو محفوظ ہیں معرض بیان میں لاتا ہے

(۱) آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجلس میں کبھی کسی قوم کو برائی سے یاد نہ کرو مثلاً یوں نہ کہو کہ اہل پورب ایسے ہیں اور باشندہ پنجاب اِس قسم کے ہیں افغان ایسے اور مغل ویسے ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اُس قوم کا مجلس میں موجود ہو اور اپنی قوم کی برائی سُن کر اُس کی حمیت کی رگ حرکت میں آئے اور صحبت درہم و برہم ہو جائے۔

(۲) عام مجالس میں جمہور کے مخالف ہرگز کوئی بات زبان پر نہ لاؤ گو فی نفسہ صحیح اور درست ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ عام لوگ جب اُسے انکار کے کانوں سے سُنیں گے تو ضرور ہی بد دل ہونگے اور صحبت منغض و پریشان ہو جائے گی۔

(۳) اگر تمہیں کسی شخص کی طرف کوئی ضرورت پڑے تو اول اُس کے سامنے ایک شائستہ اور معنی خیز تمہید پیش کرو اور حاجت طلبی میں نہایت سہولت و تدریج سے کام لو یہ نہیں کہ پتھر کی طرح بات کو پھینک مارو اور موقع و محل نہ دیکھکر بات کو ضائع و برباد کردو۔

(۴) مرد کو وہ لباس و عادت اختیار کرنا چاہیئے جو اُس کی صفت کمال کا نمونہ ہو مثلاً جو شخص دانشمند ہو اُسے چاہیئے کہ دانشمندوں جیسا لباس زیب جسم کرے اور دانشمندانہ طریقہ سے زندگی بسر کرے اور جو شخص فقیر ہو اُسے فقیرانہ لباس سے تن پوشی کرنا چاہیئے اور فقیرانہ زندگی بسر کرنا مناسب ہے۔

(۵) جب بزرگ اور معزز لوگوں سے ہمکلام ہو تو بیچدار اور مختصر تقریر نہ کرو بلکہ جہاں تک ہو سکے صاف صاف لفظوں میں توضیح مطلب کرو اور اُس کے ساتھ ہی کسی قدر آواز بھی بلند و اونچی کرو کیونکہ مغلق اور پیچیدہ باتیں بزرگوں کے سامنے پیش کرنا نہایت گستاخی و بے ادبی ہے۔

(۶) مریض کی عیادت سے بڑا مقصود اُسکی رضامندی ہے نہ صرف کیفیت مزاج کی اطلاع - یہی کیفیت تعزیت اور سفارش کی سمجھنا چاہیئے پس جو ان تمام باتوں کو بجالایا اور صاحب معاملہ کو اپنی محنت پر مطلع نہیں کیا گویا اُس نے اپنی محنت کو ضایع و برباد کر ڈالا۔

(۷) جب شیخ صاحب یاروں کو رخصت کرتے تو محل وصیت اور مقام تودیع پر یہ بیت اکثر پڑھا کرتے

آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرف است ۔۔۔ با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

(۸) جو لوگ قدر و منزلت میں تم سے کم درجہ رکھتے ہیں اگر وہ تمہیں ابتداءً سلام کریں تو اسے خداوندی نعمتوں میں سے ایک نعمت شمار کرو اور اسکا شکریہ بجالاؤ اُنسے نہایت خندہ پیشانی اور ہنس مکھ چہرہ سے

ملاقات کرو اور جوش مسرت کے ساتھ مزاج پرسی کرو کس لئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس قسم کے لوگ آدنے التفات سے جسکی وقعت و قدر تمہاری نگاہ میں کچھ بھی نہیں ہوتی حد سے زیادہ خوش ہو جاتے اور نظر وقعت سے دیکھتے ہیں اور اگر تمہاری طرف سے بے التفاتی دیکھتے ہیں تو محزون و غمگین ہو جاتے ہیں ۵

صد ملک دل بہ نیم نگہ میتوان خرید   خوبان درین معاملہ تقصیر میکنند

(۹) بعض آشنا ذاتی محبت رکھتے ہین کہ اگر تمہاری محبت تدریجاً اُنکے دل مین مستقر ہوتی ہے تو پھر کسی حالت میں کیا خوشی و فراخی کے زمانہ مین اور کیا تنگی و سختی کے وقت مین کبھی اُن کے دل سے نہین جاتی ایسے لوگوں کی محبت بہت غنیمت شمار کرنا اور اُنہیں پیارے فرزندوں سے بھی عزیز تر رکھنا چاہیئے اور بعض آشنا اس قسم کے ہوتے ہیں جنکی آشنائی کا سبب ظہور فضیلت کا نشان ہوتا ہے اور وہ کسی نہ کسی حاجت کی وجہ سے تمہارے آشنا بنجاتے ہین تمہین ہر شخص کو جاننا اور ہر ایک کو اُسکی منزلت و قدر میں رکھنا چاہیئے اور کسی اُس کے مرتبہ سے بڑھکر اعتماد کرنا ہرگز مناسب نہیں۔

(۱۰) عقلا و حکما کا کام نہیں ہے کہ کسی کام میں صرف استیفا کے لذت مقصود ہو بلکہ چاہیئے کہ اُسکے ضمن میں دفع حاجت یا اقامت فضیلت یا ادا سنت واقع ہو۔

(۱۱) بات کرنے رستہ چلنے نشست و برخاست کرنے میں طاقتوروں کی رسم اور اُنکی عادات استعمال مین لاؤ اگرچہ فی نفسہ ضعیف و ناتوان کیوں نہو اور اگر اتفاقیہ کوئی عیب یا خیانت تم سے ظہور مین آئے تو اُسکے پوشیدہ کرنے مین انتہا سے زیادہ کوشش کرو اور تا بہ امکان شرمندہ و خجل رہو بلکہ اپنے تئین صفت مقابل پر بہ تکلف مستعد و آمادہ کرو تا کہ نفس اُس سے خوگیر نہ ہو۔

(۱۲) ایک مرتبہ کسی شخص نے مخدومی شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ خدا تعالی کا رستہ کیونکر طے کرنا چاہیئے اور کیمیا کا حقیقت مین وجود ہے کہ نہین شیخ ابوالرضا محمد نے یہ خط جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے حوالہ کر دیا آپ نے اُسکے جواب مین لکھا اذا تزوجت الاجساد تجسدت الارواح حصل المقصود۔

(۱۳) ایک دفعہ شیخ کے ایک مخلص و بے ریا معتقد نے سوال کیا کہ ابناء روزگار مین کسطرح زندگی بسر کرنا چاہیئے فرمایا کن فی الناس کاحد من الناس پھر اُسنے دریافت کیا کہ حضرت حق تک پہنچنے کا کیا طریقہ ہے فرمایا رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ

(۱۴) ایک مرتبہ آپ سفر مین تھے اور ہمراہی لوگ نوبت بہ نوبت بہلی پر سوار ہوتے چلے جاتے تھے۔ اسی اثنا مین بعض لوگ ایسے بھی تھے جو اپنی باری سے زیادہ سوار ہوتے شیخ صاحب نے اُن لوگون سے متوجہ ہوکر فرمایا جو بہلی مین سوار تھے کہ آیہ اعدلوا ھو اقرب للتقوی کون سے سیپارہ مین ہے شیخ بدرالحق فوراً اس رمز کو تاڑ گئے اور بہلی سے نیچے اُتر کر کہنے لگے کہ حضرت لیجدون کا پارہ اس آیت کا ہے

(۱۵) شیخ امان اللہ جب کابل کی طرف متوجہ ہونے لگے تو جناب شیخ صاحب سے رخصت ہونے آئے اور دعا کے مستدعی ہوئے فرمایا جس مقام مین قیام پذیر ہو اولیاء اللہ کے کھوج مین لگے رہو اور جس سالک و مجذوب سے اس معنی کی بو سونگھو اسکی صحبت کو مغتنم سمجھو چنانچہ شیخ امان اللہ کابل کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کے فرمان کے بموجب اولیاء اللہ کی تلاش مین رہے لیکن جب واپس آئے تو شیخ کے سامنے کھڑے ہوکر یہ بیت باواز بلند پڑھی ؎ آفاق را گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام + بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

(۱۶) شیخ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص نے اپنی استعداد کے مطابق مسئلہ معیتہ سے حظ اُٹھایا اور اپنے ذوق کے مطابق اُس سے حصۂ خاص لیا ہے جو گروہ اس بات کا معتقد ہے کہ خدا تعالی اپنے علم قدرت سمع و بصر کے ساتھ سب کو محیط ہے اُنکی دلیل یہ ہے ما یکون من نجوی ثلثة الا ھو رابعھم ولا خمسة الا ھو سادسھم الخ ایک فریق کا اس پر اعتقاد ہے کہ ہر فعل و انفعال اور ہر حرکت و صفت جو عالم مین ظہور پذیر ہے سب حق تعالی کی طرف سے ہے اُسکی دلیل ایک تو یہ آیت ہے قل کل من عند اللہ دوسری یہ آیت وما بکم من نعمة فمن اللہ اور ایک جماعت ہمہ اوست کی قائل ہے اُن کی دلیلین یہ ہین کل شئ ھالك الا وجھہ. ھو الاول والاخر والظاھر والباطن اور ایک فریق حق کو حق مین دیکھتا ہے لیکن اس مقام کی اظہار حقیقت سے عبارت محض قاصر و عاجز ہے۔

(۱۷) لوگ جانتے ہین کہ ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنا ایک نہایت دشوار و سخت بات ہے کیونکہ جس قدر اُن کے ساتھ زیادہ سلوک کیا جائے گا ہنوز تھوڑا ہے لیکن مین کہتا ہون کہ بر والدین بہت ہی سہل و آسان امر ہے کس لئے کہ والدین اپنی اُس پہلے درجہ کی شفقت و مہربانی کی وجہ سے جو انہین قدرتی طور پر اولاد سے ہوتی ہے ادنی درجہ کی دلجوئی سے رضا مند ہو جاتے اور تھوڑی سی چیز کو بہت شمار کرتے ہین۔

(۱۸) جب خدا تعالی کسیکو کوئی کیفیت و حالت عنایت فرمائے تو تا بہ امکان اُسکی کافی طور پر نگہداشت کرے اور اُسکی نگہداشت کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے تئین کسی چیز مین مشغول نہ کرے اور جس متبرک جگہ سے کہ یہ کیفیت

حاصل ہوئی ہے اُسے چھوڑے علی ہذا القیاس جس ہیئت پر نشست رکھتا ہے اُسے جہانتک بن سکے بدلے
اور بجز اس کے تمام باتون کو یکلخت ترک کر بیٹھے جیسا کہ حافظ شیرازی کہتے ہیں ؎

اینجا فنون شیخ نیرزد بہ نیم جو   دل را بدست آر ہمین مشرب است بس

(۱۹) ایک مرتبہ تمباکو کی نسبت ذکر چھڑ گیا شیخ نے گو اُسکی حرمت کی توضیح و تفسیر نہین فرمائی لیکن قباحت
و شناعت کے بہت سے شواہد ذکر کئے منجملہ اُن کے ایک یہ قصہ نقل کیا کہ لاہور مین دو عزیز سکونت رکھتے
تھے ایک انتہا درجہ کا فاضل اور جامع کمالات تھا نیز علوم وہبی و کسبی مین بھی پورا پورا اقتدار رکھتا تھا لیکن
تمباکو سے احتراز نکرتا تھا۔ دوسرا اگرچہ محض اَن پڑھ اور عامی درویش تھا مگر تمباکو سے ہمیشہ محترز رہتا
تھا ایک رات دونون نے اپنی اپنی جگہ واقعہ مین دیکھا کہ گویا یہ درویش عالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی مجلس مقدس مین نہایت اطمینان سے بیٹھا ہوا ہے اور اُس فاضل کو مجلس نبوی مین بیٹھنے کی اجازت نہین
ملتی ہے آخرکار اسی عامی نے اہل مجلس سے دریافت کیا کہ اس فاضل درویش کو مجلس مین آنے کی اجازت
کیون نہین دیجاتی جواب دیا کہ چونکہ یہ شخص تمباکو پیتا ہے اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس سے
کراہت رکھتے ہین اسوجہ سے اُسکی شرکت اس مجلس مین پسند نہین فرماتے جب صبح ہوئی تو اس عامی نے
بمقتضائے ہمدردی رات کے واقعہ کی تبلیغ کرنی چاہی لیکن جون ہی اُس فاضل کے گھر مین داخل ہوا دیکھا
کہ وہ پُرنم آنکھون سے آنسوون کی ندیان بہا رہا ہے اور ایک سخت رنج و الم مین بھرا بیٹھا ہے جب اس نے
اس رونے اور اندوہ و غم کا سبب دریافت کیا تو وہی مجلس نبوی مین شریک ہونے کی عدم اجازت بیان
کی اِس نے کہا عزیز من اُنہین خوش ہونا چاہئے کیونکہ مین نے اہل مجلس سے اسکا سبب دریافت کر لیا
ہے اور وہ تمباکو کا پینا ہے فاضل درویش نے یہ تقریر سنتے ہی حقے اور نَے کو چور چور کر ڈالا اور حقہ کشی سے
توبہ نصوح کر لی۔ آنے والی شب کو پھر دونون نے ایک ہی ساعت مین خواب دیکھا کہ گویا فاضل آنحضرت کی مجلس
مین موجود ہے اور تمام لوگون سے آگے آنحضرت کے بہت ہی قریب بیٹھا ہوا ہے آپ نہایت مہربانی کے
ساتھ اُسکی طرف ملتفت ہین اور بیحد عنایتین فرما رہے ہین۔

(۲۰) شیخ فرماتے ہین کہ ہمارے دوستون مین ایک عزیز گو تمباکو سے احتراز کرتا تھا لیکن مہمانون کے لیئے
و نَے گھر مین رکھتا تھا ایک مرتبہ اُس نے خواب مین دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے مکان
مین تشریف لائے ہین لیکن مکان مین داخل ہونے کے بعد ہی ایک نفرت و کراہت کے ساتھ مراجعت

فرمائی ہے شخص آنحضرت کی یہ نفرت دیکھکر آپ کے عقب مین دوڑا اور نفرت و کراہت کا سبب دریافت کیا فرمایا تیرے گھر مین حقہ نے چلم موجود ہے اور ہمین ان چیزون سے سخت نفرت ہی۔

(۲۱) فرماتے ہین کہ ہمارے محلہ مین ایک خیاط سکونت رکھتا تھا ایک دن مین نے ایک آدمی بھیجکر اُسے بلایا معلوم ہوا کہ وہ دفعۃً مرگیا ہے اور اُسکے متعلقین گریہ وزاری مین مصروف ہین لوگ غسل وکفن کا انتظام کر رہے ہین۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے جامع مسجد کی طرف جانے کا اتفاق ہوا دیکھتا ہون کہ وہی درزی بازار مین کھڑا باتین کر رہا ہے مجھے اسوقت نہ صرف تعجب بلکہ تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوئی اور جب اُسکا واقعہ سُنا تو اور بھی تحیر ہوا اُسنے بیان کیا کہ مین اسی محلہ کے ایک تنگ گلی مین چلا جاتا تھا کہ دفعتہً ڈراونی شکل کے دو آدمی نہایت غیظ وغضب مین بھرے ہوئے میری طرف بڑہے چلے آرہے تھے جنکی ہیبت ورعب میرے دل مین اسقدر بیٹھ گیا کہ سر سے پاؤن تک تھر تھر کانپنے لگا اُن مین سے ایک شخص نے آگے بڑہکر میرے اس زور سے طمانچہ مارا کہ مین بیہوش ہوکر گر پڑا گویا بظاہر مین مرگیا تھا لوگ مجھے بمشکل گھر لائے اور تجہیز وتکفین کی طیاریان کرنے لگے لیکن مین اسی اثنا مین دیکھتا ہون کہ وہ دونون پُرشوکت وہیبت شخص مجھے لئے جاتے ہین یہانتک کہ مین ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا جہان بہت سے لوگون کے جمگھٹے لگے ہوئے تھے اور جنکی شکل وشمائل اور ہیئت وصورت بنی آدم کی صورت سے بالکل علیحدہ اور ممتاز تھی لوگون کے غول اور جمگھٹے کے بیچ مین ایک نہایت تکلف تخت تھا جسپر ایک سردار بڑی شان وشوکت سے بیٹھا ہوا تھا۔ ان دونون شخصون نے مجھے اُس سردار کے سامنے پیش کیا لیکن اُسنے میری صورت دیکھتے ہی کہا کہ یہ وہ شخص نہین ہے جسے مین نے بلایا تھا اسے وہین پہنچا آؤ جہان سے لائے ہو وہ لوگ مجھے ہمراہ لیکر واپس آتے ہی تھے کہ عقب سے کسی نے باآواز بلند پکارا اس شخص کو یہان لاؤ یہ حقہ پیتا ہے چنانچہ وہ دونون شخص مجھے پھر اُس رئیس کے سامنے لیگئے اور لوہا آگ مین لال کرکے میرے گھٹنے کو داغ دیا جس کی تکلیف سے مین چونک پڑا آنکھ کھولکر دیکھتا ہون تو عزیز واقارب مجھے غسل دیکر کفن مین لپٹینا چاہتے ہین۔

(۲۲) شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ ایک دن شیخ صاحب مجھسے بیان فرمانے لگے کہ سید علیم اللہ جو شیخ آدم قدس سرہ کے اکابر اصحاب مین ایک نہایت ہی مقتدا اور جلیل القدر شخص ہین اور جن کے فضل وکمال اور علمی کارنامون کو شہرت عام نے ضرب المثل کے ایسے بلند درجے پر پہنچا دیا ہے کہ قوم کے

اکثر معززین اُن کے ایک ایک بات کو فخریہ استعمال کرتے ہین تمباکو کی حرمت مین ایک نہایت پُر زور اور
جوشیلا رسالہ لکھا اور دو افغانیون کی معرفت علماء دہلی کے پاس روانہ کیا سب سے پیشتر وہ رسالہ میرے سامنے
پیش کیا گیا جس مین آیہ یوم تاتی السماء بدخان مبین اور ان ہی جیسے اور چند دلائل سے تمباکو کی تحریم مین
استدلال کیا گیا تھا مین نے اُن دونون شخصون کو جواب صاف دیدیا کہ جس قدر استدلالات مین نہایت کمزور
وضعیف ہین ایسی سخیف اور بودے استدلالات سے کچھ کام نہین چلتا زان بعد مین نے اُن بے سروپا اور
غلط روایتون کی نہایت تفصیل کے ساتھ تردید کی اور آیت کی تفسیر مین وہ اقوال پیش کئے جو معتبر و مستند
مفسرین نے بیان کئے ہین اگرچہ میری یہ تمام تقریر دلسوزی اور خیرخواہی سے لبریز تھی لیکن اُن دونون
افغانیون نے رغبت کے کانون سے نہین سُنی اور ناخوش ہوکر مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ملا یعقوب کی
درسگاہ مین پہنچے جو دہلی کے فضلا مین اگرچہ ایک مشہور اور مسلم الثبوت فاضل تھا مگر تمباکو پینے کا سخت عادی
تھا یہ لوگ جب اُن کی مجلس مین پہنچے اور اُسے برسر مجلس حقہ پیتے دیکھا تو انکار و اعتراض سے پیش آئے ملا یعقوب
نے کہا کہ مین حقہ برسر مجلس اسی لئے پیتا ہون کہ لوگون کو اسکی اباحت معلوم ہو جائے اور اگر کسی کو حقہ
کے مباح ہونے مین شبہ ہو تو بسم اللہ پیش کرے سید علیم اللہ کے فرستادون نے نہایت جرأت و بیباکی سے
کہا کہ چونکہ اس مسئلہ کا ماخذ موجود ہے اس لئے اسکا فیصلہ بہت آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے اور اصول
روایت و درایت دونون سے حل ہو سکتا ہے چنانچہ اسکے بعد اُنہون نے رسالہ کی چند فقہی روایتین اور
حدیثین پیش کین جنہین ملا یعقوب نے ادنے توجہ کے ساتھ رد کر دیا دونون مغموم و محزون ہوکر پھر میرے پاس
آئے اور مناظرہ کی ساری کیفیت دوہرائی مین نے کہا عزیزان من! تمہارا دعویٰ تحریم پھر اسپر ان بے
سروپا و ضعیف روایات سے استدلال کرنا حقیقت مین اسی قابل تھا جیسا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا۔
لیکن اب تم ملا یعقوب کے پاس جاؤ اور آیہ یاایہاالنبی لم تحرم ما احل اللہ لک کا شان نزول دریافت کرو جب
تم یہ سوال پیش کروگے تو ملا یعقوب فوراً جواب دیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی محترمہ بی بی زینب رضی
اللہ عنہا کے گھر مین شربت شہد تناول فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ تمام ازواج مطہرات نے حضرت زینب سے
رشک کر کے اس بات پر باہم مشورہ کیا کہ آج جناب رسالت آب صلی اللہ علیہ وسلم جس کے پاس تشریف
لائین وہ ایک افسوسناک لہجے مین عرض کرے کہ حضور کے مُنہ مبارک سے گندنے کی بو آتی ہے چنانچہ تمام
محترم بی بیون نے متفق ہوکر یہی بات کہی جس کے جواب مین حضرت نے فرمایا مین نے گندنا تو نہین

کھایا ہے البتہ شہد کا شربت پیا ہے اسپر بی بیون نے عرض کیا معلوم ہوتا ہے کہ شہد کی مکھی گندنے کے
درخت پر بیٹھی ہوگی اسپر آنحضرت نے اپنے حق مین شہد حرام ٹھرالیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ جب ملا یعقوب
آیت کے شان نزول کی بابت یہ تقریر کرچکے تو تم دریافت کرنا کہ آخر اس کی علت کراہت کیا تھی ملا یعقوب
بجز اس کے اور کچھ کہہ ہی نہ سکے گا کہ علت کراہت بدبو تھی اسوقت تم پوچھنا کہ حدیث شریف مین جو
تواتراً آیا ہے کہ من اکل ھاتین الشجرتین فلا یقربن مسجدنا تو یہان علت نہی کون چیز ہے اسکے جواب مین
بھی ملا یعقوب یہی کہے گا کہ بو ہے پس اسپر تم بے دھڑک ہوکر پوچھنا کہ حدیث مین جو یہ آیا ہی کہ حضرت
خوشبو سے رغبت اور بدبو سے نفرت رکھتے تھے صحیح ہے کہ نہین اگر صحیح ہے تو ہم پوچھتے ہین کہ تمبا کو مین
بدبو ہے کہ نہین ملا یعقوب اگر اس سے انکار کرجائے اور کہہ بیٹھے کہ تمباکو مین بدبو نہین ہے تو تم کہنا
کہ جن لوگون نے مدت العمر تمباکو نہین پیا ہے اُن سے دریافت کرنا چاہیئے کہ اُسکی بو دماغ کو اچھی
معلوم ہوتی ہے یا بری اور جب یہین طے ہے کہ بدبو ہونا ثابت ہوتا ہے تو محتاط اور اہل ورع و تقوی کے مناسب
حال یہی ہے کہ تمباکو پینا ترک کردین چنانچہ یہ دونون شخص ملا یعقوب کے پاس گئے اور تقریر کا سلسلہ
اُسی اسلوب پر چھیڑا جس طرح کہ واجب الاحترام شیخ نے تعلیم کیا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ملا یعقوب کو ان باتون
کا اعتراف کرنا پڑا فوراً چلم وغیرہ کو چورچور کرڈالا اور ہمیشہ کے لئے ترک کردیا۔

شیخ کے مکتوبات

شیخ کے ملفوظات اور حکیمانہ مقولے جس قدر نقل کئے گئے ہین اُن سے آپ کے علم و فضل و بزرگی اور
علمی کمالات کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے شیخ کے حکیمانہ اقوال اور دل آویز مقولون کی فہرست اگرچہ ایک
نہایت طول طویل فہرست ہے لیکن ہم نے آپ کے صرف انہین نتیجہ بخش اور حکمت آمیز فقرون کو قابل انتخاب
سمجھا ہے جنسے عام لوگ زیادہ متمتع ہوسکتے ہین۔ آپ کے مکتوبات بھی نہایت مفید اور کارآمد ہین مگر چونکہ
وہ بالکل ادبی ہین اسلئے اردو زبان مین اُنکا ترجمہ کرنا تکلف سے خالی نہین اور نمونے کے طور پر کسی
مکتوب کو اردو کے قالب مین ڈہال کر ناظرین کے سامنے پیش کیا بھی جائے تو افسوس ہے کہ عام لوگ
اُس سے کچھ بھی فائدہ نہ اُٹھاسکین گے اسوجہ سے ہم نے اُنہین دانستہ انتخاب کے قابل نہین سمجھا امید
کہ معزز ناظرین ہمین اس بات کا الزام نہ دینگے کہ ہم نے شیخ کے مکتوبات کیون نہین قلمبند کئے۔ علاوہ
ازین آپ کے نصائح خیز وعظ اور عبرت انگیز کلمات کتابون مین اس کثرت سے پائے جاتے ہین کہ ہم فیصدی
پانچ کے انتخاب کی بھی گنجایش نہین دیکھتے یہ ضرور ہے کہ اس قسم کے موثر وعظ سے قوم کو بہت کچھ فائدہ

پہنچنے کی امید ہو سکتی ہے مگر افسوس کہ ہم اس موقع پر اس بابت کچھ بھی نہیں لکھ سکتے وجہ یہ کہ کتاب ضخیم ہوئی جاتی ہے اور ہنوز ہمیں اس کے متعلق بہت کچھ لکھنا باقی ہے چنانچہ ہم شیخ کی ازدواج و اولاد کا ذکر کر کے اس عنوان کو ختم کرتے ہیں۔

شیخ کی ازدواج

محترم و بزرگ شیخ کے دو نکاح ہوئے تھے اور غالبا پہلا نکاح آپ کے والد بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین صاحب شہید کے زمانہ زندگی میں ہوا تھا۔ اگرچہ اس بارہ میں ہماری واقفیت بالکل محدود ہے کہ جن محترم اور جناب بی بی سے آپکا پہلا نکاح ہوا وہ کس خاندان کی چشم و چراغ تھیں اور اُن کے والد بزرگوار کا کیا نام تھا لیکن نکاح ثانی کی نسبت یقین کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ وہ جناب مخدومی شیخ محمد قدس سرہ کی محترم و معزز صاحبزادی تھیں جیسا کہ خود شیخ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔

شیخ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے مرقد منور کی زیارت کے لئے گیا۔ میں ایک اونچے چبوترہ پر کھڑا ہوا تھا جو آپ کے مزار کے بہت ہی متصل تھا کہ دفعتہً خواجہ کی روح پاک ظاہر ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ عنقریب تمہارے ہاں ایک ہونہار لڑکا پیدا ہوگا تم اُسکا نام قطب الدین احمد رکھنا لیکن چونکہ میری بی بی سن ایاس کو پہنچ چکی تھیں اور عادتاً ایسے وقت میں اولاد کا ہونا تعجب تھا اس وجہ سے میں خواجہ کا یہ ارشاد سُن کر حیران ہوگیا کبھی تو میں اپنی بی بی کی حالت کو دیکھتا تھا اور کبھی خواجہ کے ارشاد پر غور کرتا تھا آخر میں نے اپنے دل میں فیصلہ کیا کہ اس لڑکے سے خواجہ کی مراد پوتا ہوگا جوں ہی میرے دل میں یہ خیال گذرا خواجہ نے فوراً تاڑ لیا اور فرمایا جو تم نے خیال کیا ہے میری مراد یہ نہیں ہے بلکہ خاص تمہارے صلب سے لڑکا پیدا ہوگا چنانچہ اسکے تھوڑے دنوں بعد میرے دل میں دوسرے نکاح کی خواہش پیدا ہوئی اور ولی اللہ لڑکا متولد ہوا اگرچہ اول اول یہ واقعہ مجھے بالکل فراموش ہوگیا اور اسی وجہ سے اُسکا نام تمام خاندان میں ولی اللہ مشہور ہوگیا لیکن کچھ زمانہ گذر جانے کے بعد جب مجھے یاد آیا تو میں نے اُس کا نام بدل کر قطب الدین احمد رکھا۔

اسی واقعہ کو جناب شاہ ولی اللہ صاحب بہ تبدیلی چند الفاظ اسطرح قلمبند فرماتے ہیں کہ جب میرے والد ماجد زندگی کے ساٹھ مرحلے طے کر چکے تو آپ پر منکشف ہوا کہ ایک اور لڑکا میرے ہاں پیدا ہوگا چنانچہ آپ کے دل میں نکاح ثانی کی خواہش پیدا ہوئی۔ مخدومی شیخ محمد قدس سرہ نے یہ ماجرا معلوم کیا تو باوجود اپنی محترم و عزیز لڑکی کو آپ کے نکاح میں دینا سرمایۂ فخر سمجھا کہ وہ فخر خاندان و قوم لڑکا میرے ہی پارہ جگر کے

بطن سے پیدا ہو لیکن جب یہ کدخدائی متحقق ہو چکی تو بعض سوختہ جگر نفاق پیشہ لوگوں نے بطریق طعن
کہا کہ شیخ کو اس سن و سال میں کدخدائی مناسب نہ تھی۔ شدہ شدہ یہ باتیں آپ کے کان تک پہنچیں
فرمایا ان لوگوں سے کہدینا چاہیئے کہ ابھی میری زندگی کا زمانہ بہت کچھ باقی ہے اور کئی فرزند وجود میں
آنیوالے ہیں چنانچہ اس شادی کے بعد آپ سترہ سال تک زندہ رہے اور دو فرزند پیدا ہوئے۔
شیخ کے حالات زندگی میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں اُن سے کہیں اسبات کا پتہ نہیں چلتا کہ آپکی پہلی بی بی
کے بطن سے کتنے اولادیں پیدا ہوئیں لیکن اسقدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ ایک صاحبزادے صلاح الدین
نام پیدا ہوئے تھے جو بڑے ہو کر فوت ہو گئے اور جو الولد سر لابیہ کے پورے فوٹو تھے۔ دوسری
ممتاز و محبوب بی بی سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے جناب شاہ ولی اللہ اور شاہ اہل اللہ جنکی فرزندی
کے انتساب نے نہ صرف جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کو بلکہ تمام خاندان کو دنیا میں روشناس کر دیا
ہے اور جن کے فضل و کمال کی شہرت نے اس روشناسی کو اور بھی چمکا دیا ہے بلکہ سچ پوچھیے تو اس
عظیم الشان اور جلیل القدر خاندان کا اعزاز و افتخار انہی کے نام سے قائم ہے جو آجتک دونوں
کو زندہ کئے ہوئے ہے اور بلحاظ اُس پیشین گوئی کے جو ایک موقعہ پر شیخ عبدالرحیم صاحب نے ایک
طولانی دعا کے وقت کی تھی عجب نہیں کہ قیامت تک زندہ رہے اُنکا ایک مقولہ ہے کہ آپ فرماتے
ہیں "مجھے الہام ہوا ہے کہ تیرا سلسلہ دنیا میں قیامت تک باقی رہیگا اور اُس میں کبھی انقطاع
واقع نہ ہوگا"
شیخ کے لائف کے متعلق جس قدر ضروری حالات ہیں اس مقام پر نقل کرنے تھے مختصراً ذکر کر آئے
لیکن آپ کے بعض حالات ایسے بھی ہیں جو جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے واقعات سے وابستہ ہیں
لہذا اب ہم شیخ کی سوانح عمری آپ کے انتقال اور بعض اسباب انتقال پر ختم کرتے ہیں اور بعض وہ
حالات جو اس باب میں تحریر ہونے سے رہگئے ہیں شاہ ولی اللہ صاحب کی لائف میں معزز ناظرین کی
خدمت میں پیش کرینگے۔

شیخ کا انتقال

محترم و بزرگ شیخ نے جس وقت اس ناپائدار و بے ثبات دنیا سے عالم باقی کی طرف کوچ کیا ہے

ابتدائے مرض

اُسوقت زندگی کے ستر مرحلے طے کر چکے تھے۔ آپکے ابتداء مرض کی کیفیت یون بیان کی گئی ہے کہ
پہلے پہل خفیف سی تبخیر ہوئی اسی اثنا مین رمضان المبارک کا مہینہ آگیا اور آپ نے بدستور سابق
صیام و قیام کو بڑی جرأت و آزادی کے ساتھ ادا کرنا شروع کیا مگر جون جون زمانہ گزرتا گیا مرض
اشتداد پکڑتا گیا یہانتک کہ اچھی خاصی تپ ہوگئی۔ یہ امر نہ صرف تعجب بلکہ نہایت حیرت کے ساتھ دیکھا
جاتا ہی کہ شیخ کی مرض مین اگرچہ شدت بڑہتی جاتی اور کرب و بیچینی المضاعف ہوتی جاتی تہی لیکن آپکا
صیام و قیام پر وہی اہتمام تہا جو حالت تندرستی مین ہرچندکہ قانون شریعت نے افطار کی اجازت پہلے
ہی سے دیدی تہی کیونکہ آپ شیخ فانی تھے اور روزہ کی بالکل طاقت نرکہتے تھے قطع نظر اس کے بعض
بھی تھے مگر آپ کی شب بیداری اور روزہ مین کسی قدر بھی فرق نہ پڑتا تہا جب آپکے فرزند رشید جناب
شاہ ولی اللہ اور دیگر معززان اہل بیت آپ سے دریافت کرتے کہ حضرت! باوجود شرعی رخصت کے
اس قدر سختیون اور رنج و تکلیفون کے جھیلنے کا سبب کیا ہے تو فرماتے کہ روزہ رکھنے کی حالت مین
اس سے بڑہکر اور کچھ نہین کہ مین ضعف کی وجہ سے بیہوش ہوجاؤن اور چونکہ بیہوشی کی مجھ مین پہلے ہی
عادت ہی اس لئے مین ایک خفیف سی تکلیف کے مقابلہ مین عظیم الشان ثواب سے محروم رہنا پسند
نہین کرتا لیکن جب شوال کا مہینا آیا تو دفعۃً اشتہا ساقط ہوگئی اور انتہا درجہ کا ضعف غالب ہوا ہیضہ کے
آثار نمودار ہوئے اور امید زیست بالکل منقطع ہوگئی۔ شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہی کہ ان ایام مین
مین آپکے پاس ہروقت حاضر رہتا تہا ایسے نازک اور خطرناک اور نہایت کرب و بیچینی کے وقت مین
بہی علی الاتصال آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم
مگر پہر چند روز ہی مین آپکی طبیعت مین ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا جس سے کسی قدر صحت کی امید ہوگئی
اور فی الجملہ مرض مین تخفیف حاصل ہوئی یہانتک کہ صفر المظفر کے ابتدائی تاریخون مین پہر مرض نے معاودت
کی اور مرض کی بیچینی و اضطراب کی یہانتک نوبت پہنچی کہ آپ کو کسی پہلو اور کسی کروٹ چین ہی نہ پڑتا

انتقال

تہا اور آناً فاناً آپ کے چہرے پر آثار تغیر نمایان ہوتے تھے صبح کی پو پھٹنے سے پہلے آپ پر موت کے
آثار نمودار ہوئے لیکن اس شدت اور کرب کے وقت بہی آپ کی ہمت عالی اسطرف مائل تہی کہ نماز فجر
فوت نہو چنانچہ اُسی عالم بیہوشی مین چند مرتبہ آپنے حاضرین سے دریافت کیا کہ صبح صادق ہوگئی ہے
کہ نہین حاضرین مجلس نے جواب دیا کہ ہوا ہی چاہتی ہے لیکن جب آپ کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہوکر چھلکنے

لگا تو آپنے حاضرین کو درشتی سے جواب دیا کہ اگر ہنوز تمہاری نماز کا وقت نہیں آیا نہ سہی ہماری نماز کا وقت آپہنچا ہے اسوقت آپ حاضرین کی طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے مجھے قبلہ رخ کردو چنانچہ لوگون نے فوراً آپکے ارشاد کی تعمیل کی - اگرچہ وقت مین شبہ تھا لیکن آپنے اشارون سے نماز فجر ادا کی زان بعد اسم ذات کے ذکر مین مشغول ہوئے اور اسی حالت مین ودیعت حیات کارکنان قضا کے ہاتھون سپرد کی - بارہوین صفر روز چہارشنبہ ١١٣١ ہجری عہد فرخ سیر مین ٧٧ سال کی عمر مین بمقام دہلی فوت ہوئی اور مہندیون مین دفن کیے گئے - آپکے انتقال کے پچاس روز بعد فرخ سیر گرفتار ہوا اور دہلی مین ایک عام بھینی اور عظیم الشان متسلکہ پڑگیا - آپکو فتح چتوڑ کا قصہ اور مسجد جامع دہلی کی تعمیر کا زمانہ اچھی طرح یاد تھا

باب دوم
شیخ ابو الرضا محمدؒ

شیخ ابو الرضا محمد - جناب شیخ وجیہ الدین صاحب شہید کے فرزند رشید اور حضرت شیخ عبد الرحیم صاحب کے بڑے بھائی ہین - ابتدا مین شیخ عبد الرحیم صاحب کی اتالیقی آپ ہی کے سپرد تھی جسے آپنے نہایت قابلیت اور دلسوزی کے ساتھ ادا کیا شیخ عبد الرحیم صاحب نے جسطرح آپکے سایۂ عاطفت مین پرورش پائی اور تعلیم و تربیت حاصل کی اسیطرح عام اخلاق وعادات اور مجلسی کمالات بھی حاصل کئے اگرچہ شیخ عبد الرحیم کی تعلیم پر دیگر ماہرین فن بھی چار سال کی عمر سے مقرر تھے اور آپکے اطوار وعادات کی عمدہ طور پر نگرانی بھی کرتے تھے لیکن پوری پوری خدمت تربیت شیخ ابو الرضا محمد ہی کے ہاتھ مین تھی اور آپکو بچپن ہی کے زمانہ سے شیخ عبد الرحیم پر خاص توجہ تھی بمقابلہ شیخ عبد الحکیم اور اس خاندان کے دیگر صاحبزادون کے جو علمی کمالات شیخ عبد الرحیم صاحب کو حاصل ہوئے سچ پوچھئے تو اسی تعلیم و تربیت کا اثر تھا جو شیخ ابو الرضا محمد کے سایہ عاطفت مین حاصل کی تھی

شیخ ابو الرضا محمد کی ولادت طفولیت سن رشد تعلیم
تربیت حلیہ وغیرہ

ولادت

شیخ وجیہ الدین شہید کے نامور اور بلند اقبال صاحبزادے شیخ ابو الرضا محمد کا سن ولادت مجھے کسی تذکرہ خاص یا آپ کے زندگی کے حالات و واقعات سے معلوم

نہین ہوا لیکن مستند کتابون سے اسقدر ضرور معلوم ہوتا ہو کہ اسپنے محرم کی ۲۷ تاریخ سنہ ۱۱۰۱ ہجری مین اس جہان سے رخصت ہو کر سفر آخرت قبول کیا اور یہ بھی تحقیق ہو کہ جس عہد مین ابو المظفر شہاب الدین محمد شاہجہان ہندوستان کے وارث تخت و تاج کے اقبال کا ستارہ چمک رہا تھا اور سلطنت کا عروج معراج کمال پر پہنچا ہوا تھا اس زمانہ مین شیخ ابو الرضا محمد پیدا ہوئے جس زمانہ مین شیخ ابو الرضا پیدا ہوئے اسوقت اُنکے والد بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی معمولی حالت تھی کیونکہ شاہی دربار سے اُس وقت تک آپکو کوئی معزز و ممتاز منصب حاصل نہین ہوا تھا اسلیئے کہا جا سکتا ہو کہ شیخ ابو الرضا محمد کا زمانہ طفولیت معمولی حالت مین تھا لیکن اسکے چند برس بعد جو زمانہ آیا وہ شیخ ابو الرضا محمد کے حق مین نہایت برکت اور خوشی کا زمانہ تھا کیلئے جب شاہ جہان بادشاہ کا اقبال پہاڑ کی چوٹی کا ڈھلتا ہوا سورج تھا۔ اور اورنگ زیب کی بلند اقبالی کا آفتاب نصف النہار تک پہنچگیا تھا تو جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کو شاہی دربار مین بہت بڑا اعزاز و اقتدار حاصل ہو گیا تھا۔

تعلیم و تربیت

شیخ ابو الرضا محمد کی تعلیم و تربیت کب شروع ہوئی اور خدمات اتالیقی کن علمار کے حوالہ کیگئی یہ ظاہر کرنا بہت مشکل ہو کیونکہ کسی تذکرہ اور تاریخ سے اسکا پتہ نہین چلتا لیکن تاہم شوارق المعرفۃ کے ایک مختصر نوٹ سے اسقدر ضرور پتا لگتا ہو کہ شیخ ابو الرضا محمد نے تمام ظاہری علوم حافظ بصیر سے حاصل کئے جو عہد شاہجہان مین ایک بڑے نامور اور مشہور فاضل تھے اور حقیقت مین جامع علوم و فنون تھے حافظ بصیر کے علاوہ اُس زمانہ مین دیگر ماہرین فن اور اہل کمال بھی موجود تھے جنکی علمی روشنی نے شاہجہان آباد کو اس سرے سے لیکر اُس سرے تک چمکا دیا تھا ممکن ہو کہ شیخ ابو الرضا محمد نے دیگر مجتہدین فن سے بھی علمی سرمایہ حاصل کیا ہو بہرصورت آپکی تعلیم و تربیت بڑے اہتمام سے ہوئی کیونکہ آپکی حالت زندگی پر جہانتک نظر ڈالی جاتی ہو اُن سے تمام علوم و فنون مین آپکا اعلےٰ درجہ کا کمال ظاہر ہوتا ہو۔ شوارق المعرفۃ مین لکھا ہو کہ شیخ ابو الرضا محمد متعدد علوم مین اعلےٰ درجہ کا کمال رکھتے تھے اور یہ فطرت کی بخشش و عنایت سمجھنا چاہیئے کہ آپکا ذہن و حافظہ اس بلا کا تھا کہ ایک ہی زمانہ مین مختلف علوم تحصیل کرتے تھے " جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہو کہ شیخ ابو الرضا محمد کے تمام علوم و فنون حقیقت مین وہبی علوم تھے اور قدرتاً آپ مین جملہ علمی کمالات پہلے ہی سے موجود تھے لیکن چونکہ آسمانی قوانین تحصیل صوری پر جاری ہین اسلیئے آپنے بظاہر علمار کی خدمت مین حاضر ہو کر علوم کی تحصیل کی اور چند روز کے عرصہ مین اہل کمال

ك مگر آپکے واقعات انتقال پر نظر ڈالنے اور اُن حالات کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہو جو آپکے مرض موت کے متعلق بیان کئے گئے ہین کہ آپ ۱۰۴۸ ہجری مین پیدا ہوئے کیونکہ آپکا انتقال محرم کی ۲۷ تاریخ سنہ ۱۱۰۱ ہجری مین ہوا و انتقال کیوقت آپکی عمر ٹھیک پچپن سال کی تھی حسابی قاعدہ سے پچپن سال سنہ ۱۱۰۱ مین سے تفریق کیجے جاتے ہین تو ۱۰۴۶ھ باقی رہتے ہین اسلیئے آپکا سن ولادت ٹھیک ۱۰۴۶ھ ہجری ہو واللہ اعلم ۱۲

کے زمرہ مین شمار کیے جانے لگے۔

علوم باطنی

الغرض جب آپ ابتدائی عمر کے مرحلے طے کر چکے اور علوم ظاہری کی تحصیل تکمیل سے فارغ ہوگئے تو حضرت خواجہ محمد باقی کے فرزند رشید جناب خواجہ خرد کی خدمت مین حاضر ہوئے اور کمالات باطنی سے فیضیاب ہوئے۔ اول اول اگرچہ آپ بصوابدید والد بزرگوار اُس زمانہ کے امراسے ملتے جلتے تھے اور شاہی دربار سے ایک معزز و ممتاز عہدہ بہی آپکے نامزد ہوگیا تہا لیکن دفعۃً آپکی فطری استعداد ظہور پذیر ہوئی اور آپنے عزلت نشینی۔ تجرید تام۔ توکل کلی ہر حال مین سنت نبوی پر عمل کرنا اختیار کیا اور یکلخت ابنائے دنیا حتّٰی کہ عزیز و اقارب سے بہی ملنا جلنا ترک کر دیا۔ ایک مشہور روایت سے ثابت ہوا ہی کہ جب آپنے تمام دنیاوی تعلقات سے دست

عزلت نشینی

برداری کی تو اپنی محترم بی بی سے فرمایا کہ ہونس مین! جس رستہ کو ہم نے اختیار کیا ہی وہ ایک نہایت ہی خطرناک اور دشوار گذار رستہ ہی اور اس مین ذرا شک نہین کہ جو سختیان اور شدتین ہمین اس راہ مین جہیلنی پڑینگی وہ سخت جگر خراش اور جانگزا ہونگی پہر باوجود کثرت شداید و متاعب کے یہ ممکن نہین کہ ہم اس راہ کو چہوڑ کر کوئی اور راہ چلین پس اگر تم اس دردناک مصائب اور المناک مشقتون کو اختیار کرتی اور لذید و مزیدار غذاؤن قیمتی اور فاخر لباس سے پہلو تہی کرنا چاہتی نیز قبائل و عشائر سے قطع تعلق کرنا چاہتی ہو تو ہماری رفاقت مین رہ سکتی ہو ورنہ تمہین اختیار ہی۔ ممتاز و محترم بی بی نے آپکی یہ تقریر سنکر تمام زیورات اور کپڑے جسم سے علیحدہ کر دیے اور ایک نیلی پیراہن زیب بدن کر کے آپکی رفاقت کی اور دنیا کی آسایش و راحت اور تجملات پر لات مار کے راہ مولا مین قدم فرسائی شروع کر دی۔

شیخ ابو الرضا محمد نے جب اپنی مونس و غمگسار بی بی کو اس حالت مین بہی اپنا مونس و غمخوار پایا تو خالی ہاتہ والدین کے گہر سے نکلے اور فیروز آباد کی مسجد کے متصل ہی ایک تیرہ و تنگ حجرہ مرتب کر کے سکونت اختیار کی اِس زمانہ مین اکثر ایسا اتفاق ہوتا تہا کہ آپ پر تین تین فاقے متواتر گزر جاتے تہے اور اگر کبھی سدرمق میسر بہی ہوتا تہا تو جو کی روٹی اور چہاچھ کے علاوہ اور کچہہ نہ ہوتا جو کبھی کبھی محمد جان یا اور کوئی نیازمند خدمت اقدس مین حاضر کیا کرتا تہا لیکن آپ ہمیشہ نہایت قلیل مقدار اُسمین سے تناول کر کے اور باقی فقرا کو علی السویہ تقسیم فرما دیتے۔ آپکے مکان مین چولہ چکی ہنڈیہ وغیرہ کوئی چیز نہ تہی اور نہ آپنے اِن چیزون کے فراہم کرنے مین کبھی کوشش کی لیکن تہوڑے عرصہ کے بعد خدا تعالیٰ نے بغیر کسی سبب و ذریعہ کے اپنی برکت ظاہر فرمائی اور اپنے بندون کے دلون کو آپکی طرف متوجہ کر دیا دیکہتے دیکہتے

ایک نہایت خوشنما اور عالیشان حویلی بڑی شان و شوکت سے آپکے لئے طیار کی گئی اور معاش مین تمام کمال توسیع ہوئی۔

شیخ ابوالرضا محمد خود اپنا ایک ابتدائی واقعہ یون بیان کرتے ہین کہ مین خواجہ خرد کی خدمت مین حاضر تہا کہ شیخ تاج سنبہلی کے اصحاب مین سے ایک فقیر آیا جو تجرید و بے اسبابی مین انتہا درجہ کا کمال رکہتا تہا (شیخ تاج حضرت خواجہ محمد باقی کے معزز و مقتدر خلیفہ تہے) چونکہ اسپر غیبت قوی غالب تہی اسوجہ سے جو بات خواجہ خرد اُس سے دریافت کرتے تہے اُس کا جواب بہت ہی رُک رُک کے دیتا تہا اسی اثنا مین خواجہ کی زبان مبارک سے نکلا کہ جو شخص معرفت خدا کا طالب ہو اُسے اس جوانمرد کی صحبت اختیار کرنا چاہئے خواجہ کی یہ تقریر سنتے ہی اُس فقیر سے اخذ طریقت کرنے اور بیعت کرنے کی میرے دل مین خواہش پیدا ہوئی اور ایک بے اختیاری جوش کے ساتہ مین اُسکی طرف بڑہا لیکن اس کے ساتہ ہی مین نے احتیاطاً اپنے فوری جوش کو دبایا اور استخارہ کرکے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی روح مبارک کی طرف متوجہ ہوا خواب مین مجہے دکہائی دیا کہ گویا حضرت غوث الاعظم ایک کشتی پر سوار ہوئے دریا کی سیر کر رہے ہین اور مین دریا کے کنارہ پر آپکی پس پشت کہڑا ہوا ہون ایکا ایکی آپ میری طرف متوجہ ہوئے چونکہ آپکے ایک ایک بال سے شعاعین بڑی تیزی کے ساتہ چمک رہی تہین اسلئے نظرون مین خیرگی اور چکا چوند پیدا ہوتی تہی حضور نے خود مجہے پکارا کہ شیخ ابوالرضا محمد یہان آؤ۔ یہانتک پہنچکر مجہے ذہول ہو گیا اور مین نہین کہسکتا کہ اسکے بعد کیا ہوا لیکن اسقدر اثر مین نے اپنے دل مین ضرور پایا کہ اُس فقیر کی محبت میرے دل مین نام کو باقی نہین رہی اور خود حضرت غوث الاعظم کی جناب سے استفادہ کا دروازہ مفتوح ہوا۔

فرماتے ہین ایک اور مرتبہ مین نے جناب غوث الاعظم کو خواب مین دیکہکر عرض کیا سیدی مین ایک ایسے شخص سے بیعت کرنا چاہتا ہون جس نے آپسے اخذ طریقت کیا ہو۔ فرمائیے کہ کون شخص اسبات کے قابل ہو فرمایا گہبراؤ نہین عنقریب تمہین جناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سعادت بیعت حاصل ہونے والی ہے چنانچہ مجہے اُس موقع کا بہت تہوڑا انتظار کرنا پڑا کہ ایک رات خواب مین دیکہتا ہون کہ گویا مین ایک ایسے رستہ پر جا رہا ہون جہان کوئی دوسرا آمد و رفت کرنے والا نہین ہے لیکن ہان گذرنے والون کے قدم کے نشانات برابر محسوس ہوتے ہین چنانچہ مین انہین قدمون کے آثار پر رستہ طے کرنے لگا تہوڑی دور جاکر دیکہتا ہون کہ ایک نہایت صبیح و ملیح شخص جسکی صاف و شستہ پیشانی مین ستارۂ اقبال

جھک رہا ہی رستہ کے عین وسط مین بیٹھا ہی اور باشان و شوکت بیٹھا ہی مین نے جب اُس سے دریافت کیا تو ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا کہ میری طرف چلے آؤ اُن کا یہ دل آویز فقرہ سنتے ہی مین نہایت بشاش ہوا اور آہستہ آہستہ آگے قدم بڑھایا از ان بعد فرمایا اے آہستہ رو مین علی ہون اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس غرض سے بھیجا ہی کہ تمہین ان کی خدمت مین لیجا حاضر کردن مین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمراہی مین دوڑتا چلا یہانتک کہ جناب رسالتمآب کی خدمت مین حاضر ہوا جناب علی کرم اللہ وجہہ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ کے نیچے رکھکر اپنا ہاتھ آنحضرت کے دست مبارک مین دیدیا اور فرمایا یا رسول اللہ ھذا ابنی ابو الرضا محمد جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین سے بیعت لی اُسوقت میرے دل مین خطرہ گذرا کہ کیا آنحضرت کے بیعت لینے کا یہی طریقہ ہے یا کوئی اور حضرت علی نے اس خطرہ پر فوراً مشرف ہوکر فرمایا کہ تمام اولیاء اللہ کے حقمین اسیطرح وسیلہ بیعت مین ہی ہوتا ہون از ان بعد آپنے اشغال و اذکار اور اسرار کی تلقین سے سرفراز فرمایا اور خطاب و توجہ سے عزت افزائی کی اُس زمانہ سے مین ذکر قلبی وہبی مین مشغول ہوا اور تمام اشغال و وظائف مجھپر نہایت سہل و آسان ہوگئے۔

حلیہ

آپکا قد اسبا بدن چہریرا تہا۔ رنگ مین سرخی و سپیدی کے ساتہ ایک قسم کی ملاحت تہی ڈاڑہی ہلکی اور کسیقدر دراز تہی۔ رخساروں پر اسقدر گوشت کم تہا کہ چہرہ کی تمام باریک رگین اُبہری ہوئی معلوم ہوتی تہین اور سرخ و سپید رنگ مین سبزی لئے ہوئے رگین بالکل وہی لطف دکھاتی تہین جو گل سرخ مین سبز دانیان دکھاتی ہین۔

شیخ ابو الرضا محمد کا فضل و کمال علمی ذوق علوم کی اشاعت مجالس علمیہ وغیرہ

فضل و کمال

فضل و کمال کے اعتبار سے شیخ ابو الرضا محمد جس درجے کے آدمی تھے اسکی نظیر سے ہندوستان کی تمام علمی مجلسین خالی تہین وہ کونسا علم تہا جس مین آپکو تجربہ نہ تہا علوم نقلی و عقلی پر آپکو تمام و کمال عبور تہا ادبیہ فنون آپکے آگے بالکل پانی تھے اگرچہ آپ بیشتر اوقات کلام صوفیہ کے مغلقات حل کرنے اور علم سلوک کی نکات و باریکیونکے استنباط کرنے مین منہمک رہتے اور روزانہ اوقات اشغال و اذکار مین صرف ہوجاتے تھے

ذوق علمی

تاہم یہ تمام منصبی فرائض آپکے علمی ذوق کے ماتحت رہتے تھے ان اہم اور فرایض امور کے بعد جس قدر فرصت ملتی تہی وہ علمی مباحث مین صرف ہوتی تہی اول اول آپ طلبہ کو ہر قسم کے علوم و فنون کا درس دیا کرتے تھے

اور مختلف علوم کے شائقین جوق جوق آپکی خدمت مین تحصیل کی غرض سے حاضر ہوتے تھے لیکن آخر مین بجز
تفسیر بیضاوی اور مشکوٰۃ شریف کے اور کسی علم کا درس دینا پسند نکرتے تھے کیونکہ اس زمانہ مین آپکی طبیعت
تمام علوم رسمیہ سے ہٹکر صرف قرآن و حدیث ہی کیطرف مایل تھی اور انہین دونون علمون سے خاص دلچسپی تھی
یہی وجہ تھی کہ آپکا ہر وعظ اسی رنگ مین ڈوبا ہوا ہوتا تھا آپکا دستور تھا کہ نماز جمعہ کے بعد ہمیشہ وعظ

وعظ

فرمایا کرتے تھے ابتداءً قرآن مجید کی کوئی عبرت خیز آیت پڑھکر پھر حدیثین نہایت ترتیل اور آہستگی کے ساتھ دردانگیز
لہجہ مین اثر بھرے اور اس خوش لہجگی اور دلیرانہ آواز مین پڑھتے کہ لوگ غول کے غول آآکے جمع ہوتے اور ہر درجے
اور ہر مرتبے کے آدمی جن مین طالب العلم علما فضلا صوفیہ رئیس شہزادے وغیرہ ہوتے تھے سب آآکے جمع ہوجاتے
تھے اور تمام حاضرین ہمہ تن گوش ہوکر آپکا وعظ سنتے تھے آپکے لہجہ مین اس بلا کا درد اور اثر تھا کہ قرآنی الفاظ
زبان مبارک سے نکلتے ہی سامعین کے دلونپر ایک چوٹ سی لگجاتی اور سبکے دل کانپ اٹھتے تھے اور اسکے ساتھ
ہی بے اختیاری کی حالت مین اس شدت سے گریہ وزاری کرتے تھے کہ سکوت و خاموشی کی پرامن محفل مین
زلزلہ پڑجاتا تھا۔ الغرض جب تمام سامعین آپکی طرف ہمہ تن متوجہ ہوجاتے تھے تو آپ اس قرآنی آیت
اور حدیثون کا فارسی زبان مین ترجمہ فرماتے جس سے سامعین کے کلیجے ہلجاتے اور اب ہر شخص اور بھی آپکے
وعظ کو رغبت کے کانون سے سننے کا مشتاق بنجاتا شیخ ابوالرضا محمد صاحب اسکے بعد تھوڑا سکوت کرکے اور پھر اردو
زبان مین احادیث کا ترجمہ اور انکے متعلقات کو اس شستہ بیانی اور دلکش پیرایہ مین بیان کرتے تھے کہ خدا
رسول کی محبت کا جوش سامعین کی رگ رگ مین خون کی طرح دوڑجاتا اور خدا کے سچے جلال کا پرتو
صاف باطنون کے مجلّٰی دل پر پڑجاتا تھا۔

فصاحت و بلاغت

آپکی تقریر کا سلسلہ آناً فاناً بڑھتا چلا جاتا تھا اور تقریر کے وقت کسی موقع پر رکتے تھے سلسلہ کلام مین الفاظ
و معنی کی تکرار نہ ہوتی تھی غیر معتبر اور بے سروپا روایتون کا تو ذکر ہی کیا تھا جس فن پر آپ بحث شروع کرتے
تھے تاوقتیکہ اس سلسلہ کا خاتمہ نہو جاتا تھا دوسری بحث کا پہلو اختیار نکرتے تھے اور جب ایک تقریر کا سلسلہ
ختم کرنے کے بعد دوسری گفتگو شروع کرتے تھے تو بعد کی تقریر پہلی تقریر سے زیادہ موثر اور دلکش ہوتی یہ
سب کچھ تھا لیکن آپکی تقریر ہر حالت مین حد اعتدال سے تجاوز نہوتی تھی اور ہمیشہ رنگ آمیزی اور مبالغہ
سے خالی اور بیرنگ ہوتی تھی۔ سنگدلون کو نرم دل کردینا اور عباد و زہاد کے دلون کا مالک بنجانا شیخ کے
نزدیک کوئی بات ہی نہ تھی۔

علمی مجلسین

آپکی تقریرین اس بلا کا جادو تہا کہ اسکا اثر ایک عظیم الشان مجلس پر برابر پڑتا تہا اور کسی کو دم مارنے کی جگہ نہ ہوتی تہی چنانچہ ایک تمثیلی حکایت سے اسکا ثبوت اچہی طرح ہوتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ محمد عاشق نے جو ماہرین فن اور اہل کمالات کے زمرہ مین شمار کئے جاتے ہتے اور جنکا علمی تبحر اور فضل و کمال اس عہد کے تمام لوگون کو تسلیم تہا۔ ملا یعقوب سے بہی تحصیل علوم کی تہی اور جناب شیخ ابو الرضا محمد کی خدمت سے بہی فیضیاب ہتے۔ ان کو مسئلہ توحید مین ایک گونہ تردد تہا جسکی نسبت یہ اکثر ملا یعقوب اور نیز شیخ صاحب سے دریافت کرتے رہتے ہتے لیکن ایسکے ساتہ ہی ملا یعقوب کے جوابات شیخ کی خدمت مین اور شیخ کی گفتگو ملا یعقوب کے پاس دوہرایا کرتے ہتے رفتہ رفتہ اسکی نوبت یہانتک پہنچی کہ دونون حضرات مین تحریری مباحثہ شروع ہو گیا اور بہت دنون تک اسکا سلسلہ ختم نہین ہوا آخر کار ملا یعقوب نے کہا کہ مین خود شیخ کی خدمت مین حاضر ہو کر اسبارہ مین بالمشافہ مناظرہ کرونگا اور دوبدو اس مسئلہ کا ابطال کرونگا چنانچہ ایک دن خدمت شیخ مین حاضر ہوئے اور آپکی زور تقریر کو دیکہکر بالکل خاموش و ساکت بیٹھے رہے جب مجلس برخواست ہوئی اور ملا یعقوب اٹہکر باہر آئے تو لوگون نے اس سکوت کا سبب دریافت کیا کہا جونہی مین شیخ کے سامنے گیا میرے تمام علوم مسلوب ہو گئے اور آپکی تقریر کا مجہپر ایسا اثر پڑا کہ بات تک منہ سے نہ نکلی۔

ذکاوت

اس تمثیلی واقعہ سے جسطرح شیخ کی زور تقریر کا حال معلوم ہوتا ہے اسیطرح آپکی ذکاوت ذہنی اور وسعت علم کا بہی اچہی طرح ثبوت ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ شیخ ابو الرضا محمد کے علمی فضائل و مراتب کے واقعات و حکایات کتابون مین اس کثرت سے پائے جاتے ہین جنکا ضبط و احصا ناممکن نہین تو قریب قریب محال ضرور ہے۔ طائر خیال بلند پرواز انکے مراتب علم اور شان کمال کی بلندی کو پا نہین سکتا اور قلم کا مسافر اس دشوار گذار اور سنگلاخ گہاٹی مین قدم قدم پر ٹہوکرین کہاتا ہے اگر کسی کو آپکے علمی کارنامون کے دیکہنے کی خواہش ہو تو کتاب شوارق المعرفۃ کا مطالعہ کرے۔

شیخ ابو الرضا محمد کی اخلاق و عادات

اخلاق

شوارق المعرفۃ کے مولف نے شیخ ابو الرضا محمد کی قابلیت پر جو مختصر ریویو کیا ہے اسکے الفاظ یہ ہین کہ جناب شیخ ابو الرضا محمد نہایت دقیق النظر۔ عالی ہمت۔ بلند حوصلہ۔ قوی العلم۔ فصیح اللسان۔ عظیم الورع۔ وسیع المعرفت شجاع و فیاض شخص تہے۔ آپکی ذاتی خوبیون اور عام اخلاق نے تمام لوگون کو اپنا گرویدہ کر لیا تہا آپکے حسن اخلاق

استغنائے مزاجی

معراج کمال تک پہنچگئے تھے اور اپنے ہمعصرون مین باعتبار بعض خوبیون کے سب پر فائق تھے۔ گو آپکے مزاج مین پلے درجے کا عجز و انکسار تہا اور ہر ایک شخص سے خوش خلاقی اور تواضع کے ساتہ پیش آتے تھے مگر ساتہ ہی اغنیا اور دولتمندون سے دلی نفرت رکھتے تہے۔ عالمگیر جیسے پابند مذہب بادشاہ نے چند مرتبہ درخواست کی کہ اگر اجازت ہو تو در دولت پر حاضر ہو کر سعادت قدمبوسی حاصل کرون لیکن آپنے اُس کی التماس کو نگاہ قبول سے نہ دیکہا اور اپنے پاس آنے کی اجازت ندی۔ امرا و متمول لوگون کو آپ ہمیشہ نظر حقارت سے دیکھتے اور کبھی آنکی طرف التفات نکرتے اگر وہ تحائف وہدایا بہیجتے تو آپ کبھی قبول نفرماتے البتہ اگر کوئی غریب مسلمان اور مخلص نیازمند چار پانچ پیسے ہدیۃً خدمت اقدس مین پیش کرتا تو اُسے بڑی مسرت اور تازگی کے ساتہ اپنے دست مبارک مین لیتے اور اُسکے حق مین دعائے برکت فرماتے آنکا قاعدہ تہا کہ تہوڑی اور حقیر چیز کو جس خوشی اور رغبت کے ساتہ قبول کرتے کثیر اور قیمتی چیز کو اُس خوشی اور تازگی کیساتہ نہ لیتے۔

جسطرح آپکو مالدارون سے نفرت تہی اور اُنسے میل جول ناپسند تہا اُسیطرح آپ ضرورت کے علاوہ کسی کے مکان پر بطریق ضیافت بہی تشریف لیجانا اچہا نہ جانتے تہے چنانچہ شیخ معظم پہلتی کا بیان ہے کہ جس زمانہ مین شیخ ابوالرضا محمد ابتدائی عمر کے مرحلے طے کر رہے تہے اُسوقت آپ نہایت تنگی و عسرت کی حالت مین زندگی بسر کرتے تھے اکثر ایسا ہوا ہے کہ آپکو دو دو تین تین روز بغیر کہائے گذر گئے ہین اور کہین سے سد رمق تک میسر نہین ہوا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ پر متواتر تین فاقے گذر گئے اور کہانے کی کوئی چیز دستیاب نہین ہوئی اُسوقت آپکا ایک مخلص نیازمند آیا اور عرض کیا کہ میرے گھر مین کہانا موجود ہے آپ وہانتک قدم رنجہ فرمایئے اور اس نیازمند کی مہمانی قبول فرما کر عزت افزائی کیجیے آپ اُٹھکر اُسکے گھر کی طرف متوجہ ہوئے جب مکان پر پہنچے تو وہ شخص آپکو مکان کے دروازہ پر کھڑا کر کے اندر گیا کہ مستورات کو یکسو کرے خدا کی شان کہ دروازہ مین ایک چارپائی کھڑی تہی دفعۃً اُسمین حرکت ہوئی اور شیخ پر گر پڑی جس سے آپکو اسقدر صدمہ پہنچا کہ بیہوش ہو گئے اور چند منٹ تک آپ عالم بیہوشی ہی مین پڑے رہے لیکن جب ہوش مین آئے تو اُٹھکر اپنے مکان پر تشریف لا کے اور فرمایا یہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک تنبیہ تہی کہ بار دیگر امر معاش مین کوشش و تلاش نہ کرنی چاہئے چنانچہ اسکے بعد پہر کبھی کسی کے مکان پر بطریق ضیافت تشریف نہین لے گئے الا عند الضرورۃ۔

استقلال

شیخ ابوالرضا محمد کے حالات زندگی مین جو بات سب سے زیادہ قابل وقعت اور لائق نقل ہے وہ آپکی

بے نظیر ثابت قدمی اور عدیم المثال استقلال سے ہر چند کہ ابتدائے زمانہ مین آپکو نہایت جگر خراش مصائب
او جانگزا تکالیف جھیلنی پڑین لیکن کبھی حزن و ملال اور اندوہ و غم کے آثار آپکے چہرہ پر محسوس نہین ہوئے
بلکہ جسطرح خوشی اور شادمانی کے زمانہ مین آپ شادان و فرحان اور خوش دیکھے گئے اُسیطرح تکالیف و
مصائب کے زمانہ مین خوش و خرم دیکھے جاتے تھے شیخ مظفر رہتکی کہتے ہین کہ ایک مرتبہ مجھپر ایک ایسے رنج و غم
کا پہاڑ ٹوٹ پڑا جس سے مین بے اختیار روتا پھرتا اور ہائے ہائے کے نعرے بلند کرتا تھا جناب شیخ
صاحب نے میرے اس مضطربانہ حال پر واقف ہو کر فرمایا عزیز من! خدائے تعالی نے اپنے طالبون کی
دو قسمین کی ہین ایک کی قسمت مین فرحت و شادمانی مقدر کی ہی اور دوسرے کی قسمت مین اندوہ و ملال اور
جب یہ دہشت ازلی ہی تو پھر ملال و رنج کرنے کے کیا معنی ؟ -

تورع و احتیاط

ابتدا مین شیخ کا تورع و احتیاط حد اعتدال سے تجاوز کر گیا تھا اور اسیوجہ سے آپ کسیکا تحفہ و ہدیہ قبول
نہ فرماتے تھے چنانچہ شیخ مظفر رہتکی کا بیان ہی کہ جب مین رہتک سے شیخ کی خدمت مین حاضر ہوتا تھا تو مصری کے
کوزے آپکے لئے لایا کرتا تھا لیکن آپ اُنہین نگاہ قبول سے نہ دیکھتے اور فرماتے کہ گاؤن اور قصبونکے
رؤسا کی بیع و شرا شرعی قانون کے مطابق نہین ہوتی ہو اسوجہ سے مین اس تحفہ کو قبول نہین کرتا - چنانچہ
مین نے اس رسم کو موقوف کر دیا لیکن اب مین بجائے اسکے کہ شیخ کیلئے کوئی ہدیہ و تحفہ لاؤن تھوڑے قدر مصری
آپکے صاحبزادون کو برسم ہدیہ دیدیا کرتا تھا - جب اسکو ایک دراز زمانہ گذر گیا تو مین ایک دفعہ رہتک سے
آیا اور مصری کے دس کوزے شیخ کے بچونکے پیشکش کئے وہ اُنہین لیکر شیخ کی خدمت مین آئے آپنے
اُسمین سے تھوڑی سی مصری لیکر تناول کی ان بعد ایکدن میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا شیخ مظفر! ہم نے
تمہاری لائی ہوئی مصری تناول کی واقعی بات یہ ہی کہ عجیب غریب چیز تھی یہ کہکر فرمانے لگے کہ اب ہم نے تورعات
زائدہ کو خدا حافظ کہا اور جس چیز کا ظاہر شرع حکم کرتی ہو اُسے عمل مین لائے -

سنت کی رعایت

اسیطرح آپ سنت نبوی کی رعایت و اہتمام مین انتہا سے زیادہ احتیاط کرتے اور کبھی کسی سنت کو ترک
نہین کرتے تھے یہانتک کہ جب مسجد مین تشریف لاتے تو دروازہ پر تھوڑی دیر خاموشی کیساتھ توقف
کرتے اور بایان قدم جوتے سے نکالکر اُسپر رکھ لیتے ازان بعد دایان قدم مسجد مین داخل کرتے اور اسصورت
سے مقصود یہ تھا کہ ذیل کی دونون حدیثون پر عمل واقع ہو حدیث اوّل لیکن الیمنی اولھما تنعل و اٰخرھما
تنزع حدیث دوم کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحب التیامن فی شانہ کلہ - اس سے صاف

معلوم ہوتا ہے کہ شیخ مین دینداری اور مذہبی جوش اس درجہ تھا کہ آپ اونے سی ادنے سنت کو کمال
احتیاط و اہتمام سے ادا کیا کرتے تھے اور سنت نبوی کو کسی حال مین ترک نہین کرتے تھے -

شیخ ابو الرضا محمد کا تصرف و کشف وغیرہ

شیخ کے کشف و تصرف کے واقعات اس کثرت سے شوارق المعرفت مین لکھے گئے ہین جن مین سے ہم
فیصدی دس کا بھی انتخاب نہین کرسکتے کیونکہ یہ چند مختصر صفحات اُن کیلئے کسی طرح کافی نہین ہوسکتے
لیکن بحکم مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے چند وہ واقعات اِس مقام پر درج کئے جاتے ہین جنہین مستند
و معتبر لوگون نے نقل کیا ہے شیخ معظم الطیبی نقل کرتے ہین کہ اورنگ زیب کے عہد سلطنت مین ستنامی کے

کشف

کفار نے ایک مقام پر قبضہ کرلیا تھا جنکے مقابلہ مین مسلمانون کی افواج دار الخلافہ ہندوستان سے روانہ
کی گئی اور ایک نہایت عظیم الشان و خونخوار جنگ واقع ہوئی لیکن ساتھ ہی مشہور ہوگیا کہ لشکر کفار سے
ایک شخص بھی نہین قتل کیا گیا اور مسلمانون کی فوج کو انتہا سے زیادہ نقصان پہنچا اس سے خود بادشاہ
اور ارکان دولت کو سخت اضطراب ہوا اور عام بیچینی و کرب پھیل گیا شیخ کو بعض رفقا اس بارہ مین دعا کے
مستدعی ہوئے چنانچہ آپنے دعا کی اور فرمایا کہ خداوندی دربار مین میری دعا نے قبولیت کا جامہ پہنا ازان بعد
تھوڑا زمانہ نہ گذرا تھا کہ شیخ نے نہایت جوش مسرت اور تازگی سے فرمایا الحمد للہ مسلمانون کی فتح ہوگئی
اور لشکر کفار شکست کھاکر بھاگ گیا۔ آپکے رفقا جب مجلس اقدس سے اُٹھے تو شہر کے تمام کوچہ و بازار
مین اس خبر کی اشاعت کی اور رفتہ رفتہ اورنگ زیب کے کانون تک پہنچی جسے وہ سنکر حیرت زدہ ہوگیا
اور کہا یہ معاملہ کیا ہو باوجود کہ تاکید و تشدد کے ہنوز مخبرون نے اسبارہ مین کوئی خبر نہین دی سخت تعجب
ہے کہ لوگون کو یہ خبر کیونکر معلوم ہوئی چنانچہ اُس نے اِسمین تفحص و تجسس شروع کیا اور انجام کار
معلوم ہوا کہ شیخ ابو الرضا محمد نے بطریق کشف یہ خبر دی ہے فوراً دربار کے ایک معتمد علیہ کو شیخ کیخدمت
مین روانہ کیا اور شیخ نے اُسے جنگ کے مفصل واقعات سے مطلع کیا۔ چند روز کے بعد جب یہ خبر شاہی
دربار مین موصول ہوئی تو اسمین اور شیخ کے بیان مین کچھ بھی تفاوت نہ تھا -

ایک اور مرتبے کا ذکر ہے کہ آپکے دل مین آیا کہ ایک ایسا دبیز اور مضبوط لباس تیار کرانا چاہیے
جو ایک دو سال تک کفایت کرسکے اور احتیاط و ورع اور نفی خاطر ہی کیلیے یہی لباس سزاوار ہے یا نہ

چنانچہ آپنے ایک باشندہ کشمیر کو یہ خدمت سپرد کی اور اُس نے ایک پشمینی لباس نہایت دبیز و سخت حاضر خدمت کیا جسے شیخ نے بڑی خوشی سے زیب بدن فرمایا اور شبانہ روز پہنے رہے دوسرے روز آپ نماز چاشت مین مصروف تھے تمام مجلس پر خاموشی کی حکومت پھیلی ہوئی تہی اور سکوت خیز چادر اس سرے سے لیکر اُس سرے تک تنی ہوئی تہی۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد آپنے ایک نہایت خوش آئندہ تبسم کیا شیخ محمد پہلتی نے تو ہمین آداب ظاہر کرکے عرض کیا کہ حضرت! اس موقع پر آپکے تبسم کرنے کا کیا سبب ہے فرمایا حق تعالے نے میرے دل مین القا کیا کہ کیا ہمارے خزانے مین کچھ کمی تہی جو تم نے یہ لباس خریدا کیا ہم ہر حال مین تمہارے کفیل و کارساز ہین۔ ہم تمہین دنیا مین بہی ناز و نعمت سے رکھنا چاہتے ہین تم بہی اس لباس کو اتار ڈالو ہم عنقریب تمہاری شان کے لائق لباس بہیجتے ہین۔ یہ کہکر آپنے فوراً موجودہ لباس اُتار دیا اور موعودہ لباس کے انتظار مین بیٹھ گئے شیخ معظم کہتے ہین ہمین اسبارہ مین بہت تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا کہ ایک ضعیف عورت نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر آنے کی اجازت مانگی شیخ نے میری جانب متوجہ ہوکر فرمایا کہ دروازہ پر جاؤ اور دیکھو اگر لباس شال در شال اس رنگ ڈھنگ کا ہو اور اُس پر اسطرح کے گل بوٹے پڑے ہوے ہون تو لیاؤ اور کہو تیرا نذرانہ مقبول ہے۔ ورنہ واپس کردو مین دروازہ پر گیا دیکھتا ہون کہ ایک ضعیف عورت پرانی چادر اوڑہے ہوے نہایت فصاحت و بلاغت سے بول رہی ہے اور اُسکے ہاتھون مین ایک آراستہ اور پر تکلف لباس بالکل اسی رنگ ڈھنگ کا ہے جیسا کہ شیخ نے فرمایا تہا مین یہ دیکھکر دنگ رہگیا اور شیخ کے اس کشف پر مجھے نہایت تعجب ہوا الغرض شیخ نے وہ خلعت فاخرہ پہنا اور خدا تعالی کا شکر ادا کیا پھر تو آپکا یہ قاعدہ تہا کہ ہمیشہ متنعمانہ لباس بغیر قصد و اختیار زیب بدن فرماتے اور شاہانہ پوشاک پہنکر مکان سے نکلتے تھے۔

شیخ مظفر رہتکی کہتے ہین کہ درگ داس کے واقعہ مین جب رہتک مین فتنہ و فساد شروع ہوا اور اُسکے تمام اطراف و اضلاع تاراج کر ڈالے گئے تو مین اپنے قبایل و عشائر کو ساتھ لیکر دہلی مین آنے لگا اُس وقت تمام دہقانی درندون کی طرح آدمیون کے خون کے پیاسے تھے اور وحشیون جیسے لوگون پر حملہ آور ہوتے تھے میرے ساتھ باوجود کثرت قبائل اور مستورات کے اسباب و اثاثہ کے بہت سے بوجھ تھے جنہین مین اسوقت وبال جان سمجھتا تہا لیکن فضل خدا سے ہم تمام راہ مین محفوظ رہے اور امن و امان کے ساتھ وہ دشوار گذار اور سنگلاخ گھاٹیان طے کرچکے مگر ایک مقام پر دہقانیون کا

ایک وحشی غول ہمارا مزاحم ہوا اور غارتگری کے ارادہ سے ہماری طرف بڑھا مین نے نہایت جرأت کے ساتھ ترکش سے تیر کھینچکر کمان پر رکھا اور بڑی چیرہ دستی کیساتھ اُن پر حملہ کیا۔ دہقانیون کا غول فوراً منتشر ہوگیا اور سب مرعوب و خوفزدہ ہوکر جھاڑیون اور جھیرون کے پیچھے جا چھپے مجھکو تعجب تھا کہ باوجود اس کثرت کے اُن کا اس درجہ مرعوب ہونے اور خوف کھاکر چھپنے کی کیا وجہ ہی لیکن جب شیخ کی خدمت مین حاضر ہوا تو یہ عقدہ تمام و کمال حل ہوا شیخ نے نہایت خندہ پیشانی سے ملاقات کی اور فرمایا شیخ مظفر! ہم اس سفر مین تمہارے ساتھ تھے اور منزل بمنزل تمہاری حفاظت و نگرانی کرتے چلے آتے تھے کیا تم نے نہین دیکھا کہ جب دہقانیون نے تم پر حملہ کرنا چاہا اور تم بالکل تنہا تھے اور اس وجہ سے اُن کی تاب مقاومت نہ رکھتے تھے ہم نے اُنہین متفرق و پریشان کردیا اور وہ مرعوب ہوکر جھاڑیون کے پیچھے جا چھپے۔

ایک دفعہ باشندگان رہتک کی ایک جماعت کسی تقریب کی وجہ سے دہلی مین آئی اور سب ملکر شیخ کی زیارت کیلئے چلے رستہ مین ایک شخص نے فی البدیہ یہ کہا کہ حقیقت مین شیخ کے کرامات و تصرفات کے حالات مین نے بہت سنے ہین اور اس قسم کی حکایات اکثر لوگ نقل کرتے ہین لیکن مین اُن حالات و واقعات کی اسوقت تصدیق کرسکتا ہون کہ خود آنکھون سے دیکھ لون خیر اور کچھہ نہین تو آج صرف اسقدر چاہتا ہون کہ شیخ مجھے خصوصیت کیساتھ حلوا روٹی کھلائین۔ چنانچہ جب یہ لوگ شیخ کی مجلس مین حاضر ہوئے اور ملاقات کی تو آپنے اپنی عادت کیموافق ہر ایک شخص کا حال دریافت کیا اور تلطف و مہربانی سے پیش آئے اُن کے بعد گھر سے حلوا روٹی منگاکر اُس شخص کے آگے رکھا جس نے بطریق امتحان رستہ مین اسکی خواہش ظاہر کی تھی اور فرمایا کہ یہ خاصکر اسی کا حصہ ہی اسکے بعد رستہ کی باہمی تقریر بجنسہ نقل کی جس سے وہ شخص نہایت شرمندہ و خجل ہوا۔

سید محمد متوطن حصار کا بیان ہی کہ ایک دفعہ شیخ صاحب ایک خوبصورت رنگی ہوئی چادر سے اپنا جسم چھپائے ہوئے تھے اور ہرن کی خوشنما و رنگین پوست پر بیٹھے ہوئے وظیفہ مین مصروف تھے اُس وقت مجھکو آپکی چادر اور ہرن کی کھال بہت ہی مرغوب اور پسند آئی میرا میلان طبع اسطرف تھا کہ اگر ممکن ہو تو ایسی ہی چادر اور اسی قسم کی ہرن کی کھال تلاش کرنا چاہئے اور یا شیخ سے یادگار کے طور پر یہی لینا چاہئے لیکن پاس ادب کے لحاظ سے مین شیخ سے اسبابت کچھ عرض نہ کرسکا اور ہرچند کہ اس خطرہ کو دل سے دور کرنے کی کوشش کرتا تھا مگر وہ رہ رہ کر پیدا ہوتا تھا۔ اتنے مین شیخ صاحب مجلس سے اٹھے اور ہنسکر فرمانے لگے کہ تم ذرا

ٹھہرے رہنا مجھے ایک کام ہے آپ پانی کے سقایہ کی طرف تشریف لیگئے اور چادر مین جو شیرینی کا ڈہبہ لگا ہوا تہا اپنے ہاتہ سے دہو یا اِن بعد چادر اور ہرن کی کہال دونون کو تہ کرکے مجھ عنایت فرمایا اور ارشاد کیا کہ اولیاء اللہ کے سامنے اِس قسم کے خطرات کو دل مین راہ دینا نچاہیئے۔

بیان کیا جاتا ہی کہ مسجد مین ایکدفعہ ایک عورت کا جنازہ لایا گیا اور شیخ سے استدعا کی گئی کہ آپ نماز جنازہ کے امام ہون فرمایا ہنوز یہ عورت زندہ ہے۔ اور روح نے جسم سے مفارقت نہین کی ہے اِس صورت مین اُس پر نماز پڑہنا جائز نہین ہے۔ عورت کے ورثہ نے مبالغہ کیا کہ حضرت! یہ عورت یقینی طور پر مرچکی ہے اور تجربے کے بعد ایسا کیا گیا ہے فرمایا تمہارے تجربے نے غلطی کی ہو حقیقت مین عورت زندہ ہی انجام کار جب تابوت کو کہول کر دیکھا گیا تو عورت زندہ تہی لوگون کو تعجب اور تعجب کے ساتہ سخت حیرت ہوئی جنازہ کو اُٹہا کر لیگئے اور اسکے ایک روز بعد عورت مرگئی۔ اگرچہ شیخ ابو الرضا محمد کے باطنی تصرف وکشف کی یہ ظاہر مثالین ہین لیکن جب غور سے دیکہا جاتا ہو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ سن رشد کے زمانہ سے عہد انتقال تک جو بات بہی آپکی زبان مبارک سے نکلی وہ بجائے خود ایک سچا کشف اور معجزنما کرامت تہی۔ گو ان ظاہری مثالون اور تمثیلی حکایتون سے شیخ کا تصرف وکرامت بہت کچہ ثابت ہوتا ہے لیکن اِس سے اعلیٰ درجہ کی مثال ایک وہ علمی واقعہ ہے جسے حافظ عنایت اللہ نے بڑے وثوق کے ساتہ بیان کیا ہی۔

تصرفات

حافظ عنایت اللہ کہتے ہین کہ علمی سوسائٹی کا ایک منتخب اور سند یافتہ شخص جو فضل وکمال مین بہت بڑی شہرت رکہتا تہا اور فضلاء زمانہ مین امتیاز کی نظرون سے دیکہا جاتا تہا مجھسے ملا حقیقت مین اُس کی وسعت نظر اور ذکاوت ذہنی اور زور تقریر اعلےٰ درجہ کی تہی اور اُسکے علمی کمالات کا ہر شخص کو اعتراف تہا۔ اُس نے خاصکر مناظرہ ومباحثہ کی تعلیم مین زیادہ محنت کی تہی اور اِس مقصد مین کامیابی حاصل کرنے کی غرض سے ایک خاص علمی سوسائٹی قایم کررکہی تہی جسکا خود ہی سکرٹری تہا اور جسمین شب وروز علمی بحثین بڑے زور شور سے ہوا کرتی تہین یہ اُسی سوسائٹی کی مشق کا نتیجہ تہا کہ اِس کی زبان کسی موقع ومحل پر نہ رُکتی تہی اور ہر بات کا جسبتہ جواب دیتا تہا الغرض یہ شخص مجھسے ملکر کہنے لگا کہ اِس شہر مین کوئی ایسا عالم وفاضل باقی نہین رہا جو علمی بحث مین مجھسے مغلوب نہین ہوا مین نے اُسکی یہ لن ترانی سنکر جواب دیا کہ کبہی تم شیخ ابو الرضا محمد کی مجلس مین بہی گئے اور ان کی زیارت سے مشرف ہوتے ہو بولا مین نے سنا ہو کہ عوام کو تفسیر حسینی کا وعظ سناتے ہین دراصل نہین کسیطرح کا علم وفضل حاصل نہین ہو اور علمی فضائل سے محض بے بہرہ ہین اُس کی اِس گستاخی

پر مجھے سخت طیش آیا اور غصہ کے لہجہ مین کہا کہ اس سے زیادہ بیہودہ گوئی مت کر ذرا اُنکی مجلس مین جا اور کمال
علم کا اندازہ کر چنانچہ جمعہ کے وعظ مین وہ شخص حاضر ہوا اور بحث کا پہلو سوچتا رہا شیخ نے اپنے باطنی اشراق سے
اُس کی یہ خلجان معلوم کرکے ایک ایسا زبردست تصرف کیا کہ اُس کا سارا علم سلب کر لیا حتی کہ صرف و نحو
کا ایک قاعدہ تک اُسکے حافظہ مین نہین رہا دوسرے علوم کا تو کیا ذکر ہے اُس نے اپنی حالت مین
یہ فوری تغیر و تبدل دیکھکر معلوم کر لیا کہ یہ شیخ کے تصرف کا اثر ہے فوراً نادم ہوا اور علی رؤس الاشہاد اپنی
لن ترانیون سے توبہ کی اور شیخ کی خدمت مین سلےپہ درجہ کی تضرع و عاجزی پیش کی آپ کو اُسکی حالت پر رحم آیا
اور اُسے اُس کا علم عطا فرما کر اصلی حالت پر لے آئے زان بعد اُس نے اور بھی عاجزی و نیازمندی ظاہر
کی اور سخت عاجزی و انکسار سے پیش آیا شیخ نے فرمایا بیشک مین عالم و فاضل نہین ہون اور عوام الناس
کو تفسیر حسینی کا وعظ سناتا ہون آپکی یہ دل آویز اور تواضع سے بھری ہوئی تقریر سنکر اُسے اپنی گستاخی و
بے ادبی پر تنبیہ ہوئی اور اب اُس نے دوبارہ اظہار نیازمندی کرکے توبہ کی اور کہا کہ مین آپ سے بیعت
کرنا چاہتا ہون شیخ نے اُسکی بیعت قبول نہین کی اور فرمایا سنقش ذنگار مین الواح کسی کام کی نہین ہوتین
الحاصل شیخ ابو الرضا محمد کے اس قسم کے واقعات اس درجہ مشہور ہین کہ تذکرہ مشائخ خاندان کتابون
مین جو اس واجب الاحترام اور معزز خاندان کے حالات مین لکھی گئی ہین بکثرت پائی جاتی ہین اسی لئے مین
صرف ایک اور واقعہ جو سابق کے واقعات سے بھی تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے لکھکر اس عنوان کو
ختم کرتا ہون۔

رحمت اللہ کفش دوز کا بیان ہے کہ جس زمانہ مین شیخ ابو الرضا محمد فیروز آباد کی مسجد مین تشریف
رکھتے تھے اُس زمانہ مین مین بھی وہین موجود تھا ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ مین درخت کے سایہ مین اُنکے سامنے
کھڑا ہوا تھا اسی اثنا مین حاضرین مین سے ایک شخص بول اُٹھا کہ سنا جاتا ہے شیخ بایزید بسطامی بعض اوقات
ایک شخص پر نظر خاص ڈالتے تھے اور وہ شیخ کی قوت جذب اور حدت نظر سے مرجاتا تھا آج اس زمانہ مین
اگرچہ شیوخ کا غلغلہ آسمان تک پہنچا ہوا ہے اور ہر طرف سے یہی صدا کانون مین برابر گونج رہی ہے
کہ فلان شیخ اس قدر و منزلت کا ہے اور فلان اس رتبے کا لیکن کسی مین اُن جیسی باطنی قوت نہین
پائی جاتی۔ یہ سنکر شیخ کی غیرت کی رگ حرکت مین آئی اور آپنے بے اختیاری جوش کے ساتھ فرمایا
کہ بے شبہ بایزید بسطامی ارواح کو جذب کر لیتے تھے لیکن اُنہین ارواح کو دوبارہ جسمون مین ڈالنے کی

قوت نہ تھی میرے دل نے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے وہ تربیت حاصل کی ہے اور حضور نے مجھے وہ قوت مرحمت فرمائی ہے کہ اگر چاہوں تو کسی کی روح جذب کر لوں اور اسکے ساتھ ہی چاہوں تو واپس کر دوں۔ یہ کہکر شیخ نے مجھپر نظر خاص ڈالی اور بڑی عجلت کے ساتھ میری روح کو جذب کر لیا میں مردہ ہو کر زمین پر گر پڑا اسوقت مجھے کچھ سُوجھ نہ سکے اور کسی بات کا شعور نہ تھا کہ اپنے تئین ایک عمیق اور گہرے دریا میں ڈوبتا دیکھتا تھا۔ جب میری یہ کیفیت ہوئی تو شیخ نے سائل کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اسے دیکھو مردہ ہے یا زندہ اُس نے غور میں ڈوبی ہوئی نظر سے مجھے دیکھا اور ایک ایک عضو کو ٹٹولکر عرض کیا کہ بالکل مردہ ہے فرمایا اگر تم چاہو تو مین اسے اسی حالت پر چھوڑ دوں اور چاہو تو دوبارہ اسکے قالب میں روح واپس کر دوں سائل نے لرزتے ہوئے عرض کیا کہ اگر زندہ ہو جائے تو کمال رحمت و عنایت ہے چنانچہ آپنے دوبارہ توجہ کی اور مین زندہ ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ تمام حضار مجلس شیخ کی قوت دیکھکر دنگ رہگئے اور اسواقعہ کو یاد کر کے عشعش کرنے لگے۔

شیخ ابو الرضا محمدؒ کے مکتوبات و ملفوظات و مسودات وغیرہ

جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی ایک عمدہ اور نہایت قیمتی تصنیف مین شیخ ابو الرضا محمد کے بہت سے مکتوبات جمع کئے ہین جو بالخصوص حضرات صوفیہ اور عالم سلوک کی سنگلاخ گہاٹیون کے طے کرنیوالوں کے لئے ازبس مفید ہین اور جن سے شیخ کے علمی کمالات کا ثبوت اچھی طرح ہوتا ہے لیکن چونکہ سب کے سب بالکل ادبی اور عوام کی دلچسپی سے خالی ہین نیز اول تو اُن کا اُردو زبان مین ترجمہ کرنا تکلف سے خالی نہین اور اگر نمونہً کسی مکتوب کا ترجمہ کیا ہی جائے تو افسوس اُس سے لوگ فائدہ نہین اُٹھا سکتے لہذا ہم اُن مین سے بعض مکتوب جو نہایت ہی مفید اور سہل ہین اور جن سے شیخ کی خداداد ذہانت اور زور قلم ثابت ہوتا ہے بطور نمونہ معزز ناظرین کی خدمت مین پیش کرتے ہین اُمید ہے کہ شائقین بڑے ذوق شوق سے پڑہین گے۔

شیخ عبد الاحد کا خط

ایک دفعہ شیخ احمد سرہندی کے بلند اقبال اور نامور پوتے شیخ عبد الاحد نے جو اُس زمانہ کے مشاہیر مشائخ کے زمرہ مین ایک نہایت معزز و ممتاز فاضل شمار کئے جاتے تھے اور جنکا علمی تبحر و کمال بڑے بڑے مشائخ وقت کو مسلّم تھا شیخ کی خدمت مین ایک خط لکھا جسکے اخیر حصہ مین یہ عبارت تحریر تھی ثم المرجی

مکارم مکم الشریفۃ ان لا تنسونا من دعواتکم الصالحۃ فی اوقاتکم المرجوۃ فان الامر صعب فی الطریق تعب
و رعب قال علیہ السلام وان امامکم عقبۃ کؤد ۔ ع کیف الوصول الی سعاد ودونہا + قلل الجبال و دونہن
حتوف + والرجل حافیۃ ومالی مرکب + والکف صفر والطریق مخوفا + عزیزمن اشفق من آنچہ سخن حق
است ورگفت نباید وآنچہ از غیر حق است چندان گفت را نشاید پس سخن کوتاہ باید والسلام۔

شیخ کا جواب

جناب شیخ ابوالرضا محمد صاحب نے شیخ عبدالاحد کے اس خط کا یوں جواب تحریر فرمایا۔

عنایت نامہ وشفقت نامہ رسید رابطہ مصادقت ویکتائی استحکام پذیرفت جزاکم اللہ سبحانہ
عن اکرام مکم واوصلکم اللہ عز شانہ مرامکم۔ مرقوم بود کیف الوصول الی سعاد ودونہا + قلل الجبال
ودونہن حتوف + والرجل حافیۃ ومالی مرکب + والکف صفر والطریق مخوف + انتہی الحق کہ وصول سعاد ہویت
ذاتیہ مطلقہ بالاطلاق الحقیقی بسیر مستطیل کہ مبنی بر عبور شواہق جبال اعتبارات محضہ اضافات وہمیہ صرفیہ
عالم خلق وامر است ہمچنین صعب الحصول است زیراکہ سالک حقیقت خودرا بدان مخوف گردانیدہ است مشاعر
ومدارک خویش بدان شفقتی ساختہ والا فالحق سبحانہ فی الحقیقۃ من الوجہ الخاص اقرب الی العبد من حبل
الورید لا ثمہ طریق موصل لا مامون ولا مخوف لا یسع ثمہ رجل حافیۃ ولا مرکب ولا کف حافیۃ ای
خالیۃ اذ ممکن لیس لہ ظہور فی الناس فسبحان من احتجب باشراق نورہ واختفی باستغراق ظہورہ
ع توہمت فیما ان لیلی تبرقعت + وان لنا فی البین بالمنع اللثما + فلاحت فلا واللہ ما ثم
مانع + سوی ان عینی کان من حسنہا اعمی + ع پردہ برخاست یا بدیستم + دست بادوست کردہ در
آغوش + آن شناسد حدیث این دل ست + کہ ازین بادہ کردہ باشد نوش + ع وغنی بی منی قلبی
فغنیت کما غنی + وکنا حیثما کانوا وکانوا حیثما کنا + **رباعی** روزان ہمہ تو بودم وندانستم + شب با تو
غنودہ وندانستم + ظن بود بمن کہ من جملہ منم + من جملہ تو بودم ونمیدانستم + نوشتہ بودند کہ آنچہ سخن حق
است ورگفت نباید ظاہر امراد آنست کہ ورگفت نباید بجہت قصور افہام مستمعین وگرنہ سخن اگر لفظی است
عین گفت است واگر نفسی است فما من عیان الا دلہ بیان **دوہرہ** کبیرا کاکہر سکہر ہو جہان سلسلے سبیل
الکٹ بانو پیپل سو اوکون لاوے بیل + والسلام علی اہل اللہ الکرام۔

ایک اور مرتبہ شیخ عبدالاحد نے آپ کو یہ خط لکھا۔ الحمد للہ الذی اوجدناہ فوجدناہ واخرجنا من
الظلمات الی النور ففرقناہ۔ ارسل الینا بشیرا ونذیرا فاتبعناہ۔ انزل علینا کتابا مستبینا فتلوناہ

فتجلی لنا بجلاله وجماله وعززنا بنواله ووصاله فتجلی علی تلال وجودنا فجعلها دکا وظهر علی معالم قیودنا فما بقی منا عینا ولا اثرا اذ اراناعظمته فتحیرنا اذ رماناه سقینا خمرته فتحللنا بها عیانا رایناه بعین المکاشفة فتشفنا شاهدنا بسر المعائنة فشفعناه فعرج بنا من صفاته الی حضرة ذاته وعامل معنا بما یجری لکمالاته مما کانه ثم مالا یعبر بعبارة ولا یشار باشارة ومن بعد هذا ماذاق صفاته واکتمه احطی لدیه اجمل هذا واما العطش فباق ما لم یلتف الساق بالساق ویتم المیثاق وینتهی المساق فیومئذ ینعدم الفراق وعلی ذلک شرحنا الوثاق ثم انا یا مولانا نستغفر الله علی مقولنا ذلکم وعلی جمیع ضیفنا بوسیلتکم عباد الله

جواب

شیخ عبد الاحد کے اِس خط کے جواب میں جناب شیخ ابو الرضا محمد نے یوں تحریر فرمایا۔ بقاء العطش دلیل بقاء العطشان ویدل علی بقاء عین المهجور بقاء اثر الهجران فوجود الفراق علی معالم القیود سقوف وثبوت العطش عند فنا الوجود وقوف فکما لا یتصور مع الوقوف علی معالم القیود اطلاق کذلک لا یتصور مع وصال المحبوب فراق فمع بقاء صفات المحدث الحمیم لا یمکن العروج الی صفات المحدث القدیم فضلا عن العروج الی حضرة ذاته الواجب الکریم ثم التفاف الساق وانتهاء المساق فی حق بعض موعود و فی حق بعض موجود قال الله تعالی کلا (ای حقا) اذا بلغت التراقی (ای اذا بلغت النفس الانسانیة اعالی صدرها یعنی نهایتها وهی النفحة الاخیرة من عالم الامر باشتیاقها الی مشاهدة الجمال الالهی) وقیل من راق (ای نودی من باطنها من یرقنی ویشفنی من سم الفراق والم الاشتیاق ؎ لسعت حیة الهوی کبدی + فلا طبیب لها ولا راق الا الحبیب الذی شغفت به + انه رقیتی وتریاق + وظن انه الفراق (ای وظن المتعطش الحقیقی بحبیب ان ما تنزل به من القلق والاضطراب بسبب الفراق عن جمیع ماسوی المحبوب) والتفت الساق بالساق (ای لما اجتمعت ساق عالم الاکوان مع ساق عالم الوجود یعنی یشاهدها جمیعا وهذا هو مقام المشاهدة) الی ربک یومئذ المساق (ای یوم اذ کان کذا یساق الی صرف العالم الالهی فیسقی ثم بالماء الزلال فلا عطش لاحد فی الوصال فلا یبقی عین ولا اثر ولیس ثمه مخبر ولا خبر ویسعد بالسعادة السرمدیة ولا یطرد بعد الاصطفاء من الحضرة الالهیة) ؎ آسوده بکام خویش از وصل حبیب + نه بیم فراق است ونه تشویش رقیب +

مرزا محمد سرہندی کا جواب

مرزا محمد سرہندی نے ایک دفعہ شیخ کی خدمت میں بطریق اشارت ذیل کے الفاظ لکھے ”کہ بہیلہ اسہال برائے حصول حال بکار بردہ. آخر الامر دستے اسہال حال روئے ندادہ“ جسکا جواب آپنے اس طرز پر تحریر فرمایا ”بخاطر فاطر درواہ ندکہ بیرو وجحسبتہ مانثر صفراوی مزاج است حاریا بس کہ سلوک طریق حق را در عذر آمد اما بسبب بعضی مسموعات

رسمیہ و مقایسات فاسدہ عقلیہ اخلاط سوداویہ غیر طبیعیہ کہ سالک را از وصول بمنزل مقصود باز دارد غالب آمدہ
حکیم حاذق نبود تشخیص مرض ننمود بجائے ہلیلہ اسود ہلیلہ اصفر بداد خلط صفرا نکرد و معاونت سودا نمود کار برعکس
افتاد و حال المزاج انجامید و حاذقان طریقت و ماہران حقیقت بحکمت نظری و عملی با شربہ تجارہ یا لیسر بتوفیق
اللہ تعالی تبدیل مزاج کنند چہ حق تعالی ظاہر ست کہ ہیچ ظاہری حجابش نیست و او باطن است کہ ہیچ چیز
چیزے در باطن نیست قال نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی مناجاتہ اللھم انت الظاہر لا ظاہر فوقک وانت
الباطن لا باطن دونک شعر تو ہمت قد ماء ان لیلی تبرقعت * وان لنا فی البین ما یمنع اللثما * فلا حت
فلا واللہ ما ثم مانع * سوی ان عینے کان من حسنہا اعمی * گر نہ بیند بروز شپرہ چشم * چشمۂ آفتاب را چہ گناہ
کما الان حقیقت کحل عنایت در چشم کشند و نابینایان را چشم بخشند انی ابرئ الاکمہ والابرص کحل عنایت
جز بلسان طیور نسخہ نکنند فہم من فہم ومن لم یفہم لم یفہم بینہ وبینہم واللہ الہادی کحل عنایت مرکب است
از دو جزو ترقیق و تسحیق۔ ترقیق آنست کہ قلم اعلی بحروف عالیات بشگافت و در بیان شد ظاہر الوجود و باطن
الوجود۔ باطن بدو راہ رفت امر و خلق پدید آمد۔ انجا سنت شنو نہ بہر کس بخشید ۔ سہ ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ
ایم * مطرب بگو کہ کار جہان شد بکام ما * و تسحیق آن باشد کہ ادانی در اقاصی و اسافل در اعالی تحقیق کشند
و در چشم کشند برق شہود بدرخشد و اراضی قلوب بنور جمال مطلق منور گردد و اشرقت الارض بنور ربہا و عقبات
سطوت احدیت ذات ہستی طالب را در عالم نیستی بر و مہر کل شیء ھالک الا وجہہ بظہور پیوندد و این ہنگام ہر کس
از مرزائی خود آگاہی یابد محمد مرزا۔ مرزا محمد گردد۔

ایک اور مکتوب

ایک اور خط میں شیخ نے اپنے پر زور قلم سے مرزا موصوف کو یہ مضمون تحریر کیا۔ ھو الحی القیوم یا مرزائی
و یا جلالی تطلب وحدانیتی۔ وانت تشرک انانیتک بانانیتی۔ ان ھذا الاشراک جلی۔ لا شرک خفی۔ افلا
تخاف من عزتی۔ ولا تستحیی من فردانیتی۔ یا مرحوم انت الموھوم۔ وانا المعلوم۔ انا النور۔ وانت الظلمات
انا الحق و الحقیقۃ وانت المجاز والطریقۃ ان کنت ترید ان تکون مجدًا سویًا فارفع الموھوم
واقم المعلوم وقل بقلبک السلیم و بسرک القدیم بلا عیب ولا ریب فی کل زمان وفی کل مکان۔
لا ھو الا انا ولا انا الا ھو فاذا رفعت البین وصلت بالعین فان شککت فیہ فانت معلول وان
ارتبت فانت معزول وان قبلت بایمانک وایقانک فانت مقبول فلا تکونن من الممترین المردودین۔
اجبت سؤالک برحمتی ولکن لا تغفل عن عظمتی وعلیک ان لا تظہرہا القیت علیک عند المرحومین

لا مرجوم الا العاطل۔ ولا مرحوم الا الواصل ان فهمت کلامی فعلیك رحمتی و سلامی۔

ایک اور خط

دوسری مرتبہ آپنے باین مضمون خط لکھا۔ بسم الله الواحد الاحد قال لی الحق والملك المطلق یا قومی ومرضاتی بعزتی وبهائی کنت احدا ولم یکن شیٔ ورائی واکون شیئا سوائی اظهرت بذاتی من ذاتی شیونی وصفاتی وظهر الخلق والخلیقة وانا الحق والحقیقة وانا الذات لکل شیٔ وانا الحیوۃ لکل حی فالخلق کلهم قدرتی والخلیقة کلها امری من اراد بقائی فلیراقب جلالی ولیذکر بذکر لاهوتی ولا جبروتی ولا ملکوتی وهو لا هو الا هو من فهم کلامی فعلیه رحمتی وسلامی۔

شیخ عبد الحفیظ کے نام

شیخ عبد الحفیظ کو جو آپکے خواص اصحاب مین ایک معزز و ممتاز دوست تھے اور جن کی رعایت شیخ کو ہمیشہ ملحوظ نظر رہتی تھی ایک مرتبہ یون تحریر فرمایا۔ بفهم که از دریائے نور نورانی حبابے اکثر بشتابی وازین حباب روبتابی خود را دریا همان نور یابی واین فهم را بقصد و توجه دل برخود نگاهداری که قصد و توجه را در استبقاء حالات قلبیه اثر تمام است۔ چون تصور شکسته گردد و خطرهٔ غیر راه یابد فی الحال بخیال بازشتابد باضداد دوران نور اسم ذات باسم متکلم درجائے تنها و تاریک بدل حاضر فی الغدو والاصال علی التوالی والاتصال بگوید تجدیکه از خود واز همه بے خبر شود وروزن دل کشاده گردد۔ ارواح جمله فرشتگان و پیغمبران را در بیداری بیند و فوائد عظیمه از ایشان گیرد ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم ؎

چشم دل چون باز شد معشوق را در خویش دید ٭ عین دریا گشت چون بیدار شد چشم حباب ٭

دوسرا خط شیخ عبد الحفیظ کے نام

اس کے بعد شیخ عبد الحفیظ نے اس حدیث قدسی کے معنی دریافت کیے جو قصۂ معراج مین وارد ہوئی ہے اور لکھا کہ اس جملہ (قف یا محمد فان الله یصلی) کی توضیح ارشاد کیجئے آپنے برداشتہ قلم یہ مضمون تحریر فرمایا۔ بخاطر فاتر وارد شد که چون آن سیمرغ قاف معرفت بر هوائے عالم خلق و امر پرواز نمود بسر حد نقطۂ اخیرهٔ عالم کون و امکان رسیده بود و نکشائے عالم قدس حضرت الٰہی در نظر آمد از بس علو همت که داشت خواست که دران عالم نیز طیران نماید خطاب مستطاب در رسید که قف یا محمد یعنی علی النقطة الاخیرة من عالم الامر فانها حد العبدیة مع مشاهدة الربوبیة فان الله یصلی ای یرید ان یرحم بك علی العلمین بالنبوة والرسالة ویجب ان یقف الرسول فی هذا البرزخ حتی یستفیض المعارف والاحکام من الحضرة الالهیة ویفیض علی عالم خلقه وامره وقیامك بمرادی احب رحمتی علیك من قیامك بمراد نفسك ارید وصاله ویرید هجری فاترك ما ارید لما یرید فانی فی الوصول عبید نفسی وفی الهجران مولی للموالی واسب

بعلو ہمت حضرت علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام آنست کہ بعد از طیران در ہوائے عالم الٰہی درین برزخ باز آوردہ خطاب فرمودہ باشند و معانی دیگر مستبعد کہ فراخور مذاق مقلدان بعضے صوفیان متاخر افتد۔ دوبارہ شیخ صاحب نے حدیث مذکورہ بالا کی یہ تفسیر لکھکر شیخ عبد الحفیظ کو روانہ کی۔ کہ چون آن شہباز از ہوائے کثرت اسمائے وصفات الٰہیہ درگزشتہ بقصوی برزخیہ کبرٰے کہ اول مراتب تعینات است وحقیقت محمدیہ مسماۃ است دم گرفت کہ بعالم حقیقت ذات مجرد پرواز نماید خطاب رسید کہ قف یا محمد علی ھذا البرزخیۃ الکبرٰی التی ھی منتہی مقامات العارفین فان اللہ یصلی ای یرحم علی کمل عبادہ فی ھذہ المرتبۃ العلیا والمنزلۃ الزلفی او یرحم علی عبادہ بالامر بالوقوف فان التشوق الی طلب ما ورائہ تضییع الوقت وطلب لما لا یمکن تحصیلہ او المعنی فان اللہ یصلی ای یعجب نفسہ یعنی یثنی علی کمالاتہ الذاتیۃ و یتوجہ الیہا غنی عن العٰلمین لا مجال الی جد فی شق عزتہ وحرم نفسہ ؎ تعالی العشق عن ھمم الرجال و عن وصف التفرق والوصال ٭ متی ما جل شئ عن خیال ٭ یجل عن الاحاطۃ والمثال ٭

یہانتک مولنا شیخ ابو الرضا محمد صاحب کے خطوط جسقدر مجھے لکھنے تھے نقل کر چکا۔ اگرچہ میرے پاس شیخ کے خطوط کا ایک بڑا ذخیرہ تہا۔ اور اس قسم کا سرمایہ بہت کچھ موجود تہا جو مجھے اس بارہ مین کافی مدد دیسکتا تہا۔ مگر مین نے اُنہین اسوجہ سے نظر انداز کردیا کہ عام لوگون کی دلچسپی سے خالی تھے۔ صرف وہی بعض خطوط قلمبند کیئے گئے جو معزز ناظرین کی دلچسپی کے باعث تھے۔ شیخ کے وہ تمام خطوط جو آپنے مختلف مشائخ صوفیہ اور علماء و فضلا کی طرف لکھے ہین۔ جناب مولنا شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک جگہ جمع کردیئے جو ۱۳۱۵ ہجری مین کتابی صورت مین طبع بھی ہوچکے ہین شائقین کو اُسکا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

اِسکے بعد مین شیخ کے مسودات مین سے بعض مرہ باتین بعینہ قید کتابت مین لانا چاہتا ہون جو نہایت ہی مفید اور قابل انتخاب ہین اور جنسے آپ کی علمی زندگی کا اقتدار اور علم و فضل کا اصل جاہ و جلال اچھی طرح ثابت ہوتا ہے۔

شیخ کے بعض مسودات

(۱) آپ رسالہ اصول الولایۃ مین آیہ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ کی تحت مین فرماتے ہین کہ " نقض ولایت کبرٰے کشش است چہار شرط بترتیب نص۔ اول ایمان بتصدیق دل و اقرار زبان دوم تقوےٰ باکتساب مامورات و اجتناب محظورات۔ سوم طلب شیخ طریقت کہ وسیلہ عبارت ازان است راہ وصول بدوست ازو عیان است چہارم جہاد با رشاد در افنا انانیت و اثبات ہویت و دور کن از خود

رستگاری و ہرکار شہود دوست گرفتاری کہ فلاح عبارت ازان ہست و ولایت کبرے ہمین ہست۔

اسی رسالہ مین آپ یہ بھی لکھتے ہین۔ چون مرید صادق در خلوت درآید اول ہمگی از ملاک خود برآید غسل کامل نماید مصلے و جامہ پاک باید تا خدمت پاکی را شاید روے بخدا آرد و دو رکعت بہ نیت توبہ گزارد و نجات خود در اداے حقوق خلق وخالق بیند۔ بتضرع وزاری در موضع خلوت نشیند۔ بتکبیر تحریمہ جمعہ جماعت دریابد بعد از خلوت شتابد از ہمراہ حذر نماید چپ و راست نظر نکند۔ از نظر خلق پرہیزد و از لذت نفس گریزد۔ در آمد شد غفلت نورزد۔ خلوت کہ چنین نباشد بہیچ نیرزد۔ کار بذکر و مراقبہ و دوام طہارت وانکسار محکم گیرد و نزدیک کسل خود را از نماز نفل و تلاوت و درود و استغفار خالی نپذیرد و اگر لال یابد بتجدید وضو شتابد اگر غلبہ بود بخواب رود تا نفس حدیث نگوید و براہ معصیت نپوید ثلث لیل و نہار خواب باید تا جسد در اضطراب نیاید شش ساعت در شب و دو ساعت در روز و در ہر دو جانب بقدر درازی وکوتاہی روز و شب کم وزیادہ کند و نقصان از ثلث بتدریج حاصل کند پیش از غروب آفتاب بکمال طہارت بر مصلیٰ رو بقبلہ بذکر و مراقبہ انتظار نماز مغرب کشد و میان مغرب و عشا بذکر و مراقبہ و نماز مواصلہ نماید کہ در تنویر قلب تاثیر تمام دارد چون صبح طلوع نماید این چہار دعا بخواند اللّٰہم یارب انت اللہ عالم وانا عبد جاہل اسألك ان ترزقنی علما نافعا حتی اعبد بہ ملك ولا اهلكت۔ یا رب انت اللہ غنی وانا عبد فقیر اسالك ان تحفظنی حتی لا اسال من سواك كفاف الدنیا ولا اهلكت۔ یا رب انت اللہ قوی وانا عبد ضعیف اسالك ان تعیننی حتی اغلب الشیطان بقوتك ولا اهلكت۔ یا رب انت اللہ قادر وانا عبد عاجز اسالك ان تجعلنی جابرا علی نفس حتی اقهرها بقدرتك ولا اهلكت۔ پس دو رکعت سنت در خانہ گزارد و پیغمبر گفت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہر کہ میان سنت و فرض فجر چہل و یکبار بخواند یا حی یا قیوم یا حنان یا منان بدیع السموات والارض یا ذا الجلال والاکرام لا الہ الا انت اسالك ان تحیی قلبی بنور معرفتك یا اللہ یا اللہ یا اللہ اگر ہمہ دلہا بمیرند دلش نمیرد و ایمان بسلامت برد چون بقصد جماعت از خانہ برآید گوید بسم اللہ وباللہ والی اللہ والتکلان علی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ چون بدر مسجد رسد گوید اللهم عبدك ببابك من نبك ببابك توجہ الیك عمن سواك یستغفرك ویطلب رضاءك ان لم تفتح باب فضلك فای باب سوے بابك پاے راست در مسجد نہد گوید بسم اللہ الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ و چون درآید بگوید اعوذ باللہ العظیم وبوجهہ الکریم وسلطانہ القدیم من الشیطان الرجیم از شر شیطان در امان باشد و چون اندرون مسجد رود سلام گوید و اگر کسی نباشد یا مشغول

بنماز باشد بگوید السلام علینا و علی عباد الله الصالحین بعد از ادای جماعت بجای خود رو بقبله نشسته
بذکر و مراقبه بجد تمام اشتغال نماید که خواب درین وقت سخت مکروه است اگر خواب غلبه نماید ذکر گویان با ایستادن
ونشستن دفع نماید تا چون آفتاب یک دو نیزه بلند گردد دو رکعت بنیت شکر ادا نماید پس ازان هر جا که
جمعیت خاطر یابد در مسجد یا در خلوت بذکر و مراقبه اشتغال نماید تا ربع روز آنگاه چهار رکعت نماز چاشت
گزارد و اگر تعلیم و تعلم یا کارے ضروری داشته باشد بقدر حاجت بکار خود مشغول گردد والا تجدید وضو
بذکر و مراقبه بنشیند. اگر خوردنی موجود باشد بخورد و در وقت خوردن بزبان ذاکر و بدل شاید حاضر باشد
بعد ازان بتجدید وضو بذکر در قیلوله رود چنانکه بیداری پیش از زوال آفتاب غنیمت شمرد تا در وقت زوال
آفتاب بطهارت کامله رو بقبله بر سجاده ذاکر و مراقب نشسته باشد چون آفتاب برگردد چهار رکعت صلاة
زوال ادا نماید. بعد از ادای نماز ظهر اگر امرے ضروری از زیارت و عیادت و تعلیم عیال و پرسش احوال
شان داشته باشد بقدر ضرورت اشتغال نماید و شتاب از نزد ایشان برخیزد و استغفار کند حسنات الابرار
سیئات المقربین. پس ازان تکمیل طهارت تهیه نماز عصر کند و میان عصر و مغرب بذکر و مراقبه مهلت
نماید ؎ عمر برفت است و آفتاب تموز ۔ اندکی ماند خواجه غره هنوز ۔ دل گفت مرا علم لدنی هوس است
تعلیمم کن اگرت بدین دسترس است ۔ گفتم که الف گفت دگر هیچ مگو ۔ در خانه اگر کس است یک حرف بس است

شیخ ممدوح کی ان دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ شب و روز طاعت خداوندی
میں غرق رہتے تھے اوس میں منصبی فرائض اور اہم معاملات میں جو وقت وہ اپنے کو ملتا تھا وہ مذاکرہ علمیہ
میں صرف ہوتا تھا نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو عملی زندگی احکام شریعت کے دائرہ میں بسر کرنے کا
خیال بدرجہ غایت رہتا تھا اور آپ کون کون سے افعال کو جائز اور کن کن باتوں کو ناجائز قرار دیتے تھے غرض
و بزرگ شیخ کے حالات زندگی پڑھنے والے خود بخود اس بات کی بخوبی جانچ کر سکتے ہیں کہ عہد طفولیت سے
لیکر زمانہ انتقال تک جس شخص کی زندگی بالکل آسمانی شریعت کی پابندی اور نبی محمد کے احکام کی
متابعت میں گزری وہ شیخ ابو الرضا محمد جناب شیخ وجیہ الدین کے فرزند رشید اور مولانا شیخ عبد الرحیم
صاحب کے برادر کلاں تھے قطع نظر ان تمام باتوں کے عبارات مذکورہ سے شیخ کی انشا پردازی اور زور
قلم کا کمال بھی بخوبی واضح ہوتا ہے۔ آپنے ان طولانی مضامین اور غیر محدود مباحث کو جنکے لیے صدہا
اجزا سیاہ کیے گئے ہیں اور بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی گئی ہیں نہایت مختصر اور چھوٹے چھوٹے جملوں

ہیں کس خوبصورتی سے ادا کیا ہے۔ پھر اس پر عبارت کا طرز جیسا دلکش اور مؤثر ہے اظہر من الشمس ہے
مطالعہ کرنے سے [illegible] اثر [illegible] پیدا ہوتا ہے۔

علاوہ ازین شیخ کے مسودات میں سے ہمین بعض وہ عبارتین بھی دستیاب ہوئی ہین جو تصوفی تحقیقات
مین اعلیٰ درجہ کا نمونہ ہین اور صوفیائے کرام کی موجودہ اور آیندہ نسلون کیواسطے ایسی ہی ضروری اور لازمی
ہین جیسے ہم [illegible] آنکھون کیواسطے نور چنانچہ بطور نمونہ چند عبارتین نقل کیجاتی ہین۔ آپ لکھتے
ہین کہ الفناء فقدان لوازم البشرية اما ذهولا عن علمها او علما بانعدامها اوحالا حقيقيا وللفناء
تسع مراتب۔ الاولى الذهول وهو عبارة عن عدم شعور العبد بنفسه عند الاستغراق فى ذكر الحق لاهل
الحجاب او عنده بمشاهدة انوار الجمال لاهل الكشف۔ الثانية الذهاب وهو فناء العبد عن افعاله بشهود افعال
الحق كالقلم بيد الكاتب وقد يطلق على الترقى۔ الثالثة السلب وهو عبارة عن فناء صفات الخلق
بشهود صفات الحق۔ الرابع الاصطلام وهو فناء العبد عن ذاته بوجود ذات الحق۔ الخامسة الانعدام
وهو فناء العبد عن فناءه فلا يبقى عنده شعور بانه فانى السادسة السحق وهو زوال الحس من نفس
العبد فتقبل الصفات الالهية من غير تأمل كما تقبل صفات نفسه فهو اول مقامات التحقق بالله
السابعة المحق وهو زوال الحصر والحد من جسمانية العبد وروحانيته الثامنة الطمس وهو ذهاب احكام
البشرية من طبعه وعادته ظاهره وباطنه فلا يغيره الجوع المفرط والسهر الدائم وغيرها التاسعة
المحو وهو كمال الزوال بحيث آثار الخليقة بظهور آثار الحقيقة فالمراتب الخمس الاول مخصوصة باهل
الفناء والاربعة الاخيرة باهل البقاء والبقاء صفة الهية يتصف بها العبد بعد فناءه عن نفسه

محترم شیخ کے ایک مسودہ مین بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر بھی ہمین نظر پڑ گئی ہے چونکہ نہایت
دلچسپ ہے اور ایک نرالے ڈھنگ کی تفسیر ہے قطع نظر اسکے دلکش اور مؤثر بھی ہے اسلئے ہدیۂ ناظرین
کرتے ہین۔

بسم الله الرحمن الرحيم **الباء** متعلقة بمقدر عام وهو الوجود الاسم هو تجلى الذات بصفة من الصفات
و**الله** علم للذات واجب الوجود الموجود بنفسه المستجمع جميع صفات الكمال المنقدس عن جميعها
النقصان و**الرحمن الرحيم** هو اسمان من الرحمة بمعنى التفضل والاحسان والاول باعتبار
الفيض الاقدس الذى يحصل به الصور العظيمة المسماة بالحقائق والماهيات مع استعداداتها

والثانی باعتبار الفیض المقدس الذی یحصل به تلک الماهیات فی الخارج مع لوازمها وتوابعها والمعنی فیاض الحقائق والماهیات فی الحضرة العلمیة اولا ونقیض الوجود علیها فی الخارج ثانیا فهما صفتان لاسم اذ بدلان منه او بیانان له او خبران لمقدر عائد الیه او مفعولان لاعنی بیانا له ولیسا بمتعلقین بالجلالة لانه لیس الذات الرحمن الرحیم سواهما والمعنی ان وجود کل شئ بظهور ذات الواجب تعالی فی حضرت الغیب والشهادة -

اس دلچسپ اور لطیف تفسیر سے واجب الاعتصام مفسر کا جس درجہ علمی تبحر ثابت ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اسکی نظیر بہت مشکل سے ملسکتی ہے جو لوگ آپکے حالات زندگی پڑہین گے اور آپکے مکتوبات مسودات بامعان نظر دیکھین گے انہین تو معلوم ہوجائیگا کہ آپ کس قدر و منزلت کے شخص تھے اور آپ کا علمی کمال جس درجہ پہنچگیا تھا۔ آنرا کہ عیان ست چہ حاجت بہ بیان ست۔ ہم مولنا شیخ ابوالرضا محمد صاحب کے علمی حالات اور بعض خطوط و مسودات کے موثر و دلکش مضامین نقل کرچکے اب آپکے کچھ حکیمانہ اقوال اور عبرت و نصیحت مین ڈوبے ہوئے مقولے لکھتے ہین جنسے آپکے فضل و علم کی شان معلوم ہوتی اور علمی تبحر اوسکی ثابت ہوتا ہے۔

شیخ کے ملفوظات

حضرت مولنا شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جسمین جناب شیخ ابوالرضا محمد کے بیشمار دل آویز مقولے جمع کیے ہین۔ یہ اگرچہ ایک نہایت مختصر سا رسالہ ہے لیکن تصوف و نصائح سے لبریز ہے جس مقام کو پڑھو یہی معلوم ہوتا ہے کہ معنی خیز مضامین کا دریا نہایت زور شور سے لہرین لے رہا ہے۔ الفاظ کی بندش عبارت کی چستی اس غضب کی ہے جسے دیکھکر بڑے بڑے فاضل دنگ رہجاتے ہین اسکی عبارت سے جسقدر بزرگ شیخ کا فاضلانہ اور عالمانہ پن برستا ہے اسیقدر مطالب کی خوبی اور عمدگی آپکے علو شان اور بے نظیر تبحر کو ثابت کرتی ہے۔ مین اسمقام پر اُسی رسالہ مین سے چند مفید اور نصائح سے بھرے ہوئے مقولے انتخاب کرکے اپنی ناچیز تالیف مین درج کرتا ہون۔

(۱) شیخ فرماتے ہین کہ ایمان کی ایک معلوم و معین حد ہے کہ جب وہ اُس حد تک پہنچ جاتا ہے تو پھر کبھی اُسکا زوال نہین ہوتا۔ اسیطرح اعمال کے لیے بھی ایک مقرر حد ہے کہ جب وہان عروج کرجاتے ہین تو پھر مردود نہین ہوتے۔ ایمان کی اوسط درجہ کی حد یہ ہے کہ ایماندار کے سینے مین ایک محسوس نور ظاہر ہوجائے جس کی روشنی اور چمک سے اسپر اُسکے باطنی آثار اچھی طرح نمودار ہوجائین اُسوقت آپکے

ارشاد کیا کہ مین نے ایک رات اپنے سینہ مین ایک نور دیکھا جو چراغ کی طرح دمک رہا تھا اور جس کی روشنی مین مجھے گھر کے تمام اطراف اور اثاث بیت اچھی طرح نظر پڑتے تھے اسی اثنا مین خدا تعالی نے مجھپر الہام فرمایا کہ ادنے درجہ کا ایمان جو میری جناب مین مقبول ہو اسی نور کے مانند ہے جسے مین ایمانداروں سے سلب نہین کرتا۔ اس کے ذیل مین جناب مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ شیخ کی مراد نور ایمان سے طہارت وطاعت کا نور ہے جیساکہ مین نے حسب موقع بیان کیا ہے"

(۲) فرماتے ہین کہ انسان فلاح دارین اُسیوقت حاصل کرسکتا ہی جبکہ عقاید مین انبیا علیہم السلام کی تقلید کرے اور بغیر کم وبیشی کے تقلید کرے جیساکہ قدماء اہل سنت کا مذہب ہے لیکن شرط یہ ہی کہ کسی صاحب کشف سے ملاقات کرے جو اُن عقاید کی تفصیل وتحقیق پر کما ینبغی تنبیہ حاصل کرائے ۔

(۳) آدمی قبیح وناشائستہ صفات ترک کردینے اور اخلاق کو مہذب وآراستہ کرنے کی وجہ سے گو فرشتہ ہی کیون نہ بنجائے لیکن پہر بھی ولایت خاصہ کے کمال کے مقابلہ مین یہ کچہ بھی کمال نہین ہو وجہ یہ کہ خدا تعالی فرشتون کی حکایت نقل فرماتا ہے کہ وما منا الا لہ مقام معلوم اس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ ملائکہ کے مقامات معلوم المقادیر ہین اور صاحب ولایت خاصہ کا مرتبہ جو تجلی ذات کے شرف سے معزز وممتاز ہوچکا ہی کوئی حد اور انتہا نہین رکھتا البتہ ایسا شخص خداوندی عنایتون کا مورد اور خوارق وکرامات کا مصدر ضرور ہوتا ہی کیونکہ کرامت کا صدور اوصاف ذمیمہ کے ترک کردینے اور انوار طاعات سے معمور ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے یہ سب کچہ ہی لیکن شخص موصوف حقیقت مین طریقہ ولایت مین داخل نہین ہی کیونکہ ہنوز خودداری اور تن آرائشی مین مصروف ہے اور جب یہ ہو تو اولیاء کے زمرہ مین شمار نہین کیا جاسکتا ۔

(۴) تمام ریاضات مین عمدہ اور بہتر ریاضت یہ ہو کہ آدمی دائمی توجہ کیساتھ کھانے پینے مین درمیانی راہ اور متوسط درجہ اختیار کرے ۔ افراد و تفریط سے ہمیشہ مجتنب ومحترز رہے ۔

(۵) جب حضور۔ دلمین مضبوطی اور استحکامی کیساتھ جگہ کرلیتا ہی تو پھر کسی چیز کی طرف ملتفت ہونے اور باتین کرنیسے زوال پذیر نہین ہوتا البتہ غامض ودقیق علوم کی تعلیم وتعلم مین مشغول ہونے کے سبب سے خفیف سا حجاب واقع ہوجاتا ہی لیکن جسے ملکہ حضور ویسا ہی ذہن نشین ہوجاتا ہو جیسے آنکھ مین بینائی تو اب کوئی چیز بھی اُسکے لیے حاجب نہین ہوسکتی ۔

(۶) اہل سنت اور معتزلہ وشیعہ جو ویدار الٰہی مین نزاع کرتے ہین تو یہ صرف لفظی نزاع ہی کیونکہ معتزلہ وشیعہ اسیوجہ

سے انکار کرتے ہین کہ رویت خداوندی جہت کا تقاضا کرتی ہی اور خدا تعالی جہت سے پاک و منزہ ہی اسکے ساتھ ہی وہ انکشاف اتم برفع حجب کو ثابت کرتے ہین - مگر اہل سنت اسبات کے قایل ہین کہ دیدار الہی بے کیف و جہت ہوگا اور یہی عین انکشاف اتم ہی -

(۷) جو چیز عام لوگون کو قیامت کے دن نصیب ہوگی وہ اولیاء اللہ کو دنیا مین میسر ہو جاتی ہی چنانچہ وہ دنیا ہی مین خداوندی دیدار سے مشرف ہو جاتے ہین اور اُسکی ذات مقدس اشکال سے منزہ دیکھتے ہین پھر اسبارہ مین وہ مختلف المقامات ہوتے ہین بعضون کو صرف ایسا معلوم ہوتا ہی جیسے بجلی کہ ادہر سے کوندکر ادہر چلی گئی اور بعضون کو اس سے کسیقدر زاید لیکن جو حضرات کاملین ہین اور اُن کا رتبہ ولایت معراج کمال کو پہنچگیا ہے وہ ہمیشہ دیدار الہی مین محو رہتے ہین جیسا کہ حضرت امیر المومنین جناب علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ لم اعبد ربا حتی لم اره -

(۸) اولیاء اللہ کے سلسلے اور اُنکے طریقہ مین داخل ہونیکے یہ معنی ہین کہ اس پاک و برتر نفوس قوم کی ریاضیات پر عمل ہو اور اسکے باجاہ و جلال اور نتھرے ہوئے مشارب کو قبول کرے جو شخص ان باتون کو پیش نظر نہ رکھے اور ان رنگون مین رنگین نہ ہو اُسے اس برگزیدہ اور معزز و مقتدر قوم کے سلسلہ مین داخل نہ سمجھنا چاہیئے اگرچہ بظاہر کسی ولی سے ارتباط کیون نہ پیدا کیا ہو -

(۹) ہمارے عرفا زمانہ کو ذاتی تجلی میسر نہین ہے ورنہ اپنے اور اپنی اولاد و اقارب کی حصول اغراض کے لیے سلاطین کے محتاج نہوتے -

(۱۰) عارف کو اسبارہ مین جرات کرنا نہایت ہی نامناسب ہے کہ دوسرے عارف کے مرید کو اپنا گرویدہ بنائے - اور اپنے طریقہ کی طرف مائل کرکے اُسکی اُس توجہ مین شورش ڈالدے جو شیخ اول سے حاصل ہو اگر کوئی شخص باصرار پیش آئے اور اسکے طریقہ مین داخل ہونا چاہے تو اسوقت بھی اُسے یہی مناسب ہے کہ اُسکے شیخ کے حوالہ کرے اور اپنے سلسلہ مین داخل نہ کرے البتہ اگر اُسکے شیخ نے سفر آخرت قبول کرلیا ہو یا کسی دوسرے شہر مین چلا گیا ہو تو مضائقہ نہین ہی -

(۱۱) جسکو ذوق مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہی پھر وہ کسی معصیت سے زائل نہین ہوتا -

(۱۲) ولی - دنیا مین آگ سے جلایا جاتا اور تلوار سے مار ڈالا جاتا ہی کیونکہ اُسکے عناصر روح پر غالب ہو جاتے ہین اور فناء اخرویہ مین اسکے برعکس حالت پیش آتی ہی لیکن یہ انہین اہل کمال کو نصیب ہوتی ہی جنکی

جب اسکا نیہ اٹھ جاتے ہین -

(۱۳) شیخ فرماتے ہین کہ ایک فاضل نے کسی صوفی سے دریافت کیا کہ صوفیائے کرام اسقدر ریاضات ومجاہدات کی سختیان اور تکلیفین کیون جھیلتے ہین - جواب دیا کہ اگر تجھے اسبات کی امید دلائی جائے کہ فلان شخص مشقت کی برداشت کریگا تو حکومت کی باگ تیرے ہاتھ مین دیدیجائے گی یا بادشاہ کی گردن تیرے آگے جھک جائیگی تبا اسوقت تو یہ تمام مشقتین اور مصیبتین گوارا کریگا کہ نہین وہ بولا کہ ضرور ہی بلکہ جس شخص کو ان باتون کا متوقع کیا جائیگا نہایت خوشی اور ذوق شوق سے بڑی بڑی سختیان جھیلنے کو تیار ہوجائیگا اسپر صوفی نے کہا کہ ہماری ان جانفرسا ریاضات اور جگرخراش مجاہدات کی یہی وجہ ہو کہ خداتعالی اپنی عظمت وجبروت اور پورے جاہ وجلال کیساتھ ہمارخانۂ دل مین جلوہ فرما ہوتا ہو -

(۱۴) ایکدفعہ جملہ اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور آپکے پیش نظر تہا جسکی تفسیر وتوضیح آپنے یون فرمائی کہ اصحاب قبور سے مدد چاہنے کا یہ مطلب ہے کہ ان کے حالات یاد کرکے عبرت پذیر ہو کیون کہ مردون کے حالات یاد کرنے اور ان سے عبرت حاصل کرنیسے دنیاوی امور کے تعلقات کی رگ کٹجاتی اور فکر معاش مضمحل ہوجاتا ہو -

(۱۵) حدیث ان الدنیا اشبہ من جیفۃ منتنۃ کی تفسیر مین فرمایا کہ دنیا انسان کو خداتعالی کی طرف متوجہ ہونے سے مانع آتی ہو کیونکہ انسان کا دلی تعلق اسکے ساتھ وابستہ ہوتا ہو بخلاف مردار کے کہ اسمین یہ صفت پائی نہین جاتی اسلئے دنیا مردار سے زیادہ قبیح شنیع ٹھہری -

(۱۶) فرماتے تھے مخالف شریعت کوئی بات منہ سے نکالنا کذب فی الاقوال ہو اور شریعت کے برخلاف کوئی کام کرنا کذب فی الافعال اسی طرح ایک حال سے دوسرے حال کی طرف متلون ہونا کذب فی الاحوال ہے -

(۱۷) آپ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ اہل شہود حسین اور خوبصورت عورتین اور بے ڈاڑھی مونچھ کے نازک اندام لڑکون کی طرف بالکل التفات نہین کیا کرتے ہین کیون کہ ان کی نظران لوگون سے تجاوز ہو کر حسن حقیقی پر پڑتی ہو البتہ جو لوگ نعمت عظمے سے محروم ومحجوب ہوئے ہین وہ خوبصورت عورت کی طرف مائل ہوتے اور بدصورت عورت سے اعراض کرتے ہین لیکن عارف کے نزدیک دونون مساوی حکم رکھتی ہین اسیطرح اہل شہود راگ سننے سے متلذذ نہین ہوتے کیونکہ راگ کی صرف اسیقدر کائنات ہوتی ہو کہ گویے

کے مُنہ سے نکلکر سُننے والیکے کان تک پہنچتی ہو اور اگر گویا شدید الصوت ہے تو غایت ما فی الباب یہ پچاس یا سو قدم تک پہنچتی ہو اور اس اولوالعزم اور خوش نصیب قوم کے ذوق شوق کی کوئی نہایت ہی نہین ہے -

(۱۸) عارف کامل کبھی انجام اور خاتمہ پر نظر نہین ڈالتا کیونکہ یہ اُسکے حق مین نقصان صریح ہو اگر بالفرض یہ دل کے بہلانیوالی ندا سنتا ہو کہ ہم نے تجھے بدبخت اور شقی کیا ہو یا یہ خوشخبری کان مین پہنچتی ہو کہ تیرا خاتمہ بخیر ہے بہر تقدیر ان دونو باتون کیطرف التفات و توجہ نہین کرتا ہے اور اس عاجل نفع کو جو اُسے نقد وقت حاصل ہو یعنی جمال محبوب کا مطالعہ رجاء آجل کے حصول مین نہین چھوڑتا ہو -

(۱۹) اہل شہود سانپ بچھو اور شیر چیتے اور چورون ڈاکوون سے کبھی خائف نہین ہوتے یہی وجہ ہو کہ بعض اکابر نے امتحان کی غرض سے اپنے نفوس کو ان خطرناک اور وحشت انگیز مقامات مین ڈالدیا ہو جو درندون اور زہریلے جانورون کے بن کہے جاتے تھے اور جہان آب و دانہ کا نام و نشان تک نہین پایا جاتا تہا لیکن اسپر بھی جب اُنکے دلون مین کسی قسم کا خوف و خطر پیدا نہین ہوا تو معلوم کرلیا کہ اب ہم مین کمال پیدا ہوگیا ہو اور ہماری عملی زندگی ایک بڑے عروج پر پہنچگئی ہو -

(۲۰) خالد بن سنان کا جو یہ قصہ مشہور ہے کہ انہون نے انتقال کیوقت لوگون کو تاکیدی حکم کیا تہا کہ مجھے چالیس روز کے بعد قبر سے نکال لینا تاکہ مین عالم برزخ کے تمام احوال تم پر ظاہر کرون اور جو چیزین وہان موجود ہین اُن کی ٹھیک ٹھیک خبر دون" اِسکے بارہ مین آپنے فرمایا کہ جو شخص عالم دنیا سے سفر کرکے عالم برزخ مین پہنچ گیا پھر اُسکا بدن ناسوتی کے ساتہ جو تجزی تبعیض اور خرق والتیام کے قابل ہو دنیا مین معاودت کرنا ناممکن ہو لیکن جسم مثالی کیساتہ جو تجزی اور خرق والتیام کے قابل نہین ہو رجوع کرنا جائز ہے جیسے حضرت جبرئیل دحیہ کلبی کی صورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آتے تھے اسی طرح انبیا علیہم السلام اور اولیاء کرام کی مقدس و پاک روحین اجسام مثالیہ مین متشکل ہوتی ہین اسمین ذرا شک نہین کہ نفوس کاملہ تا قیامت دنیا مین موجود ہین مختلف شکلون مین متشکل ہوسکتے اور خدا کیطرف سے اُنہین وہ قوت عنایت ہوتی ہو کہ جو شکل و صورت چاہین اختیار کرین لیکن عالم برزخ مین داخل ہونے کے بعد ناسوتی جسم اختیار نہین کرسکتے پس خالد بن سنان کی مراد یہی تھی کہ مین بدن مثالی کے ساتہ دنیا مین رجوع کرونگا نہ جسم عنصری کیساتہ -

یہاں تک مین نے شیخ ابو الرضا محمد صاحب کے ملفوظات نقل کیے جنسے آپ کا کمال علم او رتبحر ناظرین سوانح کو اچھی طرح معلوم ہو گیا ہو گا اِن کے علاوہ اور بھی بہت سے عالمانہ مقولے کتابون مین لکھے ہوئے ہین جنکے درج کتاب کرنے سے مجھے تطویل کا خوف ہو ناظرین کتاب شوارق المعرفۃ کی سیر کرین اور آپکے دل آویز اقوال او رحکیمانہ مقولون سے لطف اُٹھائین ۔ اب مین اس باب کو آپکے حالات انتقال پر ختم کرتا اور معزز ناظرین کو چوتھے باب کی حیرت انگیز سین کی سیر کراتا ہون ۔

شیخ کا انتقال

شیخ محمد ظفر کشکی کا بیان ہو کہ جناب شیخ صاحب ابتدائی زمانہ مین اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ ہماری عمر پچاس ساٹھ سال کے درمیان ہوگی اور ان دونون حدون کے مابین ہماری زندگی کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک جائیگا چنانچہ جب آپنے اپنی عمر کے پچاس مرحلے طے کرکے آگے قدم رکھا تو مجھے شیخ کا وہ ارشاد یاد آیا اور ہمیشہ یہی خطرہ پیش نظر رہا لیکن اتفاق وقت سے جب آپ پچپن سال کی عمر کو پہنچے تو مجھے ایک ایسی تقریب پیش آئی جس کی وجہ سے مجبور اً رہتک جانا پڑا رخصتانہ ملاقات کے وقت مین نے شیخ سے اسبارہ مین دریافت کیا اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ اگر ارشاد ہو تو مین اس سفر کو ملتوی کرکے کسی اور زمانہ کیلئے اُٹھا رکھون آپنے ایک خوش آئندہ تبسم اور نہایت ہی دلگیر مسکراہٹ کے ساتھ میری طرف دیکھا اور اُس امر کے اظہار کرنیسے اعراض فرمایا ۔ ان بعد ارشاد کیا کہ نہین تمہین وطن ضرور جانا چاہیئے اور اسبات کا بالکل خیال کرنا نہین چاہیئے ۔ گویا یہ آخری کلمات تھے جو محترم و بزرگ شیخ کی زبان مبارک نے نکلکر میرے کانون مین پہنچے جب مجھے وطن مین شیخ کے انتقال کی خبر پہنچی تو اپنی بد قسمتی اور محرومی صحبت منسوب ہوا اور ذیل کا شعر ایک بے اختیارانہ جوش کیساتھ میری زبان پر جاری ہو گیا ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد   روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

الغرض گلشن شاعر جو شیخ کے انتقال کیوقت آپکی مجلس مین موجود تھا مین اُسکے پاس گیا اور انتقال کی کیفیت دریافت کی اُس نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ بیان کیا کہ جب شیخ کے انتقال کا وقت قریب ہوا اور آپ زندگی کے تمام مرحلے طے کر چکے تو شیخ عبدالاحد ایک دن آپکی زیارت کیلئے تشریف لیگئے اسوقت مین بھی شیخ کے ہمراہ تھا جب شیخ عبدالاحد اور اُنکے ساتھ مین آپکی خدمت مین پہنچے تو اسوقت

آپ اپنی عادت کے برخلاف چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور تمام اصحاب فرش زمین پر سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے اُسوقت مجلس کا عجب عالم تھا چارون طرف سکوت و خاموشی کی حکومت پھیلی ہوئی تھی اور حاضرین مجلس حالت بیخودی مین محو تھے شیخ نے مولنٰا عبدالاحد کو دیکھتے ہی ایک خوش آئندہ تبسم کیا اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کر کے اُسی چارپائی پر اپنے برابر بٹھا لیا جس پر خود تشریف رکھتے تھے اگرچہ ایک عرصہ تک یہی صحبت رہی مگر باہم کسی قسم کی گفتگو اور کلمہ و کلام نہین ہوا۔ معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپکا دل تمام تعلقات سے وارستہ ہو گیا تھا اور ایک بے خودی کی حالت طاری ہو گئی تھی اور اسی بیخودی اور فرط رسیدگی کی وجہ سے آپ مکالمہ مین مشغول نہین ہو سکتے تھے تھوڑی دیر یہی حالت رہی ازان بعد آپ چارپائی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور چونکہ آپکے اہل خانہ شیخ عبدالاحد صاحب سے قریبی رشتہ داری رکھتے تھے اسلیئے شیخ کو لیئے ساتھ گھر مین لیگئے اور اُسی اسلوب کے ساتھ بے گفت و شنید تھوڑے عرصہ تک صحبت رہی۔ اسی اثنا مین آفتاب مغربی گھاٹیون مین ڈبک ڈبک کر غروب ہو گیا اور موذن نے اذان مغرب دی۔ اُسوقت شیخ فخر عالم نے جو بزرگ شیخ کے فرزند رشید تھے اور عمر مین سب سے بڑے علم و فضل مین سب سے افضل تھے عرض کیا کہ جناب! اذان ہو گئی ہے باہر تشریف لیچلیئے شیخ نے اوپر کی طرف سر اُٹھا کر فرمایا کہ بابا! کیا ابھی تک اندر و باہر مین فرق و امتیاز باقی ہے یہکر آپ اُٹھے اور مسجد مین پہنچکر نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کی۔ اس صحبت کے منقضی ہونیکے بعد شیخ عبدالاحد صاحب نے فرمایا کہ محترم شیخ گویا اسی ہیئت پر بیٹھنے کے ساتھ مامور ہین اور گویا آپکے انتقال کا زمانہ قریب ہی آپہنچا ہے اور رفیق اعلےٰ کی طلب آپ پر بہمہ وجوہ غالب آ گئی ہے چنانچہ اسکے بہت تھوڑے عرصہ بعد آپکا انتقال ہو گیا۔

انتقال

شیخ کے اصحاب کی ایک جماعت نے جو ہمیشہ خدمت اقدس مین حاضر رہتی تھی آپ کے وقعات انتقال کی بابت یون تحریر کیا ہے کہ ابتدا مین آپکو کچھ یون ہی کسل و تکان عارض ہوا اسی اثنا مین آپنے متواتر تین روز تک کھانے کی طرف رغبت نہین کی نہ کسی سے زیادہ بات کی بلکہ آپکے دل مبارک مین انتہا درجہ کی بے تعلقی پیدا ہوئی یہان تک کہ کسی شخص اور کسی چیز کی طرف مطلق التفات و توجہ نہین کی جب تین روز اسی حالت مین گذر گئے تو آپکے متعلقین و خدام مین ایک طرح کی عام بے چینی پھیل گئی اور نہایت کرب و اضطراب واقع ہوا اس وقت بھی آپ کسی پر ملتفت نہین ہوئے

لیکن جب نماز عصر کا وقت ہوا اور آپنے مسجد مین آنا چاہا تو گھر کے لوگون کو رخصت کیا اور جند الوداعی کلمے زبان مبارک پر جاری ہوئے جنسے ایک نہایت غمناک اثر آپکے متعلقین پر پڑا۔ حاضرین جلسہ کا اُسوقت برا حال تہا اور سب زار قطار رو رہے تھے۔ الغرض شیخ گھر والون سے رخصت ہوکر اور صبر و استقلال کی فہائش کرکے مسجد مین تشریف لائے اور بہت ہی عاجزی و انکسار کے ساتھ نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپنے مقامات حضرت خواجہ نقشبند طلب فرمائے اور تھوڑے تھوڑے کہین کہین سے پڑہی اسی اثنا مین ایک مخلص بے ریا معتقد نے پان حاضر کیے اور آپنے ایک دو ٹکڑے تناول فرمائے اور نہایت فرحان و شادان اُس تکیہ پر سہارا دیکر بیٹھگئے جو آپکے پہلو مین لگا ہوا تہا تکیے پر سہارا دیتے ہی آپ کی روح بدن سے مفارقت کرگئی اور شیخ نے سفر آخرت قبول کیا۔

جس وقت شیخ کی روح جسم عنصری سے مفارقت کرنے لگی اور آپ نے معلوم کیا کہ اب سفر کا آخری وقت ہے تو جناب مخدومنا سیدنا حضرت شیخ عبد الرحیم کی طرف دست مبارک سے اشارہ کیا کہ گویا آپ اُنہین اپنے پاس بلانا چاہتے تھے اتفاق سے اِس وقت شیخ عبد الرحیم گھر مین موجود تھے اور بعض حاضرین مجلس تو جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کی تلاش مین گئے اور اُدھر بعض یارون نے باینخیال کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی ہے آپ کو گودی مین اُٹھا کر گھر کے دروازہ پر پہنچایا اتنے مین جناب شیخ عبد الرحیم صاحب تشریف لے آئے اور دیکھا تو روح جسم سے پرواز کرچکی تہی آپ کے پُرنم آنکھون فوراً آنسو ڈبڈبا آئے اور کلمہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا شیخ عبد الرحیم صاحب کی یہ کیفیت دیکھکر تمام حاضرین نے اِس زور سے کلمہ الترجاع کہا کہ ساری مسجد گونج اُٹھی اور گھر مین ایک تہلکہ پڑگیا شیخ کے انتقال کا نہ صرف آپ کے متعلقین اور معتقدین ہی کو افسوس ہوا بلکہ تمام ملک و قوم کو انتہا سے زیادہ رنج و افسوس تہا ساری دہلی آپ کے واقعات و حالات سنکر غم کے آنسو بہاتی تہی اور یاد کر کرکے بے قرار ہوتی تھی خاصکر جو لوگ آپ کے دلدادہ اور آپ کی فیض صحبت سے عروج کمال پر پہنچ گئے تھے وہ بہت ہی بیچین اور مضطرب تھے اور ایک مدت کے بعد بھی ہنوز یہ واقعات اُنکے دلون مین تازہ تھے۔

تاریخ کا انتقال

شیخ کا انتقال ۱۷۔ تاریخ محرم سنہ ۱۱ ہجری مین ہوا آپ کے بعض مخلصون نے

فی البدیہ آپ کی وفات **"آفتاب حقیقت"** بحساب ابجد نکالی ہے رضی اللہ عنہ وارضاہ و جعل اعلی الفردوس مثواہ آمین۔

شیخ کی عمر کا ٹھیک اندازہ بتانا بہت مشکل ہے کیونکہ آپ کی ولادت کے سنہ و تاریخ کا پتہ باوجودیکہ تحقیقات کے کہین سے دستیاب نہین ہوا البتہ مختلف تذکرون سے اسقدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت عہد ابوالمظفر محمد شاہ جہان بادشاہ مین ہوئی۔

اسیطرح شیخ کی اولاد کا بھی پتہ نہین چلتا۔ مین نے اس بارہ مین جسقدر کوشش کی ہندی مورخون کی بے توجہی سے اُتنا ہی ناکامیاب رہا متعدد کتابون کے پڑھنے اور مختلف تذکرون کے دیکھنے سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ شیخ ابوالرضا محمد کے ایک صاحبزادے نہایت برگزیدہ اور ستودہ صفات شخص تھے جو شیخ فخر العالم کے ساتھ شہرت رکھتے تھے اس دنیا کے مشہور و نامور عالم کا اسوقت انتقال ہوا جب جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے عمر کے چودہ مرحلے طے کر کے پندرھوین مین قدم رکھا تھا لیکن میرا صرف اس قدر کہنا کبھی کافی نہین ہو سکتا ممکن ہے کہ شیخ کی اور بھی اولاد ہو جو مورخون کی بے توجہی یا معمولی واقعات کے لحاظ سے نظر انداز کی گئی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیخ کی اولاد کا کسی مقام پر تذکرہ ہو اور تتبع کیوقت میری نظر قصور کر گئی ہو بہرحال خواہ اسے میری قصور نظر پر محمول کیا جائے یا ہندی تذکرون کے مؤلفون کی بے توجہی خیال کی جائے مین اس کہنے سے کبھی خوف نہ کرون گا کہ مجھے شیخ کی اولاد کی بابت کچھ معلوم نہین کہ کسقدر تھی اور کس کس نام سے شہرت رکھتی تھی

چوتھا حصہ

عارف باللہ جناب مولنا شاہ ولی اللہ

تمہید

معزز ناظرین! حیات ولی کے تین حصے ختم ہو چکے جنمین آپنے شاہ صاحب موصوف کو عظیم الشان اور جلیل القدر خاندان کے ممتاز و منتخب حضرات کے حالات زندگی کی اچھی طرح سیر کی اور اُن کی سوانح عمریان شوق دیکے پڑھین - اب چوتھے حصہ کا آغاز ہے جسمین ہم اس اولوالعزم اور قابل انتخاب خاندان کے چشم و چراغ یعنے عارف باللہ حضرت مولنا شاہ ولی اللہ صاحب کی لائف بیان کرین گے یہ وہ نامور بلند اقبال اور مشہور شخص ہین جنہون نے اپنے علمی تبحر اور فضل و کمال کی وجہ سے اس معزز و بزرگ خاندان کو ساری دنیا مین روشناس کردیا ہے - اور جنکے نام کا امتیازی پھریرا ہندوستان سے لیکر عرب تک بڑے زور شور سے اڑ رہا ہے۔

شاہ صاحب کے علمی تبحر اور فضل و کمال کی جہانتک بھی تعریف کیجاسکے وہ بہت کم ہے کیونکہ اس محترم خاندان مین ایسے حضرات بہت کم گذرے ہین جنمین وہ تمام کمالات ہوتے جو تنہا آپکی ذات والاصفات مین پائے جاتے تھے جس شخص نے اپنے خاندان کے گذشتہ لوگون کے اعزاز و اقتدار قائم رکھے بلکہ انپر ایک نئی جلا پیدا کرکے اور بھی چمکا دیا - اور جسنے اپنی آیندہ نسلون کی کامیابی کیواسطے ایک ایسا بیج بویا جو بعد ازان انکی اَن تھک کوششون سے پھلا پھولا اور لہلہایا وہ یہی شاہ صاحب ہین - آپ کی خداداد قابلیت اور حسن لیاقت کا اندازہ صرف اسی سے نہین ہو سکتا کہ خود بہت بڑے فاضل اور عالم و خواص و عوام کے مقتدا و مقتدی علیہ تھے اور پبلک سے اجتہاد و امامت کا معزز خطاب حاصل کر چکے تھے بلکہ اپنی اولاد اور ملک و قوم کو عروج پر پہنچا دیا تھا جو آج تک دونون کو زندہ کیے ہوئے ہے -

اسمین ذرا شک نہین کہ یہ ممتاز خاندان جس کی نسبت مین چند جملے تحریر کرچکا ہون اور جسکے مفصل حالات آپ پہلے دوسرے تیسرے حصے مین پڑھ چکے ہین - اپنی خاص نوعیت اور خاص فضائل اور عام نفع رسانی مین ہندوستان مین لاثانی اور بےنظیر تھا - اور علم و فضل اور شہرت عام کے لحاظ سے اپنا ثانی نہین رکھتا تھا نیز اسکا ہر ایک ممبر آسمان علم کا مہر جہان تاب تھا لیکن حقیقت مین شاہ ولی اللہ صاحب آپ افضل

نے علمی کمالات مین جو اقتدار و اعزاز حاصل کیا وہ اس خاندان کیلئے بہت بڑا ذریعہ افتخار تھا۔ اور اگر سچ پوچھیئے تو اس خاندان کو سب سے زیادہ جس شخص نے تاریخ مین بقائے دوام کا اعزاز بخشا ہے وہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ہی ہین بلکہ یہ کہنا بیجا نہو گا کہ اس خاندان کو علمی حیثیت سے جو فضیلت و ترجیح دوسرے علمی خاندانون پر حاصل ہے وہ آپ ہی کے طفیل سے حاصل ہوئی ہے۔ اور یہ لکھنا واقعہ نفس الامری ہے کہ جناب مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب بلحاظ شہرت عام اور دیگر فضائل کے الولد سر لابیہ کے پورے فوٹو تھے۔ اور نہ صرف فوٹو ہی تھے بلکہ اُسے چلا اور چمکا دینے والے تھے۔

چونکہ شاہ صاحب کے مراتب علم اور شان کمال کا انحصار کرنا مشکل اور سخت مشکل ہے اس لیئے نہایت مختصر الفاظ مین آپکی تعریف یہ ہے۔ کہ علم حدیث و تفسیر کی ترویج و اشاعت مین آپ پہلے شخص ہین جنہون نے ہندوستان مین ان مقدس علوم کو رواج دیا اور طالبان علم کو ندائے عام دی اپنے فیضان سے دنیا کو سیراب کیا۔ اور اسلامی علوم کی باریک دقیق مسائل کو دنیا والون کے سامنے پیش کر دیا۔ یہ آپ ہی کا فیض عام ہے جس سے آجتک حدیث و تفسیر کا چراغ روشن ہے۔

شاہ صاحب کے حالات پر سرسری نظر

معزز ناظرین! قبل اسکے کہ مین جناب خاتم المحدثین امام المفسرین فاضل اجل عالم باعمل عارف باللہ حضرت مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کی تاریخی زندگی کے مفصل حالات و واقعات جدا جدا عنوان سے بیان کرون اور آپکے اخلاق و عادات پر تفصیل کیساتھ ریویو کرون مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نہایت مختصر اور اجمالی طور پر آپکے علمی مذاق اور فضل و کمال کا خاکہ کھینچون۔ اور اسکے ساتھ سرسری طور پر آپکی اُس خداداد شہرت کا ذکر کرون جو قریب قریب کل ہندوستان اور عرب دونون مین آجتک پھیلی ہوئی ہے۔

جناب مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب ایشیائی دنیا بالخصوص دنیائے اسلام کے مشرقی حصون خاصکر اسلامی قومون مین ایسے نامور اور باجاہ و جلال اور ذی عظمت شان بزرگ ہو گزرے ہین جنکا نام نامی ایسا نہین ہے جس سے کوئی شخص آگاہ نہو۔ ہندوستان کے عام طبقات مین کوئی شاذ و نادر ہی ایسا اسلامی طبقہ ہو گا جو آپکے مبارک نام اور آپکے مقتدر و معزز خاندان سے ناواقف ہو گا۔ خاص دہلی اور اس کے اطراف و اضلاع مین کوئی ایسا گھر نہین جسکے بچہ بچہ کی زبان پر آپ کا نام نہایت عظمت و وقار اور اعزاز و احترام کیساتھ جاری نہو گا۔

یہ بات نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت سے دیکھی جاتی ہے کہ عام طور پر اسلام کی مختلف شاخون کے

تمام موافق و مخالف فرقے حتی کہ مخالفین اسلام بھی اس عزیز الوجود اور خلیق و رحمدل خداپرست و برگزیدہ ولی کے فضائل و کمالات کے بدل معترف ہین اور سب متفق ہوکر اس امر کی بآواز بلند شہادت دیتے ہین کہ حقیقت ہین یہ پاکباز اور خدا کا پیارا بندہ علمی حیثیت اور مذہبی تقدس کے لحاظ سے اپنے زمانہ کا فرد اور فضل و کمال کے جولانگاہ کا پورا شہسوار ہے۔ قیافہ شناس نظرین آپکی دلفریب طفلانہ حرکتون سے پہلی ہی خوب سمجھ گئی تہین کہ اس شریف و نجیب خاندان کے بانیون کی ڈالی ہوئی بنیادین اس مبارک بچے ہی کی ان تھک کوششون سے ایک زمانہ مین آسمان سے باتین کرنے لگین گی۔ اور آئندہ نسلون کے عروج و استحکام کا سبب بھی یہی بچہ ہوگا۔

اس مقدس بزرگوار کے علم و فضل کی نسبت علمائے مورخین سنے جیسے جیسے وزنی اور قیمتی ریویو کیئے ہین۔ اور اُسکی خداداد قابلیت پر متفقہ الفاظ مین قابل وقعت اور پرزور ریمارک کیئے ہین حقیقت مین وہ اسکے مراتب کمال اور علمی تبحر کیواسطے اعلیٰ درجہ کے سارٹیفکٹ ہین جنسے اسکی اُس شان و عظمت اور اعزاز و اقتدار کا کافی ثبوت ملتا ہے جو آجتک علما کے دلمین باقی ہے اور گو اُسے سفر آخرت کیئے ہوئے زمانہ دراز گزر چکا ہے لیکن اُسکی عظمت و جبروت اور جاہ و جلال کے آثار ہنوز تازہ ہین۔

ایک قابل مصنف کا ریویو

سیر الاخیار کے مؤلف نے شاہ صاحب کی لیاقت پر ایک مختصر ریمارک کیا ہے اسکے الفاظ یہ ہین کہ حضرت مولنا شاہ ولی اللہ صاحب اپنے زمانہ کے تمام علما پر کھلی اور واضح فضیلت رکھتے تھے دنیا کے اس کونے سے لیکر اُس کونے تک ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو علمی کمالات اور اخلاقی فضائل مین آپکے دعویدار ہوتا اور بفرض محال اگر کسی صفت مین کوئی شریک ہو بھی تو یہ دعوے ہرگز نہین کیا جاسکتا ہے کہ باطنی تصرف مین بھی آپسے افضل ہوا ہو حقیقت مین آپ جامع معقول و منقول اور حاوی فروع و اصول تھے حقائق و معارف سے پوری آگاہی و واقفیت رکھتے تھے اور تصوفانہ تحقیقات مین بھی آپکو کمال دستگاہ حاصل تھی۔ مریدون کی پرنور اور عقیدتمندانہ بصارت سے لبریز آنکھین آپکے جمال کی تابانی و درخشانی سے ہر وقت روشن و منور رہتی تہین۔ اور عقیدت کیش علما اور سلیم الطبع فضلا کا جمگھٹا ہمیشہ آپکے درسگاہ مین لگا رہتا تھا۔ آپ حدیث و تفسیر و فقہ کے علوم کے درس و تدریس مین ہمیشہ مستغرق رہتے تھے اور اسمین نہایت عزت و وقعت کیساتھہ شہرت و ناموری پیدا کرلی تہی۔ آپ نہ صرف علم و عمل کے لحاظ سے فرید عصر اور یگانۂ روزگار تھے بلکہ مجتہدین فن اور ماہرین کمال کے زمرہ مین شمار کیئے جاتے تھے اور ایک انتہا درجہ

کے جید محدث تھے معمولی تعلیم کے بعد آپ کی عالی ہمتی اور بلند حوصلگی نے صرف اپنے وقت کے علماء پر
قناعت کرنا پسند نہین کیا بلکہ ہمت و استقلال کے شاہین بلند پرواز نے سفر کیلئے بال و پر کھولے
اور صرف احادیث کی سند حاصل کرنیکے لیے عربستان تشریف لیگئے حرمین محترمین کی زیارت سے مشرف
ہوئے اور ایک مدت دراز تک وہان قیام کیا حضرت شیخ ابو طاہر مدنی وغیرہ مشائخ حرمین محترمین سے
سند حدیث حاصل کی اور خرقہ صوفیہ زیب تن فرمایا نئے نئے خیالات کے لوگون سے مباحثے کیے اور
مختلف عقائد کے اصول و فروع کے اصلی پہلوؤن پر تحقیق اور غور مین ڈوبی ہوئی نظرین دوڑائین کیونکہ
عرب اسوقت مختلف عقاید و مذاہب کا بازیگاہ بنا ہوا تھا۔

جب آپکو اس صورت سے کچھ دن عرب مین گزر چکے اور دلی مقاصد کی پورے طور پر تکمیل ہوگئی تو
اب وہان سے وطن مالوف کی طرف مراجعت کرنے کا قصد کیا اور دو ڈھائی سال کے عرصہ مین ہندوستان
کیطرف رجوع ہوئے۔ یہان آکر پرانی دلی مین اپنے قدیم مکان مین سکونت اختیار کی اور علمی اشغال مین
مصروف ہوگئے شہر کے عموماً باشندے خاصکر اطراف و جوانب کے نامی گرامی فضلا خدمت اقدس مین حاضر
ہوکر سند حدیث حاصل کرتے اور آپکے پر اثر وعظ اور عبرت انگیز نصائح کی دولت سے دامان لبریز کرکے جاتے
اسمین ذرا شک نہین کہ جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی بڑے پایہ کے شخص تھے اس عہد مین سب سے
زیادہ جس چیز نے آپکو تمام دنیا مین مشہور کردیا تھا وہ آپکے علمی کارنامے اور حدیث و تفسیر کا درس تھا جس کا
نتیجہ یہ ہوا کہ صفحات تواریخ کو آجتک آپکے نام نامی سے زینت حاصل ہے لیکن انصاف یہ ہے کہ علم حدیث
مین جس اولیت کا تمغہ اُس زمانہ کے مورخون نے شیخ عبد الحق محدث دہلوی کیلئے تجویز کیا ہے اس کے
مستحق جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب ہین۔ کیونکہ علم حدیث کی عمارت کے بانی اگرچہ جناب شیخ عبد الحق
محدث دہلوی تھے لیکن جنھون نے اس عمارت کا نقشہ تیار کیا اور پھر اشاعت و رواج کے مرقعون سے اسکی
در و دیوار کو سجایا وہ شاہ ولی اللہ صاحب ہین۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی ڈالی ہوئی بنیادین آپہی
کی انتھک کوششون سے بلند ہوئین اور اس عروج کو پہنچین کہ تھوڑے دنون مین آسمان سے باتین
کرنے لگین۔ اس بنا پر مین کہہ سکتا ہون کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب جیسا محدث مفسر فقیہ ہندوستان
کو اپنی آغوش مین پالنا بہت کم نصیب ہوا ہوگا۔ بلکہ آپ جیسا طباع خوش فہم نکتہ سنج دقیقہ رس کوئی
دوسرا پیدا ہی نہ ہوا ہوگا چنانچہ علامہ ابو الطیب شاہ صاحب کے حالات پر ریویو کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ

"انصاف کی بات یہ ہے کہ اس مقدس اور پاک نفس (یعنے جناب شاہ ولی صاحب) کا عزیز وجود اگر گذشتہ زمانہ مین ہوتا تو تمام مجتہدون کا پیشوا اور مقتدا مانا جاتا. بلکہ اُن کا سرتاج بنایا جاتا. اور امام الائمہ کا وزنی اور قیمتی خطاب پاتا"

ایک اور فاضل مورخ مختصر الفاظ مین یہ پرزور ریمارک کرتا ہے. کہ "اگر مین نہایت راستی اور انصاف سے جناب مولنا شاہ ولی اللہ صاحب کی نسبت اپنی راے ظاہر کرون تو بلا تامل اس بات کا ضرور اعتراف کرونگا کہ مین نے زمانہ موجودہ مین تو کیا متقدمین کے زمرہ مین بھی اس رنگ ڈھنگ کا فاضل نہین دیکھا۔ اور نہ مین کسیکو ایسا متبحر اور دقیق نظر وسیع خیالات پاتا ہون جو تمام علوم و فنون کا جامع ہو۔ ہر علم و فن مین عمدہ طور پر دلچسپی رکھتا اور بحث کرسکتا ہو۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ ہر ایک ایک فنی ہوتا ہے اور ایک ہی علم سے وہ اپنی نظر کو وسعت دیتا اور اُسمین تبحر حاصل کرتا ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ دو فن تک اُسکا شاہین کمال بلند پروازی کرسکتا ہے لیکن یہ نہ صرف تعجب بلکہ حیرت سے دیکھا جاتا ہے کہ جناب مولنا شاہ ولی اللہ صاحب ہر فن مین طاق اور بے مثل فاضل تسلیم تھے"

انکے علاوہ اور بہت سے علما، مورخین کے ایسے پرزور اور وزنی ریمارک میری زیر نظر ہین جنسے شاہ صاحب کا بے نظیر علمی تبحر اور انکی جودت طبع اور ذہنی ذکاوت اور شان فضل و کمال کا عروج ثابت ہوتا ہے لیکن مین اُنہین تطویل کے خوف سے قلم انداز کرتا ہون اگر ممکن ہوا تو انشاء اللہ آگے چل کر کسی موقع پر جدا عنوان سے بیان کرونگا۔

شاہ صاحب کی عظمت و وقعت

شاہ صاحب کی علماء وقت کے دلون مین کس قدر وقعت تھی یہ ایک ایسا وسیع مضمون ہے جسکی تفصیل و توضیح کا یہ موقع نہین ہے ناظرین آگے چلکر آپکے حالات زندگی کا مطالعہ کرکے خود اسکا اندازہ کرلینگے۔ لیکن مختصر یہ ہے کہ شاہ صاحب نے اپنے زمانہ مین وہ عظمت و بزرگی اور اعزاز و اقتدار پایا تھا جسکی وجہ سے علماء وقت نے آپکو خاتم المحدثین امام المفسرین کے نہایت معزز و مقتدر اور باوقعت القاب دیے تھے علاوہ ازین آپکا جو مرتبہ عظمت اُن کے دلون مین موجود تھی وہ ایک ایسے اعلے و ارفع درجہ کی تھی جس کا کسیطرح پورا اور کافی اندازہ نہین ہوسکتا. بڑے بڑے علماء فضلا جنہون نے خود امام وقت اور مجتہد فن کا تمغہ پبلک سے حاصل کیا تھا اور جو معتقد علیہ عوام و خواص تسلیم کیے جاتے تھے نہایت عقیدت و اخلاص کیساتھ آپکی خدمت مین حاضر ہوتے اور آپکے خداداد تبحر اور علمی برکتون سے

بہرہ اندوز ہو کر آپکی ذاتی قابلیتوں اور فطری لیاقتوں اور بلند ہمتی و ذوق علمی کا بدل اعتراف کرتے اور جب خواص کی عقیدت و خلوص کی یہ کیفیت تھی تو عوام اہل اسلام کی عقیدت کا اندازہ اس سے کہیں زیادہ ہوگا۔

منصبی فرائض

شاہ صاحب کی تاریخی زندگی مین جو سب سے زیادہ قابل وقعت اور لائق تقلید بات ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے منصبی فرائض کو ایسی آزادی اور جوانمردی کے ساتھ ادا کرتے تھے جسکی نظیر ایشیائی دنیا مین کہین نہین مل سکتی آپ قریباً رات دن کے اکثر حصون مین کتاب و سنت اور علوم دینیہ کے مطالعہ اور درس تدریس مین ڈوبے رہتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کا تمام بیش قیمت وقت حدیث و قرآن کے رواج دینے احکام طریقت کے شایع کرنے علمی اشغال کے پھیلانے مین صرف ہوتا تھا شوقین اور جفاکش طلبہ آپکی علمی فیاضیون کی بے مثل و لاجواب شہرت سن سنکر دور دراز ملکون سے سنگلاخ اور دشوار گذار گھاٹیان طے کرکے جوق جوق آتے تھے اور علمی برکتون سے گودیان بھر بھر کر جاتے تھے رات دن مین کوئی ایسا وقت مشکل ملتا جس مین در دولت پر علما فضلا کے حلقون کی گرم بازاری نہین ہوتی اور طلبہ کا ہجوم اُن کی رونق کو دوبالا نہ کرتا تمام دن اہل علم کا ایک تانتا سا بندھا رہتا اور درسگاہ مین فضلا کے جمگھٹے لگے رہتے ایک طرف سائلون اور مستفتیون کا جم غفیر صف آرا رہتا اور ایک طرف طالب العلمون کی جماعت گردن جھکائے بیٹھی رہتی۔ ادھر آپ طلبہ کو درس دیتے اُدھر سائلونکی حاجتین پوری کرتے۔ ہر شخص یکے بعد دیگرے اپنا استفتا پیش کرنا شروع کرتا اور اُسیوقت جواب کا طالب ہوتا آپکا حافظہ اس بلا کا تھا کہ فوراً پیش شدہ مسئلہ کو جانچ لیا کرتے اور بلاتامل جواب شافی دیتے جس تبحر اور لیاقت کے ساتھ آپ ہر مسئلہ مین تقریر کرتے وہ ایسی معمولی تقریر نہین ہوتی تھی جس سے لوگون کو استعجاب اور استعجاب کے ساتھ حیرت نہوتی۔

بعض وقت سائلون کا ہجوم اور طلبہ کی کثرت پھر انکا بے معنی شور و غل اس درجہ تک پہنچ جاتا کہ ایک نازک دماغ شخص چاہے جسقدر حلیم و بردبار کیون نہ ہو کبھی ممکن نہین کہ اُسکا تحمل کر سکے۔ لیکن چونکہ شاہ صاحب کا مزاج قدرتاً حلیم اور رحیمانہ واقع ہوا تھا اور انسانی ہمدردی آپ مین کوٹ کوٹ کر بھر دیگئی تھی اسلیے آپ اُنکے اس ہجوم اور شور و غل کا تحمل بڑی خوشی کے ساتھ کرتے اور ہر ایک شخص کو خواہ وہ کسی رتبہ کا آدمی ہوتا نہایت متانت و سنجیدگی اور منکسر المزاجی کے ساتھ جواب دیتے اور

شافی جواب دیتے۔

اخلاق وعادات

آپکے اخلاق وعادات نہایت عام و وسیع تھے اسوجہ سے ہر شخص خواہ وہ کسی درجہ کا ہوتا ہر وقت آپسے بلا تامل ملسکتا اور اُسکے لیئے وسیلہ وتعارف عزت وجاہ کی سفارش کی کوئی ضرورت نہین ہوتی آپ کی طرز معاشرت مین جو چیز سب سے زیادہ پسندیدہ اور قابل تعریف بات ہو وہ یہ ہو کہ باوجود نفاست پسندی اور نازک مزاجی کے فضول شان وشوکت اور نمائش کا نام نہتھا جب آپ بازار مین نکلتے تو ایک معمولی حیثیت سے نکلتے آپ جس درجہ اور رتبہ کے آدمی تھے اُس لحاظ سے آپ کی ہمراہی مین کم از کم دو تین خدمتگار ہر وقت ضرور رہنے چاہیئے تھے لیکن چونکہ غرور ونخوت تکبر وترفع او رکم ہمتی سے بھی نام کو نہتھی اسلیئے بازار تشریف لیجاتے وقت آپکے ساتھ ایک آدھ آدمی بھی نہ ہوتا تھا باوجود اس درجہ اور عالمانہ تزک واحتشام کے آپکے مزاج مین انتہا درجہ کا عجز وانکسار تھا عام طرز معاشرت تکلف اور بناوٹ سے بالکل خالی تھی۔

اوقات کی پابندی

آپ کا اکثر وقت تو علوم دینیہ کی درس تدریس اور فرائض منصبی کی تکمیل وادائگی مین صرف ہوتا تھا جیسا کہ مین مختصراً اوپر بیان کر آیا ہون اور تھوڑا حصہ مراقبہ ومکاشفہ اور احکام طریقت کی تعلیم وتلقین اور علم سلوک کی باریک وغامض مسائل کے حل کرنے مین۔ اِس سے زیادہ خوش قسمتی کی اور کیا بات ہوسکتی ہے کہ روز ازل سے جسطرح آپ کو شریعت کا حصہ ملا تھا اُسیطرح علم طریقت کا مبارک تاج بھی آپکے سر پر رکھا گیا جیسا علم حدیث وتفسیر آپکے آگے پانی تھا ویسا ہی آپکی ضمیری وروحانی جوہر اپنے مین ممتاز کی گہری تہ رکھتے تھے اور ربانی قابلیتون کا پرتو آپکے مجلہ دل مین کامل طور پر پڑچکا تھا چنانچہ آپکے باطنی علوم اور روحانی فیوض کا ذکر آپکے تفصیلی حالات مین کسیقدر بسط وشرح کیساتھ کرونگا۔

علمی ترقی

یہ آپ ہی کی مقدس ومبارک ذات کا فیض تھا کہ نہ صرف دہلی بلکہ اُسکے اطراف ومضافات مین دینی علوم اور رسمی فنون کا ایک عظیم الشان سمندر بڑے زور وشور سے لہرین لے رہا تھا اور حدیث وتفسیر کا نہایت چمکدار اور شفاف ہوا چشمہ انتہا کی پیاری اور دلگیر ادا کیساتھ اُبل کر بہ رہا تھا جسمین سے صدہا خوش گوار اور تازگی بخش نہرین کٹ کٹکر دور تک بہی چلی گئی تھین اور جنہون نے اپنی انتہا سے زیادہ شادابی اور خنکی کے اثر سے ایک عالم کو سرسبز اور لہلہا رکھا تھا قریب قریب ہندوستان کا اکثر حصہ علوم وفنون کے اُن لہلہاتے درختون کے خنک اور راحت دہ سایہ سے آسائش گزین تھا جنکے بھینی بھینی اور

عطر آمیز جھونکون نے ایک عالم کے دل و دماغ کو معطر کر دیا تھا جس طرف نظر اٹھتی تھی اور جہانتک
کام کرتی تھی علمی ہی پودے لہلہاتے نظر پڑتے تھے جو دیکھنے والون کو بڑے وثوق و اعتبار سے
امیدین دلاتے تھے کہ عنقریب ایک وہ تابان و درخشان زمانہ آنے والا ہو جس مین ایک عالم اس
سرے سے لیکر اس سرے تک ان ہی نونہال اور ہونہار پودون کے نشاط انگیز سایے مین بیٹھکر
آسائش و نشاط کا کافی حصہ لیگا اور انکے پھل پھولون سے گودیان بھر بھر کر لیجائیگا۔

شاہ صاحب جیسے فاضل و علامہ تھے ویسے ہی محنتی اور جفاکش بھی تھے نفس کشی کے لیے محنت
و ریاضت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا اور نفس امارہ کو احکام خداوندی کا پورا پورا مطیع اور فرمانبردار
بنا دیا تھا یہی وجہ تھی کہ نیکوکاری۔ تقویٰ و پرہیزگاری۔ طاعت الٰہی۔ خدا و خلق جمیل تواضع نیک
نیتی۔ وفاشعاری۔ خداترسی۔ یہ سب باتین بوجہ احسن آپ مین پیدا ہوگئی تھین۔ گویا قدرت کے پیارے اور
نازک ہاتھون نے اوصاف جمیلہ اور محاسن جاملیہ کی جو قیمتی قبا آپکے موزون قامت کیلیے قطع کی
تھی وہ دوسرے قد پر بمشکل موزون اور ٹھیک آسکتی تھی۔ قطع نظر اسکے آپکے معجز نما کرامات اور روحانی
کشف و جذبات کے چرچے تمام دنیا مین پھیلے ہوئے تھے اور ہر خاص و عام کی زبان زد تھے آپ کا ہنس مکھ
چہرہ اس حسن اخلاق اور شائستہ عادات کا پتا دیتا تھا جو پہلے ہی سے فطرت کی بخششون سے
آپ کو عطا ہوئے تھے۔

غرضکہ شاہ صاحب اپنے زمانہ مین ایک ایسے مسلم الثبوت اور فخر روزگار محدث تھے جو تمام مروجہ
فنون مین اپنا ثانی نہین رکھتے تھے علم حدیث و تفسیر کے جولانگاہ کے پورے شہسوار تھے اور حنفی فقہ
کے دوسرے بازو سمجھے جاتے تھے۔ عوام و خواص کے مرجع اور علما فضلا کے مقتدا علیہ تسلیم کیے جاتے
تھے۔ آپ کی جودت طبع۔ رسائی ذہن۔ بلند خیالی۔ دقیق النظری۔ حوصلہ مندی ایسی ہی بے نظیر
تھی۔ قوت اجتہاد۔ تبلیغ علم کتاب و سنت کی فہم معانی مین مہارت ایسی ہی وسیع تھی۔ زہد و تقویٰ کے
علاوہ جوانمردی۔ خوش اخلاقی منکسر المزاجی۔ تورع احتیاط پلے درجہ کے تھے غرضکہ ہر بات تھی بالکل
انوکھی تھی جو وصف تھا نرالا تھا۔ باوجود ان تمام باتون کے آپ کا حافظہ ایسا بے مثل اور
یادداشت اس بلا کی تھی کہ سالہا سال کی سنی سنائی بات اس متانت اور بے تکلفی کیساتھ بیان فرماتے
تھے کہ سننے والے عش عش کرنے لگ جاتے تھے۔

عجیب اتفاق کی بات ہے کہ شاہ صاحب نے دولت علم کے علاوہ ثروت و تمول کا بھی حصہ لیا تھا اور تمول
کے ساتھ وہ زیور بھی تھا جو مال و دولت کیلیئے نہ صرف زیب و زینت ہے بلکہ اعلے درجہ کی ترقی و عروج کا فوز عظیم
ہے یعنی آپ کی طبیعت نہایت سخی اور فیاض واقع ہوئی تھی فقیروں اور مسکینوں کے ساتھ رحیمانہ
و فیاضانہ برتاؤ اور سلوک کے علاوہ طلبہ کی معیشت کے سامان ہمیشہ مہیا رکھتے اور خاص عنایت
و مہربانی سے پیش آیا کرتے تھے اور جہانتک ممکن ہوتا ان سے سلوک ہوتے لیکن تعجب سے
دیکھا جاتا ہے کہ باوجود تمول و دولتمندی کے خود ایسے سادے اور معمولی طریقے سے زندگی بسر
کرتے تھے کہ ایک خوشحال شخص سے نہایت مشکل اور بعید از قیاس ہو آپکے کھانے میں اکثر اوقات
خشک روٹی اور کبھی کبھی بقولات ہوتے —

جناب مولنا شاہ ولی اللہ صاحب کی ولادت طفولیت تعلیم تربیت سن رشد وغیرہ

شاہ ولی اللہ
ولادت پر علما
عرفا کے بشارا

شاہ صاحب کے واقعات ولادت پر ریویو کرنے سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان
بشارات کو مختصراً قلم بند کروں جو آپ کی ولادت سے قبل صلحا و علما کی ایک جماعت نے آپ کی
نسبت دیکھے اور جنکی بابت خود جناب شاہ صاحب اپنی ایک تالیف میں یوں ریمارک کرتے ہیں
کہ ہنوز میں پیدا نہیں ہوا تھا کہ حضرت والدین اور عرفا کے ایک گروہ نے میرے حق میں بہت سے
بشارات معلوم کیے چنانچہ بعض اعزہ و اخوان اور اجلہ خلان نے ان واقعات نیز میری تاریخ
زندگی کے پورے حالات کو نہایت تفصیل کیساتھ ایک رسالہ میں ضبط کیا ہے جس کا نام قول
جلی رکھا ہے جزاہ اللہ خیر الجزاء واحسن الیہ والی اسلافہ واعقابہ وادخلہ الی ما تمناہ
من دینہ ودنیاہ"

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حیات ولی کی تالیف کے زمانہ میں امیں نے انتھک کوششیں کی
کہ کسی طرح یہ نسخہ دستیاب ہو جائے اور بعض دوستوں کی خدمت میں خطوط بھی لکھے لیکن بدقسمتی سے
ہندوستان کی کسی علمی سوسائٹی میں سراغ نہیں لگا لہذا مجبوری و یاس کی حالت میں خود شاہ صاحب کی
تالیفات اور دیگر فارسی و عربی کی بسیط کتابیں بنظر انتخاب دیکھنا شروع کیں ان تمام کتابوں میں جہاں
کہیں شاہ صاحب کی سوانح عمری کے متعلق کوئی ذکر دیکھا گیا یا کوئی خاص واقعہ نظر پڑ گیا منتخب کرکے

ترتیب کا لباس پہنایا گیا۔

الغرض مجھے اُن مبشرات و واقعات کا تو پتا لگا نہیں جنہیں **قول جلی** کے مؤلف نے جمع کیا ہو لیکن رسالہ **بوارق المعرفۃ** سے جو جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے حالات و واقعات میں تصنیف کیا گیا ہو چند مبشرات انتخاب کر کے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔

جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ فرماتے ہیں مجھے ایک دفعہ خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے مزار مقدس کی زیارت کرنے کا اتفاق ہوا دفعۃً اُن کی روح مبارک نے مجھ پر ظاہر ہو کر فرمایا کہ شیخ عبدالرحیم! عنقریب تمہارے ہاں ایک فرزند رشید پیدا ہوگا۔ تم اُسکا نام قطب الدین احمد رکھنا۔ لیکن چونکہ میری بی بی سن شباب کے تمام مرحلے طے کر کے زمانہ ایاس تک پہنچ چکی تہیں اور اس عمر میں عادتاً ولادت کا تحقق نہیں ہوتا اس لیئے مجھے گمان ہوا کہ شاید خواجہ کی مراد یہ ہی کہ جب تمہارے ہاں پوتا پیدا ہوگا تو اُسکا قطب الدین احمد نام رکہنا لیکن خواجہ نے میرے اس اندرونی خطرہ پر فوراً مشرف ہو کر فرمایا کہ نہین میری یہ مراد نہین ہی بلکہ جس لڑکے کی نسبت میں نے تمہیں بشارت دی ہی وہ تمہارے ہی صلب سے پیدا ہوگا چنانچہ اس واقعہ کے تھوڑے دنوں بعد مجھے نکاح ثانی کا داعیہ پیدا ہوا اور نکاح کے تھوڑے عرصہ کے بعد ولی اللہ پیدا ہوئے اگرچہ اول اول مجھے یہ واقعہ بالکل نسیاً منسیاً ہوگیا اور اسی وجہ سے مین نے انہین ولی اللہ کے نام سے شہرت دی لیکن جب وہ واقعہ یاد آیا تو میں نے اُن کا دوسرا نام قطب الدین احمد رکہا۔

بوارق المعرفۃ میں لکہا ہے کہ جب جناب شیخ عبدالرحیم صاحب زندگی کے ساٹھ مرحلے طے کر چکے تو انہیں الہام ہوا کہ تقدیر الہی اسپر جاری ہوئی ہی کہ ایک بلند اقبال اور ہونہار لڑکا اور پیدا ہوگا جس کی شہرت کا ستارہ اوج عروج پر پہنچکر شہاب ثاقب کی طرح چمکے گا اور جس کے اقبال اور کمال علم کا آفتاب پوری ترقی کر کے نصف النہار کے مرکز پر پہنچ جائے گا۔ اسی اثنا میں آپکے خاص خاص اصحاب اور بزرگان وقت نے بہی بایں مضمون بشارت دی کہ پیدا ہونے والا لڑکا بڑا صاحب اقبال اور نامور ہوگا۔ اُسکی شان علم اور مراتب کمال کا انحصار ارباب زمانہ کو مشکل ہوگا اور وہ علوم و فنون میں فرزانہ روزگار اور اپنے عہد میں ایک نہایت دانشمند و طباع اور ضرب المثل شخص ہوگا اُس کے سامنے وارث تخت و تاج کی گردن جہک جائے گی۔ اور عوام و خواص کا مذہبی مقتدا و پیشوا تسلیم کیا جائے گا۔ چنانچہ ان بشارات کو سنکر شیخ عبدالرحیم صاحب نے

دوسرے نکاح کا ارادہ کیا۔ حضرت شیخ محمد نے جب یہ ماجرا سُنا تو اپنی جگر پارہ کو بمنت شیخ کے نکاح میں دیا کیونکہ آپ کو اِس بارہ میں زیادہ اعتنا تھا بلکہ بحد حریص و راغب تھے کہ یہ ہونہار اور بلند اقبال لڑکا میری ہی جگر پارہ کے بطن سے پیدا ہو۔

ہنوز شاہ ولی اللہ صاحب پیدا نہیں ہوئے تھے کہ ایک رات جناب شیخ عبد الرحیم آپکے والد بزرگوار نماز تہجد میں مصروف تھے اور آپ کی والدہ محترمہ بھی اُسی جگہ تہجد کی نماز ادا کر رہی تھیں جب شیخ صاحب نماز سے فارغ ہوئے تو آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دعا میں مشغول ہوئے آپ نہایت عجز و انکساری سے دعا کر رہے تھے اور والدہ مکرمہ پیچھے کھڑی آمین کہہ رہی تھیں اسی اثنا میں ان دونوں حضرات کے درمیان دو ہاتھ ظاہر ہوئے جن کی نسبت محترم شیخ نے فرمایا کہ یہ دونوں ہاتھ ہمارے اُس فرزند کے ہیں جو عنقریب عرصہ وجود میں قدم رکھے گا اور اپنے نور علم سے تمام دنیا کو چمکا دے گا اسوقت وہ بھی ہمارے ساتھ دعا میں شریک ہے اور با عجز و انکسار آمین کہہ رہا ہے۔ خود جناب شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اِس واقعہ کے بعد فقیر پیدا ہوا اور ساتویں سال میں قدم رکھا تھا کہ والدین کے ساتھ نماز تہجد میں شریک ہوا اور اسی وضع سے دونوں ہاتھ حضرات والدین کے درمیان اُٹھائے اِس پر جناب شیخ عبد الرحیم صاحب نے فرمایا ھٰذا تاویل رؤیای من قبل قد جعلها ربی حقا۔

ابھی مولانا شاہ ولی اللہ والدہ محترمہ کے بطن مبارک ہی میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک دفعہ جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کی موجودگی میں ایک سائلہ آئی آپنے روٹی کے دو حصہ کر کے ایک اُسے دیا اور ایک رکھدیا لیکن جوں ہی سائلہ دروازہ تک پہنچی شیخ صاحب نے اُسے دوبارہ بلایا اور بقیہ حصہ بھی عنایت کر دیا اور جب وہ چلنے لگی تو پھر آواز دی اور جس قدر روٹی گھر میں موجود تھی سب دیدی ازاں بعد گھر والوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ پیٹ والا بچہ بار بار کہہ رہا ہے کہ جتنی روٹی گھر میں ہے سب اِس محتاج و مسکین کو راہ خدا میں دیدو۔

ولادت

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب ۴ شوال ۱۱۱۴ ہجری چہارشنبہ کے دن طلوع آفتاب کے وقت جناب مخدومی شیخ محمد کی عصمت مآب اور محترمہ صاحبزادی کے باجاہ و جلال بطن سے پیدا ہوئے بعض اختر شناسوں نے فوراً اپنی صناعت کا ڈھانچ کھڑا کیا اور اچھی طرح غور کر کے یہ حکم لگایا کہ یہ وہی بلند اقبال اور ہونہار لڑکا ہے جسکی قسمت میں روز ازل سے فاضل عصر اور مجتہد وقت ہونا لکھا تھا اور جس کی فرزندی کا انتساب نہ صرف شیخ

عبدالرحیم صاحب کو بلکہ خاندان کے ہر ایک معزز ممبر کو ساری دنیا میں مشہور و روشناس کر دے گا اور جن کے نام کا امتیازی جھنڈا عرب و عجم دونوں میں گڑ جائے گا۔

بعض اسلامی مورخوں کا یہ ریمارک نہایت صحیح ہے کہ اگر اس خاندان میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب پیدا نہ ہوتے تو یہ خاندان کبھی اس درجہ تاریخی شہرت حاصل نہ کرتا اور کیا عجب کہ گمنامی کے دائرہ میں محدود و مقید رہتا۔ اس جلیل القدر خاندان میں یہ بزرگی و شرف روز ازل سے آپ ہی کے حصہ میں تھا کہ اپنی بے دھڑک جرأت سے نہایت صفائی اور واضح طور پر علوم نبویہ کی اشاعت احکام دین کی توسیع اور کھلم کھلا عام لوگوں کو قرآن مجید کی تلقین کر دی۔

طفولیت

شاہ صاحب کی بچپن کا زمانہ دراصل آپ کے آئندہ سوانح عمری کا ایک صاف اور مجلّی آئینہ تھا آپ کی فراخ پیشانی ابتدا ہی سے اس عالمانہ تزک و احتشام کا صاف پتا دیتی تھی جو آپ کو زمانہ آئندہ میں حاصل ہونے والا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس میں ایک خاص قسم کی بزرگانہ متانت کا چمکارا ایک ایسی درخشانی دکھاتا تھا جسے مبصرین اور قیافہ شناس لوگ دیکھکر کہتے تھے کہ عنقریب ایک وہ زمانہ آنے والا ہے جس میں یہ ہلال تمام ملک میں چودھویں رات کا چاند بنکر چمکے گا۔ ہندی کی یہ مثل کہ پوت کے پانو پالنے میں پہچانے جاتے ہیں حقیقتاً میں بہت صحیح ہے آپ کی بچپن کی حرکتیں ہی کچھ ایسی دلکش اور پُر اثر تھیں اور طفلانہ نظروں میں اس بلا کا جذب و کشش تھا جس نے سارے خاندان کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا دیکھنے والے آپکے جلال خیز نظارہ سے اس بڑے نصیبہ کی فال لیتے جو آنے والے زمانہ میں آپ کو حاصل ہوا

واقعی بات یہ ہے کہ شاہ صاحب کے بچپن کا زمانہ کچھ ایسا حیرت افزا زمانہ تھا جس کی نظیر دوسری ہونہار بچوں میں پائی جانے کی ہرگز امید نہیں ہو سکتی فطرت نے آپ کی بھولی صورت میں وہ دلگیر اور محبوبانہ ادائیں کوٹ کوٹ کر بھر دی تھیں جنہوں نے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب جیسے مستغنی مزاج کو آپ کا فریفتہ و شیدا بنا دیا تھا رحیم الطبع بزرگ شیخ اپنے ہونہار اور بلند اقبال فرزند سے بیحد محبت رکھتے اور اُس کی سلامت روی اور خوش آیندہ حرکات سے محظوظ ہوتے تھے اور ہمیشہ اُسکی راحت و آسایش کو اپنے آرام و چین پر ترجیح دیتے تھے جوں جوں شاہ صاحب عمر میں ترقی کرتے جاتے اور زندگی کے مرحلے طے کرتے جاتے تھے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی آپ پر توجہ زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک موقع پر خود شاہ ولی اللہ صاحب اپنے پر زور قوت تحریر سے فرماتے ہیں کہ مجھ پر سب سے بڑی نعمت خداوندی جسکے مقابلہ میں تمام نعمتیں ہیچ ہیں یہ ہے کہ جناب والد بزرگوار اس فقیر سے ہمیشہ راضی رہے بچپن کے زمانہ سے آخر عمر تک جو مہربانیاں مجھ پر مبذول رہیں میں انہیں سے ملا حظہ ایک کو بھی

بیان نہین کرسکتا میرے لئے اس سے زیادہ اور کیا فخر کا باعث ہوسکتا ہی کہ جب آپ کا انتقال ہونے لگا تو مجھے سینہ سے لگا کر بیعت وارشاد کی اجازت عامہ دی اور کلمہ ید کا کید ی مکرر سہ کرر ذکر کیا۔ خاص تحصیل علوم اور لڑکپن کے زمانہ مین جس قدر حضرت کی توجہ خاص مجھپر مبذول تھی اس قدر توجہ مین کسی باپ مین اپنے فرزند کی نسبت نہین دیکھتا با اینہمہ مین نے اپنی عمر مین کوئی ایسا باپ اور کوئی اُستاد کوئی مرشد نہین پایا جنہی اپنے فرزند تلمیذ کی نسبت شفقت و مہربانی کے وہ دقائق مرعی رکھے ہون جو حضرت والد نے اِس فقیر کی نسبت رکھے اللهم اغفر لی ولوالدی وارحمهما کما ربیانی صغیرا وجازهما بکل شفقة ورحمة ونعمة بهما علی مأة الف اضعافها انک قریب مجیب

شاہ صاحب کا زمانہ طفولیت اور بچپن کی سکوت خیز صورت ایک قیافہ شناس اور تجربہ کار نظر کے لئے ایک عظیم الشان واقعہ کی پیشین گوئی کرتی تہی جو شخص غور مین ڈوبی ہوئی نگاہون سے آپکے طفلانہ حرکات کو دیکھتا تھا اُسی فطرت کے وہ عجیب و غریب اور حیرت فزا نمونے آپ کی پیشانی مین جلوہ گر نظر آتے تھے جو روز ازل آپ کی ذات والا صفات مین ودیعت رکھے گئے تھے اور یہ اُسی فطری نور کا سچا پرتو تھا جس نے بہت جلد آپکے ظاہر و باطن کو تابان اور چمکدار کر دیا۔ اگرچہ ابھی آپ کی عمر مشکل سے تین چار سال کی ہوگی کہ اخلاقی اور تمدنی ترقی مین سرگرم ہوگئے اسی کم سنی اور نو عمری کے زمانہ مین آپ کو ایک ایسا وحشت آمیز تفکر لاحق رہتا تھا کہ دیکھنے والے حیرت زدہ ہوجاتے تھے مسکینی غریبی کم گوئی آہستگی سے بات کرنا گردن جھکا کر جواب دینا اور ہر بات برجا درست کہنا یہ تمام صفتین جو عموماً بچون مین بہت کم دیکھی جاتی ہین مجتمع صورت بزرگ شاہ صاحب مین موجود تھین۔ خلاصہ یہ کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی ابتدائی زندگی بالکل غیر معمولی اور ایک ایسی نرالی طرز و ادا کی تھی جو دنیا کے بچون مین اپنا نظیر نہین رکھتی تھی۔

تربیت

جس زمانہ مین اس فخر خاندان اور فرید عصر کی ولادت ہوئی اُسوقت جناب شیخ عبد الرحیم صاحب گو اعلے درجہ کے دولتمند اور صاحب اقتدار تھے لیکن پھر بھی متوسط درجہ کی حالت رکھتے تھے گورنمنٹ مغلیہ کی طرف سے کسی قسم کی امداد تھی نہ بادشاہ وقت کی جانب سے کسی طرح کا کوئی وظیفہ مقرر تھا صرف توکل پر گذران اور ہر وقت خدا پر نظر تھی اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ ہمیشہ خوشحال رہتے اور ضرورت کے وقت غیبی سامان مہیا پاتے چنانچہ اسوقت بھی وہ تمام سامان مہیا تھے جو ایک خوش نصیب بچہ کی پرورش کے واسطے ہونے ضروری ہین اس لئے شاہ ولی اللہ صاحب کی بڑے اہتمام سے پرورش ہوئی اور عمر کا ابتدائی حصہ اعلے درجہ کی تربیت کے ساتھ

جو تعلیم کا دوسرا جزو ہے ختم ہوگیا۔

تعلیم

جب اس فرزانۂ روزگار نے عمر کے ابتدائی مرحلے طے کر کے پانچوین سال مین قدم رکھا تو قرآن مجید پڑھنے کے لئے مکتب مین بٹھایا گیا چونکہ آپ فطری طور پر علم سے زیادہ دلچسپی رکھتے تھے اور روز ازل سے آپکے ضمیری جوہر رابع قابلیتون سے آراستہ اور درخشان ہو چکے تھے لہذا آپنے ساتوین سال قرآن مجید ختم کر دیا اور اسی چھوٹی سی عمر مین مذہبی ارکان و فرائض تدریجاً حاصل کر لئے چنانچہ اسی سال مین جناب شیخ عبد الرحیم صاحب نے آپ کو نماز پر کھڑا کیا اور رمضان کے روزے رکھنے کا حکم فرمایا۔ چونکہ شاہ صاحب مین تہذیب اخلاق کا مادہ نیچرل تھا اسلئے نشست و برخاست کے آداب اور گفتگو کرنے کے طریقے خود بخود اسی کمسنی مین حاصل ہوگئے تھے آپ کا عام قاعدہ تھا کہ جب بڑی عمر والے سے گفتگو کرتے خواہ وہ کسی رتبہ اور درجہ کا آدمی ہوتا ہمیشہ گردن جھکا کے آنکھین نیچے کر کے کرتے اور جب کوئی بات دریافت کی جاتی تو نہایت متانت و سنجیدگی سے جواب دیتے البتہ ہمعصرون سے دل کھول کر باتین کرتے لیکن اُن کے ساتھ بھی تہذیب و شائستگی کے درجہ سے تجاوز نہ کرتے اور خلاف ادب کبھی کوئی بات نہ کرتے زندگی کے سات مرحلے ہنوز طے نہین کئے تھے کہ فارسی کی درسی کتابین پڑھنی شروع کر دین اور چند ہی روز مین تمام کتابین نکال لین کیونکہ یہ علم آپکے سامنے بالکل پانی تھا چونکہ طبیعت کو علوم سے قدرتی طور پر مناسبت تھی چند ہی روز مین اشارون پر دوڑنے لگے اور آخر ایک سال کے عرصہ مین اُسے عروج کمال پر پہنچا دیا۔ فارسی کی درسی کتابون سے فارغ ہونے کے بعد صرف و نحو کے مختصر رسالے دیکھنے شروع کئے اور ان پر بھی بہت جلد عبور کر گئے۔ عمر کا دسوان سال شروع تھا کہ آپ شرح ملا پڑھتے تھے گویا دو ڈھائی سال کے عرصہ مین صرف و نحو کی تمام کتابین نکال لین تھین اور دس سال کی عمر مین صرف و نحو پر آپ کو اس درجہ اقتدار ہوگیا تھا کہ بڑے بڑے صرفی و نحوی جو کتاب کے کیڑے کہلائے جاتے تھے اور جنہون نے ان علوم مین نہایت عزت و وقعت کے ساتھ شہرت و ناموری کے تمغے حاصل کئے تھے آپ سے مسائل صرفیہ و نحویہ مین گفتگو کرتے جھجکتے تھے اور جس وقت آپ اُن کی باریکیان بیان کرتے اور مطالب کے حل کرنے کی طرف متوجہ ہوتے تو وہ آپ کی حذاقت و ذہانت پر عش عش کرنے لگتے اور آپکے زور سمند کی باگین ہزارون کوششون کے بعد بھی نہ روک سکتے

اس کے بعد شاہ صاحب کو معقول کی کتابین شروع کرائی گئین۔ یہان پہلے ہی خداداد طبیعت پائی تھی

جودت ذہن اور ذکاوت طبع سے تھوڑے ہی عرصہ مین یہ مرحلہ بھی طے ہوگیا اور اسقدر جلد کمال حاصل کرلیا کہ اُس سے جلد تکمیل پانا ممکن ہی نہ تھا۔ کمال بھی اس درجہ کا کہ علم منطق مین کسی کی مجال نہ تھی کہ آپکے سامنے زبان کھول سکتا۔ بڑے بڑے تجربہ کار منطقی آپکے تبحر کو دیکھکر دنگ رہجاتے اور اُنھین کسی مسئلہ کے دریافت کرنے کا حوصلہ نہ پڑتا تھا یہ بات تعجب سے دیکھی جاتی ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب ایک ہی زمانہ مین متعدد علوم کی تحصیل کرتے تھے اور ایک علم کا کمال دوسرے کے کمال کو مانع نہوتا تھا اور یہ اُس ذہن و حافظہ کی قوت کا اثر تھا جو فطرت کی خاص بخشش و عطیہ تھے غرضکہ تیرہ سال کی عمر مین شاہ صاحب نے ان تمام علوم مین کمال حاصل کرلیا تھا یہی سبب تھا کہ آپ اِس چھوٹی سی عمر مین فنون مذکورہ مین ارباب کمال کے زمرہ مین شمار کئے جانے لگے تھے۔

شاہ صاحب کا ازدواج

چودہوین سال مین قدم رکھا تھا کہ آپکے والد ماجد نے شادی کی سلسلہ جنبانی شروع کردی اور اِس سلسلہ کے پورا کرنے مین نہایت سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ عجلت و شتابی کی اگرچہ آپکے سمدھیانے کے لوگون نے سامان کے نہ فراہم ہونے کا عذر پیش کیا اور تھوڑے دنون کی مہلت چاہی لیکن جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اُنھین صاف طور پر لکھ دیا کہ مین جو اِس بارہ مین جلدی کرتا ہون اُسکا ایک خاص سبب ہی جو عنقریب آپ لوگون پر ہویدا ہوجائیگا بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اِس کار خیر مین ذرا توقف نہ کرین اور جس طرح ممکن ہو صاحبزادی کی شادی مین عجلت سے کام لین اسباب مہیا نہونے کا کوئی عذر نہین ہے اور وہ بمقابلہ اُس مصلحت و حکمت کے جو اس جلدی مین مضمر و مخفی ہے کوئی وقعت نہین رکھتا چنانچہ وہ اس خط کے پہنچنے کے بعد راضی ہوگئے اور اپنی لڑکی کو جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے نکاح مین دیدیا۔

مصائب

شاہ صاحب کا نکاح ہوتے ہی آپ کی خوشدامن نے سفر آخرت قبول کیا اور اتفاق سے اِس کے چند ہی روز بعد خوشدامن کی والدہ انتقال کرگئین جس سے خود شاہ صاحب اور آپ کی محترمہ کو انتہا درجہ کا ملال ہوا ابھی اس رنج و اندوہ سے فرصت نہ ملی تھی کہ شیخ فخر العالم۔ جناب شیخ ابوالرضا محمد صاحب کے فرزند رشید انتقال کر گئے اور اِس کے کچھ عرصہ بعد جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی والدہ مکرمہ یعنی آپکے برادر کلان شیخ صلاح الدین کی حقیقی والدہ فوت ہوگئین۔ ازان بعد خود جناب شیخ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ مختلف بیماریون مین مبتلا ہوگئے اور سخت ضعیف و ناتوان ہوگئے۔ انتقال کے وقت آپ کو کوئی بیما

قوی عارضہ نہ تھا لیکن متواتر صدمات اور ضعف و ناتوانی نے انہیں بالکل نحیف کر دیا تھا چنانچہ اس واقعہ
چند دنوں بعد آپ بھی انتقال کر گئے۔

یہ تھا وہ مخفی بھید جس کی وجہ سے جناب شیخ عبد الرحیم صاحب نے اپنے بلند اقبال صاحبزادے کی شادی میں عجلت
کی تھی اب آپ کا وہ راز سربستہ اسوقت عام و خاص پر کھلا اور انہوں نے معلوم کر لیا کہ درحقیقت اگر اس وقت اس
شادی کی تقریب انجام کو نہ پہنچتی تو ممکن نہ تھا کہ سالہا سال کے گذر جانے کے بعد بھی قوت سے فعل میں آتی اس
دو ڈھائی سال کے اندر اندر جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو ایسے جانفرسا حوادثات پیش آئے جن سے آپ بہت
ہی مضمحل ہو گئے اور آپ کا تمام اطمینان و جمعیت پریشانی و بے اطمینانی سے بدل گیا۔ اسوقت اگرچہ آپ کی
طبیعت کے مخالف دنیاوی تعلقات نے چاروں طرف سے اپنا بھیانک اور خوفناک چہرہ ابھار ابھار کر دکھلایا اور انکی
جمعیت خاطر میں انتشار ڈالا مگر سچ پوچھئے تو شاہ صاحب نے بڑے ہی استقلال اور جوانمردی سے کام لیا آپ نے
کسی بات کا کچھ بھی خیال نہیں کیا اور تمام تعلقات سے منہ موڑ کر اپنی اسی ایک دھن میں مخمور رہے۔

گو علمی ذوق سے آپ کا دماغ پہلے ہی سے گونج رہا تھا اور اسکی صدائیں بچپن ہی کے زمانہ سے متواتر کانوں میں
پہنچ چکی تھیں مگر پھر بھی اس وقت تزوج نیز ان جگر خراش اور جانفرسا حوادثات کے دسیع تعلقات کی طول
طویل لمبی ڈوری آگے بڑھی چلی جاتی تھی اور بار بار علمی ترقی کی سد راہ بننا چاہتی تھی لیکن اسپر بھی آپ کو یہی کرید
چلی جاتی تھی کہ جلد تحصیل علوم اور اس کی تکمیل میں سرگرم ہونا چاہئے چنانچہ اب آپ کے خیالات سب طرف سے
پھر پھرا کر اس طرف رجوع ہوئے کہ جہانتک بن پڑے تفسیر و حدیث کے علوم میں ترقی کرنا اور انہیں باقاعدہ حاصل
کرنا چاہئے کیونکہ آپ بخوبی سمجھتے تھے کہ تاوقتیکہ حدیث میں کمال حاصل نہوگا علوم کی تکمیل ناممکن ہے۔ اسلامی
علوم جن میں کمال کی ضرورت تھی وہ بچپن ہی میں حاصل ہو چکے تھے اب خاص خاص علوم کی مشق کا زمانہ تھا
چنانچہ اسوقت آپ کی طبیعت تفسیر پر مائل تھی اور اسی علم سے خاص دلچسپی تھی۔

علم حدیث

جب آپ نے عمر کے چودہ مرحلے طے کر کے پندرھویں میں قدم رکھا تو علاوہ دیگر علوم کی تکمیل کے تفسیر بیضاوی
کا ایک بڑا حصہ والد بزرگوار سے پڑھ لیا اور اب آپ نے ان تمام متعارفہ فنون کو عروج پر پہنچا دیا جو ان
شہروں میں رائج اور علماء و فضلا کے درس میں داخل تھے اسی سال میں والد بزرگوار سے بیعت کی - اور
اشغال صوفیہ بالخصوص مشائخ نقشبندیہ کے معمولی اوراد و وظائف میں مشغول ہوئے اور بحیثیت توجہ و تلقین
آداب طریقت۔ خرقہ صوفیہ میں ارتباط درست کیا علم تصوف دیکھنا شروع کیا یہانتک کہ اس کے

غوامض اور دقیق و باریک مسائل کے حل کرنے کی طرف آپ کی طبیعت متوجہ ہوگئی اور نہایت قلیل مدت
مین اس علم مین بھی اچھی خاصی مہارت پیدا کرلی اور ایسے ایسے نکات اور باریکیان اس خاص فن مین پیدا
کین جس کے سیکھنے کی بڑے بڑے علامہ مشایخ آرزو کرتے تھے۔ بالآخر جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے
اس فن مین نہایت تبحر کے ساتھ وہ وہ قیمتی اور آبدار موتی تالیف و تصنیف کے سلسلہ مین پروئے جن سے
علوم تصوف کی معلومات کی شعاعین نکلکر دور دور تک پھیل گئی ہین جیسا کہ معزز ناظرین کو آپکے تصنیفات
کے حالات پڑھکر اس بات کا خود علم ہو جائے گا جو اسی حصہ مین جدا عنوان سے قلمبند کی جایئن گی
جس طرح جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اپنے والد بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین شہید کے سایۂ عاطفت مین
پرورش پائی تھی اور تعلیم و تربیت حاصل کرکے باطنی فیض سے معزز و ممتاز ہوئے تھے اسی طرح جناب شاہ
ولی اللہ صاحب نے اپنے والد ماجد کی آغوش صحبت مین پرورش پائی شیخ عبدالرحیم جیسے مجتہد فن اور اہل کمال پانچ
برس کی عمر سے آپ کی تعلیم پر مقرر تھے اور عام اخلاق و عادات کی بھی نگرانی کرتے تھے اگرچہ باقاعدہ تعلیم
اسوقت سے شروع ہوئی جبکہ آپ نو سال کے تھے لیکن شیخ صاحب کی خاصکر توجہ شاہ صاحب پر زمانہ
طفولیت ہی سے تھی یہی وجہ تھی جو علمی کمالات اور باطنی فیوض جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو حاصل تھے۔
اُن کی نظیر سے شیخ صلاح الدین (شاہ صاحب کے بڑے علاتی بھائی) اور شاہ اہل اللہ صاحب (آپکے عینی)
خالی تھے بمقابلہ ان دونون حضرات کے شاہ ولی اللہ صاحب کو جو کچھ حاصل ہوا وہ حقیقت مین شیخ عبدالرحیم
صاحب کی آغوش تربیت مین پلنے کا صدقہ اور آپ کی سرپرستی کا بدیہی نتیجہ تھا جسکا ثبوت خود شاہ ولی اللہ صاحب
کے حالات ہین۔ جیسا کہ ہم کچھ تو اوپر بیان کر آئے ہین اور کچھ آیندہ حسب موقع ذکر کرین گے۔
الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب چودہ سال کی عمر مین علوم متعارفہ سے فارغ التحصیل ہو گئے اور علم سلوک کا کافی
حصہ حاصل کرلیا چنانچہ اسی سال مین آپکے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب نے آپکے سر پر فضیلت کا
عمامہ رکھا اور درس کی عام اجازت دی اور اس مبارک تقریب مین ایک امیرانہ جلسہ قائم کیا عام و خاص کو
دعوت دی اور وافر کھانا طیار کیا۔ تمام شہر کے مشائخ۔ فضلاء۔ فقہا حاضر ہوئے اور سب کی موجودگی مین
جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اپنے بلند اقبال اور فخر خاندان و قوم فرزند کو علوم متعارفہ اور سلوک و تصوف
کے درس کی اجازت دی اور دستاربندی کی رسم ادا کرکے آپ کی عمر و علم کی ترقی کی دعا مانگی مجلس مین
جس قدر علماء فقہا و مشائخین موجود تھے سب نے متفقہ الفاظ مین اس زور سے شیخ صاحب کو مبارکباد دی کہ

کہ ساری مجلس گونج اٹھی اس وقت شیخ عبدالرحیم صاحب کی خوشی کا کوئی اندازہ نہ تھا آپ بار بار اپنے لائق اور ہونہار فرزند کے چہرہ کو دیکھتے اور بے انتہا خوش ہوتے تھے

حقیقت میں بوڑھے والد کے لئے اس سے زیادہ اور کیا خوشی و فخر کا باعث ہو سکتا ہے کہ اس کی نوجوان اولاد اس کی زندگی میں ایک ایسی قابلیت پیدا کرے جس پر اُس زمانہ کے بڑے بڑے علما و فضلا کو فخر و ناز ہو چونکہ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب خود مجتہد فن اور باطنی فیض سے مالا مال تھے اس وجہ سے وہ اپنے فرزند رشید کی قدر و منزلت کو خوب جانتے تھے اور اُنہیں یقینی طور پر معلوم تھا کہ عنقریب ایک وہ زمانہ آنے والا ہے جس میں اس کی اقبال کا سورج تمام دنیا میں اپنی روشنی پھیلائے گا اور اُسکی علمی فیاضیاں اہل دنیا کو مالا مال کر دینگی

اس مقام پر ہم اُن کتابوں کی مختصر فہرست دینا چاہتے ہیں جو اس چھوٹی سی عمر میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے والد بزرگوار سے سبقاً سبقاً پڑھیں جس سے آپ کی خداداد ذہانت اور حذاقت و طباعی کا [illegible] ہوتی ہے اور چونکہ اس فہرست کا ذکر خود شاہ صاحب نے اپنی ایک قیمتی تصنیف میں کیا ہے اس لئے میں اُسے آپ ہی کی زبان مبارک سے ادا کرنا مناسب سمجھتا ہوں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنی زندگی کے چودہ مرحلے طے کر کے پندرہویں میں قدم رکھا تو والد بزرگوار کی انتہا درجہ کی شفقت و مہربانی کی وجہ سے تمام متعارفہ فنون حاصل کر چکا تھا۔ ہر فن کے ابتدائی مختصرات کے علاوہ جو کتابیں میں نے والد بزرگوار سے سبقاً سبقاً پڑھی ہیں اُنکی مختصر فہرست یہ ہے۔

(۱) علم حدیث میں	مشکوۃ شریف تمام و کمال لیکن چند روز کی بیماری اور کسل کی وجہ سے تھوڑا سا حصہ فوت ہو گیا تھا یعنی کتاب البیع سے کتاب الادب تک والد بزرگوار سے نہیں پڑھ سکا صحیح بخاری اول سے کتاب الطہارۃ تک یا اس سے کچھ کم و بیش خود والد بزرگوار سے سماعت کی اور کچھ اپنی زبان سے پڑھی۔ شمائل النبی یہ کتاب اول سے آخر تک طالب العلموں کے ایک بڑے حلقہ میں پڑھی گو اس کتاب میں چند اور فاضل بھی شریک تھے مگر قراءت میری ہی تھی۔
(۲) علم تفسیر میں۔	تفسیر بیضاوی کا ایک بڑا حصہ تو میں نے والد بزرگوار سے سبقاً سبقاً پڑھا اور باقی کا انکے ارشاد کے بموجب خود مطالعہ کیا۔ تفسیر مدارک کا بھی کچھ حصہ آپ کو سنایا اور باقی کا خود مطالعہ کیا۔

(۳) علم فقہ مین	شرح وقایہ بتمامہ۔ ہدایہ کی دونون جلدین آپسے پڑہین لیکن تہوڑا سا حصّہ قصداً چہوڑ دیا گیا۔
(۴) اصول فقہ مین	حسامی۔ توضیح وتلویح۔
(۵) علم منطق مین	مختصرات کے علاوہ شرح شمسیہ کامل اور شرح مطالع کا ایک بڑا حصّہ
(۶) علم کلام مین	شرح عقائد کامل شرح خیالی کا ایک حصہ شرح مواقف کا ایک حصّہ
(۷) علم سلوک مین	عوارف کا بڑا حصہ اور کچھ رسائل نقشبندیہ وغیرہ
(۸) علم حقائق مین	شرح رباعیات مولانا جامی۔ لوائح۔ مقدمہ شرح لمعات۔ مقدمہ نقد النصوص
(۹) خواص اسماء وآیات مین۔ والد بزرگوار کا ترتیب دیا ہوا مجموعہ وغیرہ۔	
(۱۰) علم طب مین	موجز القانون
(۱۱) علم حکمت مین	شرح ہدایہ حکمت وغیرہ
(۱۲) علم نحو مین	کافیہ۔ شرح ملا جامی۔
(۱۳) علم معانی مین	مطول کا بہت بڑا حصّہ۔ اور مختصر معانی اُس مقام تک جہانتک ملازادہ حاشیہ ہے
(۱۴) علم ہندسہ وحساب مین	بعض مختصر رسائل

اس فہرست کے نقل کرنے کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہین کہ جب مین یہ کتابین پڑہ چکا تو اب میرا فہم اس درجہ فراخ اور نظر ایسی وسیع ہوگئی کہ ہر فن کے دقیق وغامض مسئلے ادنےٰ توجہ کے ساتھ حل ہونے لگے اور علوم کے مقامات مشکلہ بالکل پانی ہو گئے۔ اسی اثنا مین مین چند مرتبے مدرسہ قرآن مین گیا جو خاص والد بزرگوار کا درسگاہ تہا اور جس کی بنیاد بھی آپکے اپنے ہاتھوں سے ڈالی تہین چونکہ آپکو مجہسے انتہا درجہ کی محبت تھی اس لئے چند روز تک آپنے قرآن مجید کا ترجمہ مجھے پڑہایا اور وہ سب الٰہی اسرار اور الہامی نکات جو قرآن کے لفظ لفظ مین کوٹ کوٹ کر بہرے ہوئے ہین اُن پر تنبیہ کی حقیقت مین یہ اُسی فیض کا کرشمہ تہا جو تمام علوم مین مجھے دفعۃً کمال حاصل ہوگیا۔

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی لیاقت اور پولیٹیکل قابلیت پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو ایک تعجب اور تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوتی ہے۔ تمام اسلامی علوم اور دینی کتابون کو اس چہوٹی سی عمر مین پانی کرکے پی جانا اگرچہ سرسری نظر مین آپکی ذکاوت ذہنی اور طباعی وحذاقت کی بہت بڑی دلیل ہے لیکن عمیق نظر

خوب سمجھتی ہین کہ یہ فطرت کی خاص بخششین ہین جو پاک و برتر نفوس کو مرحمت ہوتی ہین۔آپ کا خمیر ہی کچھ
ایسا قابل بنا تھا جسپر ربانی قابلیتون اور خداوندی تجلیات کا پورا عکس پڑتا تھا اور جو قوت الہامی نکات اور
ربانی اسرار کے فہم مین ید طولی رکھتی ہے اُسکا جوش آناً فاناً اس روشن دماغ مین پیدا ہوتا رہتا تھا۔
اِس پر بھی علمی ترقی کے سین ہمیشہ شاہ صاحب کے پیش نظر رہتے تھے۔آپنے اجازت وسند حاصل کرنے کے
بعد بغیر اُستاد کے کتابون کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور نہایت سخت محنتین کرنے لگے آپ کتب بینی مین اِس
درجہ مستغرق تھے کہ رنج و راحت شب و روز مشاغل علمیہ مین بالکل محسوس نہوتے تھے۔ایک سال کی سخت
محنت سے تمام پڑہے ہوئے علوم از سر نو دیکھ ڈالے اور اِس محویت اور استغراق کے ساتھ کہ بقدر ضرورت
کچھ کھا لیتے یا تھوڑا سا آرام فرما لیتے ورنہ رات دن بجز کتب بینی کے دوسرا کام نہ تھا۔جب مباحث علمیہ مین
اِس دلچسپی کے ساتھ شاہ صاحب نے تھوڑا زمانہ گزارا اور عمر کے سترہوین سال مین قدم رکھا تو آپ کے
والد بزرگوار جناب شیخ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ نے سفر آخرت قبول کیا اور یہی زمانہ آپ کے تکمیل علوم
کا تہا

والد ماجد کے انتقال کے بعد آپنے کتب دینیہ وعقلیہ کا درس دینا شروع کیا اور اب آپ کا ہر علم مین شہرہ
ہوگیا۔علماً وعملاً مسلم الثبوت اُستاد مان لئے گئے اور عوام وخواص کے معتقد علیہ تسلیم ہوئے اُس عہد کے
بڑے بڑے اُستاد اور ماہرین فن آپ کی شاگردی کو فخر جانتے اور دور دور سے تعلیم کے لئے حاضر ہوکر شاہ
صاحب کے فیضان سے مستفیض ہوکر حظ وافر اُٹھاتے۔تقریباً بارہ سال تک علوم کی درس مین مصروف
رہے اور علم نبوی کی اس درجہ اشاعت کی کہ اُسکا ذوق شوق سرگرم طبیعتون مین حد سے زیادہ بڑھ گیا۔اکثر
علمی سوسائٹیون مین اصول حدیث کا ذکر چھڑ گیا اور طالب العلمون کے ہر ہر حلقے مین اِس پرزور شور سے
بحثین ہونے لگی۔اِس زمانہ مین تفسیر وحدیث مین روز افزون ترقی تھی اور علوم فلسفہ ومنطق کا بازار سرد تہا
غرضکہ شاہ صاحب کا یہ زمانہ ہر طرح سے قابل مبارکباد تہا۔علوم فقہ اور معانی وبلاغت کو جس قابلیت اور دلسوزی
سے آپنے رواج دیا وہ بہر صورت آپ کا فرض منصبی سمجھا تا ہی لیکن قرآن وحدیث کی اشاعت وتشہیر مین
جو آپنے کوشش کی ہی اُس کے احسان سے ہندوستان کبھی سر نہین اُٹھا سکتا۔

ہندوستان مین سب سے پہلے جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حدیث کی بنیاد ڈالی اور اسی وجہ سے
اسلامی مورخون نے آپکے لئے اولیت کا تمغہ تجویز کیا لیکن ہندوستان کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ بات بخوبی

ثابت ہوتی ہی کہ اُس زمانہ مین چارون طرف جہل کی تاریکی چھائی ہوئی تہی مسلمانون نے علم نبوی کو بالکل
بھلا دیا تہا اور اُن مین اسلام برائے نام باقی رہگیا تھا جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے حدیث و قرآن
کی ترویج و اشاعت مین اگرچہ انتہا سے زیادہ کوشش کی لیکن آپ اُس خرابی و تاریکی کو دور نہ کر سکے جو صدیون
سے مسلمانون کے دلون مین جمگئی تہی اور انجام کار آپ کی تمام کوششین رائگان گئین

لیکن چونکہ ہندوستان کی قسمت مین اسلامی علوم سے کچھ نہ کچھ دلچسپی یعنی پہلے ہی روز سے لکھی ہوئی تہی
اس لئے جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے دنیا سے کوچ کرجانے کے بعد خدا تعالی نے اُس عمارت کا ایک
اور سرپرست اُٹھا کھڑا کیا جس کی بنیادین جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے ہاتھون نے ڈالی تہین یعنی قدرت نے
جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کو پیدا کیا شیخ صاحب نے پرانی دہلی مین اُس مقام پر ایک مدرسہ قائم کیا جو اب مہندیون
کے نام سے مشہور ہی اور اُسکا نام مدرسہ رحیمیہ رکہا جس مین علم نبوی کی تعلیم دینی شروع کی اگرچہ اس تعلیم کا
اثر مسلمانون پر یہ پڑا کہ دور دراز شہرون سے جوق جوق طلبہ حدیث پڑہنے کے لئے آنے لگے اور لوگون مین
ایک طرح کی تحریک بہی پیدا ہوگئی لیکن وہ تحریک ایسی نہ تہی جو ایک عظیم الشان دریا مین تموج پیدا کرتی
ہرچند کہ شیخ صاحب نے اس بارہ مین پلے درجہ کی کوشش کی لیکن چونکہ ابہی ہندوستان کو چند روز اور پستی کی
حالت مین رہنا تھا اس لئے شیخ صاحب اپنی کوششون مین کامیاب نہین ہوسکے اور دل کی آرزو دل ہی
مین لیکر عالم بقا کو تشریف لیگئے۔

جب ہندوستان کے اقبال و یاوری کا ستارہ چمکا تو فطرت نے جولانگاہ حدیث کے شہسوار کو پیدا کیا یعنی جناب
شاہ ولی اللہ صاحب اس سرزمین مین ظاہر ہوئے جن کے علم و فضل کی صدائین ہندوستانی حدود سے
نکلکر عرب و عجم مین پہنچین اور جن کی ربانی مقبولیت تمام بلاد اسلامیہ مین پہیل گئی۔ چونکہ آپ علم و عمل دونو
مین خاص طور پر مشہور تھے اور آپ کا علمی کمال اعلے درجہ کی وقعت کے ساتھ لوگون کے کانون مین گونج
رہا تھا لہذا اطراف عالم کے لوگ بے اختیارانہ جوش کے ساتھ آپ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے اور
آپ کی درس و تدریس کا بازار ہر وقت گرم رہتا تہا آپنے بڑی مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ علم نبوی ؐ کی
اشاعت مین کوشش کی اور اپنی اَن تھک کوششون سے علم نبوی کو اس قدر رواج دیا کہ اب جناب شیخ
عبد الحق محدث دہلوی کی ڈالی ہوئی بنیادین آسمان سے باتین کرنے لگ گئین۔

اس لحاظ سے اگر ہم اُس اولیت کے تمغہ کا جو جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے لئے تجویز کیا گیا ہی حضرت

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کو مستحق قرار دین تو شاید بیجا نہوگا کیونکہ جس قدر حدیث کی اشاعت آپکے زمانہ مین ہوئی اُسکا ننانوین حصہ بھی سابق کے زمانہ مین اشاعت نہین پائی تھی

ایک فاضل مورخ کا یہ مختصر ریمارک قابل نوٹ ہی کہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب ایک فاضل اجل عالم تھے اور ایسے عالم جن پر ہندوستان ہمیشہ فخر کرے گا اور جن پر تاریخی روشنی ہمیشہ چمکے گی انصاف یہ ہی کہ اگر آپکا وجود باجود نہوتا تو ہندوستان مین جو علمی فیاضیان اسوقت چارون طرف پھیلی ہوئی ہین ہرگز نظر نہ آتین بلکہ خاص خاص محدود حلقون مین دیکھی جاتین۔ یون تو آپ ہر فن مین طاق تھے اور ہر قسم کے علوم کا درس دیتے تھے لیکن آپکا علم حدیث وتفسیر خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہی شاہ صاحب کے زمانہ عروج سے پیشتر علم حدیث کی حالت نہایت پستی اور تاریکی مین تھی۔ خال خال ہی لوگ اس شریف علم سے دلچسپی رکھتے تھے لیکن ہندوستان کی اقبال کی یاوری سے جب آپکے علم کا چشمہ نمودار ہوا تو خاص اس فن کی بہت بڑی ترقی ہوئی اور تمام ہندوستان حدیث وتفسیر سے بھر گیا علماء کے ہر حلقہ مین حدیث کا چرچا ہونے لگا اور طلبہ کے زبان پر ہر استدلال کے موقع پر حدیث کے مقدس الفاظ آنے لگے حقیقت مین ہندوستان پر شاہ صاحب کا یہ ایسا گرانبار احسان ہی جس سے وہ سر اُٹھانے کی طاقت نہین رکھتا لیکن اس کے ساتھ ہی بافسوس کہنا پڑتا ہے کہ جس طرح یہ علمی عروج واقبال شاہ صاحب کے نام سے شروع ہوا اُسی طرح اُسکا زوال وادبار آپکی معزز اولاد کے بعد ہندوستان کے تمام پر ختم ہوگیا۔ شاہ صاحب کی واجب الاحترام اولاد دنیا سے کیا اُٹھی کہ علمی جاہ وجلال کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ اب اس جلیل القدر خاندان مین کوئی ایسا باثر شخص باقی نہین رہا جس سے اِس کا نام زندہ رہتا۔

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد مدرسہ رحیمیہ مین جسکی بنیاد جناب شیخ عبدالرحیم صاحب ڈال گئے تھے طلبہ کو درس دینا شروع کیا اور پورے بارہ سال تک اسمین اِس استغراق ومحویت کے ساتھ مصروف رہے جس کی نظیر کہین مل نہین سکتی۔ آپ کی خداداد قابلیت اور محنت کشی کی شہرت نے شوقین طلبہ کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا جو دور دراز ملکون کی سنگلاخ اور دشوار گذار گھاٹیان طے کر کے آتے اور آپکے درسگاہ مین داخل ہونے کو سرمایۂ ناز وفخر سمجھتے تھے۔

شاہ صاحب ہر ایک طالب العلم کے ساتھ خواہ وہ کسی رتبہ کا ہوتا عام اخلاق اور فیاضی سے پیش آتے اور سب کے ساتھ مشفقانہ و مربیانہ برتاؤ کرتے قطع نظر اس کے کہ انہین نہایت محنت وجفاکشی اور دلسوزی سے تعلیم دیتے

اُن کے ضروری اور لابدی حوائج کے رفع کرنے میں انتہا سے زیادہ ساعی ہوتے بلکہ بعض بعض محنتی اور قابل طلبہ کو اپنی ذات خاص سے امداد دیتے اور بہت ہی تسلی و دلجوئی سے اُنہیں خوش رکھتے۔ آپ کے مدرسہ کی شہرت پکڑنے اور دروازہ پر ہر وقت طلبہ کے جمگھٹے لگے رہنے کی یہ ایک اور بھی وجہ تھی۔

اگرچہ اس بارہ سال کے عرصہ میں آپ کی علمی مشق معراج کمال پر پہنچ گئی تھی۔ اور دینی و عقلی معلومات میں حیرتناک ترقی پیدا ہو گئی تھی لیکن ابھی تک طبیعت مبارک میں وہی کرید چلی جاتی تھی جو آغاز عمر میں تھی یعنی جہاں تک ممکن ہو علم نبوی کی تحصیل و تکمیل میں ترقی کرنا چاہیئے اور اس علم کو ایک ایسے عروج پر پہنچا دینا چاہیئے جس سے زیادہ ممکن نہ ہو چنانچہ اس خیال کا سلسلہ آپکے دل میں روز بروز بڑھتا چلا جاتا تھا اور آپ اپنی آرزو کے سامان مہیا ہونے کی ہر پہلو کو دیکھ رہے تھے ایک دن آپنے اس بڑھتے ہوئے تمدن پر غور میں نظر ڈالی اور فتوحات اسلام کی وسیع و فراخ دنیا کے پرفضا و خوش منظر سین زیر نظر رکھے غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ شاہد مقصود بجز حرمین کے اور کسی سرزمین سے حاصل نہیں ہو سکتا پس اب مجھے عرب میں جانا اور وہاں کے مشائخ سے روایت حدیث کرنا چاہیئے۔ اس کے ساتھ ہی آپ کو حرمین محترمین کی زیارت کا شوق دامنگیر ہوا اور آپنے دفعۃً سامان سفر مہیا کر کے اُسطرف توجہ مبذول فرمائی۔ آپ کے اس سفر مبارک کی اصلی غرض یہی تھی جو ہم نے بیان کی۔

ﻪ ایک فاضل مصنف جناب شاہ صاحب کے سفر عرب کا یہ سبب بیان کرتے ہیں کہ جب شاہ صاحب نے فارسی میں قرآن شریف کا ترجمہ کیا اور اسکی اشاعت ہوئی تو ایک تہلکہ عظیم کٹ ملانوں کے گروہ میں برپا ہو گیا وہ یہ سمجھ گئے کہ ہماری روزی کی عمارت ڈھا دی گئی اب جہلا کبھی قبضہ میں نہ آئیں گے اور وہ ہر بات پر بحث کرنے کو تیار ہو جائیں گے اس خیال نے اُن کے دل میں ایک آگ بھڑکا دی اور علاوہ کفر کے فتوی دینے کے شاہ ولی اللہ صاحب کے جانی دشمن ہو گئے اور اب اُن میں مشورے ہونے لگے کہ شاہ صاحب کو کیونکر قتل کیا جاوے ان کٹ ملانوں نے جن کا اثر بہت کچھ شہر کے بد وضع لوگوں۔ اکھاڑوں پٹھے بازوں پر پھیلا ہوا تھا چند بدمعاش جمع کئے اور اب وہ شاہ ولی اللہ صاحب کی تاک میں رہنے لگے جارفاضل اِن کے غیر خوش آئندہ مشورے سے بالکل ناواقف تھا اس محب رسول کا خیال مسلمانوں کی اصلاح کی طرف مائل تھا اس لئے اسے چنداں ملانوں کی سازش کی پروا نہ تھی نہ یہ خیال تھا کہ یہ کسی نہ کسی وقت باعث مضرت ہونگے چنانچہ ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ عصر کی نماز فتحپوری میں پڑھ رہے تھے اور آپ گویا مسجدیوں کی جماعت کے امام تھے ابھی آپنے سلام پھیرا ہی تھا کہ دروازوں پر غل و شور کی آوازیں کانوں میں آنے لگیں اور لوگ کچھ غیر معمولی چہر شہر کرتے ہوئے معلوم ہوئے شاہ ولی اللہ صاحب کو کھٹکا ضرور تھا کہ شہر کے ملانے کبھی نہ کبھی کچھ آفت برپا کریں گے اب آپنے اُسکا ظہور ہوتے ہوئے دیکھا۔ آناً فاناً میں یہ خبر آپ کے ساتھیوں کو جو آپکے پاس بیٹھے تھے پہنچ گئی اور اب وہ سٹ پٹائے کیونکہ انکی تعداد بہ نسبت مفسدوں کے بہت کم تھی وہ پانچ چھ سے زیادہ نہ تھے اور مفسدوں کی تعداد دس سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی تھی یہ مفسد گو پورے عزم سے آئے تھے لیکن ان میں اتنی ہمت نہ تھی کہ مسجد میں گھس کے شاہ صاحب کو شہید کر سکتے جب شاہ صاحب کو تحقیق معلوم ہو گیا کہ یہ میرے قتل کے لئے نرغہ کر کے آئے ہیں اُنہوں نے اپنے دوستوں سے کہا

اگرچہ بعض مورخون نے یہ بھی لکھا ہی کہ جب دہلی کے مولویون کو جناب شاہ ولی اللہ صاحب سے رنجش بڑہ گئی اور وہ آپکے خون کے پیاسے ہوگئے تو آپنے اُن کی اِس رنج وغصہ کی آگ فرو کرنے اور اِس رنجش کو دبانے کی غرض سے سفر عرب اختیار کیا لیکن جس بنیاد کی یہ خبر ہے خود شاہ صاحب کے بیان سے بے اصل اور غلط معلوم ہوتی ہے ۔ کیونکہ آپ فرماتے ہین کہ جب میرے والد بزرگوار کا انتقال ہوا تو مین تقریبًا بارہ سال کتب دینیہ وعقلیہ کے درس مین مصروف رہا اور ہر علم وعمل کو غور مین ڈوبی ہوئی نگاہ سے دیکھا اسی اثنا مین اکثر اوقات جناب والد ماجد کی قبر مبارک پر جاکر متوجہ ہوتا اور رات کی دلفریب چاندنی مین پہرون بیٹھا رہتا ۔ اِن دنون مین توحید وجذب کی راہ میرے لئے وسیع ہوگئی اور وجدانیہ علوم فوج فوج نازل ہونے لگے ۔ ائمہ اربعہ کی مذہبی کتابین اور اُن کے اصول ہمیشہ میرے پیش نظر تھے اور جن حدیثون سے اُنہون نے اپنے مذہبی قواعد کو مستحکم ومضبوط کرنے کے لئے استدلال کیا ہی وہ بھی مجھسے غائب نہ تہین ۔ انجام کار نوریِ علمی

بقیہ حاشیہ ۲۳۱ کہ تم جان بچا کے چلے جاؤ اور مجھے اِن منافقون کے ہاتھون شہید ہونے دو لیکن انکی حمیت اسلامی نے یہ گوارا نہین کیا اور وہ تلوارون کے قبضون پر ہاتھ رکھکر کہنے لگے کہ جبتک جان مین جان باقی ہے آپ پر آنچ نہ آنے دینگے نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ صاحب جن کے ہاتھ مین صرف ایک پتلی سی لکڑی تھی اللہ اکبر کہکے اُٹھے اور کھاری باؤلی والے دروازے کی طرف چلے دونون دروازون سے سمٹکے منافقون نے اُس دروازہ کو روک لیا اور آواز بلند کہا دیکھو ولی اللہ نکل نہ جائے شاہ صاحب نے یہ آواز سُن کے نہایت دلیری اور متانت سے یہ سوال کیا کہ مین نے تمہارا کیا گناہ کیا ہی جس سے تم میری جان کے دشمن ہوگئے ہو اور میرے قتل پر آمادہ معلوم ہوتے ہو اُنہون نے جواب دیا کہ تو نے قرآن کا ترجمہ کر کے بالکل عوام الناس کی نگاہون مین ہماری وقعت کو کھو دیا ۔ دن بدن ہماری روزی مین خلل پڑتا جاتا ہی اور ہمارے معتقد کم ہوتے جاتے ہین یہ بہت بڑا صدمہ تو نے نہ صرف ہمین پہنچایا بلکہ ہماری آیندہ نسلون کو پہنچایا ہماری اولاد کی آیندہ زمانہ مین اتنی بھی وقعت نہ رہیگی جتنی اب ہماری ہی اسپر شاہ صاحب نے یہ جواب دیا کہ خدا کی نعمت تم خاص کرنا چاہتے تھے مین نے عام کردی ۔ کچھ دیر تک یہ ردوبدل ہوتی رہی آخر شاہ صاحب نے مع ساتھیون کے جو آپ کو حلقہ کئے ہوئے تھے دروازہ کی طرف قدم بڑہایا کٹ ملا نے سینہ تان تان کے آ کھڑے ہوئے کہ ہم نجانے دینگے اسپر شاہ صاحب کے ایک ساتھی نے تلوار کا وار کرنا چاہا ۔ بدمعاش جو سب ہتیارون سے آراستہ تھے مجاہدون کو آمادہ دیکھکر جھجکے اور اب اُن کے ہوش پران ہوئے وہ بدمعاش اکھاڑے کے پہلوان خانہ جنگیون مین زیادہ غلو رکھتے تھے بھلا وہ ایسی قلیل جماعت کی برہنہ تلوارون کے آگے کیونکر قائم رہ سکتے تھے جو سچے دل سے اسلام پر جان دینے کو تیار تھے اسوقت شاہ صاحب کو جلال آگیا تھا اور ابراہیمی مصفا خون آپکی رگون مین زور شور سے حرکت کرنے لگا تھا آپنے اپنے غیر معمولی جوش کی حالت مین اللہ اکبر کا ایک نعرہ مارا اور اُس جماعت کو چیرتے پھاڑتے نکلے چلے گئے کل بدمعاش اور منافق کٹ ملا دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اور کسی کی یہ ہمت نہ پڑی کہ کوئی حملہ شاہ صاحب پر کرتا حقیقت مین یہ بہت صحیح ہی کہ دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی تر است ۔ جب شاہ عبد العزیز صاحب نے یہ سنا تو اُنہین بہت رنج ہوا رنج کے سوا بیچارے کر ہی کیا سکتے تھے قلعہ مین انکی اتنی وقعت نہ تھی جتنی کہ اُن کے علم وفضل کی ہونی چاہیے ۔ جو اثر شاہ ولی اللہ صاحب کا مدینہ مکہ اور نجد پر تھا افسوس کہ وہ دہلی مین نہ تھا ہان کسی دُوم اور کسبی کی سفارش بہت جلد چل جاتی تھی اور بیچارے شاہ صاحب کی کوئی نہ سنتا تھا ۔ اِسی شب تمام کٹملے ممبر جمع ہوئے اور اُنہون نے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے یہ صاف معلوم ہوگیا تھا کہ شاہ ولی اللہ صاحب کے کٹ ملا نے جانی دشمن ہوگئے ہین اور اُنہین شیعہ سرداروں نے بھی اُکسایا ہی کہ وہ شاہ صاحب کو کیا تو شہید کر ڈالین یا شہر

کی تائید سے مجھے فقہائے محدثین کی روش بھلی معلوم ہوئی اور انہیں کے مسلک کو میں نے اختیار کر لیا۔ ان بارہ سال کے گذر جانیکے بعد دفعۃً حرمین محترمین کی زیارت کا شوق مجھے پیدا ہوا اور مشائخ عرب سے علم حدیث کی سند لینے کا خیال آیا چنانچہ میں نے فوراً سامان سفر تیار کیا اور جہاں تک جلد ممکن ہو سکا عرب کی طرف متوجہ ہوگیا۔" اس سے صاف ہوتا ہی کہ شاہ صاحبؒ دہلی کے جنگجو مولویوں سے جان بچانے اور پیچھا چھڑانے کی غرض سے سفر عرب اختیار نہیں کیا بلکہ صرف حدیث کی تکمیل اور مذہبی فرض سے سبکدوشی حاصل کرنے کی غرض سے اختیار کیا جیسا کہ آپکے بیان سے ظاہر ہوتا ہی۔

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحبؒ اخیر ۱۱۴۳ھ میں خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہو کر اور کامل ایکسال تک مکہ معظمہ کی مجاورت۔ مدینہ طیبہ کی زیارت سے معزز و ممتاز ہو کر شیخ ابوطاہر قدس سرہ اور دیگر مشہور و نامور مشائخ عرب سے روایت حدیث حاصل کی اسی اثنا میں آپ چندروز تک جناب سید البشر علیہ افضل الصلوات واتم التحیات کے روضہ منورہ کے مجاور رہے اور انتہا سے زیادہ فیض حاصل کیا اکثر اوقات چاندنی راتوں کی دلکش روشنی میں آپ وہاں مراقب رہے اس دلکش و دلفریب وقت کے اعتبار سے اگرچہ آپ کو کچھ مدد پہنچی ہوگی لیکن زیادہ تر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نے آپکے دل کو نہایت مجلے اور صاف کر دیا تھا اب حرمین شریفین کے بڑے بڑے زبردست علما و فضلا سے ملے اور نئے نئے مشائخ سے ملاقاتیں کیں اور ہر طریقہ کے مشائخ سے استفادہ لیا۔

شاہ صاحبؒ کے اس سفر میں کوئی خاص واقعہ بجز اس کے قابل تذکرہ نہیں ہی کہ آپنے کن کن علما سے استفادہ حاصل کیا اور وہ کس قدر و منزلت کے لوگ تھے چنانچہ میں اس مقام پر ان حضرات کے اسماء گرامی قلم بند کرنا چاہتا ہوں جن سے شاہ صاحبؒ نے تکمیل حدیث کے علاوہ خرقہ صوفیہ زیب بدن فرمایا اور ساتھ ہی اسباب کا بھی مختصر طور پر خاکہ کھینچنا چاہتا ہوں کہ کس فاضل سے آپنے کس چیز کی سند حاصل کی اور وہ آپکے ساتھ کس وقعت و عظمت سے پیش آیا

جناب شاہ ولی اللہ صاحب جب حج مبرور کے ارکان فرضیت کے بار سے سبکدوش ہوئے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک سے فیض و شرف حاصل کر چکے تو شیخ محمد وفد اللہ[۱] ابن شیخ

[۱] جناب شیخ محمد وفد اللہ بن محمد بن محمد بن سلیمان المغربی ایک بڑے معزز اور ممتاز شخص تھے قطع نظر مجتہد فن اور فرزانہ روزگار ہونے کے اپنے والد بزرگوار کی تعلیم و تربیت کے ایک عمدہ نمونے تھے حرمین محترمین کے بڑے بڑے مشائخ و علما آپ کی انتہا سے زیادہ عزت کرتے اور آپ کی شاگردی کو سرمایۂ فخر و ناز سمجھتے تھے آپ اپنے زمانہ میں ایک ایسے مسلم الثبوت محدث تھے جنکی نظیر کہیں ل۔

محمد بن محمد بن سلیمان المغربی کی خدمت میں پہنچے جنہوں نے بڑی جوش مسرت سے اٹھا اپنی جگہ سے چند قدم آگے بڑھکر آپ کا استقبال کیا اور بہت عزت سے بٹھایا معمولی مزاج پرسی کے بعد آپکا حال دریافت کیا۔ شاہ صاحب نے شیخ محمد وفد اللہ کی اس مہربانی کا شکریہ ادا کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بیان کر دیا کہ میں آپ سے سند حدیث لینا چاہتا ہوں اور اسی لئے ہندوستان سے یہاں حاضر ہوا ہوں۔ شیخ وفد اللہ نے بخوشی اس بات کو منظور کیا اور ایک خاص وقت آپکے لئے مقرر کر دیا چنانچہ آپنے شیخ موصوف سے درسگاہ میں آ کر سننا شروع کی اور موطا یحیی بن یحیی اول سے آخر تک بہت تھوڑے عرصہ میں سنا دی اور اس کے بعد شیخ محمد بن سلیمان مغربی کی تمام مرویات کی اجازت حاصل کی۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۴۳۔ نہ سکتی تھی شیخ محمد وفد اللہ کے والد بزرگوار علم حدیث میں وہ پایہ رکھتے تھے کہ تمام اہل حرمین آپکو استاذ کہلاتے جاتے تھے اور شیخ الحدیث کا معزز و مقتدر خطاب پبلک سے حاصل کیا تہا شیخ محمد کی شہرت اگرچہ زیادہ تر حدیث ہی میں تھی اور آپ بھی خصوصیت کے ساتھ علم نبوی میں زیادہ منہمک رہتے تھے لیکن حقیقت میں تمام علوم و فنون کو جامع تھے اور تفسیر و فقہ و ادب میں امتیاز کا درجہ رکھتے تھے اہل حرمین آپکے فضل و کمال کی بڑی عزت کرتے تھے اور حافظ الحدیث یا شیخ الحدیث کہکر پکارتے تھے شیخ محمد علم کے علاوہ صاحب ثروت اور مالدار بھی تھے اور چونکہ خود علوم کے جوہری تھے اس لئے اسکی اشاعت زیادہ قدر کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ اسلام بول میں تشریف لیگئے اور وہاں ایک شخص کو نسخہ مفید فروخت کرتے دیکھا علم کی قدر شناسی اور حدیث نے آپکو اس پر آمادہ کیا کہ تین ہزار رائج الوقت سکہ دیکر اسی خرید لیا اور پھر ہی مفت خیال کیا انتقال کے وقت تک تعویذ بازو بنا کر رکھا اور کبھی علیحدہ نہیں کیا۔ ایک مرتبہ مسجد الحرام میں پانی کا ایسا سیلاب آیا جس سے تمام حرم کے باشندوں پر غرق ہو جانے کا خوف غالب ہوگیا شیخ محمد نے اپنے مال و دولت اور اہل و عیال کی کچھ بھی پروا نہیں کی اور اس نسخہ کو سر پر رکھکر اونچی جگہ پر تشریف لے گئے۔

شاہ ولی اللہ صاحب جس زمانہ میں شیخ محمد وفد اللہ کی علمی مجلس میں تشریف رکھتے اور سند حدیث حاصل کرتے تھے تو آپ اس نسخہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے بلکہ اسمیں سے کچھ پڑھا بھی تہا۔

شیخ محمد جس طرح علم شریعت کو جامع تھے ویسی ہی طریقت کے رموز و اسرار سے بھی بخوبی واقف تھے آپنے شیخ ابو مدین مغربی کی خدمت سے خرقہ حاصل کیا تہا اور اُن کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ کتب حدیث کی تصحیح کی بنیاد حرمین میں آپ ہی نے ڈالی اور شیخ وفد اللہ نے اس بنیاد پر اس قدر عمارت بلند کی کہ چند روز میں آسمان سے باتیں کرنے لگی۔ شیخ تاج الدین قلعی جو اُس عہد میں ایک فاضل اجل عالم مسلم کہے جاتے تھے اور جو تمام اہل عرب کے مقتدا و پیشوا تھے بیان کرتے ہیں کہ شیخ محمد جس طرح علم روایت میں کمال رکھتے تھے اسی طرح آپنے صناعات عجیبہ اور علوم غریبہ کو بھی عروج پر پہنچا دیا تہا حدیث و تفسیر کے علاوہ انشا پردازی اور فصاحت و بلاغت میں خاص امتیاز رکھتے تھے علم ادب اور شاعری میں ضرب المثل تھے ثروت و دولت کا کافی حصہ خدا کی طرف سے عنایت ہوا تہا اور اس قول کے لئے وہ زیور بھی تھا جو مال کے لئے زیب و زینت ہی یعنی آپ اعلیٰ درجہ کے فیاض و سخی تھے غرضکہ دینی و دنیاوی اقتدار کے لئے کوئی ایسی صفت نہ تھی جو فیاض ازل نے آپ سے دریغ رکھی ہو حقیقت یہ ہے کہ آپ خداوندی ارشاد زادہ فی العلم والجسم کے ایک ایسے صاف و شفاف فوٹو تھے جسمیں یہ دونوں تصویریں ہر وقت نظر آتی تھیں۔ چونکہ شیخ محمد جامع علوم و فنون اور ہر صفت کے ساتھ موصوف تھے اس لیئے آپ کا ذاتی کمال وطن مالوف سے یہاں کھینچ لایا تھا کیونکہ اس زمانہ میں عرب کے علاوہ اظہار کمالات کے لئے کوئی دوسرا شہر اہل علم کے لئے نہ تہا۔

لیکن جس زمانہ میں شیخ محمد کے علوم معراج کمال پر پہنچے اور شہرت کے سورج نے اپنی روشنی تمام خطہ عرب میں پھیلا دی تو حاسدوں کے کینہ و عداوت کی رگ حرکت میں آئی اور انہوں نے بہوت شکایتیں شاہ اسلام کو تحریر کیں۔ ۱۲

شیخ ابوطاہر

اس کے بعد شاہ صاحب جناب شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی کی خدمت میں پہنچے اور احادیث صحاح
سنانا شروع کیں۔ ایکدن صحیح بخاری کی اثناء قراءت میں احادیث و فقہ کی مختلف و متضاد روایات میں بحث

۱ہ جناب شیخ ابوطاہر عمر کے ابتدائی زمانہ سے تحصیل علوم میں راغب تھے اور علمی سوسائٹیوں علماء کی مجلسوں میں ہمیشہ شریک ہوتے تھے۔
ابتدائی تعلیم ... جب آپ میں علمی قابلیت پیدا ہوگئی اُسوقت سے آپکے والد بزرگوار نے اس گرانبہا جوہر کی
قدر ... اپنا خرقہ اس فرزند رشید کو جسم پر آراستہ کیا اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بہت سے بزرگوں سے اُن کے لئے اجازت
اور خرقہ حاصل کیا جن میں ایک بزرگ شیخ محمد بن سلیمان مغربی ہیں۔ شیخ ابوطاہر نے کتب عربیہ کی تحصیل سید احمد ادریس مغربی سے کی
جو اپنے زمانہ کے سیبویہ کہلائے جاتے تھے اور جو علوم عربیہ میں اجتہاد کا مرتبہ رکھتے تھے حدیث و فقہ اور تفسیر میں بے نظیر
تھے اور ادب و شاعری میں بے مثل لیاقت رکھتے تھے قطع نظر اس کے اتقاد و پرہیزگاری میں حد سے زیادہ مشہور تھے شیخ ابوطاہر فرماتے
ہیں کہ ایک دفعہ سید احمد ادریس کے ایک تلمیذ نے مسجد نبوی کی محراب میں سورۂ تبت پڑھی اور جب نماز سے فارغ ہوکر سید کے پاس آیا تو آپ نے اُسپر
انتہا سے زیادہ عتاب کر کے فرمایا الا ادالک تقرأ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ ذکر فیہا عمہ بما ذکر فان اللہ یخاطب
رسولہ بماشاء ولیس ذلک حالنا یعنی میں تجھے اب تک دیکھوں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہوکر ایسی سورت پڑھے
جس میں آپ کے چچا کی نکوہش و مذمت بیان کی گئی ہو خدا تعالی اپنے پیغمبر کو جس چیز کے ساتھ چاہے خطاب کر سکتا ہے لیکن ہمارا یہ مرتبہ
نہیں ہے کہ ہم ایسا کریں شیخ ابوطاہر نے فقہ شافعی شیخ علی طولونی مصری سے پڑھی تھی اور معقول کی کتابیں عیسی ہاشمی سے جو
روم کے متبحر علماء میں مشہور فاضل تھا علم حدیث کی تمام کتابیں اپنے والد سے پڑھی تھیں بعد تکمیل علوم اور اجازت و سند کے حاصل کرنے
کے لئے اول شیخ حسن عجمی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے بہت کچھ استفادہ حاصل کیا پھر شیخ احمد نخلی اور شیخ عبد اللہ بصری
کے پاس پہنچے شیخ عبد اللہ بصری سے شمائل النبی اول سے آخر تک پڑھی اور امام احمد کی مسند دو مہینے سے کم مدت میں سُنی۔ ان
حضرات کے علاوہ بہت سے اُن فضلا سے بھی سماعت حدیث کی جو حرمین شریفین کی زیارت کے لئے وقتاً فوقتاً تشریف لائے مثلاً شیخ
عبد اللہ لاہوری جو ملا عبد الحکیم سیالکوٹی کی تمام کتابوں کی روایت شیخ عبد اللہ لبیب سے کرتے ہیں اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی
کی تمام کتب اسی واسطہ سے مولانا عبد الحکیم سے روایت کرتے ہیں اور شیخ سعید کوکنی۔ اس فاضل اجل اور علامہ عصر شیخ ابوطاہر
نے بعض کتب عربیہ اور فتح الباری مصنفہ شیخ ابن حجر عسقلانی کا چوتھا حصہ پڑھا۔ غرضکہ شیخ ابوطاہر علمی فضل و کمال کے علاوہ سلف
صالح کی تمام اوصاف کے ساتھ متصف تھے ورع و اجتہاد میں نہایت بلند رتبہ رکھتے تھے فصاحت و بلاغت میں ضرب المثل اور نہایت
مشہور تھے حدیث و فقہ کی جزئیات اور استنباط مسائل پر آپ کی نظر نہایت غائر تھی اور یہی وجہ تھی کہ عرب کے تمام باشندے آپ کی
بہت عزت کرتے اور ہر شخص اپنی آنکھوں پر جگہ دیتا تھا باوجود انہماک علم اور استغراق فن کے جب تک کتب کا تتبع نکر لیتے کسی بات کا
جواب نہ دیتے تھے۔ رقیق القلب اسدرجہ تھے کہ جب احادیث رقاق پڑھتے تو آنکھوں میں آنسو بھر لاتے اور رو رو کر زار و قطار رویا کرتے
اکثر اوقات طاعت الہی اور درس علوم میں مشغول رہتے اور بقیہ وقت کشف و مراقبہ میں صرف ہوتا تھا آپ کا عام طرز معاشرت
اور لباس وغیرہ تکلف و بناوٹ سے بری تھا انتہا درجہ کا عجز و انکسار تھا اپنے خدام اور تلامذہ کے ساتھ متواضعانہ اخلاق سے پیش
آتے اور اگر کسی سے کسی معاملہ میں غلطی ہو جاتی تو نہایت نرمی اور آہستگی سے متنبہ کرتے کبھی کسی پر غصہ نکرتے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کا ایک
مختصر مگر مکمل اسمقام پر قابل ذکر ہے آپ فرماتے ہیں کہ "میں نے علماء حرمین کے اکثر حضرات سے ملاقات کی ہے اور اکثر فضلا کی خدمت
میں حاضر ہوا ہوں لیکن میں نے کسی کو نہیں دیکھا ہے کہ مکارم اخلاق کے ساتھ جامع علوم ہو بجز شیخ ابوطاہر بن ابراہیم کردی مدنی
رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ کی فراست و درایت حقیقت میں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے جسے میں نے اپنی تالیفات کے بعض
مختلف مقامات میں ذکر کیا ہے"
الغرض ہمارا شیخ ابوطاہر قدس اللہ سرہ العزیز نے ۱۱۴۵ھ رمضان کے مہینے میں انتقال کیا اور ... میں مدفون ہوئے۔ ۱۲

چھڑ گئی اور شاہ صاحب نے بڑی حذاقت و دلیری سے اِس اختلاف کا سبب دریافت کیا شیخ ابوطاہر نے جواب دیا کہ احادیث و فقہ کی روایات میں جو کہین کہین اختلاف واقع ہی اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت جمعیت کے انتہائی درجہ کو پہنچ گئی تہی اور فرط جمعیت سے یہ صورت اختلاف پیدا ہوگئی تہی ایک اور موقع پر صوفیہ کے حالات مین بحث شروع ہوگئی اور اِن باتون کا سلسلہ یہانتک بڑھتا چلا گیا کہ شیخ ابوطاہر صاحب کے درس کا وقت فوت ہوگیا آخرکار یہ مسئلہ پیش ہوا کہ بعض حضرات صوفیہ اپنے ہم مشربون کے کلام کی تردید کرتے ہین اور یہ تردید اُن کے پیرودن مین نفوذ کر جاتی ہی اسپر شیخ ابوطاہر بولے کہ مین صوفیہ کے انکار سے بیحد خائف رہتا ہون ہرچند کہ میری بعض اسلاف بھی ایسے ہوگزرے ہین جنہون نے اپنے ہم مشربون کے ساتھ ایسا برتاوا جائز رکہا لیکن مجھ مین اُنکی طعن آمیز تردید نے ذرا بھی اثر نہین کیا بلکہ مین اُن کے ساتھ ایسا ہی اعتقاد رکہتا ہون جیسا اپنے اسلاف کے ساتھ اور اُن کی طرف سے کسی طرح کی گران خاطری اپنے مین نہین پاتا پھر کلیۃً یہ کیونکر تسلیم کرلیا جاتے کہ حضرات صوفیہ کی باہمی رد و قدح اُن کے پیرودن مین بھی نفوذ کر جاتی ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہین کہ اسپر شیخ ابوطاہر نے ایک تمثیلی حکایت بیان کرنا شروع کی۔ فرمانے لگے کہ شیخ یحیی شاذلی میرے والد بزرگوار کے ساتھ ہمیشہ مباحثہ و مذاکرہ کیا کرتے تھے اور کچھ نہ کچھ چھیڑ چھاڑ چلی جاتی تہی شیخ یحیی بعض اوقات ادب کا پہلو چھوڑ کر طعن آمیز کلام سے تردید کر بیٹھتے تھے جس سے سننے والون کو سخت رنج ہوتا تھا لیکن باوجود اس کے کہ جب اُنہون نے دنیا سے کوچ کر کے سفر آخرت قبول کیا اور زمانہ دراز کے بعد اُن کی لاش قبر سے نکالی گئی تو بالکل صحیح سالم نکلے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا ابھی ابھی سوئے ہین اِس حکایت کے نقل کرنے سے میری صرف اتنی ہی غرض ہے کہ تمہین معلوم ہوجائے کہ کسی شخص پر اِس وجہ سے طعن کرنا کہ وہ بعض عرفا کا منکر تہا ہرگز جائز نہین ہے۔

شاہ صاحب کا بیان ہے کہ اِس کے بعد جناب شیخ ابوطاہر نے فرمایا کہ اسبارہ مین شیخ محی الدین بن عربی کی ایک عجیب و غریب وصیت ہی جو آپنے اپنے معتقدون کے سامنے ایک نہایت ہی با اثر طریقے سے بیان فرمائی اِس کے بعد آپنے فتوحات کا نسخہ کتب خانہ سے طلب کیا جو خاص مصنف کی قلم سے لکھا ہوا تھا اور اُس مین سے باب الوصیت کا مبحث پڑہنا شروع کیا جسکا خلاصہ یہ ہو کہ شیخ محی الدین بن عربی فرماتے ہین کہ مجھے ایک شخص کی طرف سے اِس لئے عداوت ہوگئی تھی کہ وہ شیخ ابومدین کو ایسی ناگوار اور طعن آمیز باتون سے یاد کیا کرتا تھا جو اُن کی شان کے قابل نہ تہین اور چونکہ مین اُن سے دلی عقیدتمندی رکہتا تھا اسلئے مجھے اُسکی یہ باتین

اور بھی بُرا اثر ڈالا تھین اور بہت سے بُرے خیالات اُسکی طرف سے میرے دل مین جم گئے تھے ایک دن کا
ذکر ہے کہ مین نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا گویا آپ فرما رہے ہین کہ محی الدین! تم
فلان شخص سے کیون دوست رکھتے ہو مین نے عرض کیا کہ حضرت! وہ ابو مدین جیسے معزز و مقتدر شخص کو بُرا
کہتا ہے اور مین ان کا معتقد ہون فرمایا کیا وہ خدا رسول کو دوست نہین رکھتا۔ مین نے کہا جی ہان خدا رسول کو
تو دوست رکھتا ہے فرمایا تو تم اس وجہ سے کہ وہ ابو مدین سے دشمنی رکھتا ہے اُس سے کس لئے عداوت رکھتے ہو
اور خدا رسول کی محبت رکھنے کی وجہ سے اُسے کیون نہین دوست رکھتے۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو مین نے اپنے
ان بُرے خیالات سے توبہ کی اور اُس کے مکان پر معذرت کیلئے گیا اور اپنے ساتھ ایک قیمتی چادر لیتا گیا
جسے نہایت فروتنی اور سلیقہ شعاری سے اُسکے سامنے پیش کیا اور راضی کرکے دریافت کیا کہ آپ ابو مدین سے
اس درجہ بیزار کیون ہین میرے اس سوال کا اُنھون نے ایک ایسا جواب دیا جس کی بنا صرف لاعلمی پر تھی
چنانچہ مین نے نہایت پُراثر لفظون مین تقریر کی اور اُن کے تمام شکوک و شبہات کو بالکل ہٹا دیا اسپر اُنھون نے
شیخ ابو مدین سے عداوت رکھنے سے توبہ کی اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و فیض کا یہ بدیہی نتیجہ پیدا ہوا کہ
وہ بھی میری طرح شیخ کے بدل معتقد ہو گئے۔

الحاصل جناب شاہ ولی اللہ صاحب چند روز تک شیخ ابو طاہر کی خدمت مین رہے اور اسی قسم کے علمی تذکرے
بڑے زور شور سے ہوتے رہے شیخ ابو طاہر جس عزت و وقعت کے ساتھ آپ سے پیش آئے اُسکا اظہار صرف
اسی سے ہو سکتا ہے کہ جب آپ اُن سے رخصت ہو کر وطن کی طرف مراجعت کرنے لگے تو ایک بے اختیاری
جوش کے ساتھ یہ بیت زبان پر لائے ؎ نسیت کل طریق کنت اعرفہ ۔ الا طریقا یؤدینی لربعکم۔
جون ہی شیخ صاحب کی زبان مبارک سے رخصتانہ الفاظ نکلے اور اس شعر کی آواز شیخ صاحب کے کانون
مین پہنچی تو علمیکے آپکے چہرہ پر حزن و ملال کے آثار چھا گئے اور پُرنم آنکھون سے آنسوؤن کی ندیان بہنے لگین
آپ زار زار روتے جاتے تھے اور بطریق مشایعت شاہ صاحب کے ہمراہ آہستہ آہستہ چلے جاتے تھے۔

شیخ ابو طاہر صاحب نے علاوہ سند احادیث کے اپنا خرقہ بھی عنایت فرمایا اور خود دست مبارک سے جناب شاہ
ولی اللہ کو زیب جسم کیا جو حقیقت مین تمام صوفیون کے خرقون کو جامع و حاوی تھا اور چلتے وقت بہت سی
باطنی تلقین کئے۔ چونکہ شیخ ابو طاہر صاحب علمی کمالات کے جوہری اور قدردان تھے اس لئے آپ نے
شاہ صاحب کی قابلیت کا خوب اندازہ کر لیا تھا اور آپ کے ضمیری جوہرون اور ربانی لیاقتون کو بھی پرکھ

کتب صحاح ستہ کے بعض بعض مشکل مقامات اور موطا امام مالک اور مسند دارمی اور کتاب الآثار امام محمد اور موطا امام محمد کی بھی سماعت کی جس وقت آپ نے ان تمام کتابوں کی اجازت جملہ اہل مجلس کو دی تھی فقیر بھی اس جماعت میں داخل تھا ہر چند کہ اور لوگوں کے زمرہ میں مجھے اجازت حدیث حاصل ہو گئی تھی لیکن مولانا تاج الدین نے مجھے خصوصیت کے ساتھ علیحدہ اجازت دی اور زبانی اجازت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تحریری اجازت عنایت فرمائی جن ایام میں شیخ موصوف کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ ایک عجیب غریب حکایت بیان فرماتے تھے چونکہ وہ حکایت لطف و دلچسپی سے خالی نہیں ہے اس لئے میں اس مقام پر اسکا درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۳۸ - بالکل مجبور ہو گیا انجام کار میں نے شیخ حسن عجمی کو جو اس زمانہ میں طائف کی سمت میں مقیم تھے یہ تمام کیفیت لکھ بھیجی جس کے جواب میں انہوں نے مزید تاکید کے ساتھ کہلا بھیجا کہ بہر حال اپنے مشایخ کے فرمان کو رغبت کے کانوں سے سننا اور نگاہ قبول سے دیکھنا چاہئے الغرض جب میں سب طرف سے مجبور ہو گیا تو مشائخ مذکورین کی فرمان پر گردن تسلیم خم کر دی اور اپنے عزیزوں کے اشارے کے مطابق شیخ احمد قطان کے مقام پر بیٹھکر صحیح بخاری پڑھانا شروع کی اور جس مقام تک شیخ نے انتہا کی تھی میں نے اسی جگہ سے بخاری کا آغاز کیا جب بخاری شریف ختم ہوئی تو مجلس میں تمام علماء و مشائخ حاضر تھے سب نے میرے حق میں دعا خیر کی اور میں نے ان کی قدر دانی کا شکریہ ادا کیا"۔

شیخ تاج الدین کے اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ جامع جمیع صفات کمال اور حاوی جملہ علوم و فنون تھے کیونکہ اگر آپ فی نفسہ ایسے نہ ہوتے تو اس قدر مشائخ کبار اور اجلہ اعلام میں درس دینے کی آپ کو جسارت نہ ہوتی نیز ان اولو العزم اور فرید عصر حضرات کا اس جلیل القدر منصب پر شیخ تاج الدین کو مامور کرنا خود اس پر دلیل ہے کہ وہ ایک ایسے گرانمایہ جوہر تھے جس کی قیمت و قدر سے یہی علم کے جوہری خوب واقف تھے شیخ تاج الدین کو جناب شیخ ابراہیم کردی مدنی کی شاگردی کا بھی فخر حاصل ہے آپ نے حدیث و فقہ کی تمام علوم کی اجازت انہیں دی اور علمی فضیلت کی دستار اپنے ہاتھ سے باندھی۔

الحاصل شیخ تاج الدین بڑے پائے کے شخص تھے اور متعدد علوم میں کمال رکھتے تھے تفسیر حدیث فقہ سیر ایام العرب کے حافظ تھے اور ادب ان کا ادنیٰ سا علم تھا خدا تعالیٰ نے ذہن و حافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانہ میں مختلف علوم کا درس دیتے تھے علمی ذوق و شوق خدا نے بچپن سے دیا تھا جس کی تکمیل میں آپ ہمیشہ مصروف رہے اور آخر کار اسے کمال عروج پر پہنچا دیا - فن ادب میں آپ کو کمال دستگاہ تھی - فصاحت و بلاغت کے متعلق آپ بڑے بڑے شعرا کو غلطیاں بتا دیتے تھے کہ یہاں یوں ہونا چاہیے اور وہ فوراً انہیں تسلیم کر لیتے تھے۔

شیخ تاج الدین میں وہ تمام خصلتیں اور فضائل مجتمع تھے جو ایک باکمال اور دیندار عالم میں ہونا چاہییں عام اخلاق و عادات عزم و ثبات بلند حوصلگی - دقیق نظری میں تمام مشایخ و علماء میں ایک مستثنےٰ اور ممتاز عالم تھے عالمانہ تزک و احتشام اور فاضلانہ شان و شوکت اور علم و فضل کی سرپرستی نے شیخ تاج الدین کی شہرت کو اور بھی چمکا دیا تھا آپ کی علمی برکتوں کی منادی نے عام کے دلوں میں وہ ذوق شوق اور حوصلے پیدا کر دئے تھے کہ زمانہ کے جملہ اہل کمال آپکے درسی مجلس میں کھنچے چلے آتے تھے جیسے خود قابل طباع فضیلت مآب تھے ویسے ہی آپکے تلامذہ بھی جودت ذہن اور خداداد قابلیت میں ممتاز تھے۔ پھر باوجود ایسے عالم و فاضل ہونیکے تکلف و بناوٹ مزاج میں نام کو نہ تھا مذہبی عقائد میں بڑے مستحکم تھے علاوہ فرض نماز کے سو رکعتیں روزانہ پڑھنے کا دستور تھا اور بجز بیماری یا نہایت قوی عذر کے کبھی جماعت ترک نہیں ہوئی - بزرگان دین سے خاص تعلق رکھتے تھے اور اثناء وعظ میں سخت رقت ہوتی تھی صوفیائے کرام اکثر اوقات آپکے مکان پر تشریف رکھتے تھے اور کبھی کبھی ان کے مکان پر خود جاتے تھے سنہ [illegible]ھ میں آپنے سفر آخرت قبول کیا اور اپنی انتقال کے بعد دنیا میں ایک نہایت

شیخ تاج الدین صاحب کا بیان ہی کہ ایک مرتبہ مین سخت بیمار ہوا اور مرض نے اِس قدر طول کھینچا کہ ضعف و ناتوانی تمام اعضا پر غالب ہوگئی اور اب مجھے حس و حرکت کرنے کی بھی تاب و طاقت نہین رہی۔ اسی اثنا مین۔ مین نے ایک شب کو عجیب و غریب خواب دیکھا۔ مین دیکھتا ہون کہ ایک شخص دروازہ سے آیا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اِس بیمار کی شفا کے لئے مرغیان پکائی جائین اور اُن پر سارا قرآن پڑھا جائے جب یہ مریض اُن مرغیون کو کھائے گا تو اُسکا تمام مرض جاتا رہیگا اور بالکل شفا حاصل کریگا۔ جب مین بیدار ہوا تو مین نے عزم بالجزم کر لیا کہ خواب کے بموجب عمل درآمد کرنا چاہیئے لیکن اسپر بھی مین نے اِس قدر توقف کیا کہ آج شب کو اور مفاوضہ کر لینا چاہیئے اور کل اُس کے مطابق تعمیل کرنی مناسب ہے چنانچہ شب آیندہ کو جب مین مرض کی بیچینی مین کروٹین لیتے لیتے سوگیا تو دیکھتا ہون کہ گویا امام بخاری علیہ الرحمۃ میرے گھر مین تشریف لائے ہین اور اپنے دست مبارک سے دیگ درست کر رہے ہین۔ آپنے دیگ کے نیچے آگ جلائی اور مرغیون کا نہایت عمدہ اور صاف گوشت دیگ مین ڈالا صبح سے شام تک برابر سالن پکتا رہا اور جب خوب پک کر تیار ہوگیا تو امام بخاری نے ایک بڑے سے شفاف قاب مین میرے آگے لا کر رکھا اور فرمایا کہ ہم نے اِس پر سارا قرآن پڑھا ہے تم اسے کھاؤ خدا کے فضل و کرم سے شفا پاؤگے چنانچہ مین نے اُسمین سے کچھ تناول کیا کھاتے ہی مرض مین فوری افاقہ محسوس ہوا اور تھوڑی دیر مین اُس مرض کا مجھ مین نام و نشان تک باقی نہین رہا عادت کے موافق جب صبح کو بیدار ہوا تو اپنے تئین بالکل صحیح و تندرست اور چاق و توانا پایا۔ مین نے اپنے دل مین جو بشاشت و سرور اِس واقعہ سے پایا کہ حضرت امام بخاری نے اِس فقیر کے حال پر اس درجہ عنایت و مہربانی فرمائی ہے وہ اُس سے بہت زیادہ تھا جو ازالۂ مرض اور دفعیہ بیماری سے پایا جاتا تھا

جن علماء حرمین سے جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے بالمشافہ اجازت حدیث حاصل کی اور علم حدیث کی مختلف کتابین سنی سنائین مین اُنکی مختصر فہرست مع اجمالی حالات کے بیان کر چکا اب مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی عنوان کے ذیل مین اُن مشائخ صوفیہ اور علماء محدثین کے حالات و واقعات کا بھی سرسری طور پر خاکہ کھینچون جن کے واسطے سے انہین اور اِن کے ذریعہ سے جناب شاہ صاحب تک خرقہ صوفیہ اور اسناد حدیث کا سلسلہ پہنچتا ہے۔ اگرچہ یہ ایک نہایت وسیع و طویل مضمون ہی جس کی تفصیل کیلئے کئی جزو درکار ہین مگر چونکہ مین حیات ولی کو زیادہ طول دینا اور خارج البحث واقعات درج کر کے بڑھانا نہین چاہتا اس لئے نہایت اختصار کے ساتھ چند منتخب مشائخ کا حال علیحدہ علیحدہ عنوانون سے ذکر کرتا ہون

شیخ احمد شناوی

شیخ احمد شناوی

شیخ احمد علی کے فرزند رشید اور عبدالقدوس بن عباس شناوی کے بلند اقبال پوتے ہین آپکے آباء بزرگوار اولیاء کبار اور بڑے جاہ و جلال کے لوگ تھے شیخ عبدالوہاب شعراوی نے جو ایک مختصر ریمارک آپ کے علم و فضل کی نسبت کیا ہو وہ حقیقت مین آپکے لئے ایک اعلے درجہ کا سارٹیفکٹ ہو سکتا ہو شعراوی لکھتے ہین کہ شیخ احمد شناوی علم شریعت و حقیقت کو جامع تھے علم حدیث شمس رملی اور اپنے والد بزرگوار سے پڑہا تھا اور سید غضنفر اور شیخ محمد بن ابی الحسن بکری سے حدیثین روایت کین اور اپنے والد علی سے خرقہ صوفیہ زیب بدن فرمایا اسکے بعد سید صبغۃ اللہ کی صحبت سے ہمیشہ فیضیاب رہے اور آخر کار اُن کے دست مبارک سے خرقہ پہنا اور اُنکی فیض صحبت سے درجات عالیہ پر پہنچے اور ایک ممتاز و مستثنے خلیفہ قرار دئے گئے شیخ احمد کے لئے یہ جملہ ضرب المثل ہوگیا تہا کہ لو کان الشعراوی حیا ما وسعہ الا اتباعی یعنی اگر شعراوی بھی زندہ ہوتے تو اُنہین بھی بجز میری اتباع کے اور کچھ کرتے دہرتے بن نہ پڑتا۔

بیان کیا جاتا ہو کہ ایک دن شیخ احمد شناوی اپنے حجرہ مین سوتے تھے دیکھتے ہین کہ حجرہ کی دیوار پر ایک گرگٹ چلا جاتا ہو شرع کے قانون کے موافق آپنے اُسے مار ڈالنا چاہا لیکن شہود وحدت نے فوراً ہی آپکے اس ارادہ کو مضمحل کردیا دوسری مرتبہ آپنے پھر اُس کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا لیکن اب بھی شہود وحدت نے آپکے اس داعیہ کو شکست دی غرضکہ آپ ان دونون خطرون کے مابین متردد و متحیر تھے انجام کار امتثال شرع کا ارادہ غالب ہوا اور آپنے ایک پتھر اُٹھا کر گرگٹ کی طرف پھینکا نشانہ نے خطا کی اور گرگٹ پتھر کی زد سے بچکر بھاگ گیا یہ دیکھکر آپ بہت خوش ہوئے اور جوش مسرت مین زبان مبارک سے نکلا الحمد للہ الذی جمع بین الامرین یعنی خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے دونون باتون پر عمل کرا دیا۔

اس حکایت کو عقب مین شیخ احمد قشاشی نے (جو جناب شیخ احمد شناوی کے فرزند معنوی اور ممتاز خلیفہ ہین اور جنکے حالات آئندہ بیان ہون گے) فرمایا کہ اگر مین ایسے مقام پر ہوتا تو ذرا توقف و تردد نکرتا اور گرگٹ کے سر کو فوراً پتھر سے کچل ڈالتا۔

شیخ احمد شناوی سے بہت ہی پر مغز اور عاقلانہ مقولے تحریر کئے ہین منجملہ اُنکے بطور مشتے نمونہ از خروارے یہ ہین «عہدنا بحفظہ وان لم یحفظ» متاخرین اہل حرمین کے عرف مین قبول بیعت کو اخذ عہد سے تعبیر کرتے ہین

اس بنا پر شیخ احمد شناوی کے اِس حکیمانہ مقولے کے یہ معنی ہوئے کہ مشائخ صوفیہ مین سے جو میری بیعت قبول کرتا ہے اس طریقہ کے تمام مشائخ کی برکت حالت زندگی اور حالت موت مین اُس کے شامل حال ہوتی ہے۔ یہ بھی آپ ہی کا پر مغز فقرہ ہے کہ "لا یدخل النار من رانی و رای من رانی الی یوم القیامۃ"، یعنی جس شخص نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا وہ کبھی دوزخ مین داخل نہوگا"

آپ کا انتقال ۱۰۲۸ھ ہجری مین ہوا اور موضع بقیع مین دفن ہوئے۔

شیخ احمد قشاشی

شیخ احمد قشاشی

شیخ احمد قشاشی شیخ محمد کے فرزند اور شیخ یونس قشاشی کے پوتے ہین جو عبد النبی کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ شیخ یونس کو عبد النبی کا لقب پبلک نے اِس وجہ سے دیا تھا کہ آپ آدمیون کو اجرت دیکر مسجد مین بٹھاتے اور جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھواتے اور قشاشی کے ساتھ نامزد ہونے کی وجہ یہ تھی کہ آپ اپنے تئین مخفی اور پوشیدہ رکھنے کی غرض سے قشاشہ فروشی کیا کرتے تھے یعنی وہ آپ پرانی قلعین اور پرانی جوتیان وغیرہ کم قیمت چیزین فروخت کیا کرتے تھے کیونکہ قشاشہ کم قیمت اور پرانے اسباب کو کہتے ہین۔

شیخ احمد قشاشی علم شریعت اور حقیقت مین امام وقت اور مجتہد عصر تھے جب حقایق سخن مین ذکر چھڑ جاتا تو آپ ہر بات کو آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے مدلل و مبرہن کرتے آپ نے بہت سے مشائخ کی صحبت اٹھائی اور اپنے والد بزرگوار سے خرقہ زیب جسم کیا لیکن حقیقت مین آپ کے کمال نے شیخ احمد شناوی کے ہاتھ پر عروج پایا اور یہی وجہ تھی کہ شیخ احمد قشاشی اپنے تئین شیخ احمد شناوی کی طرف منسوب کرتے اور اس انتساب کو ذریعہ فخر سمجھتے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ احمد قشاشی نے مشائخ صوفیہ کی تلاش مین دور دراز ملکون کا سفر کیا اور ایک عرصہ دراز تک سیاحت مین مصروف رہے لیکن لوٹتے وقت جب جدہ مین پہنچے تو اُنہین ایک واقعہ مین معلوم کرایا گیا کہ شیخ احمد شناوی تکمیل کے مرتبہ پر پہنچ گئے ہین اُن کے ذاتی کمالات معراج کمال پر ترقی کر گئے ہین اور باطنی علوم کا ستارہ بڑے جاہ و جلال کے ساتھ چمک رہا ہے لیکن چونکہ کوئی معنوی فرزند نہین رکھتے ہین اسلئے تمہین اپنے فرزندی کے انتساب سے مشہور کرنا چاہتے ہین اب تم جاؤ اور اُنکی خدمت مین چند روزہ زندگی بسر کرو چنانچہ شیخ احمد قشاشی اسی وقت جدہ سے روانہ ہوگئے اور بہت جلد شناوی کی خدمت مین پہنچے

شنادی نے انہیں دیکھتے ہی ایک نہایت مسرت اور تازگی کے لہجہ میں کہا مرحبا من جاء یقتبس من علومنا
یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ احمد قشاشی نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ شیخ محی الدین بن عربی نے اپنے
دست مبارک سے ان کے جسم کو خرقہ سے آراستہ کیا اور اپنی ہمشیرہ عزیزہ کو ان کے نکاح میں دیا ہے شیخ احمد
قشاشی نے معلوم کر لیا کہ اب میری وحدت وجود کی معرفت درست ہو گئی ہے کیونکہ شیخ محی الدین بن عربی
کی ہمشیرہ عزیزہ اسی سے تعبیر ہو سکتی ہے۔ ذیل کی عبارت خاص شیخ قشاشی کی خط مبارک سے لکھی ہوئی ہے
جس سے آپ کا علمی تبحر اور لیاقت و قابلیت بہت کچھ ثابت ہوتی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں الذی یتحقق
وجد الله ان یحققه لخاصة من نبة الالهیة یتنزل بها کل واحد لها حسب وقته وزمانه غیر منقطعة ابد الآباد
الی ان لا یبقی علی وجه الارض من یقول الله الله لعدم تخلق المراتب الالهیة عن القائمین بها حتی یصیر القائم
بها صفر الحافظ مرتبة العدد فیما قبله وبعده بانفاسه تتم المصالح وتقضی الحاجات لو انهم الف الف
فی عدد بل هم عاد والی واحد فرد بلا حد وقد تحققنا بذلک حقا و نزلنا منازله حمد فمن تبعنی فانه
منی ومن عصانی فانک غفور رحیم ومن رآه من مشائخی من اهل الخرقة المذکورة سند امتصلا منا
الیهم من غیر انقطاع باذن الله تعالی خمسة انفس سادسهم کلبهم رجما بالغیب انتهی
شیخ قشاشی کی مجلس میں جب مقامات کا ذکر چھڑتا تو آپ فرماتے تھے کہ "نحن لا مقام لنا لانا من اهل یثرب وقال الله
تعالی یا اهل یثرب لا مقام لکم یعنی ہمارے لئے کوئی مقام نہیں ہے کیونکہ ہم باشندہ یثرب ہیں اور اللہ تعالی
فرماتا ہے اے یثرب کے باشندو! تمہارے واسطے کوئی مقام نہیں ہے گویا آپ اس سے مقام بے نشان
کی طرف اشارہ کرتے تھے۔
شیخ ابراہیم کردی روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قشاشی نے اپنی مجلس میں ذیل کی حدیث کا ذکر کیا کہ ما علی
احدکم ان یکون فی بیته محمد و محمد ان ثلثة شیخ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلتے ہی میں سمجھ گیا کہ خدا
تعالی مجھے تین فرزند عطا کریگا جن میں سے ہر ایک کا نام محمد ہوگا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے خیال ہوا کہ
اگر ایسا ہوا تو ایک دوسرے سے کس نوعیت کے ساتھ ممتاز ہوگا۔ شیخ قشاشی نے اپنی باطنی اشراق سے
فوراً میرا خیال تاڑ لیا اور فرمایا تکنی احدهم ابا سعید والثانی ابا الحسن والثانی اباطاهر یعنی تم ایک کی
کنیت ابو سعید دوسرے کی ابو الحسن تیسرے کی ابو طاہر رکھنا چنانچہ ایک مدت کے بعد یہی صورت
متحقق ہوئی۔

شیخ قشاشی کے عادات واخلاق بالکل سادہ اوبناوٹ سے بری تھے آپ کا طرز معاشرت نہ تو فقہائے زمانہ کے طور پر تھا نہ زاہدان خشک کی وضع پر بلکہ توسط اور بے تکلفی کے طریقہ پر تھا جو عین سنت کا منشا ہے۔ آپ امرا کے مکان پر جانا ہمیشہ معیوب جانتے تھے ہاں اگر وہ خود در دولت پر حاضر ہوتے تو نہایت خوشخوئی اور عام اخلاق سے پیش آتے اور ہر شخص کے ساتھ اُس کے قدر و منزلت کے مطابق برتاو کرتے پھر کریم قوم کا اور بھی خصوصیت کے ساتھ اکرام و اعزاز کرتے اور امر معروف کی تبلیغ نہایت نرمی و دلجوئی کے ساتھ اتمام کو پہنچاتے جو لوگ آپکی زیارت کا اعزاز حاصل کرتے انہیں نصیحت سے خالی نہ رکھتے۔

شیخ عیسی مغربی کا قول ہے ماخرجت من عند القشاشی قط الا والدنیا فی عینی احقر من کل حقیر ونفسی اذل من کل ذلیل ولو تکرر دخولی علیہ مرات یعنی میں جب قشاشی کی مجلس کو چھوڑ کر باہر آیا تو میری آنکھ میں دنیا ہر حقیر چیز سے زیادہ حقیر معلوم ہوئی اور میں نے اپنے نفس کو ہر ذلیل چیز سے زیادہ ذلیل دیکھا اگرچہ میں ایک دن میں چند مرتبے آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا مگر وہاں سے نکلتے وقت میری یہی کیفیت ہوتی شیخ احمد قشاشی نے جس وقت دنیا کا منہ موڑ کر سفر آخرت قبول کیا ہے تو اُس وقت ۱۰۷۱ھ ذیحجہ کی انیسویں تاریخ تھی۔

سید عبد الرحمن ادریسی مشہور بہ محجوب

سید عبد الرحمن ادریسی

آپ کی ولادت موضع مکناسہ میں ہوئی جو بلاد مغرب میں ایک نہایت معمور اور پُر فضا مقام ہے جب یہ زندگی کے ابتدائی مرحلے طے کر چکے تو بلاد مغرب اور مصر و روم و شام میں مدتوں تک سیر و سیاحت اور تعلیم علوم میں زندگی بسر کی کیونکہ اُن دنوں میں پرایوٹ درسگاہوں کے علاوہ بڑے بڑے مدرسے ان ہی شہروں میں قائم تھے بعد ازاں حرمین میں آئے اور سالہا سال تک مجاور رہے لیکن پھر لوگوں کی زبانی یہ جملہ سن کر کہ الیمن ینبت فیہا اولیاء کما ینبت فی الارض البقل یعنی ملک یمن میں اولیاء اللہ اس قدر پیدا ہوتے ہیں جیسے کہ زمین میں گھاس اُگتی ہے، اولیاء اللہ کی زیارت کے لئے یمن تشریف لیگئے اور وہاں رنگین صحبتیں اور عجیب و غریب وقایع پیش آئے جب ایک مدت تک یمن ہی میں زندگی بسر کر چکے اور مختلف اولیاء اللہ کی صحبتوں سے فیضیاب ہو چکے تو پھر مکہ میں چلے آئے اور اسکے بعد یہیں رہنا اختیار کیا جمہور اہل مکہ آپ سے مستفید ہوئے اور بہت لوگوں نے خرقہ صوفیہ حاصل کیا اکثر مکہ کے باشندے آپ کی کرامات اور باطنی تصرفات کے بیشمار دلچسپ واقعات

بیان کرتے ہین۔
منجملہ اُن کے ایک یہ ہے شیخ زین العابدین شافعی مفتی مدینہ اپنے والد بزرگوار سے نقل کرتے ہین کہ ایکدفعہ مکہ کے شریف کو کوئی سخت ضرورت پیش آئی چونکہ اس زمانہ مین سید عبدالرحمن مجحوب کا ستارۂ شہرت اوج عروج پر چمک رہا تھا اور اقبال و کمال کا آفتاب پوری ترقی پر پہنچگیا تھا اس لئے اُس نے آپ کی طرف رجوع کی اور بہت و ہا کی استدعا پیش کی سید نے تھوڑی دیر جیب تفکر مین سر ڈالا اُن کے بعد فرمایا کہ مکہ کے محلون مین سے فلان مشہور محلہ مین ایک اس قسم کا گھر ہے شریف مکہ وہان جائے اور بقدر ضرورت مال لیکر باقی نہایت احتیاط سے چھوڑ دے چنانچہ لوگ فی الحال اُس محلہ مین پہنچے اور بزرگ سید کے بتائے ہوئے مکان مین داخل ہوئے دیکھتے ہین کہ اشرفیون کے ڈھیر لگے ہوئے ہین گویا سارا مکان سونے سے پٹا پڑا ہے شریف مکہ نے اُسمین سے صرف بیس ہزار اشرفیان لیلین اور باقی صندوقون مین بند کرکے مہر لگادی سید عبدالرحمن نے شریف مکہ کو اجازت دی کہ ان اشرفیون کو بلا تامل اپنی ضرورتون مین صرف کرے لیکن اس کے بعد شریف مکہ کی نیت بدل گئی اور اُس نے باقی دولت کو بھی تصرف مین لانا چاہا مگر پھر تو نہ اُس گھر ہی کا پتا پایا نہ مال و دولت ہی کا سراغ چلا اس سے خود شریف مکہ اور اُس کے اعوان و انصار سخت حیرت زدہ ہوئے اور سید سے دریافت کیا کہ اس مین کیا بھید تھا فرمایا ایرانیون مین ایک متمول او صاحب ثروت شخص اپنے شہر مین مرگیا تہا اور اُسکا کوئی جائز وارث نہ تہا مین نے تصرف کیا اور اُسکا گھر مکہ مین کھینچ لیا اُسی مین سے تمھین بیس ہزار اشرفیان ہاتھ لگین اور حاجت رفع ہونے کے بعد وہ مکان پھر اپنی جگہ چلا گیا۔
ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سید عبدالرحمن مجحوب۔ سید احمد بن علوان کی مرقد انور کی زیارت کیلئے تشریف لیگئے سید احمد نے اپنے خادم کو خواب مین متنبہ کیا کہ سید عبدالرحمن میری زیارت کو آتے ہین تو کل فلان مقام پر اُنکا استقبال کیجیو اور انتہا سے زیادہ تعظیم و تکریم بجالائیو۔ چنانچہ خادم اپنے آقا کا یہ اشارہ پاتے ہی شہر کے باہر استقبال کے لیئے گیا لیکن باوجود تلاش و تحقیق کے سید عبدالرحمن مجحوب کا کہین پتا نہین چلا انجام کار مایوس و نا امید ہو کر لوٹا آیا یہان آکر دیکھتا ہے کہ محترم سید قبر کے قبہ مین تشریف رکھتے ہین چونکہ قبہ کے کواڑ بند تھے اور کنجی خادم کے پاس تھی اس لئے اُسے تعجب اور تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوئی۔
قطع نظر اس کے سید عبدالرحمن مجحوب حفظ حدیث اور کثرت روایات مین ماہرین فن کے زمرہ مین شمار کیئے جاتے تھے۔ معرفت رجال انتخاب اسناد و حفظ اصول مین اجتہاد کا مرتبہ رکھتے اور نقل اخبار اور ضبط آثار مین انتہا درجہ

کی قابلیت رکھتے تھے پھر صرف حدیث و آثار ہی کے عالم نہ تھے بلکہ علم سیر اور ادب مین بھی کمال مہارت رکھتے تھے فصاحت و بلاغت اور خوش بیانی مین اپنا نظیر نہین رکھتے تھے علماء مصر و شام سے مختلف علوم حاصل کئے تھے اور مکہ کے باشندون کی گودیان اپنے فیض سے بھر دی تھین۔

الغرض جس طرح سید عبدالرحمن کمالات باطنہ سے موصوف تھے اُسی طرح کمالات ظاہرہ بھی بوجہ کمال رکھتے تھے آپکی سخاوت و فیاضی تمام عرب مین مشہور تھی صبح سے شام تک آپکے دستر خوان پر ایک جم غفیر آمد و شد کرتا تھا اور آپ ہر شخص کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی اور عام اخلاق سے پیش آتے تھے ممالک اسلام سے نہایت قیمتی اور وزنی ہدایا آتے اور آپ فورًا فقرا پر صرف کرتے تقریبًا دوسو غلامون کے سر پر آزادی کا تاج رکھا اور ہزارون آدمیون کے ساتھ اچھا سلوک کیا آپ کی نیک خلقی اور شیرین گفتاری کا یہ بدیہی نتیجہ تھا کہ جو شخص آپ کے پاس نشست کرتا مدت العمر تک مفارقت دوست نہین رکھتا۔ آپ اسدرجہ عاقل اور قوی الفطانہ تھے کہ جو شخص ایک مرتبہ آپ سے ملاقات کرتا اگرچہ موسم حج ہی مین کرتا اُسے جب دیکھتے فورًا پہچان لیتے۔ جو لوگ آپ کی زیارت کے لئے آتے ہر ایک کو اُس کی استعداد کیموافق وجوہ خیر کے دلایل پیش کرتے اور درود و تلاوت اور استغفار کا حکم فرماتے لیکن جس مین قابلیت و استعداد کا مادہ ملاحظہ کرتے اُسے کلام صوفیہ کا مطالعہ کرنے اور اُن سے اعتقاد ظاہر کرنے کا ارشاد فرماتے خاصکر شیخ ابن عربی قدس سرہ کی جانب رغبت دلاتے۔

شمس الدین محمد بن علاء بابلی

شمس الدین محمد بن علاء بابلی

یہ بزرگوار حافظ حدیث تھے اور علوم حدیث مین اعلےٰ درجہ کا تبحر رکھتے تھے اپنے زمانہ مین مصر و حرمین کے استاد مشہور تھے اور مشاہیر محدثین مین گنے جاتے تھے اُن کے نورانی چہرہ پر عظمت و جلال برستا تھا اور اس شان و شوکت سے چلتے تھے جس سے دیکھنے والون پر عظمت نہایت طاری ہوتی تھی۔ طرز معاشرت نہایت عمدہ اور پاکیزہ تھا۔ جودت فہم عقل و دانائی فراست و فطانت دیانت و صیانت مین عدیم المثال اور تواضع و خوش خلقی مین ضرب المثل تھے۔ لوگ کہتے ہین کہ آپنے ابتدائی عمر مین شب قدر کی برکت حاصل کی اور اُس مبارک رات کے بعض عجیب و غریب آثار محسوس کرکے جناب الٰہی مین دعا کی تھی کہ خداوندا مجھے حافظ ابن حجر عسقلانی کے ہم پلہ کر دے خدا تعالیٰ نے شمس الدین کی دعا کو سُن لیا اور اُنھین علمی تبحر مین شیخ ابن حجر کے ہم پلہ کر دیا۔ صحیح بخاری اور موطا اور حدیث کی تمام کتابین سالم سے پڑھین اور حدیث کے پھلے پھولے باغ مین ایک نئی تازگی بخشی۔

شمس الدین بابلی کی طبیعت کو علم حدیث سی ایک خاص مناسبت تھی اِس لیئے اُنھین اِس شریف علم مین ایک نئی طرح کی لذت حاصل ہوتی تہی تمام وقت حدیث کی نقل وتحریر مین صرف کر دیتے اور اسناد و حدیث کو حفظ کرتے رہتے تھے حدیث مین اس درجہ محویت واستغراق پیدا ہوگیا تھا کہ چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے ایک جزحدیث کا اپنے پاس رکھتے اور ہر وقت اُس کے مطالعہ مین غرق رہتے - شیخ عیسے مغربی نے آپ کی تمام مرویات اور اسانید کو ایک رسالہ مین ضبط کیا ہی جس کے دیکھنے سی صاف معلوم ہوتا ہی کہ اگر متاخرین کیلئے کوئی اصل اور سند ہے تو بجز اس کے اور کوئی نہین -

آپنے تالیف وتصنیف کی غایت وسبب مین ایک نہایت ہی قیمتی آرٹیکل دیا ہی جسے مین اس مقام پر بجنسہ نقل کرتا ہون - فرماتے ہین لا یؤلف احد تالیفا الا فی احد اقسام سبعة اما ان یؤلف فی شئ لم یسبق الیه احد او شئ ناقص یتممه او شئ مغلق یشرحه او طویل یختصره دون ان یخل من معاینه بشئ او شئ مختلط یرتبه او شئ اخطأ فیه مصنف قبله او شئ متفرق یجمعه والا کان اضاعة الوقت - یعنی تالیف کی غایت ذیل کے سات وجوہ واسباب مین سے ایک وجہ اور سبب ہونا چاہیئے ورنہ تضییع وقت کے سوا اور کچھ حاصل نہین ہوتا ایک یہ کہ کوئی ایسی چیز تالیف وترتیب کے قالب مین ڈھالے جسکی طرف کسیکا ذہن اس سے پیشتر دوڑا نہ ہو دوسرے یہ کہ کوئی بات ناقص ہو جس کی اسے تکمیل منظور ہو تیسرے یہ کہ کوئی شے مغلق ہو اور یہ اُسکی تشریح وتوضیح کے درپے ہو چوتھے یہ کہ وہ زیادہ طول طویل ہو جسے یہ مختصر پیرایہ مین لانا چاہتا ہو لیکن معانی کے حل اور مطالب کی تفسیر کی طرف مائل نہ ہو پانچوین یہ کہ کوئی چیز مختلط اور غیر مرتب ہو اور یہ اُسے ترتیب سے آراستہ کرنا چاہتا ہو چھٹے یہ کہ اُس مین پیشتر سے مصنف نے غلطی کی ہو جس کے اظہار مین اس نے قلم اُٹھایا ہو ساتوین یہ کہ وہ پریشان و پراگندہ بیان ہو جسے یہ ایک جگہ جمع کرنا چاہتا ہو

شمس الدین بابلی کو خدا تعالی نے وہ عظمت وجلال اور بزرگی وفضیلت عنایت کی تھی کہ سلاطین یورپ اور شرفاء عرب اور امراء مصر وشام کی گردنین آپکے آگے جھکتین تہین اور کمال اقتدار واعزاز کے ساتھ پیش آتے تھے آپکے در دولت پر حاضر ہونے کو اپنا فخر سمجھتے اور قدمبوسی کو سعادت ابدی خیال کرتے تھے پادشاہان عرب اور شرفاء مکہ کو جب کوئی مہم پیش آتی تو آپ سے ہمت ودعا کے طالب ہوتے اور جو کچھ آپ ارشاد فرماتے اُس سے سرمو انحراف نہین کرتے

حدیث کی درس اور اشاعت کے علاوہ آپ ہمیشہ تلاوت قرآن مین مصروف رہتے اور تدبر معانی اور نہایت

غور و خوض کے ساتھ ایک معین حصہ کی روزانہ قراءت کرتے۔ آپ نے ۱۰۸۰ھ ہجری میں دنیاء ناپائدار سے سفر کیا اور جنت الفردوس میں خداوندی مہمانی قبول کی۔

شیخ عیسیٰ جعفری مغربی

شیخ عیسیٰ جعفری مغربی

یہ مشہور فاضل مغرب میں پیدا ہوئے اور وہین نشو و نما پایا۔ قرآن مجید اور علوم متعارفہ کے چند متون یہیں کے علماء و فضلا سے پڑھے جب عمر کے پندرہ مرحلے طے کر چکے تو جزائر میں پہنچے اور سعید کماسی کی صحبت میں ۲۰ سال سے زیادہ رہے اس صحبت میں آپ کو اکثر علوم میں تبحر حاصل ہوگیا اور ہر علم و فن میں تھوڑی شہرت حاصل کر لی ازان بعد علماء قسطنطنیہ اور فضلاء مصر و حرمین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشاہیر محدثین سے روایتیں لین اس کے بعد آپنے مکہ میں توطن اختیار کیا۔

شیخ عیسیٰ کی تصنیفات سے ایک معجم ہے بمقالید الاسانید ہے جو نہایت ہی قیمتی اور روزلی کتاب ہے اور جس کی نظیر دنیا میں بمشکل ملسکتی ہی۔ اس کتاب کے دیکھنے سے شیخ کی لیاقت و قابلیت بہت کچھ ثابت ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ علم حدیث میں کسدرجہ کا پایہ رکھتے تھے اور علم حدیث کو کس عروج پر پہنچا دیا تھا یہی وجہ تھی کہ تمام اہل حرمین نے آپ کو اپنا امام و مقتدا تسلیم کر لیا تھا اور شیخ الوقت کا معزز و ذیشان خطاب دیا تھا۔ آپ کی درسگاہ میں عراق و مصر اور شام وغیرہ کے لوگ ہمیشہ حاضر ہوتے اور آپکے تبحر و وسعت نظر خداداد حافظہ پر عش عش کرتے۔

سید عمر نے جو شیخ عیسے کی نسبت مختصر الفاظ میں ریمارک کیا ہو اُس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ آپ ایک ایسے درجے کے شخص تھے جن کے فضل و کمال میں کوئی شخص اُسوقت برابری کا دعوی نہین کر سکتا تھا چنانچہ وہ لکھتے ہین من اراد ان ینظر الی شخص لا یشك فی ولایتہ فلینظر الی ھذا الیعنی جو شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھنا چاہے جس کی ولایت مین کسی طرح کا شک و شبہ نہین ہو سکتا اُسے شیخ عیسیٰ کو دیکھنا چاہیئے۔ اسی طرح سید محمد بن علوی آپ کی نسبت کہا کرتے تھے کہ ما رزقنا زمانہ

شیخ عیسے جس طرح علمی فضائل مین ضرب المثل اور مشہور تھے اُسی طرح عادات و اخلاق مین بھی ممتاز تھے آپ مین جس قدر نیکیان اور خوبیان جمع تھین وہ کسی دوسرے شخص کو اُس زمانہ مین نصیب نہین ہوئین کوئی نماز کبھی قضا نہین ہوئی اور حضور جماعت پر مداومت و مواظبت رہی کثرت تلاوت صیام شہار قیام شب

مین پہلے درجہ کے حریص تھے۔ باوجود اس عالمانہ تزک واحتشام کے تکلف وتعصب نام کو نہ تھا اخلاق مین جو وسعت اور عموم تھا آج اُسکی نظیر سے تمام علما وفضلا کے حلقے خالی ہین۔ تمام امور مین متوسط اور درمیانی راہ تھی آپ کو تنگ وناموس مین اسدرجہ مبالغہ تھا نہ تساہل۔ علاوہ ان تمام باتون کے آپنے بہت سے مشائخ کبار سے ارتباط پیدا کر لیا تھا لیکن انجام کار طریقہ شاذلیہ اختیار کر لیا اور آخر عمر تک اسی طریقہ کی طرف طبیعت کا میلان رہا۔

شیخ علیہ نے فقہ حنفی کے مطابق ایک مسند بھی تالیف کی تھی جس مین فقہی روایات کی تائید مین متصل حدیثین بیان کی ہین اور جس سے اُن لوگون کے زعم کا بطلان بخوبی واضح ہوتا ہے جو اس بات کے مدعی ہین کہ حدیث متصل کا سلسلہ آج بالکل منقطع ہوگیا ہے۔ آپنے سنہ [illegible] ہجری مین دنیا سے انتقال کیا اور روضہ رضوان مین تشریف لیگئے۔

شیخ ابراہیم کردی مدنی قدس سرہ

یہ بزرگوار علاوہ مذہبی تقدس کے دنیاوی شان وشوکت بھی بہت کچھ رکھتے تھے بڑے بڑے مشہور فاضل فن حدیث مین آپکے شاگرد تھے اور فقہ شافعی مین بھی پہلے درجہ کا کمال حاصل تھا علماء حرمین شریفین مین پیشوائے مذہبی تسلیم کئے گئے تھے اور مصر وشام کے فضلا امام وقت اور مقتدائے عصر کے خطاب سے یاد کرتے تھے۔ علم حدیث وعربیت مین یدطولے رکھتے تھے اور آپکے فنون رسمیہ معراج کمال پر ترقی کر گئے تھے ہر فن مین بیش قیمت اور وزنی تصانیف رکھتے تھے۔ اسی لیاقت اور پولیٹیکل قابلیت کا یہ بدیہی نتیجہ تھا کہ اُس عہد کے بچہ بچہ کی زبان پر نہایت وقعت وعظمت کے ساتھ آپ کا نام جاری تھا اور علما وفضلا کے حلقون مین آپ کی انتہا سے زیادہ مدح سرائی کی جاتی تھی۔

اپنے والد بزرگوار کے علاوہ اور بہت سے ائمہ وقت کی خدمت مین آپنے علم کی تحصیل کی اور اپنے ہی بلاد مین تمام علوم سے فراغت کر لی۔ فارغ التحصیل ہونیکے بعد حج کے قصد سے سفر اختیار کیا اور دو سال کے قریب شہر بغداد مین سکونت رکھی جو اسوقت مختلف علوم کا مرکز تھا اور جہان ہر قسم کے اہل کمال اور علما و فضلا اور مشائخ موجود تھے اور غالبًا یہی وجہ تھی کہ شیخ ابراہیم دو سال تک یہان ٹھیرے کیونکہ اس زمانہ مین بجز اس شہر کے اکتساب کمالات کیلئے کوئی اور موقع اہل علم کے حق مین نہ تھا جس زمانہ تک آپ

بغداد مین فروکش رہی اُس عہد مین اکثر اوقات سید عبد القادر قدس سرہ کی مزار اقدس پر متوجہ ہوتے رہی اور یہین سے آپکو اس راہ کا ذوق و شوق پیدا ہوا۔

دو سال کے بعد بغداد کو خدا حافظ کہا اور ملک شام مین چار سال تک سکونت پذیر رہی ازان بعد مصر پر گذرتے ہوئے حرمین مین تشریف لاتے اور شیخ احمد قشاشی سے ملاقات کی شیخ ابراہیم کو شیخ قشاشی سے اور قشاشی کو ان سے ایک خصوصیت عجیب پیدا ہوگئی اور شیخ ابراہیم نے بہت تھوڑے عرصہ مین اُنہین اپنا گرویدہ بنا لیا خرقہ صوفیہ حاصل کیا اور حدیثین روایت کین اور اُن کی صحبت مین کمالات علیہ پر ترقی کی۔ عربی اور کردی زبان کے علاوہ فارسی اور ترکی بھی خوب جانتے تھے اور ان زبانون مین ایسی سہولت اور بے تکلفی کے ساتھ تقریر کرتے تھے جسے سنکر زباندان لوگ حیرت زدہ ہوجاتے تھے۔

شیخ ابراہیم علمی تبحر اور فضل و کمال مین اعلے درجہ کی شہرت رکھتے تھے اور فہم و فراست زہد و تواضع صبر و حلم مین ضرب المثل تھے۔ بیان کیا جاتا ہی کہ جس زمانہ مین آپ ملک شام مین مقیم تھے ایکدن شیخ محی الدین بن عربی کے روضہ منیر کی طرف اس نیت سے متوجہ ہوئے کہ اسوقت سفر کا عزم بہتر ہے کہ نہین آپ واقعہ مین دیکھتے ہین کہ جناب شیخ محی الدین ان کے جوتے کی غبار کو جھاڑ رہے ہین شیخ ابراہیم نے معلوم کر لیا کہ آپ اقامت کی طرف اشارہ فرماتے ہین۔ شیخ ابو طاہر کا بیان ہے کہ دولت عثمانیہ کے وارث تخت و تاج کا اتالیق جسے اُس طرف کے لوگ خوجہ کے نام سے پکارتے تھے ایک دفعہ مدینہ طیبہ کی زیارت کو آیا اور بڑے شان و شوکت سے آیا جب شیخ ابراہیم کے عظمت و جبروت کا شہرہ سنا تو علما و مشائخ نیز ارکان دولت عثمانیہ کے جم غفیر کو ہمراہ لیکر شیخ کی خدمت مین حاضر ہوا اور ملاقات کے بعد شیخ سے عرض کیا کہ مین نے ملک شام مین ایک اُسکا ا بدعت دیکھی جس کے مٹانے اور قلع و قمع کرنے مین انتہا سے زیادہ کوشش کی شیخ نے فرمایا کہ وہ کیا بدعت تھی جواب دیا کہ لوگ مسجدون مین ذکر جہر کرتے تھے مین نے اسکی ممانعت کر دی شیخ نے نہایت بیخوفی سے ایک بیباکانہ لہجہ مین یہ آیت پڑھی ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا۔ شیخ کی اس بیدھڑک تقریر نے خوجہ کے چہرہ مین ایک فوری تغیر پیدا کر دیا اور اُسے آپ کی اس بیخوف گفتگو سے سخت ملال ہوا فقہ حنفی کی بعض نقلین اور روایتین جو فتاوی قاضیخان وغیرہ سے ستنبط کی گئی تہین جیب مین سے نکالکر شیخ کے ہاتھ مین دین اور کہا انہین ملاحظہ کیجئے شیخ کی زبان بڑے بڑے مناظرون مین کبھی نہین رُکتی تھی آپنے برجستہ جواب دیا کہ اگر تم صرف تقلید کی بنا پر گفتگو کرتے ہو تو میرا خطاب تمہاری طرف متوجہ نہین ہو سکتا کیونکہ

مین ایک اور شخص کا مقلد ہون اور تم کسی اور شخص کے تمہارے استدلال و حجت سے مین ملزم نہین ہو سکتا
ہان اگر تحقیق کی روسے اس مسئلہ کی تنقیح و توضیح چاہتے ہو تو بسم اللہ بندہ حاضر ہے شیخ کے اس پر مغز اور
عاقلانہ جواب سے خوجہ شرمندہ ہو کر چپ ہو رہا اور نہایت منغص و مکدر ہو کر مجلس سے اُٹھ کھڑا ہوا شیخ نے
اسی زمانہ مین ایک بڑے زور کا رسالہ تحریر کیا جسکا نام حافلہ رکھا اور جس مین خوجہ کے شبہات و شکوک کے
قاطع جواب ذکر فرمائے۔ شیخ کے جن عزیزون نے خوجہ کے تغیر مزاج کو دیکھا تھا شیخ کی خدمت مین عرض کیا
کہ خوجہ دولت عثمانیہ کا ایک معزز و ممتاز شخص ہے اور اُسکی دربار عالیہ مین بہت بڑی عزت ہوتی ہے خود شہنشاہ
روم اُسکی تعظیم دیتا اور کمال قدردانی سے اپنے برابر تخت پر جگہ دیتا ہے قطع نظر اس کے کہ وہ قاضی القضاۃ
کے درجہ پر ممتاز ہے وارث تخت و تاج کی اتالیقی کا معزز منصب رکھتا ہے ایسی صورت مین اس کے رد مین
اس قدر مبالغہ کرنا مناسب نہین معلوم ہوتا۔ شیخ نے اپنے دوستون کی یہ دلسوزی سے بھری ہوئی تقریر
سُن کر فرمایا کہ یہ سب کچھ صحیح ہے مگر مین آزادی اور حق گوئی کا سر رشتہ کبھی ہاتھ سے نہ دونگا گو اس مین مجھے
کسی قسم کا دنیاوی صدمہ ہی کیون نہ پہنچے۔
مثل مشہور ہے کہ سچ کو آنچ نہین اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کلمۃ الحق یعلو ولا یعلی چونکہ شیخ صاحب کو صرف
احقاق حق منظور تھا اور اس کے علاوہ کوئی غرض و تعصب پیش نظر نہ تھی خود خوجہ اور اُس کے احباب نے
اس رسالہ کو دیکھکر ایک بات بھی مُنہ سے نہین نکالی اور شیخ کے زور تحریر علمی تبحر سے حیرت زدہ ہو گئے اور
آپ کی خداداد فہم و فراست پر عشعش کرنے لگے اسوقت یہ مشہور قول بالکل صحت کے درجہ کو پہنچ گیا کہ حق
کو کسی جگہ زوال نہین ہوتا گو چند روز کے لئے جھوٹ چمک اُٹھتا ہے اور ظاہر بینون کو نظر پڑتا ہے کہ اس چمک
مین سچائی و راستی کی جھلک نمودار ہے لیکن نہین بعد کو خود بخود معلوم ہو جاتا ہے کہ ناحق کو فنا اور حق کو بقا
ہے جیسا کہ خدا تعالے قرآن مقدس کے ایک مقام پر یون ارشاد فرماتا ہے کہ جاء الحق و زھق الباطل ان
الباطل کان زھوقا۔
شیخ ابو طاہر یہ بھی روایت کرتے ہین کہ شیخ یحیی شاوی ایک دفعہ بڑی شان و شوکت سے حرمین مین
آئے اور شیخ ابراہیم صاحب سے بڑی تپاک سے ملاقات کی ازان بعد روم کی جانب روانہ ہوکے شاہ روم
کا وزیر السلطنت جو باوجود حکومت کی شان و شوکت کے پیشوائے مذہبی تسلیم کیا جاتا اور حدیث و فقہ مین اعلے
درجہ کی قابلیت رکھتا تھا شیخ ابراہیم صاحب کا سخت معتقد تھا یہ جس طرح حدیث و فقہ مین بےنظیر تھا اسی طرح

ادب وعقائد مین بھی کمال رکھتا تھا اور اسی قابلیت کا یہ نتیجہ تھا کہ معمولی عہدہ سے وزارت اعظم کے مرتبہ کو پہنچ گیا جب شیخ یحیی شاذلی وزیر السلطنة سے ملاقات کرنے گئے تو اُس نے کہا کیف وجدت شیخنا ابراهیم یعنی تو نے ہمارے شیخ ابراہیم کو کیسا پایا بقسمت یحیی نے جواب دیا وجدته شیطانا یعنی کہ یہ دل آزار جواب سنکر وزیر السلطنة غصہ مین بھڑک اُٹھا اور نہایت تحقیر و توہین کے بعد مجلس سے نکالدیا اس واقعہ کے بعد شیخ یحیی شاذلی کو جناب شیخ ابراہیم سے رنج بڑھ گیا اور اُن کے ایذا کے قصد سے پھر حرم مین آنا چاہا لوگون نے یہ قصہ شیخ سے نقل کیا اور کہا کہ وہ آپکے ہلاکت کے درپے ہے اسی ارادہ سے دوبارہ حرم مین آتا ہی بزرگ شیخ نے نہایت استقلال کے لہجہ مین فرمایا کہ جسطرح اصحاب الفیل یعنی جس نے اصحاب فیل کو دنیا سے مٹا دیا اور اپنے مقدس گھر مین آنے سے روک دیا وہی اسکی بھی مزاحمت کریگا۔ چنانچہ جب شیخ یحیی شاذلی طور کے متصل پہنچا تو دفعةً بیمار پڑگیا اور چند روز مبتلا رہکر وفات کر گیا۔

شیخ ابراہیم کے اخلاق نہایت عام اور وسیع تھے اور طرز معاشرت بہت ہی اچھا تھا کھانے اور لباس مین تکلف اور بناوٹ کو مطلق دخل نہ تھا البتہ بڑے عمامے اور لانبی آستینون سے نفرت رکھتے تھے نخوت ترفع کم بینی نام کو نہ تھی مروت و سخاوت مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے خوش خلقی کی عادت آپکی طبیعت ثانی ہوگئی تھی عاجز و مستمند شکستہ حال و غریب الدیار لوگون کے ساتھ سلوک سے پیش آتے تھے۔ خداپرستی حلم تواضع اور بیریا سخاوت مین اُس زمانہ مین کوئی آپ کا دعویدار نہ تھا عفو ترحم اور خاکساری اعتدال سے بڑہکر تھی ایک مورخ آپ کی فیاضی اور بیریا سخاوت پر یون ریمارک کرتا ہے کہ "علماء طلبہ اور زنداہ مین سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو شیخ کی سخاوت عام سے محروم رہا ہو حقیقت مین شیخ اُن کے حق مین ابر رحمت تھے جس کی ہمیشہ فیاضی کی بارش ہوا کرتی تھی"، عبداللہ عیاشی نے مختصر لفظون مین آپ کی مجلس کی یہ تعریف کی ہو کہ کان مجلسه روضة من ریاض الجنة یعنی شیخ ابراہیم کی مجلس جنت کے باغون میں سے ایک پھلا پھولا اور تازگی بخش باغ تھا۔

جب آپ مسائل حکمت کی تقریر کرتے تو اُن کے تحت مین حقائق صوفیہ بیان کیا کرتے اور کلام صوفیہ کو حکما کی تحقیق پر ترجیح دیتے اور فرماتے هؤلاء الفلاسفة قاربوا عثورًا علی الحق و لم یهتدوا الیه آپ کا انتقال سنہ ۱۰۰۱ھ مین ہوا چنانچہ ایک فرید عصر اور ادیب زمانہ نے آپ کی تاریخ وفات ان جملون سے نکالی ہے

واللہ انا علی فراقك یا ابراهیم لمحزونون۔

شیخ حسن عجمی رحمۃ اللہ علیہ

یہ بزرگوار شیخ الحدیث اور جامع فنون تھے جودت فہم و ذکاوت و طباعی فصاحت و بلاغت مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے ایک زمانہ تک شیخ عیسی مغربی سے تحصیل علوم کی اور اُن کی صحبت سے فیض اٹھایا شیخ عیسی مغربی کے علاوہ اور بہت سے ماہرین فن اور ائمہ وقت کی خدمت مین رہے شیخ احمد قشاشی - شیخ محمد بن العلاء بابلی شیخ زین العابدین ابن عبد القادر طبری وغیرہ سے حدیثین روایت کین اور صحبتون سے مستفید ہوئے - علم حدیث و فقہ اور مغازی و سیر مین بہت بڑی قابلیت رکھتے تھے آپ کا ذہن و حافظہ ایسا صحیح تھا جس کی تعریف شیخ زین العابدین جیسے عالم اور فہرزانہ روزگار نہایت وزنی الفاظ مین کیا کرتے تھے جو شافعیہ کے مفتی اور اُن کے ایک نہایت معزز و مقتدا امام تھے -

شیخ ابو طاہر کا بیان ہے کہ شیخ حسن عجمی نے شیخ نعمت اللہ قادری وغیرہ سے ملاقات کی تھی اور دعوت اسما مین انتہا سے زیادہ شہرت رکھتے تھے اگرچہ آپ حنفی المذہب تھے اور تمام باتون مین فقہ حنفی پر عمل کرتے تھے لیکن سفر کی حالت مین ظہر و عصر اور مغرب و عشا کی نماز جمع کرکے پڑہا کرتے تھے اور اقتدا کی صورت مین امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑہتے تھے آپ ہم لوگون کو تاکیدی حکم فرمایا کرتے تھے کہ اپنی عورتون پر تنگی جائز نہ رکھو اور بعض اُن رخصتی مسائل کا حکم کرو جنکی اجازت علماء حنفیہ نے دی ہے تاکہ وہ نہایت سہولت و آسانی کے ساتھ نماز ادا کر سکین - شیخ ابو طاہر یہ بھی ذکر کیا کرتے تھے کہ لم یکن سیدی حسن العجمی جمیل وکانت فی عینہ ھنة و کان مع ذالک اذا قرأ الحدیث رءی علی وجہہ الانوار و صار کا جمل من رءی فی الدنیا وذالک سر قولہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ عبدا الحدیث یعنی میرے استاد شیخ حسن عجمی کائنات حسن کے لب لباب اور چندان خوبصورت نہ تھے بلکہ اُن کی آنکھ مین ایک عیب بھی تھا لیکن یہ نہ صرف تعجب بلکہ حیرت کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ جب آپ حدیث پڑہنا شروع کرتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا چہرہ پر انوار برس رہی ہین اور اُس وقت دنیا بھر سے زیادہ خوبصورت دکھائی دیتے تھے غالبًا یہ اُس حدیث کا اثر معلوم ہوتا ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لفظون مین ادا فرمایا ہے کہ نضر اللہ عبدا سمع مقالتی ووعاہ یعنی خدا تعالی اُس بندہ کے چہرہ کو تر و تازہ رکھے جو میری حدیث کو سنتا اور یاد رکھتا ہے -

شیخ حسن عجمی نے ایک رسالہ بھی تالیف کیا ہے جسمین اپنی تمام اسانید کو ضبط کر دیا ہے اور جس سے آپ کے علمی تبحر کی

قوت اور خداداد قابلیت بہت کچھ ثابت ہوئی ہی آپ ہر سال رجب کے مہینے مین مدینہ طیبہ کی زیارت کے لئے تشریف لایا کرتے اور مسجد نبوی مین بیٹھکر صحاح ستہ مین سے ایک کتاب بطریق سرد[1] ختم کرتے تھے اہل مدینہ آپسے حدیثین روایت کرتے تھے اور مجلس درس مین شیخ ابو طاہر قاری ہوتے تھے اگر کوئی دوسرا شخص قراءت کرتا تو آپ اُس سے خوش نہوتے۔

غرضکہ شیخ حسن عجیمی اپنی خداداد قابلیت اور عام اخلاق کی وجہ سے تمام علماء حرمین محترمین مین عزت و وقعت کی نگاہون سے دیکھے جاتے تھے اور اہل مکہ ان کی بڑی تعظیم و توقیر سے پیش آتے تھے دنیاوی اعزاز اور مذہبی تقدس مین اس سے بڑھکر اور کیا درجہ ہوسکتا تھا کہ ایک مقدس و متبرک مقام کے متوطنون نے آپ کو اپنا مذہبی پیشوا تسلیم کیا تھا اور امامت کا وزنی و قیمتی تاج آپکے سر پر رکھا تھا جس کی وجہ سے شرفاء عرب اور سلاطین عجم کی گردنین آپکے سامنے جھک جاتی تھین۔

---

[1] واضح ہو کہ علماء حرمین کے نزدیک کتب حدیث کے درس کے تین طریقے ہین ایک طریق سرد اور وہ یہ ہی کہ شیخ خواہ سامع ہو یا قاری کتاب کی تلاوت اس طرح کرے کہ اثناء قراءت مین نہ تو مباحث لغویہ کا ذکر چھیڑے نہ مسائل فقہیہ کو مستخرج کرے اسماء رجال کی تحقیقات کرے نہ کلمات غریبہ کے حل کرنے کی طرف متوجہ ہو دوسرا طریق بحث و حل ہے وہ یہ کہ ایک حدیث کی تلاوت کے بعد شیخ ہر لفظ غریب اور مشکل ترکیب اور قلیل الورود اسم اور اکثر الورود سوال اور منصوص علیہا مسائل پر توقف کرے اور ان تمام باتون کو متوسط تقریر سے حل کرے جب ایک حدیث کے متعلق یہ تمام مراتب طے ہولین تو آگے بڑھے اور دوسری حدیث پڑھنے کے بعد ان تمام امور کی رعایت کرے وعلی ہذا القیاس تیسرا طریق امعان و تعمق ہے اور وہ یہ ہی کہ شیخ ہر ہر کلمہ کے متعلق مناسبات و متعلقات اور ما لہا و ما علیہا کو بڑی بسط و تشریح کیساتھ بیان کرے مثلاً کسی غریب کلمہ اور مشکل ترکیب کی توضیح مین قدیم زمانہ کے شعراء کے کلام سے شواہدات پیش کرے اُسکے استعمال کے مواقع و محال عمدہ طور پر ذکر کرے اسماء رجال کی تحقیق مین اس قوم کے حالات اور اخلاق و عادات بالتفصیل بیان کرے اور مسائل فقہیہ کی منصوص علیہا مسائل پر تفریع کرے اور ہر مسئلہ کی تخریج کی طرف بالتصریح اشارہ کرے اور ادنےٰ مناسبت کی وجہ سے عجیب و غریب قصے اور نادر و عبرت آمیز حکایتین نقل کرے۔ علماء حرمین محترمین مین یہ تینون طریقے رائج ہین اور محدثین کے گروہ مین یہ تمام مراتب دیکھے جاتے ہین شیخ حسن عجیمی اور شیخ احمد قطان اور شیخ ابو طاہر وغیرہ کا مختار و پسندیدہ طریقہ سرد ہی تھا لیکن نہ مبتدین اور عام لوگون کے لئے بلکہ خواص متبحرین اور منتہیون کی نسبت تاکہ سماع حدیث اور سلسلہ روایت جلد حاصل ہو اور باقی مباحث کا شروح حدیث مین مطالعہ کرین کیونکہ آج حدیث کا ضبط اور اُس کا مدار علیہ شروح حدیث ہی ہین۔ پھر اس مقام پر یہ بھی جاننا ضرور ہاتھ ہے ہی کہ محدث کے فرائض منصبی کیا ہین۔ جب کوئی محدث حدیث پڑھانے مین مشغول ہو تو اول رجال سند کے نامون کی تصحیح اور انکے معرفت و وثوق کے بعد حالات و واقعات کی توضیح کرے پھر مختلف المعنی نیز اُن حدیثون کی تاویل مین مشغول ہو جن مین بلحاظ چند احتمالون کی گنجایش ہو اور ان لید فروع فقہیہ و اختلاف مذاہب فقہا اور مختلف روایات مین توفیق و تطبیق اور امعان و تعمق سے بعض حدیثون کو بعض پر ترجیح وغیرہ کا اچھی طرح بیان کرے۔ اس سے سرد کے اول علماء اگرچہ ان امور کی طرف مشغول ہوتے تھے لیکن اب فقیہ اور متکلمین بہت کچھ خوض و غور کرتے ہین مگر ان کی یہ بحث اور خوض و فکر بالکل بے سود ہی کیونکہ آج تمام متون کی شرحین موجود ہین اور مغلق حدیثون کے حواشی بڑی آب و تاب کے ساتھ لکھے جا چکے ہین اور جب یہ تھے امور مذکورہ بالا کی نہایت چندان ضرورت نہین رہی واللہ اعلم ۱۲

یہ جاہ وجلال اور عظمت وجبروت کے سین ہمیشہ شیخ حسن عجمی کے پیش نظر تھے لیکن باوجود اس شان و شوکت کے آپکے مزاج مین غایت درجہ کا عجز وانکسار اور بے نظیر حلم ووقار تھا آپ اپنے مشائخ کی نسبت خصوصیت کے ساتھ انتہا درجہ کی تواضع برتتے تھے اور اُن کی مراعات خاطر اور اعزاز واقتدار مین پلے درجہ کی کوشش کرتے تھے جس زمانہ مین آپکے عروج وترقی کا ستارہ شہاب ثاقب بنکر خوب زور شور سے چمک رہا تھا اُس وقت آپ نے اور بھی عجز وخاکساری اختیار کی تھی اور اونے ادنے آدمیون سے تواضع اور انکسار کے ساتھ پیش آتے تھے۔

شیخ حسن عجمی کی بےمثل تواضع

مشائخ کے اعزاز واحترام کا یہ حال تھا کہ آپ اُن کے سامنے گردن جھکائے بیٹھے رہتے تھے اور بجز کسی سخت ضرورت کے گفتگو کرنے کی جرأت نہ کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ شیخ عیسے مغربی کی خدمت مین تشریف رکھتے تھے اکثر علما حاضرین مجلس مین موجود تھے اور لوگ اپنے شبہات وشکوک نمبروار پیش کررہے تھے۔ شیخ حسن عجمی نے بھی جسارت کرکے دریافت کیا کہ یاسیدی اذا کان للانسان شیخ فھل له ان یدخل علی شیخ اخر۔ یعنی اے سید جب آدمی کا ایک شیخ ہو تو کیا اُسے جائز ہے کہ دوسرے شیخ کا معتقد بنجائے۔ شیخ عیسے مغربی نے جواب دیا کہ الاب واحد والاعمام شتی۔ شیخ حسن عجمی کو یہ جواب سُنکر دوبارہ دریافت کرنے اور اس جملہ کی تشریح کرانے کی جرأت نہ پڑی اور آپ بڑی خاموشی کے ساتھ سب کی باتین سنتے رہے حقیقت مین اہل مجلس کے لئے شیخ عیسی مغربی کا یہ جواب ایک پہیلی تھی جسکا بوجھنا سخت مشکل تھا اکثر اہل مجلس نے چاہا کہ اس معمے کو حل کرین لیکن کسی کو اتنی جرأت نہوئی کہ اس طلسم کی پردہ کشائی کرے انجام کار مجلس برخاست ہوئی اور سب لوگ اُٹھ اُٹھ کر اپنے مقامون پر واپس جانے لگے اس وقت اکثر مشائخ شیخ حسن عجمی کے پاس آئے اور اس معمے کو حل کرنا چاہا آپنے بہت ہی مختصر لفظون مین اس جملہ کی یون تفسیر کی کہ شیخ اول کی قدر ومنزلت جس کی وجہ سے انسان نے بیضہ بشریت سے خروج کرکے ملک اعلیٰ مین قدم رکھا ہے بہ نسبت اور مشائخ کے بہت کرنا چاہیئے اور اُس کے ساتھ ہمیشہ نیکی وبھلائی سے پیش آنا چاہیئے جس طرح اپنے حقیقی والد کے ساتھ پیش آتا ہے اور دوسرے مشائخ کے ساتھ وہ معاملہ برتے جو اعمام کے ساتھ برتنا چاہیئے۔

شیخ حسن کا اپنے مشائخ کی نسبت احترام

شیخ حسن عجمی آخر عمر مین مکہ چلے آئے تھے اور یہین توطن اختیار کرلیا تھا طائف مین ایک مدت تک گوشہ نشین رہے اور اسی مقام پر انتقال فرمایا حضرت ابن عباس کی تربت کے متصل مدفون ہوئے جس وقت آپنے

دنیا سے مُنہ موڑ کر سفر آخرت قبول کیا ہو اسوقت ۱۰۲۳ھ ہجری کا شروع تھا۔

شیخ احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ علم ظاہر و باطن دونون کو جامع تھے اور بہت سے مشائخ طریقت اور علماء شریعت کی صحبت سے فیضیاب تھے شیخ عبد الرحمن مجبوب سید محمد رومی۔ سید عبد اللہ سقاف اور میر کلان بن میر محمود بلخی وغیرہ سے خرقہ صوفیہ زیب تن فرمایا محمد بن العلاء البابلی اور شیخ عیسی مغربی کے علاوہ اور بہت سے ائمہ اور فضلاء عصر سے حدیثین روایت کین۔ سماع بخاری اور موطا مین تسلسل روایت حاصل کیا۔ ابتداء نشو ونما کے زمانہ سے صلاحیت و دیانت اور علم و علما کی محبت اور اُن کے التزام صحبت اور مشائخ صوفیہ کے اعتقاد اور اُن کے اعمال و اشغال سے متصف تھے۔ اکثر مشائخ حرمین کی صحبت مین زمانہ دراز تک مستفید رہے اور حرمین مین آمد و شد کرنے والون سے فیضیاب ہوئے۔ غرضکہ یہ بزرگوار مکہ معظمہ کے اعیان دولت اور رؤسا شہر مین ایک نہایت معزز و ممتاز شخص شمار کیے جاتے تھے اور برکت و استجابت دعوات مین مشہور و معروف تھے۔

شیخ عبد الرحمن نخلی ولد شیخ احمد نخلی روایت کرتے ہین کہ یہ عجیب الاتفاق کی بات ہی کہ شیخ احمد نخلی کے والد کے ہان کوئی فرزند زندہ نہ رہتا تھا جسکی وجہ سے وہ ہمیشہ اندوہ و رنج مین گرفتار رہتے تھے اور کسی بات مین مزہ نہ آتا تھا لیکن جب شیخ احمد پیدا ہوئے تو اُنہون نے اکثر اہل اللہ سے مولود مسعود کی ترقی عمر کی استدعا کی اور استمداد و طلب ہمت مین انتہا سے زیادہ کوشش کی۔ شیخ احمد جب کسی قدر بڑے ہوئے تو ان کے والد بزرگوار ہمیشہ جمعہ کے روز شیخ تاج سنبہلی کی خدمت مین بھیجا کرتے شیخ تاج رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ احمد سے دلی محبت پیدا ہوگئی تھی جب شیخ احمد آپ کی خدمت مین پہنچتے تو آپ انہین اپنی آغوش محبت مین لیکر دست شفقت سر پر بار بار پھیرتے اور اپنے متبرک انفاس سے مالا مال کر کے واپس کرتے اتفاق سے ایک روز شیخ احمد جون ہی شیخ تاج کی خدمت مین پہنچے اور آپ کی نظر مبارک اُن کے چہرہ پر پڑی تو آپ دریائے تامل مین محو ہوگئے زان بعد اُس غلام سے کہلا بھیجا جو شیخ احمد کے ساتھ ہمراہ ہوتا تھا کہ هذا الطفل ليس مثلك بل هو افضل واسعد منك غير انه ليس له من العمر الا الشئ القليل یعنی یہ ہونہار اور بلند اقبال لڑکا تم جیسا نہین ہے بلکہ تم سے افضل اور زیادہ سعادتمند ہی لیکن مجھے سخت افسوس سے کہنا پڑتا ہی کہ اسکی عمر بہت تھوڑی ہے بلکہ یون سمجھنا چاہئے کہ اب اسکی عمر ختم ہوچکی ہے اور عنقریب خزان کا وقت آیا چاہتا ہے جب غلام شیخ احمد

کے والد بزرگوار کے پاس پہنچا اور حقیقت حال کا انکشاف کیا تو انہیں سخت رنج ہوا اور اسی وقت غلام سے فرمایا کہ تو ابھی شیخ کی خدمت میں حاضر ہو اور میری طرف سے یہ التماس کر کہ یا سیدی انی اعطیت عمر هذا الطفل وانی استشفع بک فی هذا الامر۔ یعنی اے سید میں اپنی عمر بخوشی اس لڑکے کو دیتا اور آپ کو اس بارہ میں شفیع قرار دیتا ہوں شیخ تاج نے جب یہ پیام سنا تو مراقبہ میں مشغول ہوئے اور ایک ساعت کے بعد سر اٹھا کر فرمایا کہ جاؤ اپنے آقا سے کہدو کہ تمہاری نیت مقبول ہوئی اور خدا تعالی نے میری دعا سنلی اب تمہیں صرف تین مہینے کی مہلت ہی اس مدت میں سفر آخرت کے لئے مستعد طیار ہو جاؤ چنانچہ شیخ احمد کے والد بزرگوار اسی مدت میں عالم فانی سے انتقال کر گئے اور شیخ احمدؒ زندگی کے نوے مرحلے طے کر کے سفر آخرت قبول کیا۔

شیخ عبد الرحمن ولد شیخ احمد نخلی نقل کرتے ہیں کہ معاملہ بیع و شرا اور داد و ستد میں میں اپنے والد بزرگوار کا وکیل تھا اور تمام دنیاوی معاملات انکی طرف سے میں ہی کیا کرتا تھا لیکن جب شیخ کی عمر طبعی کا خاتمہ ہونے کو ہوا اور انتہا درجہ کا ضعف غالب آیا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ مبادا شیخ کی حیات کا پیمانہ دفعۃً لبریز ہو کر چھلک پڑے اور آپکے تمام قرضوں کا بار میرے گردن پر رہی اس لئے میں ایک دن شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قرضخواہوں کے مطالبہ کی شکایت پیش کی اور عرض کیا مجھے خوف ہی کہ اچانک کوئی حادثہ پیدا ہو اور تمام دیون میرے ذمہ باقی رہجائیں اور میرے عزیز و قریب اس وکالت کا اعتبار نکریں۔ شیخ نے ایک نہایت خوش آیندہ تبسم کے ساتھ فرمایا کہ برخوردار من! تم اس خدشہ کو اپنے دل میں راہ نہ دو مجھے کامل امید ہی کہ تاوقتیکہ میں اپنے تمام قرضوں سے سبکدوشی حاصل نہ کرلوں اور میرے سارے دیون ادا نہو جائیں دنیا سے رخصت نہوں میرا خیال ہے کہ جس رات کو کوئی قرضہ میرے ذمہ باقی نہیں رہیگا وہی رات میری زندگی کی اخیر شب ہو گی اور اسی رات میں میرا جام حیات لبریز ہو کر چھلک جائیگا۔ شیخ عبد الرحمن کا بیان ہی کہ اس کے بعد جب آپ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو تمام قرضوں کی ادائیگی دفعۃً کردی گئی اور جس رات آپکے ذمہ کسی کا قرض باقی نہیں رہا وہی آپکی عمر کی آخر شب تھی۔

شیخ احمد نخلی فرماتے ہیں کہ طریقہ خلوتیہ میں میرے شیخ۔ جناب شیخ عیسے بن کنان خلوتی تھے جب انہوں نے مجھے طریقہ خلوتیہ کی اجازت دی تو مجھے مکہ معظمہ میں علی رؤس الاشہاد اپنا خلیفہ مقرر کیا اور اس طریقہ کے تمام پیرو کون سے میرے لئے خلافت کا معزز لقب حاصل کیا تا کہ تمام خلوتی میرے پاس جمع رہیں اور [illegible] کے بعد

اُن اوراد و وظائف مین مشغول رہین جواس فرقہ مین رائج ہین شیخ عیسی کی ان بیحد اندازہ مہربانیون اور
گرانبہا عنایتون سے مجھے بیحد خوش ہونا چاہیئے تھا لیکن حقیقت یہ ہی کہ اس کے بعد مین ہمیشہ متردد رہا اور مجھپر ایک
بہاری غم کا لشکر ٹوٹ پڑا کیونکہ ابتدا سے میرا میلان طبع طریقہ نقشبندیہ کی طرف تھا اوسی طریقہ کو مین دوست
رکھتا تھا مجھے اس وقت سب سے بڑی اور سخت مشکل کا سامنا یہ تھا کہ شیخ کی مخالفت نہ کر سکتا تھا اور اُن کے
خلاف ارشاد کسی کام کرنے کی مجال نہ تھی آخرکار مین نے مجبور ہوکر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب
توجہ کی اور اُسی سال روضہ مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ جمعہ کے روز نماز جمعہ سے پیشتر مین نے جناب
نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ گویا آپ خلفاء اربعہ کی مختصر سی جماعت کو ساتھ لیے ہوئے
زیارت عثمانیہ مین تشریف لائے ہین مین یہ دیکھکر اُس طرف دوڑا اور آپ کے نیز خلفاء کرام کے دست
مبارک کو بوسہ دیا اور بالترتیب ہر خلیفہ کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ جناب رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم
نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک جدید سجادہ کیطرف جو آپکے قبر شریف کے سرہانے اور صف اول کے محاذاۃ مین بچھا
ہوا تھا لائے اور فرمایا ھٰذہ سجادۃ الشیخ تاج اجلس علیھا یعنی یہ شیخ تاج کا سجادہ ہی تمہین اسپر بیٹھنا چاہیئے۔
جب مین خواب سے بیدار ہوا تو معلوم کیا کہ اس سے اشارہ طریقہ نقشبندیہ کی طرف ہی گویا آپ اسی طریقہ
کی اجازت دیتے ہین۔

شیخ عبداللہ بن سالم البصری ثم المکی

شیخ عبداللہ بن سالم البصری

اس فاضل اجل عالم بے بدل نے کتب حدیث کی اشاعت و توسیع مین جس مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ کوشش
کی اُس کے بار احسان سے علماء دنیا کو سر اُٹھانے کی جگہ نہین ہی سچ یہ ہے کہ علم حدیث کے مردہ قالب مین شیخ
عبداللہ ہی نے ایک نئی او تازہ روح پھونکی ہی۔ مسند امام احمد کا کامل نسخہ دائرہ گمنامی مین روپوش ہو گیا
تھا اور قریب تھا کہ سطح زمین پر کوئی کامل نسخہ دستیاب نہو سکے مگر شیخ نے اپنی عالی ہمتی اور فراخ حوصلگی سے
مصر و عراق اور شام وغیرہ کے علمی خزانون سے اس کے متفرق اور پراگندہ اجزا جمع کئے اور سب کو ملاکر ایک
نسخہ مرتب کیا از ان بعد اول سے آخر تک ایک غائر نظر ڈالی اور تصحیح کرکے اُسے اصل قرار دیا اُسی طرح کتب
ستہ کے مختلف اور متعدد نسخے جمع کرکے ایک مجموعہ مرتب کیا اور بڑی محنت و جانفشانی سے صحیح کرکے
طالبان فن مین شائع کیا نسخہ تجویہ اپنی قلم سے لکھا اور اصل سے بہتر لکھا صحیح بخاری کی ایک نہایت بسوط

اور جامع شرح تصنیف کی اور اُسکا نام ضیاء الساری رکھا اور اسوقت تمام ممالک اسلامیہ مین موجود ہے ایک عرصہ ہوا کہ یہ شرح مطبوع بھی ہو چکی ہے اور اکثر طلبہ کے پاس دیکھی جاتی ہے ضیاء الساری کے دیکھنے سے شیخ عبد اللہ کی لیاقت اور پولیٹیکل قابلیت بہت کچھ ثابت ہوتی ہے۔

مین نے خود اس شرح کو دیکھا ہے اور اکثر مقامات پڑھے ہین حقیقت مین جو باریکیان اور نکات اس خاص فن مین آپنے بیان کئے ہین اُن کی نظیر سے بخاری کی دوسری شروح بالکل خالی ہین علم حدیث کے غوامض و دقائق کے علاوہ مسائل فقہیہ کی ایسی تنقیح و توضیح کی ہے جس کی نظیر کہین نہین ملسکتی۔ جو لوگ کتاب و سنت سے خاص دلچسپی رکھتے اور جنکی معلومات علوم حدیث مین بہت وسیع ہین وہ ضیاء الساری کو دیکھکر فوراً یہ نتیجہ نکال سکتے ہین کہ حقیقت مین شیخ عبد اللہ فن حدیث کا ایسا علامہ ہے جس کی مثال اُس عہد مین اور کوئی نہین پائی جاتی۔ ایک اندازہ کرنے والا دماغ اور جانچنے والی عقل شیخ کی اس تصنیف کو دیکھکر بلا تامل کہہ سکتی ہے کہ بیشک آپ علم حدیث کے جولانگاہ کے شہسوار ہین اور اس فن مین وہ وسعت نظر اور علمی تبحر رکھتے ہین جو ایک مجتہد اور ماہر فن کے لئے ضروری ہے۔

لیکن نہایت افسوس سے کہا جاتا ہے کہ شیخ اس شرح کو ضعف پیری کی وجہ سے پورا نہ کرسکے اور آپ کی زندگی مین اسکی تکمیل نہین ہوئی اگر یہ شرح شیخ کی قلم سے پوری اور کامل ہو جاتی تو ایک بےنظیر اور لاثانی شرح ہوتی اور اُس کے مقابلہ مین بخاری کی کسی دوسری شرح کی ضرورت نہین پڑتی خلاصہ یہ کہ آپنے اپنی تمام عمر روایت کتب حدیث مین صرف کی اور اسی بحث و تنقیح مین ہمیشہ مشغول و مصروف رہے اور واقعی بات یہ ہے کہ اس متاخر زمانہ مین ایک آپ ہی حافظ حدیث اور ضابط روایت تھے۔

لہ ضبط حدیث کے طریقے امت مرحومہ مین تین حال پر گذرے ہین پہلا حال یہ تھا کہ صحابہ اور تابعین کے عہد مبارک مین لوگ حدیثین زبانی یاد کرتے تھے اور اُسوقت ضبط حدیث صرف جودت ذہن اور قوت حافظہ پر موقوف تھا دوسرا حال یہ تھا کہ تبع تابعین اور اوائل محدثین کے زمانہ سے طبقہ سابعہ اور ثامنہ تک لوگ حدیثون کو لکھتے تھے اسوقت ضبط حدیث تبیین خط اور نقاط و نکات سکنات تصویر حروف اصول صحیحہ سے مقابلے وغیرہ پر منحصر تھا تیسرا حال یہ تھا کہ حفاظ حدیث نے علم الرجال اور الفاظ مشکلہ و غریبہ کے ضبط مین بڑی بڑی مبسوط اور مشرح کتابین تصنیف کین اور مفصل شرحین لکھین اور ان مین اُن مسائل سے تعرض کیا جو علوم حدیث کے عنصر سمجھے جاتے ہین بس اب ضبط حدیث کا صرف ایک یہ طریقہ باقی رہگیا کہ واقف حدیث مطبوعہ تصانیف و شروح کو پیش نظر رکھکر اُن کے مطابق حدیثین روایت کرے یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ مین اہل حدیث نے تساہل اختیار کیا ہے اور قدیم زمانہ مین جسقدر متقدمین تشدد کرتے تھے اسی قدر متاخرین تساہل برتا اور حلقۂ بالفعل کو چھوڑکر صرف خط پر اکتفا کیا گیا اسلئے انہین اجازت مجردہ وغیرہ کا رواج جاری ہوا بخلاف طبقات سابقہ کے کہ انہین یہ طریقہ مروج نہ تھا خلاصہ یہ کہ ضبط کا یہ طریقہ شیخ عبد اللہ بصری کے نزدیک کمال کی ایک بہت بڑی اور اعلیٰ درجہ کی شاخ تھی اور اس سلسلہ کے باقی رہنے کے آپ ہی باعث تھے۔ شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی رحمہ اللہ اور بہت سے علما

آپ بچپن کے زمانہ سے تحصیل علوم کی طرف راغب اور علما و فضلا کی صحبت کو مغتنم سمجھتے تھے اتقاو پرہیزگاری اور ورع و صلاح کو اپنا اوڑہنا بچھونا بنائے ہوئے تھے ہر روز قرآن مجید کے دس سیپارے پڑہنا آپ کا دستور تھا اور وہ بھی سرسری طور سے نہین بلکہ امعان و تدبر سے لیکن جب بڑہاپے کا ضعف آپ پر غالب ہوا تو طاقت کے مطابق تلاوت مین مصروف رہنے لگے غرضکہ کوئی وقت ایسا نہ تھا جس مین آپ درس یا تلاوت یا نماز و عبادت مین مصروف نہوتے ہون۔

شیخ عبداللہ کو واجب التعظیم والد شیخ سالم اگرچہ شریف مکہ کے دربار مین ایک معزز و ممتاز عہدہ پر مامور تھے اور بیشمار دولت و حشمت رکھتے تھے اور اپنے فرزند رشید کی بہت کچھ خدمت کرتے تھے لیکن شیخ عبداللہ ہمیشہ فقیرانہ حالت مین زندگی بسر کیا کرتے اور ایسی حالت مین رہنا پسند کرتے تھے۔ آپنے کعبہ معظمہ کے جوف مین دو مرتبہ صحیح بخاری ختم کی ایک دفعہ اُسوقت جب لوگ کعبہ کی ترمیم مین مصروف تھے دوسری مرتبہ اُس زمانہ مین جب کعبہ کے دروازہ کی تعمیر ہو رہی تھی۔ مسند امام احمد بن حنبل کی تصحیح و جمع کے بعد مسجد نبوی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے سرہانے بیٹھکر درس دیا اور چھپن روز ختم کردی جب آپ حدیث کی قرارت کرتے تو تمام علما حرمین اور مشائخ صوفیہ مجلس مین موجود ہوتے اور جبتک پڑہتے سب گردنین جھکائے خاموشی کے ساتھ سنتے۔ حدیث پڑہتے وقت لوگون کو معلوم ہوتا کہ گویا آپ پر وحی اُتر رہی ہے۔

شیخ نے طول طویل عمر پائی اور سب مرضیات الٰہی مین صرف کی عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جب انسان زیادہ ضعیف اور بوڑہا ہو جاتا ہے تو اُس کے اعضا و حواس ایک ایک کرکے جواب دیتے جاتے اور دن بدن قُویٰ مضمحل ہوتے جاتے ہین لیکن بڑی خوشی کی بات ہے کہ جناب شیخ عبداللہ صاحب باوجود اس ضعف و بڑہاپے کے بالکل ویسے ہی توانا و تندرست تھے جیسے عالم شباب مین آپکے عقل و فراست جودت ذہن و ضبط صحت حواس مین سرمو تفاوت نہ آیا تھا البتہ قوت سامعہ مین کچھ فتور پیدا ہو گیا تھا۔ آخر عمر مین شیخ عبداللہ مغربی نے آپ سے صحاح کی چھؤن کتابین نہایت تعمق و تدبر کے ساتھ پڑہین اور اکثر اہل مکہ نے سماع حدیث کی۔ آپ نے رجب کی چوتھی تاریخ ١١٣٤ھ ہجری مین انتقال کیا اور دنیا مین ایک جیتا جاگتا اثر چھوڑا۔

یہ مشائخ صوفیہ اور علمار محدثین وہ ہین جن مین سے بعض حضرات سے جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے

حرمین محترمین مین بالمشافہ حدیثین روایت کین اور سند و اجازت حاصل کی خرقہ صوفیہ زیب بدن فرمایا اور بعض وہ ہین جن کے واسطہ سے آپکے اسناد حدیث اور خرقہ صوفیہ کا سلسلہ پہنچا - اس بابین سفر مین شاہ صاحب کا اور کوئی ایسا واقعہ یا قابل ذکر نہین ہی جو ناظرین کے سامنے پیش کیا جائے لہذا اب مین جناب شاہ صاحب کے اس مقدس و مبارک سفر کے حالات ختم کرتا ہون کیونکہ تاریخ کے صفحات پر آگے اندھیرا چھایا ہوا ہے جو چند واقعات قلم بند ہو چکے ہین معزز ناظرین ان ہی کو غنیمت جانین اب آپکے واپسی سفر کے حالات نہایت مختصر الفاظ مین تحریر کئے جاتے ہین -

واپسی سفر کے حالات

شاہ صاحب کے واپسی سفر کے واقعات

جب جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علماء حرمین محترمین سے اسناد حدیث حاصل کر چکے اور مشائخ صوفیہ سے فیض صحبت اٹھا چکے تو آخیر ۱۱۴۴ ہجری مین دوبارہ ارکان حج ادا کئے اور ابتدا ۱۱۴۵ھ مین وطن مالوف کی طرف متوجہ ہوئے - چنانچہ اسی سنہ کی چودہوین رجب جمعہ کے دن صحت و سلامتی کے ساتھ دہلی مین رونق افروز ہوئے اور اپنے مکان مین سکونت اختیار کی - شہر کے عموماً باشندے اور نامی گرامی فضلا خدمت اقدس مین حاضر ہوئے اور آپنے نہایت خندہ پیشانی اور مراسم تپاک سے سب سے ملاقاتین کین - عام ملاقاتون اور سفر کی کسل و کاہلی کے اتر جانے کے بعد آپنے مدرسہ رحیمیہ مین قدم رکھا اور علم حدیث کے درس مین مشغول ہوگئے - سیکڑون طالبان حدیث ایک ایک وقت مین علم حدیث پڑھتے اور اجازت و سند حاصل کرکے واپس جاتے -

غرضکہ شاہ صاحب اس شان و شوکت سے ایک زمانہ تک علم حدیث کی درس و تدریس کرتے رہے اور اس استغراق و محویت کے ساتھ کہ ہر دن کے بہت تھوڑے حصہ مین وعظ و افتا اور فصل خصومات مین مصروف رہتے اور باقی اوقات درس طلبہ اور تکمیل تلامذہ مین صرف کرتے ملنے جلنے والون اور باہر سے آمد و رفت کرنے والون کو رات دن مین کوئی ایسا موقع بہت ہی مشکل سے ملتا جس مین آپ ان باتون سے خالی نظر آتے - اب آپکے علمی تبحر کا ستارہ اور بھی چمک گیا تھا اور حدیث کے اصل جاہ و جلال کا گھر یہی ایک جلیل القدر خاندان تسلیم کیا جاتا تھا اسوقت جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی ڈالی ہوئی بنیادین آسمان تک پہنچ گئی تھین اور شاہ صاحب کی کوششون سے بیت العلم عجیب شان و شوکت اور سج دھج سے آراستہ ہوگیا تھا

صاحب اتحاف جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے علم و فضل اور اشاعت حدیث کی نہایت با وقعت اور وزنی لفظوں مین تعریف کرتے ہین اور حقیقت یہ ہے وہ ایک اعلیٰ درجہ کا ریویو ہے جسے وہ اس تقریر سے ادا کرتے ہین کہ جناب شاہ صاحب کا علوم متداولہ مین وہ پایہ تھا جسکا شمہ بھی بیان کرنے سے انسانی طاقت محض عاجز ہے آپ فنون عقلیہ مین وہ دستگاہ رکھتے تھے جسکا عشر عشیر بھی دوسرون کو نصیب نہ تھا قطع نظر ان تمام علوم کے حدیث مین اپنے تمام ہمعصرون سے امتیازیہ قوت رکھتے تھے اور اس علم مین مقتدائے وقت اور فرید عصر شمار کئے جاتے تھے آپ کی تقریر مین اس بلا کا جادو تھا کہ موافق و مخالف پر اسکا اثر برابر پڑتا تھا۔ ابتدائی زمانہ سے اگرچہ آپکے فضل و کمال کے جھنڈے ایک عالم مین گڑ چکے تھے اور آپ کے نام کا امتیازی پھریرا ہندوستان سے لیکر عرب و عجم تک برابر اُڑ رہا تھا لیکن جب آپ عرب کے مقدس و مبارک سفر سے واپس تشریف لائے اور علم حدیث کی اور بھی اشاعت دی تو اب آپ اپنی عام مقبولیت کے سبب واقعی ہر دلعزیز ہوگئے اور اعزاز و اقتدار کا آفتاب پوری تابانی کے ساتھ چمکنے لگا حقیقت مین جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا درسگاہ اسوقت علوم حدیث و تفسیر کا مخزن اور حنفی فقہ کا سرچشمہ تھا اس مقدس اور شریف علم کی خدمت جس قدر آپسے وجود پذیر ہوئی واقعی بات یہ ہے کہ ہندوستان مین کوئی شخص اسکا دعویدار نہین ہو سکتا علم الحدیث کا بیج ہندوستان کی بنجر اور ناقابل زمین مین آپکے والد بزرگوار جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے ڈالا اور آپنے اپنی ان تھک کوششون سے اسے یہان تک سینچا کہ چندہی روز مین اسکا ایک پودا اُگا اور سرسبز و شاداب ہوکر لہلہانے لگا اور اُسکے پھل پھول سے لوگ گود یان بھر بھر لیجانے لگے اسے ہندوستان کی بڑی خوش نصیبی کہنا چاہئے کہ جہان علم حدیث کا نام نشان تک زبان پر نہ لیا جاتا تھا آج اُسکے گلی گلی اور کوچہ کوچہ مین علم حدیث کے آوازے سنے جاتے ہین۔"

شاہ صاحب کے عام اخلاق و عادات وغیرہ

جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی ابتدائی حالات اور زمانہ کمسنی کے واقعات ہم پہلے کسی قدر بسط کیساتھ بیان کر چکے ہین یہان انہین دوبارہ بیان کر کے اپنے تذکرہ کو طول دینا نہین چاہتے مختصراً یہ ہے کہ آپ کا بچپن بالکل انوکھا اور نرالا تھا عموماً دیکھا جاتا ہے کہ نو عمری کے زمانہ مین بچے اپنی نازبردار والدین سے طرح طرح کی طفلانہ ضدین اور ہر قسم کی فرمائشین کیا کرتے ہین مگر ناظرین کو تعجب ہوگا جب یہ بیان کیا جائے گا کہ شاہ صاحب نے کمسنی کے

زمانہ مین کبھی کسی چیز کی ہٹ نہین کی نہ کبھی کوئی ایسی بات ظاہر ہوئی جس سے اوپر والون کو آپکی شکایت
کرنے یا گھرکنے کا موقع ملا آپکے ادب کا یہ حال تھا کہ اپنے سے بڑی عمر والے شخص سے سر اٹھا کر کبھی بات نہین
کی اور اگر کسی نے کچھ پوچھا تو نہایت متانت و سنجیدگی کے ساتھ نیچی گردن کرکے جواب دیا۔ والدسے کبھی
نظرین ملا کر بات نہین کی۔ سامنے پاؤن پھیلا کر کبھی نہین بیٹھے بات کی تو خوشامدانہ تبسم کے ساتھ اور
کسی چیز کی خواہش ظاہر کی تو عاجزانہ تنبیہ کے ساتھ آپ بچپن کے زمانہ مین وہ دانشمندانہ اور بھاری بھرکم
پنے کی باتین کرتے تھے کہ دیکھنے والون کے دل ایک بے اختیاری کے ساتھ آپکی طرف مائل ہوجاتے تھے۔

شاہ صاحب کا بچپن معمولی کھلنڈرے بچون کی طرح نہین تھا آپ اپنے ہمعمر بچون کے ساتھ کبھی گھر سے باہر نہین
کھیلے نہ سیر و تفرح مین اپنا وقت ضائع کیا۔ ہمیشہ ایک وحشت آمیز تفکر آپ پر طاری رہتا اور اسی نوعمری
سے شاہد تک معروف رہتے ایک دن کا ذکر ہی کہ آپکے عزیز و قریب کسی باغ مین سیر کیلئے گئے اور شاہ صاحب
کو بھی ہمراہ لیتے گئے جب آپ وہان سے واپس آئے تو آپکے والد بزرگوار نے اپنے پاس بلایا اور دست
شفقت سر پر پھیر کر فرمایا فرزند من! تم نے آج رات دن مین کیا چیز حاصل کی دیکھو ہم نے اتنی دیر مین اس قدر
درود پڑھے جون ہی شاہ صاحب نے والد بزرگوار کی زبان مبارک سے یہ لفظ سنے شرمندگی کی وجہ سے
پسینہ پسینہ ہوگئے اور سیر و تفرح سے توبہ نصوح کی اور اس کے بعد پھر کبھی گھر سے باہر نہین نکلے۔

آپکے مزاج مین سادگی اسدرجہ تھی کہ والدین سے کبھی کسی بات کی خواہش ظاہر نہین کی جو کھانا ملا نہایت
مسرت و خوشی سے کھا لیا جو کپڑا میسر ہوا پہن لیا آپکے لب کبھی اس جملہ سے آشنا ہی نہین ہوئے کہ یہ کپڑا
مجھے ناپسند ہے اور اس قسم کا کھانا مرغوب نہین ہی خلاصہ یہ کہ جب ہم شاہ صاحب کے ابتدائی زمانہ کے واقعات
پر سرسری نظر ڈالتے اور آپ کی طفلانہ حرکات کا اجمالی خاکا کھینچتے ہین تو ہمین ایک نہایت ہی دلگیر اور جاہ و
جلال سے بھرا ہوا سین نظر آتا ہی واقعی بات یہ ہی کہ فطرت جس شخص کو اپنی بانگی اور ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی
ہے اسکا خمیر پہلے ہی سے کچھ ایسا قابل بنتا ہی جس پر تجلیات ربانی کا بخوبی عکس پڑتا ہی شاہ صاحب اس
وقت تک گو کسی شرعی قانون کی پابندی پر مجبور نہ تھے نہ کسی دینی بات کا ہنوز کوئی سبق پڑھا تھا لیکن پھر
بھی اس ہونہار بلند اقبال خوش قسمت کی ایک بات قانون شرع کے مخالف نہ تھی۔ حال کے مورخون نے
شاہ صاحب کے بچپن کے جو واقعات قلمبند کیے ہین اگرچہ وہ بظاہر مبالغہ معلوم ہوتے ہین لیکن حقیقت مین
شاہ صاحب کا بچپن نہایت حیرت انگیز تھا جس قدر لوگون نے آپ کے اوصاف حمیدہ مین لکھا ہے اُنمین

شاہ صاحب کا
بچپن

کچھ بھی مبالغہ اور عبارت آرائی نہین ہی بلکہ آپکے نفس الامری اور اصلی واقعات ہین۔

یہی وہ باتین تھین جنھون نے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب جیسے مستغنی المزاج کو اپنا گرویدہ وفریفتہ کرلیا تھا۔ رحیم الطبع شیخ اپنے اس ہونہار اور بلند اقبال فرزند سے نہایت ہی محبت رکھتے اور انتہا سے زیادہ مہربانیون سے پیش آتے تھے چنانچہ خود جناب شاہ ولی اللہ صاحب اپنی قلم مبارک سے لکھتے ہین کہ میرے والد بزرگوار اپنی تمام اولاد مین مجھسے زیادہ محبت رکھتے تھے اور اکثر اوقات خلوت وجلوت مین اس فقیر کی طرف التفات خاص فرماتے تھے جب مجھے دیکھتے بیحد خوش ہوتے اور تلطف آمیز لہجہ مین پوچھا کرتے ابھی مین صغیر سن ہی تھا کہ آپ مجھے اپنے پاس بٹھاکر فرمایا کرتے تھے کہ فرزندمن! میرے دل مین بے اختیار یہ بات پیدا ہوئی ہی کہ ایک ہی دفعہ تمام علوم وفنون تمہارے دل مین ڈالدون اور اسی کے ساتھ ایک ایسا جوش پیدا ہوتا ہی جسے مین بہت مشکل سے بٹھا سکتا ہون اس کے بعد جناب شاہ صاحب فرماتے ہین کہ بمقابلہ اور بھائیون کے جو خدا تعالے نے اس فقیر کو علمی کمالات کا زیادہ سرمایہ عطا کیا وہ حقیقت مین جناب والد بزرگوار کے سایہ عاطفت اور آغوش تربیت مین پلنے کا صدقہ اور آپکے نفس مبارک کا اثر ہے ورنہ اس فقیر نے تحصیل علوم مین چندان محنت وجانکاہی نہین کی۔

عالم شباب

شاہ صاحب کے بچپن کا زمانہ جیسا پیارا اور دلفریب تھا ویسا ہی جوانی کا عالم نہایت ہی مبارک اور خوش آیندہ تھا اکثر آدمی عالم شباب کی ترنگ مین کج خلق اور مغلوب الغضب ہوجاتے ہین لیکن یہ نیک نہاد کریم الطبع نوجوان اس وقت بھی خلق مجسم تھا جس کے عام اخلاق اور ذاتی خوبیون نے ایک عالم کو اپنا گرویدہ کرلیا تھا اور جس کی شریفانہ چال اور مہذبانہ طرز وروش نے تمام لوگون کے دلون پر قبضہ کرلیا تھا اسوقت شاہ صاحب کی فراخ اور نصیبہ ور پیشانی مین خلق عظیم کا قیمتی جوہر اس طرح دمک رہا تھا جیسے فانوس مین شمع یا قمقمہ مین چراغ آپ کی خوش خلقی تکلف اور بناوٹ کی رنگ سے رنگین نہ تھی جو لوگون کے دل پرچانے یا امراروسا کے خوش کرنے کے لئے استعمال مین لائی جاتی بلکہ فطری اور قدرتی تھی یہی وجہ تھی یہ حالت اور ہر موقع پر ایک ہی رنگ مین نظر آتی تھی۔

شیخوخت

آپ کی کہولت کا زمانہ عجیب وغریب زمانہ تھا جو بچپن اور جوانی کے دونون زمانون سے زیادہ مبارک اور خوش آیندہ تھا جو قوت بروت اور متانت روی اسوقت تھی وہی اب بھی ہے بلکہ تجربہ کی شان وشوکت اور پختہ کاری کی سرپرستی نے اسوقت اسے اور بھی جمکا دیا ہے جو عجز وانکساری اور تواضع

اخلاق عالم شباب مین تھی وہی اس بڑہاپے کی حالت مین موجود ہین جیسی درس وتدریس کی گرم بازاری پہلے تھی وہی اب بھی باقی ہے زہد واتقا خداپرستی وطاعت گذاری مین جو اُسوقت مستعدی وسرگرمی تھی وہی اس کمزوری اور ضعف کے وقت بھی ہے غرضکہ شاہ صاحب کے تینون زمانہ کے حالات زندگی دنیا کے بالکل اعجوبہ اور جہان سے نرالے تھے اور آپ کا یہ زمانہ ہرطرح سے قابل مبارکباد تھا

فضل وکمال

فضل وکمال اور علمی حیثیت سے جناب شاہ صاحب جس قدر ومنزلت کی شخص تھے اگرچہ اُسکی نظیر آج باوجود تلاش وتجسس کے کہین نہین ملتی لیکن حدیث وفقہ کے لحاظ سے علماء وقت نے آپ کو مجتہدین فن کے دوسرے درجہ مین جگہ دی ہے چنانچہ ایک فاضل مورخ آپ کی فضل وکمال کی نسبت اپنی رائے یون ظاہر کرتا ہے

"جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی شہرت اگرچہ زیادہ تر تفسیر وادب مین ہی لیکن آپ حدیث وفقہ مین بھی درجہ اجتہاد رکھتے اور مجتہدین فن مین شمار کئے جاتے تھے" حقیقت مین شاہ صاحب کی تاریخ زندگی مین جو چیز سب سے زیادہ قابل فخر اور باعث بقائے دوام ہو وہ آپکے علمی کارنامے ہین جو خصوصیت کے ساتھ حال کی تاریخون مین جستہ جستہ مذکور ہین اگر ہم آپ کی زندگی کے تمام علمی کارنامون اور واقعات پر نظر ڈالتے ہین تو وہ اس کثرت سے پائے جاتے ہین کہ اگر فیصدی دو کا بھی انتخاب کیا جائے تو بھی حیاتالی کی وسعت اُن کیلئے کافی نہین ہوسکتی لہذا ہم اُن واقعات کو قلم انداز کرتے اور صرف وہ حالات معزز ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہین جو آپ کی لائف کے مغز اور مختلف آرا کا مختصر انتخاب یا سچا فوٹو ہی۔

علماء مورخین نے جناب شاہ صاحب کو علم حدیث وفقہ کے اعتبار سے مجتہدین فن کے بعد دوسرے درجہ مین جگہ دی ہی ورنہ وہ کونسا علم تہا جس مین شاہ صاحب کو تبحر نتھا کلام وادب جو عربیت کا بہت بڑا جوہر ہے اسمین آپ کو وہ کمال حاصل تہا جو آجتک ماہرین فن کو تسلیم ہی آپکے علمی مناظرون کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ متقدمین شعراء کے اشعار بکثرت یاد تھے جو سند کے ہر ہر موقع پر برجستہ پیش کرتے تھے مذہبی اور مبتدالہ علوم کے انتساب کو اگر الگ کردیا جائے تو بھی ادیبون اور متکلمین کی فہرست مین آپ کا نام نہایت روشن اور جلی حرفون مین نظر آتا ہی غرضکہ شاہ صاحب کی ہمہ دانی نہایت حیرت انگیز ہے حدیث تفسیر فقہ ادب کلام سیر تاریخ معانی وغیرہ مین آپ کا شمار مجتہدین فن مین ہوتا تھا اور اس کے سوا اور بھی بہت سے علوم تھے جن مین آپ کی نظر نہایت وسیع اور غائر تھی علم لغت مین آپ سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا اور اس فن خاص مین جو درجہ متقدمین مین صاحب قاموس کو تھا وہی رتبہ متاخرین مین شاہ صاحب کو تھا۔

حدیث وتفسیر اور دیگر مذہبی علوم کی ترقی دینے مین اگرچہ بعض مورخون نے جناب شاہ صاحب کا نمبر حضرت
شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے نیچے رکھا ہی لیکن ہم سابق مین لکھہ آئے ہین کہ شاہ صاحب اس قابل ہین کہ اس
فہرست مین آپکا نام شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے پہلے لکھا جائے کیونکہ جس زمانہ مین علم حدیث وتفسیر کا بیج
ہندوستان مین ڈالا گیا اور اصول تفسیر وحدیث کی بنیاد قائم کی گئی اُسوقت بجز خال خال لوگون کے اور سب
لوگ ان علوم سے ناآشنا تھے۔ لیکن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی ان تھک کوششون اور سرگرمیون سے
ان علوم کی اسقدر اشاعت ہوئی کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی ڈالی ہوئی بنیاد دین آسمان سے باتین کرنے
لگین اور پھر یہ شوق ملک مین عام ہوگیا تفسیر وحدیث کا چرچا گھر گھر پھیل گیا اور ہر طبقے کے لوگون کی زبانون
پر قال اللہ وقال الرسول جاری ہوگیا۔

ایک قابل تاریخ نویس کا ریمارک

چنانچہ ایک تذکرہ نویس فاضل۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے فضل وکمال اور علمی تبحر پر ریمارک کرتے ہوئے
لکھتا ہی کہ "ہندوستان مین اسوقت تک فقہ تصوف اور معقولات کا بہت رواج تھا اور قرآن وحدیث
کا چرچا کم۔ گیارہوین صدی ہجری مین صرف شیخ عبد الحق محدث دہلوی ایک ایسے بزرگوار شخص تھے جنہون نے
حدیث کی اشاعت درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ سے کی اور ان کی کتابین بھی ایسی مقبول ہوئین
کہ اب تک نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہین مگر ان کے بعد اس سلسلہ مین کچھ ترقی نہین ہوئی عام و
خاص پیر پرستی اور سادہ تقلید مین مقید اور صدہا قسم کے توہمات مین گرفتار تھے کہ اس اثنا مین خدا تعالی نے
شرک اور بدعت کی تردید اور سنت نبوی کی ترویج کے واسطے شاہ ولی اللہ کو اُٹھا کھڑا کیا انہون نے قرآن وحدیث
کی اشاعت مین خوب کوشش کی قرآن مجید کے مطالب کا سمجھنا اب تک تفاسیر پر منحصر تھا اور علما اسکو اپنا
حصہ سمجھے بیٹھے تھے آپ نے قرآن کا ترجمہ فارسی مین کیا اور لفظون کی رعایت سے ایسا مطلب خیز ترجمہ
کیا کہ عام لوگون کو کلام الہی کا سمجھنا آسان ہوگیا باوجودیکہ اس ترجمہ کی عمر ڈیڑہ سو برس سے زائد ہوگئی ہے
اور اشاعت علوم وفنون خصوصًا ترجمہ کا دریا ترقی کی لہرین مار رہا ہے مگر اس ترجمہ پر کسی کو دم مارنے کی طاقت
نہین ہوئی یہ ترجمہ قرآن مجید کے بین السطور مین تحریر ہوکر مرات وکرات ہندوستان کے مشہور مطابع مین چھپ
چکا ہی اور ہندوستان سے لیکر کوہ ہمالیہ تک مقبول خلائق ہی۔ علاوہ مقدمہ قرآنیہ اور تاویل مقطعات اور رموز
قصص انبیا مین فوز الکبیر شرقًا غربًا فتح الخبیر اور تاویل الاحادیث السعیدہ مختصر رسالے ہین جنہون نے بڑی بڑی
تفاسیر کے مطالعہ سے شائقین کو مستغنی کردیا اور مسائل فقہیہ مذاہب اربعہ یعنی حنفی شافعی مالکی حنبلی کی تحقیقات

مذاہب صحابہ و تابعین اور اقوال جماعۂ فقہا و محدثین سے کر کے فقہ حدیث کی بنیاد از سرِ نو قائم کی اور اسرارِ حدیث و مصالحِ احکام کو ایسی عمدگی اور خوش اسلوبی سے بیان کیا کہ ان سے پیشتر کے مصنفین کو یہ بات کم نصیب ہوئی ہو کتاب حجۃ اللہ البالغہ ان کے اس کمال پر شاہد ہیں ہو رسالہ انصاف فی بیان سبب الاختلاف اور عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید میں اس امر کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ تامہ کی موجودگی میں اقوال فقہا متشددین اور اسبتداد مقلدین کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔

اسی طرح عقائد تصوف اور سلوک میں محققانہ تقریرین کی ہین اور خیالات عالیہ کو طلبا کی سہولت اور مسائل کی تفہیم میں عبارات مختصرہ اور اشارات لطیفہ کے ذریعہ سے اسطرح ادا کیا ہے کہ انکے زمانہ میں دوسرے مصنف کو کم میسر ہوا۔

ہندوستان میں شرک و بدعت کی تردید اور سنت نبوی کی ترویج میں انکے پوتے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا جاتا ہے اور بلاشبہ وہ اس تعریف کے مستحق ہین لیکن جن لوگون نے دونون بزرگون کی تصانیف کو دیکھا ہے وہ سمجھ سکتے ہین کہ ان کے تمام اصول اپنے دادا مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریرات سے ماخوذ ہین فرق صرف اسقدر ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے مناسب حال نرم گفتگو کرتے تھے اور بھل گیری سے کام لیتے تھے اور یہ مثل شمشیر برہنہ کے میدان میں نکلکر اپنی چمک دکہاتے تھے۔"

علمی اشاعت

الغرض قرآن و حدیث کے علاوہ قریب قریب یہی حال ہر علم و فن کا تہا اور چونکہ جناب شاہ صاحب خود مجتہد فن اور اہل کمال تھے اسوجہ سے علما اور طالبین فن کی حد سے زیادہ قدر کرتے تھے اور اپنی عام فیاضی سے انکے حوصلے بڑہاتے تھے جسکا یہی اثر تھا کہ علمی اشاعت کا ذوق شوق سرگرم طبیعتون میں انتہا سے زیادہ بڑہگیا تھا اور طلبہ مذہبی علوم کی اشاعت میں نہایت استغراق اور محویت کے ساتھ مصروف تھے اس عہد میں ممالک اسلامیہ میں جس قدر علمی فضل و کمال کا رواج تھا وہ صرف شاہ صاحب ہی کی سرپرستی کا نتیجہ تہا اس لحاظ سے اگر ہندوستان اور دیگر بلاد اسلامیہ آپکے عہد زندگی پر فخر کرین تو نازیبا نہین ہے۔

علمی فیاضی

جناب شاہ صاحب کی علمی فیاضی بھی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے سینکڑون طلبہ جو تحصیل علوم کی غرض سے آپ کی درسگاہ میں داخل ہوتے انکی خورد و نوش اور ضروری حاجات کا انتظام اپنی ذات خاص سے کرتے مدرسہ رحیمیہ جسکی بنیاد جناب شیخ عبد الرحیم صاحب نے ڈالی تھی گو گورنمنٹ قلعہ کی طرف سے اسکی مطلق سرپرستی نہین کیگئی تہی نہ شاہ صاحب ہی کا کوئی وظیفہ اور امدادی رقم سلاطین وقت سے مقرر تھی لیکن بقول ایک فلسفی شاعر کے

سے خدا خود میر سامانست ارباب توکل را، آپ کے پاس وہ غیبی سامان مہیا تھا جس کی وجہ سے کسی امداد اور وظیفہ کی ضرورت نہ تھی۔ آپ کی فیاضی کی شہرت عالمگیر تھی ہندوستان اور عرب وعجم کے اکثر لوگ آپکے نام سے واقف تھے اکثر طلبہ ریگستان کی کڑی منزلیں اور پہاڑوں کی سنگلاخ اور دشوار گذار گھاٹیاں طے کر کے آتے اور علمی دولت سے گود یاں بھر بھر کر لوٹ جاتے۔ جو مسافر اور مہمان ملاقات کی غرض سے آتے شاہ صاحب اپنی عالی ہمتی اور فراخ حوصلگی سے اُن کی مہمان نوازی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتے بالخصوص بزرگان دین کے ساتھ قطع نظر ہمدردی اور خدمت کے نہایت ارادتمندی اور جوش محبت سے پیش آتے۔

طباعی

طباعی اور ذہانت میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب ضرب المثل تھے جسکا ادنےٰ ثبوت یہ ہے کہ آپ طالب العلمی کی حالت میں متعدد علوم کی تحصیل کرتے تھے چنانچہ ایک فاضل مورخ لکھتا ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب تفسیر حدیث فقہ مغازی کے حافظ تھے اور ادب و کلام انکا اپنا سا علم تھا فقہ حدیث تفسیر معانی بیان اصول عقائد تصوف منطق کلام فلسفہ کی درسی کتابیں اور طب ہیئت حساب کے چند مختصر رسالے اپنے والد بزرگوار جناب شیخ عبدالرحیم صاحب سے پڑھے خدا تعالیٰ نے ذہن و حافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانہ میں ان علوم کی تحصیل کرتے تھے آپکے تحصیل علوم کی سند جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے ذریعہ سے زاہد بن اسلم ہروی کے طریق پر محقق دوانی تک پہنچتی ہے کتب حدیث آپنے دو مرتبہ پڑھیں پہلی دفعہ ہندوستان میں مولانا محمد افضل معروف بحاجی سیالکوٹی سے اور پھر ١١٤٣ھ میں مدینہ طیبہ میں پہنچکر شیخ ابوطاہر مدنی سے جو اپنے وقت کے ایک بڑے مشہور محدث تھے تجدید اجازت کی آپکے طبع سلیم اور ذہن رسا پر شیخ ابوطاہر مدنی فخر کیا کرتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "ولی اللہ لفظ کی سند مجھسے لیتا ہے اور میں معنی کی سند اُس سے حاصل کرتا ہوں"

فہم وفراست

معاملہ فہمی اور ادق مسائل کے حل کرنے میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا ذہن رسا بڑے بڑے ماہرین فن اور ائمہ وقت کے ہمپایہ تھا اہم مطالب اور دقیق و پیچیدہ مسائل کو گنے ہوئے منٹوں میں حل کر دینا آپکے نزدیک کوئی بات ہی نہ تھی جو اہم اور پیچیدہ معاملہ کسی دانشمند اور فقیہ سے طے نہو سکتا تھا آپ فوراً اُسے پانی کر دیتے تھے شاہ صاحب کی فہم وفراست کی بہت سی روایتیں مشہور ہیں لیکن میں اسموقع پر صرف ایک روایت نقل کرتا ہوں جس سے آپکی معاملہ فہمی اور تصفیہ مقدمات میں مجتہدانہ کمال بہت کچھ ثابت ہوتا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کہیں سے ایک فتویٰ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی خدمت میں آیا جسے ہندوستان اور دیگر بلاد کے مشہور و نامور علماء نے واپس کر دیا تھا کیونکہ زیادہ پیچیدگی کے سبب سے اُسکا نفس مطلب بالکل کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

شاہ صاحب کی دانشمندی کا ایک حیرت انگیز واقعہ۔

شیخ عبدالرحیم صاحب کے طلبہ کے حلقے مین ایک نہایت مستعد اور ذکی طالب علم تہا جو حدیث و فقہ اور دیگر
تمام علوم کی کتابین نکال چکا تہا اور جسکی ذہانت و طباعی تمام لوگون مین مشہور تھی خود شیخ عبدالرحیم صاحب اُس کی
طبع سلیم اور ذہن رسا کی تعریف کیا کرتے اور تمام منتہی طلبہ کے حلقے مین ممتاز و مستثنیٰ جانتے تھے الغرض شیخ
صاحب نے اس فتوے کو اُس طالب العلم کے سپرد کیا اور فرمایا کہ یہ فتوی تمہارے سپرد کیا جاتا ہی احکام شرعیہ
کے مطابق اسکا فیصلہ کر دو اور ایسا فیصلہ لکھو کہ فریقین مین سے کسی کو شکایت کا موقع باقی نہ رہے اور باہمی
رضامندی سے یہ معاملہ طے ہوجائے چنانچہ وہ طالب العلم فتوی لیگیا اور کامل ایک مہینے تک برابر اُسپر غور کرتا
رہا لیکن ہنوز کوئی بات اُسکی سمجھ مین نہین آئی انجام کار بمجبوری شیخ صاحب کو اطلاع دی کہ یہ معاملہ ایسا اہم
اور پیچیدہ ہی کہ مجھے امید نہین پڑتی کہ آپکے سوا کوئی فقیہ اسے طے کر سکے۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب اسوقت
کل سولہ سال کی عمر رکھتے تھے اور ابہی علوم و فنون کی تکمیل نہوئی تہی جس وقت اُس طالب علم نے فتوی واپس
دیا تو جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اپنے فرزند رشید جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے حوالہ کر کے فرمایا مجھی
امید ہی کہ اسکا فیصلہ تمہارے ہاتھ سے ہوجائیگا جہان تک عقل و دانش سے مدد لیجا سکتی ہی تمہین اس
مقدمہ مین لینا چاہیئے۔ شاہ صاحب نے فوراً اُس فتوے کو اُٹھالیا اور گھر جاکر اُسکا جواب لکھا اور ایسا جواب
شافی لکھا جسے سنکر شیخ عبدالرحیم صاحب اور تمام طلبہ نہایت خوش ہوئے اور جسے تمام علما نے تسلیم کیا اور کہا
انصاف یہ ہی کہ اگر شاہ ولی اللہ چند روز اور علمی مشق مین صرف کرینگے تو تمام ائمہ وقت اور فضلاے زمانہ مین
مجتہدانہ کمال حاصل کرینگے۔

شیخ عبدالرحیم صاحب آپکے والد بزرگوار جیسے علوم ظاہری سے باخبر تھے ویسے ہی علوم باطنی کا شرف بھی
خدا تعالے نے انہین عطا فرمایا تہا جب جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی عمر مبارک چودہ برس کی تہی تو آپ علوم
دینیہ سے بخوبی واقف ہوگئے تھے اور ہر علم مین کمال حاصل ہوگیا تہا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین پندرہوین سال
مین آپ نے قدم رکہا تہا کہ والد بزرگوار نے آپ کو علم باطن کے شرف سے معزز و ممتاز کرنا چاہا چنانچہ اسی سن
مین آپنے اُنسے بیعت کی اور اشغال صوفیہ خصوصاً طریقہ نقشبندیہ مین اپنا بیش قیمت وقت صرف کرنا شروع
کیا والد کے مقدس و متبرک انفاس اور اپنے تقوی و طہارت سے اس کمال مین اسقدر جلد ترقی کی کہ شیخ عبدالرحیم
صاحب کی زندگی ہی مین عرفان کے اعلی مدارج طے کر لئے اور اس علم کو عروج کمال پر پہنچا دیا اور جب شیخ صاحب
نے آپکی اس ترقی و استعداد کو ملاحظہ فرمایا تو سترہوین سال بیعت و ارشاد کی اجازت دی اور باطنی علوم مین

سے جو کچھ تلقین کرنا تھا اسوقت کر دیا۔

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب میں تمام لیاقتیں جمع تھیں اور آپ جامع جمیع حسنات تھے جیسا دینی علوم اور رسمی فنون میں کمال رکھتے تھے ویسے ہی عزم و ثبات میں مضبوط اور استقلال میں راسخ قدم تھے۔ مزاج میں بیحد خلق اور محبت و تواضع تھی اگرچہ آپ عالمانہ تزک و احتشام کے ساتھ ایک قسم کی حاکمانہ شوکت اور تحکم بھی رکھتے تھے لیکن آپ کی متواضعانہ اخلاق اور فطری عجز و انکسار اُسپر غالب تھا یہ بات بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ اُسوقت کے تمام مہذب دنیا کی گردنیں آپکے آگے جھکی ہوئی تھیں اور آپ اپنے عہد میں ایک مذہبی پیشوا اور مقتدائے عالم تسلیم کیے گئے تھے۔

شاہ صاحب کی مذہبی تاریخ

جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی لائف میں ہم بیان کر آئے ہیں کہ آپ اکثر امور میں تو حنفی ہی مذہب کے مطابق عمل درآمد کیا کرتے تھے لیکن بعض وہ مسئلے جنہیں حدیث یا وجدان کی رو سے مذاہب دیگر یعنی شافعی و مالکی و حنبلی مذہب میں ترجیح حاصل ہے بغیر کھٹکے عمل میں لاتے تھے۔ تفریق مذہب میں یہی حال بجنسہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا تھا آپ کو مذہبی تفریق کے خانہ برانداز جھگڑوں سے چنداں بحث نہ تھی نہ ان مشہور مذاہب اربعہ میں سے کسی خاص مذہب کے پابند تھے کہ خواہ مخواہ اُسی کے مطابق عملدرآمد کریں بلکہ تا بہ امکان مذاہب مشہورہ میں جمع کرتے اور اُس مسئلہ پر عمل کرتے جسے تمام اہل مذاہب نے صحت کا تمغہ عنایت کیا ہے لیکن جب مذاہب مشہورہ مختلفہ میں جمع کرنا متعذر اور ناممکن ہوتا تو آپ اُس مذہب پر عمل کرتے جو دلیل کی رو سے زیادہ قوی اور صریح حدیث کے موافق ہوتا چنانچہ جب خواجہ محمد امین نے سوال کیا کہ آپ مسائل فقہیہ میں کون سے مذہب پر عمل کرتے ہیں تو آپنے یہی جواب دیا چنانچہ میں اس مقام پر آپ کا وہ جواب بجنسہ نقل کرتا ہوں جو خواجہ محمد امین کے سوال میں آپنے اپنے قلم مبارک سے تحریر کیا۔

شاہ صاحب کا تعامل

سوال سوم آنکہ عمل تو در مسائل فقہیہ بر کدام مذہب است گفتم بقدر امکان جمع میکنم در مذاہب مشہورہ مثلاً صوم و صلوٰۃ و وضو و غسل و حج بوضعے واقع میشود کہ ہمہ اہل مذاہب صحیح دانند و عند تعذر الجمع باقوی مذاہب از روئے دلیل و موافقت صریح حدیث عمل میکنم و خدائے تعالیٰ

تمہارا تیسرا سوال کہ فقہیہ مسائل میں کون سے مذہب پر عمل کرتے ہو اُسکا جواب یہ ہے کہ میں مذاہب مشہورہ میں تا بہ امکان جمع کرتا ہوں اور صوم و صلوٰۃ اور وضو و غسل اور حج کو مسائل اُس وضع پر واقع ہوتے ہیں جنہیں تمام اہل مذاہب صحیح جانتے ہیں لیکن جب جمع و تطبیق ناممکن ہوتی ہے تو میں اُس مذہب پر عمل کرتا ہوں جو دلیل کی رو سے زیادہ قوی اور حدیث صحیح کے موافق ہوتا ہے

اینقدر علم داده است که فرق درمیان ضعیف و قوی کرده شود و در فتوے بحال مستفتی کارے کنم مقلد ہر مذہبی کہ باشد او را از ہمان مذہب جواب میگویم خدا تعالی بہر مذہبے از مذاہب مشہورہ معرفتے دادہ است الحمد للہ تعالیٰ

خدا تعالی نے مجھے اسقدر علم عطا کیا ہے کہ ضعیف و قوی مین اچھی طرح فرق کرسکتا اور فتوے کے بارہ مین مستفتی کے حال کی بخوبی رعایت کرسکتا ہون اور ہر مقلد مذہب کو اُسی کے مذہب سے جواب دیتا ہون مجھے خدا تعالی نے مذاہب مشہورہ مین سے ہر مذہب کی معرفت عنایت کی ہے۔

شاہ صاحب کا تصوفی طریقہ

قریب قریب یہی حال آپ کا اُن طرق کی نسبت تھا جو حضرات صوفیہ مین دائر و سائر ہین۔ تصوفی تحقیقات کا ذوق و شوق خدا نے بچپن سے دیا تھا اور ہر طریقے کے مجتہدون سے آپنے جدا جدا اس کمال کی تحصیل کی تھی صوفیائے کرام کے خاص خاص کاملین کی صحبت سے فیض اُٹھایا تھا اور عرفان کے اعلے مدارج طے کرلیے تھے اور انجام کار جب ۱۱۴۳ھ ہجری مین حجاز تشریف لیگئے اور ایک سال سے زیادہ تک مجاورت حرمین شریفین اور شیخ ابوطاہر مدنی کی روایت حدیث سے مشرف ہوئے تو ان کے خرقے سے آرایش حاصل کی جو تمام صوفیون کے خرقون کو حاوی و جامع تھا آپ طرق اربعہ یعنی طریقہ نقشبندیہ جیلانیہ (قادریہ) چشتیہ سہروردیہ کے ساتھہ نسبت مساوی رکھتے تھے اور کسی ایک طریقہ کے پیرو اور مقلد نہ تھے جیسا کہ آپ اپنی بعض تالیفات مین بالتصریح فرماتے ہین۔

سوال آنکہ نسبت تو با نسبت کدام طریقہ از طرق مشہورہ مشابہ تر است گفتم در اخذ اشتقاق طریقت و صحبت متصل تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اقوی در اتصال من طریقہ نقشبندیہ است و در نسبت باطن اقتدائے من بطریقہ جیلانیہ است زیرا کہ اصل در طریقہ نقشبندیہ حفظ صورت ذہنیہ حضرت حق است و در مدرکہ آدمی اشارتے بآنجناب واقع است و آن

رہا یہ سوال کہ تمہاری نسبت مشہور طرق مین سے کونسے طریقہ کی نسبت کے ساتھہ زیادہ مشابہ ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ اشتقاق طریقت اور اُس صحبت کے حاصل کرنے مین جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہے میری اتصال کا قوی ذریعہ طریقہ نقشبندیہ ہے اور باطنی نسبت مین مین طریقہ جیلانیہ کا پیرو و مقتدی ہون کیونکہ خدا تعالی کی صورت ذہنیہ کا تحفظ طریقہ نقشبندیہ کا اصل الاصول اور جزء ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ ہر انسان کے مدرکہ مین حضرت حق کی طرف ایک اشارہ واقع ہے۔

و آن صورت اجمالیہ ذہنیہ حضرت حق ہست
و این طائفہ آنرا واسطہ گویند تا بران مواظبت
کنند و ہر وقت کہ خواہند ازان انتقال کنند
بحقیقۃ الحقایق و اصل در طریقہ جیلانیہ تہذیب
روح و سر است تا چون مہذب شوند ہر وقت
کہ آنرا اعمال کنند معرفت تجلی اعظم میسر
شود و در سجادہ و خلافت و بشارت ساعت
بحال خلفا اقوی نزدیک من طریقہ چشتیہ
است و اقوی نزدیک من باعتبار دلیل کتاب
و سنت و اشبہ اصول طریقہ سہروردیہ است
اگرچہ فقیر را مناسبت با طرق بسیار است اما
این چہار چیز ازین چہار طریقہ استفادہ کردہ ام
جزی اللہ عنا اہلہا خیر الجزاء و فائدہ دیگر
زائد از جواب میگویم کہ در بعض اوقات مراقبہ
حاضر کردہ شدند اجداد مرا تا حضرت عمر رضی اللہ
عنہ در جبین ہر یکے نورے یافتم کہ آن نور
غالب شدہ ہست و ریاست پیدا کردہ بر
جمع کہ دو صد کس باشند یا زیادہ و آنرا متوارث
یافتم ابا عن جد و آن باصطلاح ما نقطہ بحت است
اگرچہ گاہے باعتبار دنیا باشد و گاہے باعتبار
دیانت و علم و دیدم کہ آن نور بطریق وراثت
نسبت بمن انتقال کردہ است۔

جو خدا تعالی کی صورت اجمالیہ ذہنیہ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہی
اور جسے اس طریقہ کے پیرو واسطہ کہتے ہین تاکہ اسپر مواظبت
کرین اور جب چاہین اس سے انتقال کر کے حقیقۃ الحقائق پر
پہنچین اور طریقہ جیلانیہ کی روح اور سر کی آراستگی پر بنی
ہی تاکہ لوگ مہذب ہو کر جسوقت اُس پر عامل ہون اُنہین
تجلی اعظم کی معرفت نصیب ہو۔ اور سجادہ و خلافت نیز سلف کی
اُس بشارت مین جو خلفا کے حال سے وابستہ ہی میرے نزدیک
طریقہ چشتیہ سب سے زیادہ قوی ہی اور کتاب و سنت کی دلیل
کے لحاظ سے میرے نزدیک قوی تر طریقہ سہروردیہ ہے جو
اصول سے زیادہ مشابہ و مناسب ہے گو فقیر کو اور بھی بہت سے
طریقون کے ساتھ مناسبت حاصل ہی لیکن مذکورہ بالا چار چیزین
مین نے ان چار طریقون سے اخذ کی ہین خدا تعالی ان اہل
طرق کو ہماری طرف سے بہترین جزا عنایت فرمائے۔ یہانتک
تمہارے سوال کا جواب ہو گیا اب مین جواب سے زائد ایک
مختصر فائدہ بیان کرتا ہون اور وہ یہ ہے کہ بعض اوقات مراقبہ
مین میرے اجداد عظام کا سلسلہ یہان سے لیکر حضرت فاروق
اعظم رضی اللہ عنہ تک مجھپر حاضر کیا گیا جنمین سے ہر ایک کی
پیشانی مین۔ مینے ایک ایسا درخشان نور پایا جسکی وجہ سے
وہ دو سو آدمی یا اس سے کچھ زیادہ جماعت کا رئیس و سردار مقرر
کیا گیا ہی اور مین نے اُسے ابا عن جد متوارث پایا اور یہ ہماری
اصطلاح مین نقطہ بحت سے تعبیر کیا جاتا ہی اگرچہ کبھی دنیا کے
اعتبار سے ہوتا ہی اور گاہی دیانت و علم کے لحاظ سے اور مین نے
یہ بھی دیکھا کہ وہ نور بطریق وراثت مجھ تک انتقال کر آیا ہے

شاہ صاحب کی تقریر بالا سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ جس طرح آپ مذاہب اربعہ مشہورہ مین سے کسی خاص مذہب کے مقلد و پیرو نہ تھے اسیطرح اہل سلوک کے طرق مین سے کسی ایک طریقہ کے پابند نہ تھے بلکہ جس مذہب و طریقہ مین جو بات کتاب و سنت کے زیادہ موافق اور دلیل کے لحاظ سے زیادہ معتبر ہوتی وہی آپ کا دستور العمل قرار پاتا اور یہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ علوم ظاہری اور باطنی مین جو اقتدار جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو حاصل تہا وہ دوسرے کو کبھی میسر نہین ہوسکتا یہی وہ کمالات تھے جنکے سبب سے آپکے نام کا امتیازی پھریرا ہندوستان سے لیکر عرب و عجم تک برابر اڑتا تھا اور انہین کمالات کا یہ اثر تھا جن کی وجہ سے آپ تمام دنیا مین روشناس تھے دینیات اور بہی علوم و فنون کو چھوڑکر اگر شاہ صاحب کے صرف تصوفی علوم ہی لیا جائے تو بہی کوئی شخص آپ کی برابری کا ہرگز دعوی نہین کرسکتا اور اگر کرے بھی تو تسلیم نہین کیا جاسکتا

انشا پردازی

شاہ ولی اللہ صاحب انشا پردازی کے فن مین بھی بے مثل اور یگانہ روزگار تسلیم کیے گئے ہین اور آپ کی صفت خاص تمام فاضلون کو تسلیم ہی کہ بڑے بڑے مضمونون کو نہایت مختصر اور جامع الفاظ مین اس خوبصورتی سے ادا کرتے تھے کہ مضمون کا اصلی اثر اور زور پورا قائم رہتا تھا آپنے اس فن مین اسقدر کمال بہم پہنچایا تھا کہ آپکے عام مسودات بڑے بڑے فصیح و بلیغ اور انشا پرداز نہایت وقعت و قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور فن انشا کے شائق جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے آپ کے مکاتیب و خطوط اور خاص خاص مناظرون اور علمی بحثون مین جابجا علم انشا کے نمونے لکھے نظر آتے ہین جن کے ہر ہر فقرے سے شستہ بیانی کی شہادت ملتی ہی اور لٹریچر کا کمال بہت کچھ ثابت ہوتا ہی لیکن افسوس ہے کہ آپکی علمی سوسائٹی اور مناظرہ کے حالات جن سے آپ کی زور تحریر اور وسعت نظر کا حال معلوم ہو بہت ہی کمیاب ہین البتہ آپ کی انشا پردازی اور تحریر کا زور کسی قدر اُن مکاتیب و خطوط سے ظاہر ہوتا ہے جن کی معزز ناظرین آگے چلکر سیر کرین گے۔

زور تقریر

آپکے والد بزرگوار جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی تقریر نہایت شستہ اور منجھی ہوئی تھی اور آپ ہر مضمون کو اس خوبی سے ادا کرتے تھے کہ سننے والے ہونٹ چاٹتے رہجاتے تھے شیخ صاحب کی طرز تقریر اور انداز بیان عام و خاص لوگون مین شہرت سے تجاوز کرکے ضرب المثل کی حد تک پہنچگیا تہا اور یہ بات تمام لوگون مین مشہور تھی کہ شیخ صاحب نے وہ طرز بیان اختیار کی ہی کہ آپ کے مجلس وعظ سے ہر ملت و مذہب کا متنفس بشر بلکہ تعصب مذہبی سے خالی ہو بیحد خوش ہوکر اٹھتا ہے لیکن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی تقریر مین اس

بلاکا جادو تھا جس کا اثر موافق و مخالف دونون پر یکسان پڑتا تھا آپ کی زبان بڑے بڑے مناظرون اور علمی مجلسون مین کبھی نہین رکتی تھی اور ہر موقع پر شستہ و برجستہ جواب دیتے تھے۔ جب آپ کسی مسئلہ پر بحث کرنے لگتے تھے تو کیسی زبردست اور متبحر فاضل کو بھی آپکے مقابلہ مین لم اور لا نسلّم کے کہنے کی جسارت نہوتی تھی بلکہ ایک محویت و استغراق طاری ہوجاتا تھا اور نہایت خاموشی سے آپکی تقریر سنا کرتے تھے

خوش تقریری

دنیا مین کوئی شخص کیسا ہی فاضل اور اہل کمال کیون نہو لیکن یہ ممکن نہین کہ وہ تمام ملک و قوم کو راضی رکھ سکے جناب شاہ ولی الله صاحب کا جب ستارۂ کمال فلکِ اقبال پر پہنچا تو آپ کے اوج و حشم کو دیکھکر اکثر حاسد اور دشمن پیدا ہوگئے جس زمانہ مین آپنے قرآن مجید کا ترجمہ فارسی زبان مین کیا اور اُسکی اشاعت ہوئی تو متعصب مولویون کے حلقون مین ایک تہلکۂ عظیم برپا ہوگیا وہ یہ سمجھ گئے کہ ہماری روزی کی عمارت جڑ بنیاد سے ڈہا دی گئی اب عوام لوگ کبھی قبضہ مین نہ آئین گے اور بات بات پر گفتگو کرنیکو طیار ہوجایا کرینگے اس خیال نے اُن کے دلون مین فتنہ و فساد کی ایک آگ بھڑکا دی اور مخالفت سے درگذر کرکے آپکے جانی دشمن ہوگئے ہرجمعہ کے دن باہم مشورے کرکے اس ارادہ سے گھرون سے نکلتے تھے کہ مولانا شاہ ولی الله صاحب کی مخالفت عین وعظ مین کرینگے اور دس پانچ آدمی ملکر اُنہین نرغہ مین کرلین گے لیکن آپکے تقریر مین اس بلا کا جادو ہوتا تھا کہ بجز سکوت و خاموشی کے کسیکو دم مارنے کی مجال نہوتی تھی سامعین کے تمام حلقون پر سکوت حکومت کرتا تھا اور اثنائے وعظ مین کوئی کسی سے اشارہ تک نہین کرسکتا تھا۔

فصاحت و بلاغت

یون تو اس جلیل القدر اور محترم خاندان کے ہر ایک ممبر کی خوش بیانی اور برجستہ گوئی عموماً تمام لوگون کو تسلیم ہے لیکن جناب شاہ ولی الله صاحب کی فصاحت و بلاغت کا ہر شخص کو خصوصیت کے ساتھ اعتراف ہے جب آپ کی علمی مجلس مین کوئی بحث چھڑ جاتی تو ایک عجیب موثر طرز سے تقریر کرنا شروع کرتے اور اثنائے تقریر مین کسی موقع پر نہ رُکتے تھے سلسلۂ کلام مین الفاظ کی تکرار ہوتی تھی نہ معانی کو بار بار بیان کیا جاتا تھا جس فن پر گفتگو کرتے تھے تاوقتیکہ اُسکا سلسلہ پورا اور ختم ہوجاتا تھا دوسرے کو اختیار نکرتے تھے اور اثنائے تقریر مین ادب کا پہلو کبھی نہین چھوڑتے تھے اور جب ایک گفتگو کا سلسلہ ختم کرکے دوسری گفتگو شروع کرتے تو پہلی تقریر پہلی سے زیادہ موثر اور دلکش ہوتی تھی مخالفون کے دلون پر قبضہ کرلینا آپکے آگے کوئی بات ہی نتھی اور سنگدلون کو موم دل بنا لینا آپکے بائین ہاتھ کا کھیل تھا جناب شاہ عبد العزیز صاحب

آپکے فرزند رشید کی جو برجستہ گوئی اور شیوا بیانی آجتک دنیا مین ضرب المثل ہی وہ آپ ہی کی فصاحت و بلاغت کا اثر ہے۔

الحاصل جناب عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے علوم وفنون کے کارنامے اور علمی کمالات کے افسانے کتابون مین اس کثرت سے پائے جاتے ہین جنمین سے فیصدی پانچ کا بھی انتخاب ہم نہین لکھ سکتے کیونکہ سیاست دلی مین اب اسقدر گنجایش باقی نہین رہی ہی تاہم مشتے نمونہ از خروارے آپکے تمام حالات کے انتخاب سے ہم اپنے تذکرہ کے کسی موقع کو خالی چھوڑنا مناسب نہین سمجھتے لہذا اب اس عنوان کو یہین ختم کرتے ہین

جناب شاہ صاحب کے کلام کا انتخاب

شاہ صاحب کی شاعری

ہم پہلے ذکر کر آئے ہین کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو فضلائے عہد اور علماء وقت سے تفسیر وحدیث اور فقہ کے لحاظ سے مجتہد مین فن اور آئمہ مذاہب کے بعد علمی دربار مین دوسرے درجہ مین جگہ دی ہو ورنہ ایسا کون علم تھا جس مین آپ کو تبحر اور علو حاصل نہ تہا۔ شاعری جو علم ادب کے لئے ایک گرانبہا جوہر ہے اور تمام ممالک اور قومون مین جسکی عزت کیجاتی ہے اس مین اسدرجہ کمال تہا کہ لوگون نے گیارہوین صدی کے شعرا کے زمرہ مین آپ کو جداگانہ شمار کیا ہے اور شاعری کے علاوہ علم ادب مین تمام ماہرین فن کے طبقون مین آپ مسلم ادیب گنے گئے ہین جب ہم گیارہوین صدی کے شعرا کی فہرست مین آپ کو ڈہونڈتے ہین تو نہایت روشن اور جلی حرفون مین آپ کا نام نامی ثبت پاتے ہین۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی ادب اور انشا پردازی کی مثالین آپکے اُن مکاتیب وخطوط سے ظاہر ہونگی جنہین ہم آگے چلکر لکہین گے یہان آپکے کلام مین سے چند اشعار کا انتخاب کیا جاتا ہی ان اشعار کے نقل کرنے سے علاوہ برجستگی مضامین اور شستگی زبان کے یہ بھی دکھانا منظور ہی کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو نظم پر کس درجہ قوت تھی اور آپ کس قدر بلند منزلت کے شاعر تھے۔

قصیدہ در بعض معارف غامضہ

الا طال شوق الابرار الی لقائی ۔۔۔ وانی لاشد شوقا الیھم منھم

من ندانم بادہ ام یا بادہ را پیمانہ ام ۔۔۔ عاشق شوریدہ ام یا عشق با جانانہ ام

مبتلاے چیر تم جان گومیت باجان جان ... اصطلاح شوق بسیار ست و من دیوانہ ام
باجمال ذاتیش حسنِ دگر در کار شد ... چشم او را سرمہ ام باز لف او را شانہ ام
میل ہر عنصر بود سوے مقر اصلیش ... جذبۂ اصل است ہر ہر شورشش مستانہ ام
غافل از خود ماند از صورت چو پیدا شد آئینہ ... تا ترا بشناختم جانا ز خود بیگانہ ام
اے امین بر ستیم نام تجدد تہمت ست ... در ازل پیش از زمان تعمیر شد بتخانہ ام

غزل

دواے درد من بر جمع اضداد تو بینازم ... نمک ریزِ دلِ مجروحِ من ہستی و مرہم ہم
جہان و جان فدائی وضع شوخ شہر آشوبت ... قیامت می نمائی و دم عیسے و مریم ہم
توئی اول توئی آخر توئی ظاہر توئی باطن ... توئی مقصود اہلِ دل توئی مشتاق و ہمدم ہم
زیک منبع دریغا مختلف فوارہ می جوشد ... مزاجِ حرصِ قارون زہد ابراہیم ادہم ہم
بخارے از زمین خیزد بہا دجو در آمیزد ... گہے باران ریزان است و گاہی برف و شبنم ہم
کرامی طرفہ تیر لگے کا شانہ سرداوی ... کہ عالم پاے کوب از دست عشقت گشت و آدم ہم

در شرح غزلیکہ بر تضمین بیت اول غزالی علیہ الرحمۃ انشا کردند۔

نخستین بادہ کاندر جام کردند ... مزاجش عکس آن گلفام کردند
ہویدا شد در امکان صورتِ حق ... بآن صورت جہان را رام کردند
ہمین بایست تفصیلی ازان رو ... مکارم را بما انعام کردند
شرابِ وحدت از خمخانۂ غیب ... صراحیِ ازل در کام کردند
چو غلطیدم ز مستیہا بہر سو ... حریفان مستی از من وام کردند
حقیقت آنکہ مستور از نظر بود ... بما مشہود خاص و عام کردند
پس آنگہ موج دریا باز گردید ... باتمام فنا اکرام کردند
امین رمزے دقیقہ با تو گویم ... بخود آغاز و نیز انجام کردند

غزل دیگر

بزلف پیچ در پیچ کسے گم کردہ ام خود را ... خروش درد دل شبہائی کردم چہ می کردم

ولے پر درد جان افگار یار تنہا خود دارم
جہان را پر ز یار یہا نمیکردم چہ میکردم

غم تحصیل و با شغل و ورد غزل مے بینم
جنون ترک منصبہا نمیکردم چہ میکردم

کسے با مثل ہیسار دکسے باگل ہے بازد
اگر من یاد آن لبہا نمیکردم چہ میکردم

سے تحقیق را از خم مشربہا بیرون دیدم
خروج از قید مشربہا نمیکردم چہ میکردم

حجاب وصل مطلوب است دل بستن بطلبہا
امین گر ترک مطلبہا نمیکردم چہ میکردم

اشعار

ناگزیر تو منم ای بینظیر
رو نگردان بعد ازین از ناگزیر

من ترا مشفق ترم از صد پدر
در من آویز و مرا محکم بگیر

غیر من گر با تو پابستہ بود
آن دیا لست و غدا لبست و سعیر

جان من در ہجر یار خود بسوخت
من عذابی الہجر اجرنی یا مجیر

بے قرارم روز و شب بے روی یار
باز بنما روئے یارم یا قدیر

اندرونم بے حجابش تار شد
کے شود یارب بوصلش مستنیر

ای برادر بعد ازین ہشیار باش
فرق میکن درمیان شیر و شیر

غزل دیگر

ساقی کرمے کن کز ہوش خود افتم
من بار خودم خود از دوش خود افتم

مثل مئے جوشان کز خم بدر افتد
جوشے زدہ بر خود از جوش خود افتم

از ہون موئم جو شد مئے دیگر
از فرط تأمل ز آغوش خود افتم

ترین تیر زبانے آزردہ دلم من
خوش آنکہ زبانے خاموش خود افتم

یہ غزل مزاحفات بحر بسیط سے ہے اس کے ارکان چار بار مستفعلن فعلن ہے جو فارسی مین نہایت کمیاب ہے اکثر شعرا متقدمین کے کلام اس بحر سے خالی ہین۔

رباعیات در بیان بعض قواعد سلوک

علمے کہ نہ ما خوذ از مشکوۃ نبی است
واللہ کہ سیرابی یاران تشنہ لبی است

جائے کہ بود جلوۂ حق حاکم وقت
تابع شدن حکیم خرد بو لہبی است

دانی که چه بود منهج قدیم ای دلدار
شغل دل تو ظاهر و باطن با یار

این را شنوی از درس عوارف عارف
وان فن دگر یاد بگیر از احرار

در مذهب ما هست ز اسباب غرور
ذکری که بود عاطل از انوار حضور

در حاشیه نفی شو از خلق نفور
در جانب اثبات برو سوی غفور

مستی و وله شرط طریق افتادست
بی‌مست شدن کار کسی نگشادست

در ذکر خفی جهر تخیل کردن
شرط است و ز استاد طریقم یادست

خواهی که می صرف محبت نوشی
باید که بتقلیل علائق کوشی

دل را ز خیالات جهان صرف کنی
چشم از صور جمله عالم پوشی

در عشق تو از جمله جهان بگذشتم
وز هر چه بجز یاد تو زان بگذشتم

مقصود من بنده بجز وصل تو نیست
اندر طلبت از دل و جان بگذشتم

دائم دل من پیش تو حاضر باشد
چشمم برخ خوب تو ناظر باشد

در مذهب ما شرک جلی ست و صریح
گر سوی دگر خطره خاطر باشد

دانی چه بود سهل کثیر البرکات
در مشرب اهل دل وجود عدمات

تحصیل عدم بدان یقینی مانع
در نفی خواطر و در سه جهات

خوش آنکه با نوار وضو رنگین ست
زیرا که طهارت ز اصول دین ست

تنویر دل و نفی خواطر خواهی
قوی ذریعهٔ وصولش این ست

تحصیل عدم اگر ندانی کردن
باید نظر اهل فنا را جستن

این داء عضال را دوائی به ازین
در حکمت اهل دل نخواهی دیدن

آنانکه نژاد ناس بیهی رستند
بالمنة انوار قدم پیوستند

فیض قدس از همت ایشان میجو
دروازهٔ فیض قدس ایشان هستند

آن ذات که از قید جهت بیرون است
از حیطهٔ اسما و صفت بیرون است

هر مرتبه زان ذات نشانی دارد
هر چند ز تعیین بکنه بیرون است

هر مدرکه شد مظهر آن یار عجیب
ظاهر شده از صورتش آثار عجیب

در لوح دل از ثبت کنی صورت او ... پیدا شود از لوح دل اسرار عجیب

قومے بکتابت احرف موصوف ... جمعے بتلاوت اسما معروف

شخصے کہ ازین قوم قدم پیش نہاد ... گشت است باین صورت ذہنی مشغوف

اشعار

تا یکے محنت مہجوری و دوری بکشم ... نازنین وطنم سوئے وطن باز روم

تا یکے ہمدمئے سنگ بود شیوۂ من ... گوہرے از عدنم سوئے عدن باز روم

تا یکے بستۂ زنجیر تعلق باشم ... آہوئے از ختنم سوئے ختن باز روم

بوئے جان میرسد از باد یمن در دو جہان ... شاہ ملک یمنم سوئے یمن باز روم

اشعار

وصلے دارم ز خود خالی حبابش میتوان گفتن ... در و کیفیت جوش شرابش میتوان گفتن

وجود بے نمود معنئ نادیدے دارد ... درین نیرنگہا بوئے کبابش میتوان گفتن

سویداء دل ما یابی اندر پیچ و تاب او ... نقوش عالم ام الکتابش میتوان گفتن

فرو پاشید از ہم کثرت موہوم چون شبنم ... ز فیض معنی ما آفتابش میتوان گفتن

اشعار

فراغ یافتم از حج و عمرہ ... چو احرام سر کوئے تو بستم

چو دیدم روئے زیبائے تو جانا ... ز تشویش وجود خویش رفتم

بیا ساقی بدہ جامے شرابے ... کہ مخمور صبوحے والستم

محبت نام جوش طبع و میل نفس اگر باشد ... سر اہل محبت در دو عالم گاؤ خر باشد

ز نازک طبع غیر از خون نمایہا نمے آید ... درخت بید را دیدیم دائم بے ثمر باشد

بوسعت مشربان رنگ تعلق در نمیگیرد ... اگر نقشے زنی بر روئے دریا بے اثر باشد

صفائی طبع میخواہی ز صحبت دامن اندر کش ... کہ آب دور از مردم ہمیشہ با صفا باشد

فرد

مزاج صاف طبعان را بجز غربت نمیسازد ... مکدر گردد آب صاف چون یکجا وطن گیرد

صفا با خبث باطن نیز گاہے جمع میگردد ... بروبالوعہ را چون در و بنشیند تماشا کن

ہر ذرہ گردی مانع سوز دل است ای ہوشمند ... سیل تا بنشست یکجا باطنش صافی نہ شد

شاہ صاحب کے کلام میں سے جن رباعیات اور اشعار کا انتخاب مجھے معزز ناظرین کے سامنے پیش کرنا تھا نقل کرچکا۔ اگر آپکے کلام کا متجسس لگا ہون سے تتبع کیا جائے تو ایک مختصر دیوان بن سکتا ہے

لیکن ہم نے بنظر اختصار صرف ان ہی چند رباعیوں اور اشعار پر اکتفا کیا۔ ناظرین کو ان منتخب اشعار سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ محبت اور عشق الٰہی میں محترم شاہ صاحب کس درجہ محو تھے اور انہوں نے اپنا مبارک اور برتر خیال کن پُر اثر اور جوشیلے الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ اشعار مذکورہ کے پڑھنے اور ہر ہر مصرع پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسکا قائل وہی شخص ہے جو عشق الٰہی او محبت خداوندی میں پاؤں سے سر تک ڈوبا ہوا ہے اور بیخودانہ سرخوش حالت اور عالم وجد میں اسکی زبان مبارک سے یہ وجد میں لانے والے اشعار سرزد ہوئے ہیں۔

انسانی طبیعت اور اس کے سلسلۂ خیالات کا آئینہ ہمیشہ اُسکی تحریر و تقریر ہوا کرتی ہے یعنی جو بات آدمی کے دل میں ہوتی ہے وہی اُسکے زبان و قلم سے نکلتی ہے غور میں ڈوبی ہوئی نظریں اور بالغ نگاہیں فوراً ہر تحریر و تقریر سے قائل کے دلی خیالات کا کافی اندازہ کر لیتے ہیں اور جھٹ تاڑ جاتی ہیں کہ جو کچھ قائل کہہ رہا ہے آیا اُسکی طبیعت کی بھی یہی کیفیت ہے یا اس میں کچھ تکلف و بناوٹ داخل ہے۔ بعض تحریریں ایسی ہوتی ہیں جن کے ہر ہر جملہ اور ہر ہر فقرہ سے کھلم کھلا ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف کا قلم دل کے ساتھ موافق نہیں ہے دل کچھ کہتا ہے طبیعت کچھ شہادت دیتی ہے قلم کچھ اور کہہ رہا ہے زبان کچھ اور گواہی دیتی ہے لیکن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی زبان و قلم سے وہی نکلتا تھا جو آپکے دل میں ہوتا تھا یہی وجہ ہے کہ جو اثر اُس وقت آپ کی زبان میں تھا آج وہی اثر ہم آپ کی تحریر میں پاتے ہیں۔

ہماری اس رائے کی تائید جناب شاہ عبد العزیز صاحب آپکے فرزند رشید کے قول سے بہت کچھ ہوتی ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "میرے والد بزرگوار کے تقریروں میں ایک خاص صفت یہ ہے کہ اگر اب بھی کوئی شخص اُنکی اصلی تقریریں ایک مرتبہ بھی پڑھ لیتا ہے تو وہ اُسکی یاد سے کبھی فراموش نہیں ہوتیں جس وقت وہ تقریریں آپ زبان سے فرمایا کرتے تھے تو اُسکا اثر سننے والوں کے دلوں پر اس قدر پڑتا تھا کہ کبھی زائل نہیں ہوتا تھا اور لوگ آپ کی تقریر سنتے ہی خلوص دل سے اُسپر عمل کرنے کو سرگرم ہو جایا کرتے تھے اور بے اختیارانہ جوش کے ساتھ عمل کرنا شروع کر دیتے تھے،،

شاہ صاحب کے مکاتیب

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے خطوط کا گو میرے پاس ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا لیکن میں نے بنظر طوالت اُنہیں سے

سے صرف ان ہی چند خطوط کا انتخاب کیا ہے جو ناظرین تذکرہ کی دلچسپی کے باعث ہیں اور چونکہ وہ علم ادب کی روح اور ادیبوں کی جان ہیں اسلیئے بجنسہ درج کرتا ہوں۔

شاہ ولی اللہ صاحب کا پہلا خط شیخ ابراہیم مدنی کے نام

شاہ صاحب کا پہلا خط شیخ ابراہیم مدنی کے نام

من الشیخ ولی اللہ العمری الی الشیخ ابراھیم المدنی
فی تعزیۃ والدہ الشیخ ابی طاھر المدنی قدس اللہ اسرارھم
اعلی اللہ معالم العلم وشید بنیانہا ورفع اعلام
الدین وسدد ارکانہ ونضر ریاض الحدیث واعظم رواءہ
ونضر اھلہ ونور حوزتہ واعلی منار بدر وسر الحبر الھمام قدوۃ
الانام وارث المجد کابرا عن کابر وحائز مراث اسلافہ الاکابر
الشیخ ابراھیم بن سیدی الشیخ ابی طاھر الکردی المدنی
اما بعد فاعظم اللہ تعالی اجرکم والھمکم صبرکم
علی شیخنا رضی اللہ عنہ وارضاہ عنی انی حقیق ان اثنی
بہ وعلی بین عزاء الصبر علیہ فواللہ ما زلت منذ قرع
سمعی حدیث وفاتہ وبلغنی خبر انتقالہ الی رحمۃ ربہ
وجنانہ فی قلق قالق للکبد - وملل ممل ذی البال
وفوق سحاب مطر الھم والاسی وتحت بحار
باللظی تتدفق کیف لا وکان رضی اللہ عنہ برکۃ
اھل الارض ومجلی بدرھا وامام دار الھجرۃ
وعمدۃ ارکانہا وکان حدبہ علی ما قد ظھرت
ایاتہ ولاحت مخایلہ واماراتہ - وصار شخصہ
بہ یضرب بہ الامثال - ولا یعلم کنھہ الا الکبیر
المتعال - ولا اشتفی منہ ای لما جاء بی الارتحال
ونضلت العیر وقاربت الفصال ذکرت لہ
کیت کیت ثم تمثلت لہ بھذا البیت

شیخ ولی اللہ العمری کا خط بنام شیخ ابراہیم مدنی۔ ان کے والد
شیخ ابوطاہر مدنی قدس اللہ اسرارہم کی تعزیت میں خداتعالیٰ علم
کے آثار اونچے اور اس کی بنیادیں مضبوط کرے۔ دین کے جھنڈے
بلند اور اسکے ارکان مستحکم کرے۔ حدیث کے باغ کو سرسبز وشاداب
اور اس کی رونق کو دوبالا کرے اہل حدیث کو تازگی اور اس کے
سرپرستوں کو نور بخشے اور وہ دانشمند بزرگ میرے استاد شیخ ابوطاہر
مدنی کردی کے فرزند رشید مولانا شیخ ابراہیم کے حدیث کی درس
واشاعت کی وجہ سے علم حدیث کو عروج کمال پر پہنچا سکے جو ہمیشہ
مذہبی اور مقتدائے مخلوق ہیں اور اپنے بزرگ اسلاف کے بزرگی
وفضیلت کے جائز وارث ہیں اسکے بعد واضح ہو کہ خداتعالیٰ
آپکا اجر بڑھائے اور ہمارے شیخ رضی اللہ عنہ پر صبر کرنے کا آپکو
الہام کرے۔ مجھے سزاوار ہے کہ میں اپنے شیخ کی تعریف کروں
اور دعا وصبر میں کوشش کروں خدا کی قسم جب سے شیخ کی انتقال
کی جانگزا خبر میرے کان میں پہنچی ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے دنیا
سے منہ موڑ کر خداوندی رحمت اور اس کی جنتوں میں انتقال کر گئے
ہیں تو میں ایک ایسے قلق اور اضطراب میں گرفتار ہوں جو جگر کو پاش
پاش کئے دیتا ہے اور اس اندوہ ورنج میں مبتلا ہوں جس میں صاحب
امر مبتلا ہوتا ہے۔ میرے سر پر ایک ایسا ابر چھایا ہوا ہے جو غم
واندوہ کا مینہ برساتا ہے اور میرے نیچے مشتعل آگ کا دریا لہریں لے رہا
ہے اور کیوں نہ ہو میرے شیخ رضی اللہ عنہ حقیقت میں زمین
کے باشندوں کیلئے برکت اور مدینہ طیبہ کے مقتدی وپیشوا

نسیتُ کل طریق کنتُ اعرفه
الا طریقا یودینی لربعکم

فاعزٌّ ورقت عیناه واحمرّت وجنتاه حتی خنقته عبرة البکاء ثم بعد ذلک ابتهل فی الدعاء ولا انسی منه انی سالته عن کمیّة عمره من السنین فقال معترک المنایا ما بین ستین وسبعین۔ فلو شئت ان ابکی دمًا لبکیته علیه ولکن ساحة الصبر اوسع و ان سلوان فؤادی وعصمة اعتمادی عند هجوم دواعی البکاء وضیق الارض علیّ والسماء انه رضی الله عنه خلّف مثل جنابکم دام المجد بقیامکم و انّ الشبل یشبه الاسد وانما یظهر سر الوالد من الولد

بقیت بقاء الدهر یا کهف اهله
وهذا دعاء للبریة شامل

والسلام

اور آپکے علاوہ ارکان ستہ انہیں مجکسے اس درجہ محبت تھی جسکی نشانیان ظاہر اور علامات و آثار واضح تھے اور میری محبت اُن کے ساتھ ضرب المثل تھی جسکی حقیقت خدا تعالی کے علاوہ اور کوئی نہین جان سکتا مین اُسوقت کو کبھی فراموش نہین کرسکتا کہ جب میرے کوچ کا زمانہ قریب ہوا اور جدائی کی گھڑی سر پر آ کھڑی ہوئی اور رخصتانہ ملاقات کے اثنا مین مین نے اُن کی مزاج پرسی کے بعد یہ بیت پڑہی ؎

نسیت کل طریق کنت اعرفه   الا طریقا یودینی لربعکم

یعنی مین بجز اُس ایک رستہ کے جو مجھے تمہاری زمین تک پہنچا دے اُن تمام رستون کو بھول گیا جنسے مین اس سے پیشتر واقف تہا تو آپ کی پرنم آنکھون سے آنسوؤن کی ندیان بہنے لگین اور دونون رخسارے سرخ ہوگئے یہانتک کہ گریہ کی گرمی سے آپکا گلا گھٹ گیا از ان بعد آپنے نہایت خلوص کیسا تھ اس عاجز کے حق مین دعا کی۔ اور مین اس واقعہ کو بھی کبھی بھول نہین سکتا کہ جب مین نے آپ کی مقدار عمر دریافت کی تو جواب مین فرمایا کہ ساٹھ و ستر کے ما بین ہی۔ تو اگر مین ان باتون کو یاد کرکے خون کے آنسو رونا چاہون تو رو سکتا ہون لیکن صبر کا میدان زیادہ وسیع ہے اور اسباب گریہ کے ہجوم اور آسمان و زمین کی تنگی کے وقت میرے دل کی تسلی اور میرے بھروسہ کی لاٹھی صرف یہ ہی کہ شیخ رضی اللہ عنہ نے آپ جیسا فرزند اپنی محسوس یادگار چھوڑی ہے اس مین ذرا شک نہین کہ شیر کا بچہ شیر کے مشابہ ہوتا ہے اور فرزند سے باپ کی خصلت ظاہر ہوتی ہے ؎ ای زمانہ کے ماوی و ملجا تیری بقا زمانہ کی بقا کے دوام کیسا تھ ہو اور یہ دعا تمام مخلوق کو شامل ہو والسلام

المکتوب الثانی

من الشیخ الموصوف الی استاذہ قدوۃ المحدثین جمال الدین ابی طاہر الکردی المدنی قدس اللہ سرہما واعلی فی الملاء الاعلی ذکرہما۔

لازالت شآبیب الرحمۃ والبرکات منہلۃ و منسجمۃ۔ وسحائب العنایۃ والکرامۃ مطرۃ ومستدیمۃ علی الصقع المحفوف بالبررۃ الکرام الموصوف بالمجد فوق ما اذکر بالکلام جناب من اجلہ ان اذکرہ بصریح اسمہ۔ واستغنی من ذالک بتعیینہ بعلامتہ ووسمہ ؎

ومن العجائب ان افوہ بذکرہ ولقد اغادیہ بمرء خاطری
ومن اجدہ فی خلدی حاضرا فلا یغرب عنی بحیاۃ ولا یغیب والقیہ فی بصری متمثلا فلا یصبنی فقدہ ولا یریب حضرت شیخنا وقدوتنا ومخدومنا ومولانا الاکرم الا فخم الاجل ؎

بقیت بقاء الدھر یا کھف اہلہ وھذا دعاء للبریۃ شامل

اما بعد فہذہ النسیمۃ بتوجہاتکم المعتمد علی دعواتکم بحمد اللہ تعالی الیکم فی جمیع الامور ظاہرہا وباطنہا ویشکر لدیکم نعمہ التی لا یحصی عددہا ولا یحصر مددہا من جملتہا صوم رمضان بمکۃ المبارکۃ واعتکاف العشرۃ الاخیرۃ فی المسجد الحرام

دوسرا خط

شاہ ولی اللہ کا دوسرا خط۔ اپنے استاد شیخ المحدثین جمال الدین ابو طاہر کردی مدنی کے نام خدا تعالے ان دونون کو پاک کرے اور ملاء اعلے مین ان کا ذکر بلند کرے۔

رحمت و برکات کے مینہ اور عنایت و کرامات کے بادل اُس گوشہ زمین پر ہمیشہ برستے رہین جسے بزرگ نیکوکار فرشتہ گروہین سے احاطہ کیئے ہوئے ہین اور جو فضیلت خاص سے موصوف ہے اُس کا سلسلہ کلام مین ذکر کرنا فوق ادب ہو اور اسکی جناب اِس سے بہت دور ہو کہ مین صراحتہً اُسکا نام لون با علامت و نشان کے ساتھ معین کرون ؎

ومن العجائب ان افوہ بذکرہ ولقد اغادیہ بمرء خاطری

جسے مین اپنے دل مین حاضر پاتا ہون اور وہ زندگی بہر کبھی مجھسے غائب نہین ہوتا اور جسکی تصویر میری آنکھون کے سامنے آجاتی ہو اور پہر کبھی نظرون سے ہٹتی نہین وہ ہمارے شیخ ہمارے مقتدا ہمارے مخدوم ہمارے بزرگ ہین ؎

بقیت بقاء الدھر یا کھف اہلہ وھذا دعاء للبریۃ شامل

اسکے بعد واضح ہو کہ آپکی دلی توجہات کا محتاج اور آپ کی دعاؤن پر بہروسہ کرنیوالا تمام باطنی و ظاہر امور مین خدا کی تعریف اور اُس کی اُن نعمتون کا شکریہ کرتا ہو جو گنتی مین نہین آسکتین منجملہ اُن کے مکہ معظمہ مین رمضان کا روزہ اور مسجد حرام مین عشرہ اخیر کا اعتکاف ہو سکنا خانہ کعبہ کے خادم شیخ عمر میاہ نے خبر دی (خدا تعالی اُسے خوش رکھے جیسا اُس نے مجھے خوش کیا) کہ آپ

ولقد حدثنی الشیخ عمر مہنا خادم بیت اللہ تعالی
سرہ اللہ تعالی کما سرنی انہ ھیأ دار النزول لکم
فی الحج ولینظر قدومکم فی ایام الحج والنحر ؎
فساغ الی الشراب وکنت قبلاً اکاد اغص بالماء الفرات
حقق اللہ تعالی ہذہ الامنیۃ منا ومنہ انہ علی
کل شئ قدیر وباجابۃ الدعا جدیر ونسئل
منکم الدعا بالسلامۃ فی السفر والاقامۃ
وبعافیۃ لا بلاء بعدھا وبرحمۃ لا سخط بعقبہا
والسلام والاکرام

المکتوب الثالث

شیخ ابو طاہر مدنی کے نام

بعد رفع تحیات لا تزال منہا روائح الاخلاص
عابقۃ وفائحۃ واعداء دعوات لا تنفک عنہا
شمائم قبول القبول غادیۃ ورائحۃ ـ من عبد
ضعیف ارقہ جمیل اللطف وجزیل الامتنان
وصب ولمّ شانہ عظیم المن وعمیم الاحسان
؎ اخذ تمونی منی فی ملاطفۃ
فلست اعرف غیرہا قد عرفتکم
الی حضرت من تقاصرت الالسنۃ والتعبیرات
عن وصف کمالہ وتضایقت الاسالیب والتحبیرات
عن نعت جمالہ ـ فالمطری فی مدحتہ اعجم
قاصر والمفرط فی تقریظہ مفرط فاتر ؎
وعلی تفنن واصفیہ بوصفہ
یفنی الزمان وفیہ ما لم یوصف

حج کیلئے تشریف لاتے ہین ۔ اور وہ آپکے نزول کیواسطے
مکان طیار کر رہا ہی اور قربانی و لبیک کہنے کے زمانہ مین آپکی
تشریف آوری کا انتظار ہی ؎
فساغ الی الشراب وکنت قبلاً اکاد اغص بالماء الفرات
خدا تعالی میری اور اُس کی آرزو کو پورا کرے بیشک وہ ہر چیز پر
قادر ہے اور دعا قبول کرنیکے لائق و سزاوار ہی مین آپسے سفر و
حضر کی حالت مین سلامت و خیریت کی دعا چاہتا اور اُس عافیت
ورحمت کی استدعا کرتا ہون جسکے بعد کوئی بلا اور جسکے پیچھے کوئی
عذاب نہ ہو والسلام والاکرام ۔

تیسرا خط

اُن تحفون کے ارسال کرنیکے بعد جنسے ہمیشہ اخلاص کی عطر آمیز
ہوائین چلکر دل و دماغ کو معطر کرتی ہین اور اُن دعاؤن کے ہدیہ
کرنیکے پیچھے جنسے قبول القبول کی ہوا کے خوش آئندہ جھوکے
صبح و شام جدا نہین ہوتے واضح ہو عریضہ اُس ضعیف و خاکسار بندہ
کیطرف سے ہے جسے آپکے لطیف جمیل اور احسان عظیم نے غلام بنا لیا
ہے اور عام احسان نے اُسکی حالت کو مرہون منت کر دیا ہے ؎
اخذ تمونی منی فی ملاطفۃ فلست اعرف غیرہا قد عرفتکم
یعنی جبسے تم نے مجھے اپنے سایہ عاطفت مین لیا ہی اور مین نے
تمہین پہچانا ہی اُسوقت سے مین نے بجز عنایت و مہربانی کے اور
کچھ نہین دیکھا ۔ اور یہ عریضہ اُس شخص کی خدمت مین پیش کیا
جاتا ہی جسکے وصف کمال سے زبانین اور تعبیرین قاصر اور نعت
وجمال سے اسلوب و تحبیرات کا دائرہ تنگ ہی اُس کی مدح
مین نہایت مبالغہ سے تعریف کرنیوالا اخرس عاجز اور گونگا ہے

شیخنا وقدوتنا ومخدومنا ومولانا الاکرم الافخم الاجل الاعجل ادام الله تعالیٰ بإدامة ایامه حیات علوم الدین وابقی مهجتها۔ وخلد بتخلید عهده رونق معارف الحق وابد بهجتها۔ فان هذا المستمد بتوجهاتکم العلیة ـ والمعتمد علی دعواتکم المستجابة وصل الی مکة زادها الله شرفا وتعظیما مامونا عن جمیع المخوفات سالما عن جمیع المکروهات اللهم الا الم فراقکم الذی لا صبر علی صبره الا کصبر المثبور ولا مصابرة معه الا کمصابرة المغلوب المقهور ؎

والله لو حلف العشاق انهم
قتلی من الحب یوم البین ما حنثوا

والی الله المشتکی وهو المستعان وهو العالم بالاسرار والاعلان والمسئول منکم الدعاء فی الاوقات المرجوة وطلب الخیر فی الواردات المعتدة والحمد لله اولا واخرا

المکتوب الرابع

تحیات اصولها ثابتة فی ارض المحبة الخالصة

اور افراط کے ساتھ قدح سرائی مین مشغول ہونیوالا تھک جانیوالا ہے
وعلی تفنن واصفیه بوصفه یفنی الزمان وفیه مالم یوصف
وہ ہمارے شیخ ہمارے مقتدا ہمارے مخدوم ہمارے مکرم و محترم اور بزرگ مولنا ہین خدا تعالیٰ ان کے بقاے دوام کی وجہ سے دینی علوم کی زندگی مین مداومت کی روح ڈالے اور اُن کی رونق ہمیشہ قایم رکھے اور ان کے زمانہ کی ہمیشگی کے سبب سے معارف حق کو سدا تر و تازہ رکھے اور اُسکی تازگی کی رونق کو دوبالا کرے۔ اسکے بعد گذارش ہے کہ آپ کی توجہات عالیہ کا محتاج اور آپ کی مقبول دعاؤن پر بھروسہ کرنیوالا تمام خطرناک مواقع سے محفوظ اور ناگوار چیزون سے صحیح سالم مکہ معظمہ مین پہنچا خدا اُس کی شرف و عظمت کو بڑھائے خدا کا شکر ہے کہ اسوقت سے مجھے کسی طرح کا خوف و اندیشہ اور رنج و اندوہ نہین ہے لیکن آپ کی مفارقت کا رنج اس درجہ ہے جس پر مجھے کسیطرح صبر نہین آتا مگر جیسے زنجیر مین بندے ہوئے شخص یا قفس مین پڑے ہوئے جانور کو صبر ہوتا ہے یا مغلوب و مقہور آدمی اپنے دلکو تسلی دیتا ہے ؎

والله لو حلف العشاق انهم قتلی من الحب یوم البین ما حنثوا

یعنی اگر عشاق اسبات پر قسم کھائین کہ ہم محبت کی وجہ سے مفارقت کے دن قتل کیے گئے ہین تو واللہ وہ حانث نہونگے میری شکایت کا علاج خدا کے پاس ہے اور اُسی سے مدد چاہتا ہون وہی باطن اور ظاہر کو جانتا ہے مین آپ سے مقبول اوقات مین دعا کا خواستگار اور طالب خیر ہون

چوتھا خط

وہ تحفے جن کی جڑ محبت خالصہ کی زمین مین قائم اور ثابت ہین

چوتھا خط

وفروعها فی السماء ودعواتٌ دعائمها
مستقرة فی ممتد الرحمة الخالصة وسقوفها
اعلی العُلیا - یرفعها احقر الخلیقة ومن لیس
بشیء فی الحقیقة الی الصقع المحفوف بالملائکة
الملتمسة للتسبیح والتحمید - والجناب المؤنس
بلا یشقی جلیسهم وان کان اوجب الطرد و
التبعید دائرة مرکزها عروة الوثقی لا انفصام
لها من تمسک بها هدی الی صراط مستقیم
ومحفله شاهر حبل لا انقطاع له من اعتصم
به اداه الی سنین السنن والمنهج القویم ؎

لا یبلغ الواصف المطری خصائصه
وان یکن سابقًا فی کل ما وصفا

شیخنا وقدوتنا ومخدومنا ومولانا الاکرم
الافخم الاجل الانجل اداما الله تعالی
المجد بین یدیه وخلده کهفا لمن لاذ به
واعتمد علیه - اما بعد فان المستمد
بتوجهاتکم والمعتمد علی دعواتکم
یشکر الیکم الله تعالی علی نعم ظاهرة
وباطنة لا تحصی ویحمد الیکم الله علی
ذوارف عوارف لا تعد ولا حد لها یرجی
ویسال منکم الدعاء لمزید ها ولاستدامة
قدیمها وجدیدها - والسلام والاکرام

آسمان میں ہیں اور وہ دعائیں جنکے ستون رحمت خالصہ کے
کرّے میں گھرے ہوئے ہیں اور چھتیں غایت رفعت میں ہیں
احقر خلائق جو حقیقت میں کوئی چیز نہیں ہی اُس گوشہ میں پہنچاتا
ہے جسے فرشتے گھیرے ہوئے تسبیح وتحمید کا نعرہ بلند کرتے ہیں اور
اُس بارگاہ عالی میں پیش کرتا ہی جس کا جلیس وہم صحبت بدبخت
نہیں ہوتا اگرچہ وہ اِس قابل ہی کہ خداوندی رحمت سے دور
کردیا جائے۔ اُس کی جناب ایک ایسا دائرہ ہی جس کا مرکز
مضبوط کڑا ہے جو کہیں ٹوٹ نہیں سکتا جس نے اُسے
پکڑا سیدہی راہ پر لگ لیا اور اُس کی محفل ایک ایسی مستحکم
رسی ہی جو کبھی کٹ نہیں سکتی جس نے اُسے مضبوطی سے پکڑا
اُس کو اُس نے شارع عام اور سنت کے طریقہ پر پہنچا دیا ؎

لا یبلغ الواصف المطری خصائصه وان یکن سابقًا فی کل ما وصفا

یعنی مبالغہ کرنیوالا مدح اُس کی خصوصیتوں کو پا نہیں سکتا
اگرچہ وہ مدح سرائی میں سابق وممتاز ہی کیوں نہ ہو۔ وہ ہمارے
شیخ ہمارے پیشوا ہمارے ممدوح ہمارے محترم ومکرم بزرگ افضل
مولانا ہیں خدا تعالیٰ صبح وشام اُن کی بزرگی میں ترقی دے
اور اُسے دائم وقائم رکھے اور اُن کی حفاظت اُس شخص
کیلیئے ہمیشہ رکھے جو اُن کی ملازمت صحبت رہا اور بھروسہ رکھے
اسکے بعد آپ کی توجہات کا محتاج اور آپ کی دعاؤں پر بھروسہ
کرنیوالا خدا کی اُن ظاہری وباطنی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہی
جو شمار میں نہیں آسکتیں اور عوارف کے اُن بہتے چشموں پر
خدا کی تعریف کرتا ہو جن کا حصر نہیں ہوسکتا اب آپ سے مزید
نعمت اور قدیم وجدید منتوں کے ہمیشہ رہنے کی دعا چاہتا

المكتوب الخامس

من الشيخ عارف بالله - الى الشيخ
ابراهيم المدنی رحمهما الله تعالى لا
زالت ذوارف العوارف هامية على بركة
الانام مخلف السادات الكرام القائم مقام
الائمة الاعلام مولانا الشيخ ابراهيم ايده
الله تعالى ابن شيخنا الاجل الامجد مولانا
الشيخ ابی طاهر بن العارف قدوة الانام
حجة الاسلام مولانا الشيخ ابراهيم الكردی
المدنی قدس الله تعالى باسرارهما - من
الفقير ولی الله بن عبد الرحيم العمری الدهلوی
عفا الله عنه سلام عليكم ورحمة الله و
بركاته ان سألتم عن محبكم فانه بعافية فی
نفسه واهله وولده ورطب اللسان بذكر
ابائكم الكرام ويشكر نعمائهم ونشر علومهم
وارجو من الله تعالى ان يحفظنی ببركاتهم
ويحيی ذكرهم فی هذا البلاد بهذا العبد
الضعيف واولاده واصحابه انه قريب
مجيب واسأل منكم ان لا تنسونا فی صالح
دعواتكم بجاه النبی صلى الله عليه وسلم
وقد كتبت اليكم قبل هذا مكاتيب كثيرة
وما شرفتمونا بجواب ولا اكرمتمونا بسلام و

پانچواں خط

شیخ عارف باللہ مولانا ولی اللہ کا خط شیخ ابراہیم مدنی رحمہما اللہ کے نام
عوارف کے صاف وستھرے ہوئے چشمے خلائق کے حوض
یعنی سادۃ کرام کے فرزند رشید مولانا شیخ ابراہیم پر ہمیشہ گرتے رہیں
جو ائمہ اعلام کے قایم مقام اور ہمارے مکرم و معزز مولانا
شیخ ابوطاہر کے فرزند عارف باللہ حجۃ الاسلام قدوۃ الانام مولانا
شیخ ابراہیم کردی مدنی کے پوتے ہیں خدا تعالیٰ ہمیں اُن کے
اسرار کی بدولت پاک کرے فقیر ولی اللہ بن عبد الرحیم العمری
الدہلوی عفا اللہ عنہ کی طرف سے آپ پر سلام اور خدا کی رحمت و برکت
ہو آپ نے جو اپنے محب کی خیریت دریافت کی تھی سو خدا کا شکر ہے
کہ وہ خود اور اس کی اہل و اولاد خیریت سے ہیں اور آپ کے
آبار کرام کے ذکر سے رطب اللسان ہے اُن کی نعمتوں اور
علمی اشاعتوں کا شکر ادا کرتا ہے مجھے خدا سے اُمید ہے کہ وہ اُنکی
برکات کی وجہ سے مجھے ہمیشہ محفوظ رکھے اور ان بلاد میں اس ضعیف
اور اس کی اولاد و اصحاب کے سبب سے اُن کا ذکر زندہ رکھے
میں تم سے درخواست کرتا ہوں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا واسطہ
دیتا ہوں کہ اپنی نیک دعاؤں میں فراموش نہ کریں۔ اگرچہ میں نے
اس سے بیشتر بہت سے خطوط آپ کی خدمت میں روانہ کیے
لیکن نہ تو آپ نے جواب سے معزز فرمایا نہ سلام کتابت سے ممتاز کیا
حالانکہ میرا خیال آپ کی نسبت ایسا نہ تھا اب میں بخلاف سابق
کے التماس کرتا ہوں کہ آپ اس رقیمہ کے حال کی معرفت
جواب تحریر کرکے ارسال کریں اور ان محترم مواضع سے جہاں آنے

كتاب وما كان ذلك ظننا بكم والمسئول الآن
خلاف ما كان ان تكتبوا الجواب مع حامل قيمتنا
هذه ومع كل حاج يجيئنا من تلك المواضع المشرفة
وتخبرونا عن سلامتكم وسلامة اولادكم واصحابكم والسلام

المكتوب السادس

چھٹا خط شیخ وفد اللہ مکی کے نام

من الشيخ العارف الى الشيخ وفد الله المالكي
المكي بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله وصلى الله
على سيدنا محمد واله وسلم. من الفقير ولي الله
بن عبد الرحيم العمري الدهلوي عفي عنه سلام
عليكم ورحمة الله وبركاته اما بعد فالمأمول
من مكارم اخلاقكم ان تدعو الله في مواضع
الاجابة واوقاتها لديننا ومعيشتنا واولادنا و
اصحابنا وقد اخبرني ولدكم الشيخ حسين انكم
اجتمعتم في صغركم بفريد عصره الشيخ محمد بن العلاء
البابلي قدس الله سره فاجازكم بما تصح له روايته
فان كان الامر كذلك فهو اسناد عال جدا فالمرجو
من جنابكم ان تشرفونا بالاجازة مجملة ومفصلة
وتخبرونا باسانيدكم العالية وفوائدكم المنتخبة
ومسلسلاتكم المتصلة لعل الله يجمعني واياكم في
مقام صدق في زمرة اوليائه وحملة سنة رسوله صلعم والسلام

المكتوب السابع

ساتوان خط بعض دوستون کے نام

من الشيخ عارف بالله الى بعض اخوانه اخي ملازمة العلماء
غنم وصحبة الفقراء العقلاء تشحذ العزائم الله الله في مواظبة طاعاته

واپسی کے ہاتھ سرفراز نامہ بھیجیں اور اپنی اور اپنی اولاد و اصحاب
کی سلامتی سے مطلع کریں والسلام۔

چھٹا خط

شیخ عارف باللہ مولنا ولی اللہ کا خط شیخ وفد اللہ مالکی مکی کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم خدا کو سب تعریف ہے۔ اللہ تعالی ہمارے سردار
محمد اور آن کی آل پاک پر رحمت و سلام نازل فرماسے فقیر ولی اللہ
بن عبد الرحیم العمری الدہلوی کیطرف سے تم پر سلام اور خدا کی رحمت
و برکات کے بعد واضح ہو کہ آپکے عام اخلاق و بزرگ عادات سے
اُمید ہے کہ ہمارے دین و معیشت اور اولاد و اصحاب کیلئے اپنے اجابت
کے اوقات و مواضع مین دعا کرین مجھے آپکے فرزند شیخ حسین
سے معلوم ہوا ہے کہ آپنے کم سنی کے زمانہ مین فرید عصر شیخ محمد
بن العلا بابلی قدس اللہ سرہ سے ملاقات کی ہے اور اُنہون نے
آپ کو اپنی تمام مرویات صحیحہ کی اجازت عنایت کی ہے اگر حقیقت
مین یہ واقعہ نفس الامری ہے تو وہ ایک نہایت ہی اعلےٰ درجہ کی
اسناد ہے مجھے آپسے اُمید ہے کہ مجمل و مفصل اجازت سے اس فقیر کو
معزز و ممتاز کرینگے اور اپنی اسناد عالیہ اور فوائد منتخبہ اور مسلسلات
متصلہ سے اطلاع دینگے شاید خدا تعالی مجھے اور آپ کو مقام صدق
مین اپنے اولیا کے زمرہ اور اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم
کی سنت کے حاملین کے گروہ مین جمع کرے والسلام

ساتوان خط

شیخ عارف باللہ کا خط۔ بنام بعض دوستون کے۔

برادر من! علما کی ملازمت بہت غنیمت ہے اور عقلا کی ہم نشینی
عزم و استقلال کی محرک ہے اللہ اللہ خدا تعالی کی طاعات پر ہمیشگی بہت

والاهتمام بعباد الله اعلم ان الملازمة
لا تورث الا حسرة وان المفاكهة لا تخلف
الا قسوة اياك واضاعة اوقات في
الدعة والبطالات والامر تنكص على
عقبيك ولا تهتم بما بين يديك احسن
الناس من اذا سمع وعى وحقق ما ادعى
والسلام

المكتوب الثامن

من الشيخ عارف بالله الى بعض خلانه
ان الزمان قد تغير وان المشرب قد تكدر
وليس كل تزيا تزين المسلمين مسلما و
ليس كل ما يدعيه الانسان لنفسه مسلما
فاياك وخمسة من الناس فانهم في الحقيقة
بمنزلة النسناس صوفي شاطح يحتال
لرفع التكليف ولا يقف في مجاري امره
عند التوقيف ومعقولي مجادل
ينشر فتنة الشكوك والاوهام ولا ينقاد
بقياد العزيز العلام وفقيه مخترع
يستطيب الريح على اقوال الميتة ولا
يتبع ما اوضح النبي صلى الله عليه وسلم لامته
وزاهد متقشف يتشدد في دينه كان
التوسع ليس في خزينه وغني طامح يتكلف

کمیاب ہے اور اس کی عبادات کے اہتمام سے اکثر حلقے خالی ہین
واضح کہ کھیل کود مین مصروف رہنا بجز حسرت کے اور کچھ وہ اثر
نہین کرتا اور زیادہ خوش کلامی سخت دلی پیدا کرتی ہے تم راحت وآسانی
اور باطل کامون مین اپنے اوقات ضائع کرو اپنے تئین ان مضرت اور
ایذا رسان باتون سے بچاؤ جو انجام کار تمہاری طرف عود کرنیوالی
ہین اور جو چیزین فی الحال تمہاری پیش نظر ہین ان مین زیادہ اہتمام
نہ کرو تمام لوگون مین بہتر وہ شخص ہے جو سنکر یاد رکھے اور اپنے
دعوے کو ثابت کرے والسلام

آٹھوان خط

شیخ عارف باللہ کیطرف سے بعض دوستون کو
زمانہ کا رنگ بالکل بدل گیا ہے اور مذہب کا چشمہ نہایت مکدر ہوگیا
ہے اور ہر پوشش جو مسلمانون کو زینت و رونق دیتی ہے حقیقت
مین اسلامی نہین ہے اور ہر وہ چیز جس کی انسان اپنے لئے خواہش
کرتا ہے کبھی اسپر کامیاب نہین ہو سکتا۔ تم پانچ طرح کے لوگون سے
اپنے تئین بچاؤ جو حقیقت مین النسناس کے منزلہ مین ہین ایک
بیجا صوفی ہے جو رفع تکلیف کے لیئے حیلہ کرتا اور اپنے مجاری
امور مین توقف نہین کرتا دوسرا جھگڑالو معقولی جو شکوک واوہام
کے فتنے پھیلاتا اور خدا کا منقاد و مطیع نہین ہوتا ہے تیسرا شیخی خورا
فقیہ جو مردہ اقوال پر خوش ہوتا اور جسکی نبی صلعم نے اپنی امت کیلیئے
توضیح کی ہے اس کی پیروی نہین کرتا چوتھا خشک زاہد جو دین مین
اس درجہ سختی اور تشدد کرتا ہے کہ گویا اُسے کسی بارہ مین اجازت
ہی حاصل نہین پانچوان سرکش مالدار جو تکلف و بناوٹ کے ساتھ
مجمیون کی ہیئت اختیار کرتا اور ان کے ہم نوالہ ہم پیالہ ہونیکو

آٹھوان خط

نزی الاعاجم ویتداخل فی مضادیہ الجماجم و السلام

المکتوب التاسع

نواں خط

من الشیخ العارف الشیخ ولی اللہ قدس سرہ الی الشیخ محمد عاشق رحمہ ربہ بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ المنعم المفضل الکریم المتعال علی جمیع نعمہ ومن جملتھا سلامتکم ادام اللہ تعالی عافیتکم ورزقکم ما تمنیتم من فضلہ بل ما لم یخطر علی قلب بشر وما ذلک علی اللہ بعزیز وصل المکتوب بعد مدۃ مدیدۃ ونحن معکم انشاء اللہ حیث کنتم وقد وفق اللہ تعالی فی ھذہ الایام ان نحرر قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین

ببسط لائق بالمقام وقد تمت منہ خمسۃ کراریس والتقدیر ان یکون قریبا من عشرۃ کراریس وقد من اللہ تعالی بجمع الھمۃ علی تحریرہ والھم علوما مناسبۃ نسأل من اللہ تعالی الاھتمام علی ھذا النھج ولا حول ولا قوۃ الا باللہ وقد وصل الولد العزیز عبد الرحمن مع اولادہ بالخیر والعافیۃ وقد تلقیناھم تلقیا حسنا وقرأ علی من کتاب الفوز الکبیر شیئا وعسی ان یقرأ علی ھذا النمط حتی یختم انشاء اللہ تعالی والسلام

المکتوب العاشر من الشیخ الاستاذ العارف

دسواں خط

دوست رکھتا ہے - والسلام

نواں خط

شیخ عارف جناب شیخ ولی اللہ کی طرف سے شیخ محمد عاشق رحمہ اللہ کو

بسم اللہ الرحمن الرحیم اُس منعم خدا کو تعریف ہی جو فضل و کرامت کا مالک اور اپنی تمام نعمتوں پر بزرگ ہے منجملہ اُن نعمتوں کے ایک آپ کی سلامتی ہے خدا تعالیٰ آپ کو ہمیشہ عافیت سے رکھے اور تمہاری آرزو اور چیز اپنے فضل سے بر لاوے بلکہ اُن چیزوں پر کامیاب کرے جن کا خطرہ بھی کسی آدمی کے دل پر نہ ہوتا ہو اور یہ خدا کے نزدیک کچھ مشکل نہین ہے ایک زمانہ دراز کے بعد آپ کا خط آیا اور اگرچہ بظاہر ہم تم سے دور ہین لیکن حقیقت مین ہر جگہ تمہارے ساتھ ہین ہم ان دنون مین خدا کی تقدیر سے رسالہ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ایک ایسے بسط کے ساتھ لکھ رہے ہین جو اُسکے مناسب ہے گو اس کا اندازہ دس جزو کے قریب کیا گیا ہی لیکن ابتک پانچ جزو کی تکمیل ہوئی ہے خدا کا احسان ہی کہ اُس نے اس رسالہ کی تحریر پر ہماری ہمت جمع کردی اور اُسکے مناسب علوم الہام کئے ہم خدا تعالیٰ سے التماس کرتے ہین کہ جس طرز روش سے یہ شروع ہوا ہے اُسی پر اس کا خاتمہ ہو اور ہمین بجز خدا کی مدد کے گناہ و لغزش سے بچنے اور نیک کام کرنے کی قوت نہین ہے مکرر آنکہ فرزند رشید عبد الرحمن مع اولاد کے بخیر و عافیت پہنچے اور ہم نے اُن سے بہت اچھی طرح ملاقات کی وہ آجکل ہم سے فوز الکبیر پڑھ رہے ہین کچھ حصہ تو پڑھ چکے ہین اور باقی کی نسبت امید ہے کہ اسی طرز کے ساتھ پڑھ کر ختم کرین انشاء اللہ تعالیٰ والسلام

شیخ اُستاد عارف باللہ شیخ ولی اللہ کا خط فاضل علامہ مخدوم

باسمه الشيخ ولي الله الى الفاضل العلامة
المخدوم معين الملة والدين السندي طاب ثراه
احسن الله الى اخينا المكرم المعظم مخدومنا
المبجل جامع الكمالات سباق الغايات وجعله
كاسمه معينا للسنة والدين امينا على خزائن
علم اليقين وعين اليقين اما بعد فالفقير
ولي الله عفي عنه يسلم عليكم ويدعو الله
لكم في الاوقات المرجوة وقد استشرتموني
في الانتقال الى بندر سورت ثم الانتقال منه
الى موضع اخر وانا لا اعدل بحج بيت الله العظيم
وزيارة نبيه الكريم عليه الصلوة والتسليم
شيئا فان اتفق الخروج من الوطن بسبب من
الاسباب فلا ينبغي ان يقصد الا هذا ان وقد
اخبرتموني عن قلة الزاد فعلى الله توكلوا وبه
ثقوا واليه فوضوا النفق ولا تخشوا من ذي
العرش اقلالا واما عزم ترك الرجوع الى الوطن
فلا تستبدوا به حتى يشرح الله صدركم او صدر
رجل لاجلكم والحمد لله اولا
واخرا +

معین الدین سندی کے نام۔
خدا تعالی ہمارے مکرم و معظم اور ہمارے محترم و بزرگ مخدوم برادر
پر نگاہ کرم رکھے جو تمام کمالات کو جامع اور غایات مین سب سے آگے
نکل جانے والا ہے اور جیسا کہ اُس کا نام ہے سنت و دین کا
معین و مددگار اور علم الیقین و عین الیقین کے خزانون پر امین مقرر
کرے اسکے بعد فقیر ولی اللہ عفا اللہ عنہ تمہین سلام پہنچاتا اور اوقات مقبولہ مین
تمہارے لیئے دعا کرتا ہے۔ تم نے جو مجھ سے سورت کے بندر
اور پھر وہان سے کسی اور مقام پر سفر کر جانے کی بابت مشورہ لیا ہے
تو گذارش یہ ہے کہ مین حج بیت اللہ اور جناب نبی کریم صلے اللہ
علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی زیارت کے قصد سے کبھی باز نہین
رکھ سکتا کیونکہ اگر کسی وجہ سے وطن سے نکلنے کا اتفاق
ہو جائے تو پھر ان دونون متبرک مقامات کے علاوہ اور کہین
کا قصد کرنا لائق نہین ہے اور تم نے جو قلت خرچ اور کمی زاد
کی نسبت لکھا پھر تو خدا پر بھروسہ کرو اور اپنی تمام مہمات کی
باگ اُسکے ید قدرت مین دیدو۔ اور جملہ کام اُسے سونپ دو
جو کچھہ پاس رکھتے ہو خرچ کر ڈالو۔ اور مال کے تھوڑ جانے کا اندیشہ
نہ کرو۔ وطن کی طرف مراجعت نہ کرنے پر جو تم نے عزم بالجزم
کر لیا اسپر اصرار و ہٹ نہ کرو جبتک کہ خدا تعالی تمہارا یا تمہارے
لیئے کسی اور شخص کا سینہ کھولدے۔ اول و آخر خدا کا شکر ہے۔

معزز ناظرین! شاہ صاحب کے مکاتیب و خطوط کا جس قدر مجھے انتخاب کرنا تھا کر چکا اب مین صرف آپکا ایک وہ
خط اور نقل کرتا ہون جو آپنے فاضل اجل مولانا عبد القادر جونپوری کے جواب مین وحدت وجود کی بحث مین لکھا تھا
اِس خط کے نقل کرنے سے علاوہ ادب و انشا اور زور تقریر اور شیوا بیانی کے ناظرین کو یہ بھی دکھانا منظور رہے کہ
آپ کو تصوفی تحقیقات مین کس درجہ کا اقتدار تھا اور اِس خاص علم کو آپنے کس عروج پر پہنچا دیا تھا اور چونکہ شاہ صاحب کے

اس علمی تبحر اور پرزور تحریر کا اندازہ کرنا بغیر اسکے کہ مولانا عبدالقادر کا خط بجنسہ نقل کیا جائے بہت مشکل ہے لہذا مین
اول مولانا موصوف کا خط نقل کرتا ہون اور اسکے بعد شاہ صاحب کا جواب درج کرون گا۔ یہ دونون خطوط ادبی
ہونیکے علاوہ ایک ایسے خاص مسئلے سے تعلق رکھتے ہین جسکے مذاق سے بہت کم لوگ واقف ہین اس لیئے انکا ترجمہ
کرنا اول تو تکلف سے خالی نہین اور اگر ترجمہ کیا بھی جائے تو افسوس ہو کہ پڑھنے والے فائدہ نہین اٹھا سکتے چنانچہ مین
دونون خطوط بجنسہ نقل کرکے اس عنوان کو ختم کرتا ہون۔

فاضل جونپوری کا خط شاہ صاحب کے نام

جامع الفضائل کریم الشمائل مولانا عبدالقادر جونپوری کا خط بنام عارف باللہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب

من الفقیر الفاقر محمد عبد القادر الی النقی اللقی ولی الله العلی۔ یا من لعل بہ سیرا یبلغہ + دار الخلافۃ بلغ حیا
تاتیہا + منی السلام ما زال مبتغیا + من المشوق الی نفس یوالیہا + الی مفیم بہا قد ادہا شرفا + ورفعۃ حین
یدعی من اہالیہا + ذلک الولی الرضی العالم العلم + المحی المکارم بادیہا وخافیہا + اشتاق اذنی والعین قد
لطول تارہ اوکتب داعیہا + علی یبلغنک الشوق مقترنا + بہۃ منات تاتینی دواعیہا + من العبد الذنو
الغیر المعلوم والمذکور الفقیر الفاقر محمد عبد القادر بعض من خمر من تربتہ جونفو دماء ہا وعم سبعا وعشرین
حجۃ بمائہا وہوائہا الی ذلک الامام الہمام الحبر العلام النقی اللقی ولی الله العلی طول الله سبحانہ تعالی
بقاءہ وعجل لی لقاءہ اما بعد الہدیۃ الزکیۃ السلام والتحیۃ والآداب المرضیۃ فان التواد بین الاحاد
والتعارف بین الافراد لا ینبغی ان یحصر فی المشاہدۃ بالاعین او ان تقتصر علی المکالمۃ بالالسن کیف
وقد حشا الاحشا و ری فی ما بین الاعضا ما قد قرع الاسماع منکم من المکارم والمحاسن وبلغ الاذان
من محامد الظاہر والباطن حتی احب ان یکون منی قبل ان انال برکۃ الملاقات۔ وافوز بسعادۃ الموافات
شئ من المکاتبۃ والمراسلۃ التی قد تعد نوعا من المواصلۃ ولعل ذلک قد یکون سببا للاتصال ان الله سبحانہ
مسبب الاسباب ثم انہ مع کثرۃ ما یشوقنی والی من اہاجر الیکم یسوقنی انما یعوق عن ذلک ما یذوق المرء
من تطاول المنازل وتباعد المراحل ولعلی اذا شاء الله سبحانہ وہیأ الاسباب ارکب عارب مطیۃ العزم
واطلب برکۃ الوصال والصحاب ولا اقتصر الان علی ہذا القدر واتبعہ بسوال ما لا زال یحالج الصدر
فاقول **اما التوحید** المتعلق بوجوب الوجوب بمعنی ان الوجوب بالذات مختص بذات واحد
خبران ۱۲
لا یمکن ان یکون محمولا علی اثنین وان یکون الحقیقۃ والوجبیۃ مشترکۃ بین فردین و المتعلق بالفعل
اسم ان ۱۲

والتاثير بمعنى انه المؤثر فى الوجود الاعم من ان يكون بغير واسطة اوبها فان ذلك ليس من توحيد المؤثر فى شئ بل بمعنى انه لا مؤثر فى الوجود الا هو فيتعلق بكل ارادته وقدرته على موجب علمه وحكمته بيده ازمة الاشياء ولا يجرى فى ملكه الا مايشاء وانما غيره مماله مدخل فى وجود الشئ مما ينضم فى سلك القوابل والشرائط من غير ان يفيض منه وجود ويصدر منه فعل وكذا التعلق بالذات بمعنى ان ذوات الممكنات بحذافيرها وذرات المجعولات بنقيرها وقطميرها هالكة فى شبح جوهرها باطلة فى حد انفسها فلولا فيض الواجب سبحانه لم يكن هناك ذات ولم يعقل ماهية وانما تقررها وتصدرها وصلوحها للحكم عليها وبها بالنظر الى تلك الذات الواجبة المنبث فيضها الممتد ظلها الم تر الى ربك كيف مد الظل ولو شاء لجعله ساكنا كل ذلك امر معقول مصدق به ومقبول اما ما يرمز به العارفون ويترنم به المكاشفون فهل للعقل اليه سبيل او يمكن ان يدل عليه دليل وهل يقول من قال ان الله تعالى هو الوجود المطلق وانه ظاهر الاشياء وهو عينها مفهوم معقول اوانه طور وراء طور العقل ثم ماذا بمعنى قول من يزعم انه طور وراء طور العقل او ليس للعقل احكام صادقة وقضايا حقة لا يمكن ان يتبدل ولا يتصور ولا ان يتزلزل ام للعقل واحكامه حد معين اذا جاوزناه فليس له هناك حكم سبحان الله كيف يصدق بمثل هذا اذ لولا للعقل احكام مضبوطة غير ممكنة التبدل ولا جائزة التزلزل لما قامت السموات والارضون وقد رجع هذا القول الى مثل مايقول العمى الصم من السوفسطائية اللاادرية فالمطلوب منك ايها الباقى من آثار السلف والمرجو من لديك ايها الراقى كل شرف ان توطن نفسى وتسكن قلبى عما هما فيه من هذه المسئلة من القلق البالغ والتحقق السائغ بالخبر المنقح فى ذلك المحقق لدى بالك فلعلى انتفع وقلبى تنتفع ويجتمع ولعلك تؤجر وتجزى وعند الله الآخرة والاولى ثم انه ان اكرمتنى بكتابك وبلغتنى الاذن فى جنابك فلعلى اجترئ على ارسال العرائض والاستفادة من عندك مايفيض الفائض ابقيت طويلا واوتيت جزيلا والسلام

بنام سام حبر علامہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کا خط مولانا محمد عبد القادر جونپوری کے جواب میں

شاہ ولی اللہ صاحب جواب

اهلا الملفوف احكمت معالمها ٭ هدى الى الشئ من نوت تاتيها ٭ جرلمهمة علوية قضت ٭ كل المقاصد دانيها وقاصيها ٭ فلا يغادر علما غير مكتسب ٭ ولا فضائل الا وهو حاويها ٭ من جو نفوس اذ هبت رياح رضى منها انفطرت الدنيا وما فيها ٭ من الفقير الى رحمة الله الكريم احمد المدعو بولى الله بن عبد الرحيم

الی جامع الفضائل کریم الشمائل مولانا عبد القادر لا زال ملحوظا بعنایۃ فی الباطن والظاهر اما بعد فقد وصل
الی مکتوبکم الشریف الدال علی حبکم المنیف یعرض علی مسئلۃ حارت فی بوادیها الافکار وتقاعست دونها
الانظار وکیف لی بجوابها فی ورقۃ او حلها فی کلمۃ لکنی اذکر نکتۃ قولکم فی تقریر المعنی الثالث للتوحید
ان ذوات الممکنات بحذافیرها وذرات المجعولات بنقیرها وقطمیرها هالکۃ فی شیئ جوهرها باطلۃ فی حد
نفسها فلولا فیض الواجب لم یکن هنالک ذات ولم یعقل ماهیۃ وانما تقررها وتحددها وصلوحها للحکم علیها وبها بالنظر الی تلک
الذات المنبث فیضا الممتد ظلها انتهی هو بعینه معنی وحدۃ الوجود عند المحققین من اهل المعرفۃ والشهود غیر ان الناس لهم السنۃ
شتی بعضها من قبیل التجوز والمسامحۃ وبعضها من قبیل التحقیق والمفاتحۃ عباراتنا شتی وحسنک واحد وکل الی ذاک الجمال یشیر
فهذا الفیض الوحدانی بالذات المتکثر باعتبار القوابل یسمی بالفیض الاقدس من جهۃ صدور الماهیات وبالفیض المقدس من جهۃ صدور
العقلیات ولوازم الوجود الخارجی اما قولهم هو الوجود المطلق فلا یعنون بالمطلق الامر المنتزع عن الافراد کما یقرره المتکلم فی
الکلیات ولا الموجود فی ضمن الافراد لا باستقلال کما زعم الحکیم لکن امرا هو متحقق فی نفسه متعین بذاته استوت نسبته الی الممکنات باثرها
والعقل مقول علی معنیین احدهما النفس الناطقۃ وکل معرفۃ فانما هی قائمۃ بالنفس حاصلۃ لها وثانیهما قوی عدیدۃ سماها قوم اشتغلوا بالعلوم
العقلیۃ وربما حقیقۃ فاقت تلک القوی عن بعد فان الحالۃ الراسیۃ لا اکثر من هذا وعسی ان یکون بعد ذلک عود والمرجو من مکارم اخلاقکم ان تنسونا
من صالح دعواتکم ولا من لطیف مکاتباتکم فالمکاتبۃ نوع من الاستصحاب والعبرۃ بمناسبۃ الارواح لا بمقارنۃ الاشباح رزقنا الله تعالی الیکم ونعمتہ افاض علیکم والسلام

بالغ اور غائر نظریں ان دونوں خطوں کو موازنہ کرکے بخوبی اندازہ کرسکتی ہیں کہ ہمارے مولانا ممدوح کا خط کس درجہ فصاحت و بلاغت سے لبریز ہو اور فصاحت و بلاغت سے قطع نظر کرکے کتنا مطلب خیز ہے باوجود اس اختصار کے ایک ایسا اہم اور پیچیدہ مسئلہ جسکے حل کرنے کیلیئے چند اجزا بھی کافی نہیں ہوسکتے تھے آپنے کس سہولت اور آسانی کے ساتھ پانی کردیا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس درجہ کا تبحر اور کمال اس فن خاص میں آپکو حاصل تھا اس کی نظیر کہیں مل نہیں سکتی۔

وحدۃ الوجود کا مسئلہ ایک ایسا دقیق اور پیچیدہ مسئلہ ہو کہ اگر اسپر کوئی اور شخص بحث کرتا تو اُسے چند اجزا سیاہ کرنے پڑتے اور پھر بھی شاید صاف طور پر مطلب واضح نہ ہوتا یہ حقیقت میں شاہ صاحب کا اعجاز ہے کہ آپنے اس طولانی اور غیر محدود بحث کو چند چھوٹے چھوٹے جملوں میں اس طرح ادا کردیا کہ گویا کوئی بڑا کام ہی نہ تھا۔ طرفہ یہ کہ جو جملہ آپ کی قلم سے نکل رہا ہے یہ معلوم ہوتا ہو کہ سانچے میں ڈھل کر نکل رہا ہو ہر ہر فقرہ تصوف تحقیقات سے بھرا ہوا الفاظ کی بندش اور عبارت کی چستی سے جس قدر عالمانہ پن برستا ہو اسیقدر مطالب کی خوبی سے آپکی

نشان ظاہر ہوتی ہے

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی بعض تصنیفات

شاہ صاحب کی تصانیف

جناب عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیفات جو زمانہ کی ضرورتیں رفع کرنے کیلیے نہایت ہی دلچسپ اور عمدہ پیرایہ مین خاص خاص موقعون پر لکھی گئی ہین وہ آپ کی بے نظیر اور محسوس یادگارین ہین کسیکا یہ قول بہت درست ہے۔ ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ فطرۃ نے جناب شاہ صاحب کو اسیلیے پیدا کیا تھا کہ آپ زبان و قلم دونون سے دینی علوم کی اشاعت کرین اور اُن بنی نوع کی اصلاح مین نہایت سرگرمی کے ساتھ کوشش کرین جو ایک زمانہ دراز سے شرک و بدعت اور پیر پرستی اور مادہ تقلید کے تیرہ و تاریک گڑھے مین پڑی ہوئی تھی۔ آپ کی لائف بغور دیکھنے والا خوب سمجھ سکتا ہے کہ بچپن سے وقت وفات تک دینی علوم کے رواج دینے اور قرآن و حدیث کے پھیلانے مین جس شخص کی زندگی صرف ہوئی اور جسکی قسمت مین روز ازل سے یہ شرف مقدر ہو چکا تھا وہ شاہ ولی اللہ صاحب جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے فرزند رشید اور مشہور شہید شیخ وجیہ الدین صاحب کے پوتے تھے۔ ہوش سنبھالتے ہی جس خیال نے آپکو چارون طرف سے آگھیرا تھا اور جس کی دُھن مین آپنے اپنی تمام عمر گذاری تھی وہ یہی دینی علوم کی اشاعت کا خیال تھا۔ قدرت نے پہلے ہی روز سے ترویج علوم اور تالیف و تصنیف کا مقتدر و معزز منصب آپکے نامزد کر دیا تھا جسے آپنے نہایت قابلیت سے نبھایا اور بڑی دلسوزی کے ساتھ اُسکا انجام دیا۔

شاہ صاحب کی تصنیفات کثرت سے ہین اور اُن سب کے مطالب و مقاصد نہایت مفید و دلچسپ ہین لیکن افسوس اور سخت افسوس یہ ہے کہ باوجود تحقیقات کے چند مشہور کتابون کے علاوہ اور کسی کا پتہ نہین چلتا تاہم جو کتابین اسوقت تک ہمین دستیاب ہوئین اور جنہون نے ہندوستان و عرب دونون مین ایک عجیب مذاق علمی پھیلا رکھا ہے ذیل کے نقشہ مین ہین جنسے ان کے مقاصد و مطالب کی مختصر کیفیت بھی معلوم ہوتی ہے مین ایک فاضل مورخ کا وہ مختصر ریمارک جو اس نے شاہ صاحب کی تصانیف پر کیا ہے نقل کرکے ان مشہور کتابون کا نقشہ دیتا ہون جو اس وقت میری پیش نظر ہین۔ وہ لکھتا ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اکثر فنون مین کتابین تصنیف کی ہین جو زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے بھی سب مفید اور منفعت بخش ہین اور بعض ان مین ایسی بےنظیر اور عدیم المثال کتابین ہین جنکے وجود سے زمانہ ابتک بالکل خالی ہے اور جنکی موجودہ زمانہ مین سخت ضرورت ہے کہ

[illegible]	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن کے متعلق ہے	مختصر کیفیت
۱	فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن	فارسی	متعلق قرآن مجید	یہ قرآن مجید کا ایک نہایت مختصر ترجمہ ہے جو ایک عجیب دلچسپ پیرایہ مین لکھا گیا ہے ابتک قرآن مجید کے مطالب کا سمجھنا صرف عربی تفاسیر پر منحصر تہا جسے علما اپنا ہی حصہ سمجھے بیٹھے تھے اور عوام لوگ کلام الٰہی کا منشا اور فطرۃ اللہ کا مفہوم سمجھنے سے محض محروم و بے نصیب تھے۔ عموماً مسلمان رمضان مین یا معمولی تلاوتون مین بالکل طوطے کیطرح سے قرآن پڑہتے تھے اور معنی نہ جاننے کیوجہ سے خداوندی احکام اور آسمانی قوانین سے محض نابلد تھے ایسے وقت مین جناب شاہ صاحب نے قرآن مجید کے ترجمہ کی سخت ضرورت سمجھی اور اُس کا ترجمہ فارسی مین کیا اور لفظون کی رعایت سے ایسا مطلب خیز ترجمہ کیا کہ عام لوگون کو کلام الٰہی سمجھنا بہت آسان ہوگیا قطع نظر اسکے مطالب کی توضیح کیلئے جابجا نہایت مختصر فوائد چڑہائے بڑے بڑے معرکۃ الارا مضامین اور نہایت اہم اور دقیق مطالب چند مختصر اور گنتی کے الفاظ مین اس خوبصورتی اور جامعیت کے ساتھ ادا کئے ہین اور اُنہین ایسا صاف اور پانی کردیا ہے جس سے نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت ہوتی ہے اور زیادہ حیرت یون ہوتی ہے کہ جب کسی آیت کی تفسیر عربی تفاسیر مین دیکھی جاتی ہے تو باوجودیکہ وہ اسکے متعلق ایک نہایت طولانی بحث کرتے اور صفحات کے صفحات سیاہ کرجاتے ہین مگر پھر بھی ویسا صاف مطلب نہین کھلتا جیسا شاہ صاحب کے معدود لفظون سے کھلتا ہے۔ باوجودیکہ اس ترجمہ کی عمر ڈیڑھ سو برس سے زیادہ ہوگئی ہے اور زمانہ مین علوم و فنون بالخصوص ترجمے کی اشاعت کا دریا بڑے زور شور سے لہرین مار رہا ہے لیکن اس ترجمہ پر آجتک کبھی کسی کو

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن کو متعلق ہے	مختصر کیفیت
				دم مارنے کی طاقت نہیں ہوئی اور جس طرح خود قرآن مجید فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے اسی طرح یہ ترجمہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی ایک بہت بڑی معجزنما کرامت ہے اور جس طرح قرآن مجید جیسی ایک آیت بنالانے کی کوئی شخص طاقت نہیں رکھتا اسیطرح اس ترجمہ کی برابری کا کوئی دعویدار نہیں ہوسکتا اور اگر بفرض محال دعویٰ کرے بھی تو اسکا یہ دعوے چل نہیں سکتا۔ ہندوستان میں اس وقت فلسفہ و معقول کی بڑی گرمبازاری تھی اور قرآن و حدیث کا چرچا نہایت دھیما تھا عام و خاص ہیر پھیر کی پیچ و پیچ بھول بھلیوں میں حیران و سرگردان تھے عالم شرک میں گھی کھچڑی ہو رہا تھا اور مسلمان صدہا قسم کے توہمات میں گرفتار تھے شرک و بدعت کا ایک عظیم الشان اور طوفان خیز سمندر چاروں طرف بہہ رہا تھا جس کی خوفناک موجیں اور دہشتناک لہریں اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہی تھیں اسوقت ان خدا کے برگزیدہ اور اسلام کے سرپرست یعنی جناب مولنا شاہ ولی اللہ صاحب نے قرآن مجید کا ترجمہ کرکے شرک و بدعت کی عمارت کو جڑ بنیاد سے اکھیڑ پھینکا اور قرآن و حدیث کی اشاعت میں اسدرجہ کوشش کی کہ ہوا کا رخ ادہر سے ادہر پلٹ رہا تھا حقیقت یہ ہے کہ اگر قرآن مجید کا ترجمہ اس حساس زمانہ میں نہ ہوتا تو مسلمانوں کی معاشرانہ زندگی میں جو اصلاح ہوئی ہے کبھی نہ ہوتی اور معلوم نہیں کہ مسلمانوں کو کن کن سختیوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ان پر صاحب موصوف کے احسانات کسقدر بیشمار ہوئے

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن کے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				اور کیا کیا غضب الٰہی نازل ہوتے۔ اس وقت ہندوستان میں جہاں جہاں تک سچے اسلام کی روشنی نظر آتی ہے اور شرک و بدعت سے صاف اور نِتھرا ہوا مذہب دکھائی دیتا ہے سب اسی ترجمہ کا صدقہ ہے۔ ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔ ہندوستانی مسلمانوں پر شاہ صاحب کا یہ احسان اس قدر گرانبار ہے جس سے وہ گردن اٹھا نہیں سکتے لیکن افسوس اور سخت افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ مسلمانان ہند نے اس احسان کا آجتک کوئی مناسب شکریہ ادا نہیں کیا۔ یہ ترجمہ قرآن مجید کے بین السطور میں تحریر ہو کر ہزاروں دفعہ ہندوستان کے مختلف مطابع اور متعدد پریسوں میں چھپ چکا ہے اور اس کی شہرت دریائے جمنا سے فرات تک اور ہندوستان سے لیکر کوہ ہمالیہ اور ہندوکش کے دروں تک برابر پھیلی ہوئی ہے اس وقت تک اس کی اشاعت اسی نوے لاکھ کے قریب ہو چکی ہے اور روز بروز ہوتی جاتی ہے۔ اشاعت کی موجودہ تعداد سے اس کی قبولیت عام کا پورا پورا اندازہ ہو سکتا اور صاف واضح ہوتا ہے کہ تمام اسلامی دنیا اسے نگاہ قبول سے دیکھ چکی ہے اور موجودہ علماء و فضلاء کی قبولیت کی نظریں برابر پڑ رہی ہیں۔
۲	الفوز الکبیر	فارسی میں	متعلق قرآن مجید و تفسیر	یہ ایک بہت ہی چھوٹا سا رسالہ ہے جو اصول تفسیر میں لکھا گیا ہے لیکن باوجود اس قلیل الحجم ہونے کے اسدرجہ مطالب خیز ہے جس کے دیکھنے سے تعجب اور تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوتی ہے کہ اصول تفسیر کے عمیق اور گہرے دریا کو اس مختصر کوزے میں کس طرح بند کیا گیا ہے۔ اصول تفسیر کے وہ اہم اور پیچیدہ مباحث جو بڑی بڑی

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہی	کس فن کے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				کتابون سے بمشکل حل ہو سکتے تھے شاہ صاحب نے ایسی مختصر اور سہل عبارت مین طے کر دیے ہین جس سے کم استعداد طلبہ بھی خاطر خواہ متمتع ہو سکتے اور مستعد بہ فائدہ اُٹھا سکتے ہین عبارت کی عمدگی اور مطالب کی دلچسپی پر مؤلف کو جتنا بھی ناز ہو کسی طرح نازیبا نہین ہے جس مقام سے کتاب کو اُٹھا کر دیکھا جاتا ہے یہی معلوم ہوتا ہی کہ مضامین کا ایک دریا اُمڈا چلا آتا ہے ہر ہر فقرے سے جس قدر عالمانہ پن برستا ہے اُسی قدر مطالب سے مؤلف کی شان ٹپکتی ہے سچ پوچھیے تو اس مختصر رسالے نے بڑے بڑے تفاسیر کے دیکھنے اور برسون کے مطالعہ کرنے سے شائقین کو مستغنی کر دیا ہی۔
۳	فتح الخبیر	عربی مین	قرآن وتفسیر کے متعلق	یہ رسالہ عربی زبان مین نہایت لاجواب اور اعلےٰ درجہ کا لکھا گیا ہے قرآن مجید کے مشکل و غریب لغات سہل اور متعارفہ الفاظ مین حل کیے گیے ہین اور جابجا قرآنی آیات کی تفسیر جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح و مشہور احادیث اور صحابہ کرام کے مستند اقوال سے کی گئی ہی یہ ایک ایسی ضروری کتاب ہے جس سے قرآن مجید کے معانی پڑھنے والے کو انتہا سے زیادہ مدد ملتی ہے اور وہ بآسانی قرآن مجید کے مطالب سمجھنے پر حاوی ہو جاتا ہے۔
۴	مصفی شرح موطا	فارسی مین	متعلق حدیث	موطا حدیث کی ایک مختصر مگر نہایت معتبر اور مستند کتاب ہی جسے امام مالک[۱] رحمہ اللہ نے ہجرت کی دوسری صدی مین تصنیف کیا ہے جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اسکی ایسی عمدہ شرح لکھی ہی جس سے اصل کتاب کی رونق دوبالا ہو گئی ہے حدیث کی تحقیقات

[۱] امام مالک انس کے صاحبزادے اور مالک بن ابی عامر اصبحی کے پوتے ہین ابو عامر اصبحی انکے جد امجد ایک بڑے (بقیہ صفحہ آئندہ پہ دیکھو)

نمبر شمار	نام کتاب	کن زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				اس تبحر و لیاقت سے کی ہے جس سے آپ کا تبحر و کمال صاف نمایاں ہوتا ہے جو لوگ اس شرح کو ایک دفعہ بنظر غور اول سے آخر تک پڑھ جاتے ہیں پھر انہیں احادیث کی تحقیقات میں زیادہ محنت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی - اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کو حدیث و فقہ پر کس درجہ عبور اور استخراج مسائل میں کتنا تبحر تھا -

(بقیہ صفحہ ۲۹۹) مشہور و جلیل القدر صحابی ہیں جو جنگ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہتے - امام مالک سنہ ۹۳ ہجری میں پیدا ہوئے اور نو سو شیوخ سے علم حدیث کی تحصیل کی ذہن رسا حافظہ اور علمی مذاق خدا نے پہلے ہی سے عطا کیا تھا جسے ان کثیر التعداد شیوخ کی صحبت نے اور بھی چمکا دیا تھا اور اس فضل و کمال اور قابل تعریف لیاقت کے آپنے اسوقت تک فتوی لکھنے کیلئے قلم نہیں اٹھایا جبتک ستر ائمہ وقت اور مجتہدین عصر نے اس امر کی شہادت نہیں دی کہ وہ افتا کے لائق ہیں - آپنے اپنے ہاتھ سے پوری ایک لاکھ حدیثیں نقل کیں اور سترہ سال کی عمر میں درس حدیث شروع کیا جب آپ حدیث پڑھانے بیٹھتے تو غسل کر کے کپڑوں میں خوشبو ملتے اور نئی پوشاک پہنکر نہایت خشوع و خضوع اور وقار و عظمت سے بیٹھتے - سفیان بن عیینہ کہا کرتے تھے کہ خدا تعالی مالک پر رحم کرے جو حدیث کے راویوں کی انتہا سے زیادہ جانچ پڑتال کیا کرتے اور بجز ثقہ اور معتبر لوگوں کے اور کسی سے روایت حدیث نہیں کرتے تھے - عبد الرحمن بن مہدی کا قول ہے کہ میں صحت حدیث میں امام مالک پر کسی کو مقدم نہیں کرتا - کیونکہ وہ حدیث و سنت کے امام اور علم الرجال کے جاننے والے ہیں -

امام مالک رحمہ اللہ کے اگر دیگر فضائل اور خصوصیتوں سے قطع نظر کیجائے تو آپ کی فضیلت کیلئے صرف ایک یہی بات کافی و وافی ہے کہ امام شافعی جیسے جلیل القدر مجتہد آپکی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے امام مالک عالموں کی فہرست میں ایسے ہیں جیسے جھلملاتے ہوئے ستاروں میں چودھویں رات کا چاند اور ٹمٹماتے ہوئے چراغوں میں برقی قوت کی مشعل اور مجھپر علم کے بارہ میں امام مالک سے بڑھکر اور کسی کا احسان نہیں ہے - امام احمد جو امام شافعی کے شاگرد و نیز امام اعظم کے شاگرد رشید جنکا نام محمد تھا یہ بھی امام مالک ہی کے شاگرد تھے - سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ عنقریب لوگ علم کی تلاش و جستجو میں سفر کرینگے اور مدینہ کے ایک عالم سے کسی کو زیادہ جاننے والا نہ پائینگے اس سے امام مالک ہی مراد ہیں - امام اوزاعی جب امام مالک کا ذکر کرتے تو فرمایا کرتے تھے کہ وہ علماء کے عالم اور اہل مدینہ کے فاضل اور حرمین شریفین کے مفتی ہیں - ابن عیینہ کو جب امام مالک کے انتقال کی خبر پہنچی تو رو کر فرمایا افسوس انہوں نے اپنی مثل زمین پر نہیں چھوڑا اور یہ بھی فرمایا کہ امام مالک اپنے زمانہ کی حجت اور امت کے چراغ تھے جسوقت امام مالک نے موطا کو مرتب کیا تو اسوقت لوگوں کے پاس بجز قرآن مجید کے اور کوئی کتاب نہ تھی گویا احادیث کی جمع و تالیف کے سلسلہ میں موطا کا سب سے پہلا نمبر ہے - موطا کا یہ نام اسلئے مقرر ہوا کہ امام مالک نے جب اسے مرتب کر کے بڑے بڑے مشہور ستر فقیہوں پر پیش کیا تو سب نے اسکے ساتھ موافقت کی اور کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں رہی -

موطا کی نسبت علماء متقدمین نے جو متفقہ الفاظ میں ریمارک کئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے - امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس نیلگون آسمان کے نیچے باستثنا کتاب اللہ کوئی کتاب امام مالک کے موطا سے زیادہ صحیح نہیں ہے - ابن عربی فرماتے ہیں کہ موطا اصل اول ہے اور صحیح بخاری اصل ثانی - بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ ایک ہزار آدمیوں نے امام مالک سے روایت کیا جو نسخہ کہ اسوقت ہندوستان میں رائج ہے وہ یحیی بن یحیی مصمودی کی روایت سے ہے جس سال امام مالک کی وفات ہونیوالی تھی یحیی بن یحیی نے اسی سال امام مالک سے موطا حاصل کی - موطا کے تمام آثار و احادیث ایک ہزار ستائیس ہیں جنمیں سے چھ سو حدیثیں مسند اور دو سو بائیس مرسل اور چھ سو تیرہ موقوف ہیں انکے علاوہ دو سو پچاسی صحابہ کے اقوال ہیں - امام مالک نے زندگی کے ستاسی برس طے کر کے ۱۴ ربیع الاول سنہ ۱۷۹ھ کو انتقال کیا رضی اللہ عنہ و عن اتباعہ و غفر لنا

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن کے متعلق ہے	مختصر کیفیت
۵	مسوّیٰ شرح موطا	عربی میں	حدیث کے متعلق	یہ بھی موطا کی شرح عربی میں ہے اس میں مؤلف نے اپنی خداداد قابلیت کا جو کمال دکھایا ہے اسے دیکھکر حیرت ہوتی ہے اور ہر ہر فقرہ اور جملہ کی اس عمدگی اور سہولت سے توضیح کی ہے جس سے شارح کی خود بخود تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے اصل میں مسوّیٰ کو بجائے خود ایک مستقل کتاب کہنا چاہیئے کیونکہ اس میں علاوہ موطا کی حدیثوں کی تفصیل و توضیح کے بہت سے مسائل فقہیہ کی تشریح کی گئی ہے الغرض مسوّیٰ ایک ایسی بےنظیر اور قابل قدر شرح ہے جو طالب علم کو اسمرتبہ کا بنا دیتی ہے کہ وہ حدیث کے مطالب پر پورا عبور حاصل کرلے ۔
۶	حجۃ اللہ البالغہ	عربی میں	متعلق فقہ و حدیث	یہ ایک ضخیم کتاب ہے جس میں تمام عبادات و معاملات نہایت بسط و شرح کیساتھ محققانہ طرز میں بیان کیئے گئے ہیں اور فقہاء و محدثین کے اختلاف مذاہب کو نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی سے ظاہر کیا گیا ہے مسائل فقہ۔ مذاہب اربعہ یعنی حنفی شافعی حنبلی مالکی کی تحقیقات مذاہب صحابہ و تابعین اور اقوال جماعہ فقہا محدثین سے کرکے فقہ حدیث کی بنیاد از سر نو قائم کی ہے اور اسرار حدیث اور مصالح احکام ایسی خوبی اور سلیقہ شعاری سے بیان کیئے ہیں جس کی نظیر سے متقدمین مصنفین کے حلقے خالی ہیں ۔ یہ کتاب یوں تو فقہ و حدیث کے متعلق لکھی گئی ہے لیکن حقیقت میں فقہ حدیث اخلاق تصوف فلسفہ پانچوں مضامین کا مذاق پایا جاتا ہے گویا ان پانچوں علوم کا عطر و مغز اس کتاب میں بھر دیا گیا ہے بھلا وہ باکمال اور مجتہد وقت جس نے علوم دین کے اسرار بیان کرنے میں اپنی خداداد قابلیت اور پولیٹکل لیاقت کے

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	
				چنانچہ جو ہر ظاہر کیے اور مضامین خمسہ کی عمارت کی بنیاد ڈالی وہ امام غزالی ہیں احیاء العلوم جو ایک نہایت جامع اور مبسوط کتاب ہے اور جو سات سو سال سے لوگون کے افتخار کا باعث ہورہی ہے آپ ہی کی ایک عظیم الشان محسوس یادگار ہے اور دوسرا بزرگوار جس نے ایک زمانہ دراز کے بعد اپنے زمانہ کے حال کے مناسب اور اہل زمانہ کے مذاق کے مطابق اس فن کی تہذیب و آرستگی کی اور امام غزالی کی ڈالی ہوئی بنیادون کو اپنے علمی تبحر سے بلند کیا اور پھر اس عمارت کو تہذیب و شائستگی کے مرقعون سے سجایا وہ جناب عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب ہیں آپ کی بے نظیر و عدیم المثال کتاب حجۃ اللہ البالغہ اس وقت ہمارے ہاتھون مین ہے جس سے ایک فقیہ مسائل فقہیہ کو اور محدث مطابقت حدیث کو اور فلسفی دلائل فلسفہ اور براہین عقل کو نکال سکتا ہے اور اہل خوض و غور ہین ساتھ کے ساتھ اُسے اخلاق و تصوف کا ذائقہ بھی حاصل ہوتا رہتا ہے یہ کتاب اگرچہ بمقابلہ احیاء العلوم مختصر ہے لیکن تنقید احادیث مین اُس سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے علامہ ابو الطیب نے اسکی نسبت اپنی وزنی راے اس طرح ظاہر کی ہے "این کتاب اگرچہ در علم حدیث نیست اما شرح احادیث بسیار دران کردہ و حکم و اسرار آن بیان نمودہ تا آنکہ در فن خود غیر مسبوق علیہ واقع شدہ و مثل آن درین دوازدہ صد سال ہجرت ہیچ یکے از علماء عرب و عجم تصنیفے موجود نہ نمودہ و منجملہ تصانیف مؤلفش مرضی بودہ است و فی الواقع بیش ازان ست" یعنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ اگرچہ علم حدیث مین نہین ہے لیکن اس مین بہت سی حدیثون کی شرح اور اُن کے اسرار و حکم بیان کیے گئے ہین حتی کہ اپنے فن مین بے نظیر ثابت ہوئی ہے اور

نمبرشمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن کے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				کسی اور کتاب کو کسیطرح اسپر سبقت نہین ہوئی زمانہ ہجرت سے لیکر اسوقت تک کہ بارہ سوسال ہو چکے ہین علماء عرب و عجم مین کسی کی ایسی لاثانی تصنیف موجود نہین ہے غرض کہ یہ کتاب مؤلف کی تمام تصانیف مین عمدہ اور بہتر تصنیف ہی اور حقیقت مین اس سے بہت کچھ زیادہ ہے ۔
۷	الانصاف فی بیان سبب الاختلاف	عربی مین	متعلق فقہ و حدیث	یہ ایک مختصر سا رسالہ درحقیقت اُس بیہودہ شور و شر مٹانے کیلئے لکھا گیا ہے جو صدیون سے علما مین تقلید و غیر تقلید کی بابت پڑا ہوا تھا اور اس اختلاف کی یہانتک نوبت پہنچگئی تھی کہ ایک گروہ صرف اس فروعی اختلافی مسائل کی وجہ سے دوسرے فریق کو کافر کہتا اور اسلام کے دائرہ سے خارج بتاتا تھا جو شخص کسی امام خاص کا مقلد تھا وہ اُس شخص کو جو کسی کی تقلید نہ کرتا تھا کھلم کھلا کافر کہتا اور اسلام سے خارج شمار کرتا تھا۔ اسیطرح غیر مقلد مقلد کو کافر سمجھتا تھا۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اس طوفان بے تمیزی اور ہولناک غلط فہمی کو چند فقرون مین اُڑا دیا اور تقلید و مجتہد کے اقسام بیان کرکے صاف صاف کہدیا کہ جو شخص محض اُمی اور اَن پڑھ ہے اُسکے لیئے تقلید جائز ہے اور جو شخص پڑھا لکھا ہے وہ اگر کسی خاص شخص کی تقلید نکرے تو کوئی گناہ نہین اسی طرح اگر کوئی شخص کسی امام کے اجتہادی خطا مین تقلید کرے تو یہ تقلید محض حرام ہی حقیقت مین تقلید و غیر تقلید کا مسئلہ ایک ایسا فضول اور بے نتیجہ مسئلہ ہے جس مین بجز تضیع اوقات کے اور کوئی نتیجہ نہین نکلتا جو لوگ اسبات کے قائل ہین کہ اجتہاد کا خاتمہ ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم امام مالک امام شافعی امام حنبل پر ہوگیا ہی اور ان مین سے ہر مجتہد بجاے خود وحی کا بازگشت بنا ہوا ہی اور

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی جملہ مطبوعہ کتابین احمد تواجم افضل المطابع نہایت ہی مناسب قیمت پر ملسکتی ہین

مختصر کیفیت	کس فرقہ کی تصنیف ہے	کس زبان میں ہے	نام کتاب	نمبر شمار
خطا سے بالکل پاک ہو اُن کا یہ خیال ایک مجنونانہ بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا بھلا وہ کونسا ایسا امام اور مجتہد ہے جسکی رائے میں خطا و صواب دونوں کا احتمال نہ ہو۔ یہ خیال کرنا محض لغو و فضول ہے کہ فلاں مجتہد نے استنباطی مسائل میں کبھی غلطی ہی نہیں کی بلکہ یہ ایک ایسا بدیہی جھوٹ ہے جسکی کوئی حد نہیں۔ جب ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی رائے میں خطا اور صواب کا احتمال باقی ہو اور آپ صاف لفظوں میں یوں فرماتے ہوں کہ انتم اعلم بامور دنیاکم یعنی دنیاوی معاملات میں تم لوگ میری رائے مطمئن نہ رہنا بلکہ خود بھی اچھی طرح سمجھ لینا کیونکہ ممکن ہے کہ میری رائے خطا پر ہو اور اس کی وجہ سے تمہیں کچھ نقصان پہنچے البتہ دینی معاملات میں تمہاری رائے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اس بارہ میں میں سوا وحی کے کوئی ناطق حکم نہیں دیسکتا۔ پس جب پیغمبر صاحب کی کیفیت تھی تو امام اور مجتہد کس شمار میں ہیں۔ الغرض مصنف نے بیان سبب الاختلاف میں جناب شاہ صاحب نے اس امر کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ تامہ کی موجودگی میں اقوال فقہا کچھ بھی وقعت و قدر نہیں رکھتے جب کسی کے پاس کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ موجود ہو تو انکے مقابلہ میں کسی امام یا مجتہد کی تقلید کرنا محض حرام ہے۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ بھی ہوگیا ہے جو کشاف کے نام سے شہرت رکھتا ہے اُمید ہے کہ اردو خوان بھی اس کتاب کے فوائد سے محروم نہیں رہینگے۔				

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
۸	عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید	عربی مین	متعلق فقہ و حدیث	یہ بھی ایک چھوٹا سا رسالہ عربی زبان مین لکھا گیا ہے جسکا نام خود بتا رہا ہے کہ اس مین بھی انصاف کی طرح اجتہاد و تقلید کے احکام نہایت تفصیل و توضیح کے ساتھ بیان کیے گئے ہین آخر مین اس کا اُردو ترجمہ بھی ہو گیا ہے جس کی وجہ سے تھوڑی سی استعداد کا آدمی بھی اس سے ویسا ہی فائدہ اُٹھا سکتا ہے جیسا ایک مستعد عربی خوان
۹	ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا	؍؍	متعلق خلافت خلفا	یہ ایک بسوط کتاب ہی جس مین خلفاء اربعہ کی خلافت کے متعلق محققانہ بحث کی گئی ہی اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فاضل اجل مصنف کو حدیث و تفسیر اور تواریخ پر کس قدر عبور اور استخراج مسائل مین کتنا تبحر تھا یہ کتاب جامعیت روایات کے لحاظ سے ایک عجیب و غریب اور نہایت ہی بے مثال کتاب ہے ۔
۱۰	قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین	؍؍	؍؍	یہ دس گیارہ جزو کا رسالہ ہے جسے جناب قدوۃ اہل التشیخ الشیوخ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے عین اُسوقت تصنیف کے قالب مین ڈھالا جبکہ مذاہب اہل بدعت کی کثرت ہو گئی تھی اور عقاید باطلہ کی طوفان بے تمیزی کا اندھا دھند جھکڑ چارون طرف بڑے زور شور سے چل رہا تھا حقیقت مین اس وبائی امراض کے زمانہ مین حکیم اُمت محمدیہ کا یہ نسخہ لکھنا اور موجودہ لوگون کے روحانی بیماریون کے مناسب علاج کی مکمل تشریحات کا تیار کرنا سخت ضرور تھا ۔ اس کتاب کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب شاہ صاحب نے اول ایک ایسی کلی صفت بیان کی ہی جو افضلیت کی مدار علیہ ہو اُن بعد یہ ثابت کیا ہے کہ یہ مخصوص صفت جسپر افضلیت کا دار مدار ہی بوجہ کمال صرف حضرات شیخین یعنی جناب صدیق اکبر اور فاروق اعظم

مختصر کیفیت	کس فن کے متعلق ہے	کس زبان مین ہے	نام کتاب	نمبر شمار
رضی اللہ عنہما ہی سے ان کے سوا دوسرے صحابہ کرام مین نہین پائی جاتی تہی پہر اس بحث کو یون ہی نہین چھوڑ دیا ہے بلکہ نقلی اور عقلی دلائل سے مدلل کیا ہے۔ اسکے بعد حضرات شیخین کے مآثر بیان کیے گئے ہین اور جو مطاعن کہ مخالف فرقہ کے لوگ ان حضرات پر کرتے ہین اُن کے الزامی و تحقیقی جوابات بڑی دہوم سے دیے گئے ہین پہر جس طرح شیخین کے مآثر و مطاعن بیان کیے ہین ویسے ہی حضرات ختنین یعنی جناب عثمان بن عفان اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما کے بہی فضائل و خصائل کا ذکر کیا ہے جو حضرات شیخین کی ذات اقدس مین پائے جاتے تھے اور اُن مقامات کو ارباب کشف و کرامات کے اقوال سے مثالین دیکر اس طور پر بیان کیا ہے جسے تھوڑی استعداد والے بہی بآسانی سمجھ سکتے ہین۔ کتاب کے خاتمہ مین شاہ صاحب نے اپنا مکاشفہ بیان فرمایا ہے کہ ہم نے شیخین کی ارواح مبارک کو ایسی حالت مین پایا اور دوسرے صحابہ کرام کی ارواح کو اس کیفیت مین اور جب ہم نے اس کا روحانی سوال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے کیا تو ہمارے دل پر القا ہُوا کہ یہی بات حق اور درست ہے۔ غرضکہ یہ ایک ایسی لاجواب اور بے مثل کتاب ہے جسکی مثال کتب متقدمین مین کہین نہین ملتی۔	متعلق خلافت صحابہ	عربی مین	قرۃ العینین	۱۰
یہ ایک مختصر رسالہ عربی مین لکھا گیا ہے جس مین علاوہ واقعات حرمین محترمین کے علم تصوف[1] کی تحقیقات بہت کچھہ کی گئی ہے حال مین اردو ترجمہ بہی ہو گیا ہے جسے ہر اردو خوان دیکھہ سکتا اور خاطر خواہ متمتع ہو سکتا ہے۔	متعلق تصوف	رر	فیوض الحرمین	۱۱

[1] علم التصوف اُس علم کو کہتے ہین جس سے اُن اہل کمال کی معرفت حاصل ہوتی ہے جو نوع انسان مین سے (باقی آئندہ صفحہ پر دیکھو)

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی جملہ مطبوعہ کتابین اور تراجم افضل المطابع سے نہایت مناسب قیمت پر ملسکتی ہین

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
۱۲	الطاف القدس	فارسی میں	متعلق علم تصوف	اس رسالہ میں جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) مدارج سعادت میں ترقی حاصل کرتے ہیں اور اس سے اُن اُمور کا حال معلوم ہوتا ہے جو اُن کے درجات میں بقدر طاقت بشریہ پیش آتے ہیں لیکن ان مقامات و درجات کا کما حقہ بیان کرنا محال نہیں تو قریب قریب دشوار ضرور ہے کیونکہ عبارات معانی کیلئے وضع کی گئی ہیں پس جو شخص صرف الفاظ تک پہنچتا ہے وہ اہل لغت کے زمرہ میں شمار کیا جاتا ہے رہے معانی تو اُن تک وہی پہنچ سکتا ہے جو اپنی ذات سے غائب ہو جاتا ہے ؎ آمد خبرے ز آمد او ٭ من بے خبر از بارا ٭ اور جب معانی کی یہ کیفیت ہے تو قوائے بدن کا کیا ذکر رہا ؎ ذرہ از جادۂ خورشید چہ اظہار کند ٭ رفتم از خویش ندانم بچہ آئین آمد ٭ اور جب ان معانی کیلئے الفاظ کا وضع کرنا ممکن نہیں ہے تو الفاظ کا اُن اپنی عبارت کا ادا کرنا سخت دشوار و محال ہے ؎ شرقتنی غربتی اخرجتنی عن وطنی ٭ فاذا تغیبت بدا وان بدا غیبنی

جس طرح معقولات کا ادراک اوہام سے اور موہومات کا خیالات سے اور تخیلات کا حواس سے نہیں ہوتا اسیطرح وہ چیز جو عین الیقین سے معائنہ کیجاتی ہے علم الیقین سے دریافت نہیں ہو سکتی اسی لیے جو شخص اس علم کی تحصیل کا عازم ہو اسپر واجب ہے کہ وصول بالعیان میں نہایت سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ کوشش کرے اور طالب بالبیان نہ ہو کیونکہ یہ ایک ایسا طور ہے جو طرز عقل کے علاوہ ہے اس علم کی چار شاخیں ہیں عبادات۔ عادات۔ مہلکات۔ منجیات۔ امام غزالی کی احیاء العلوم ان تمام انواع و اقسام کو حاوی ہے جسکا خلاصہ کتاب کیمیائے سعادت ہے اور جسے خود امام غزالی نے تالیف کیا ہے سلف اُمت یعنی صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین سب کے سب ہدایت و حق کے طریقہ پر تھے اُن کا اصلی کام خداوندی عبادت اور انقطاع عن الدنیا تھا اُن کی طبیعت کا میلان صرف خدا کی طرف تھا اور اس فانی دنیا کے بہت جلد مٹجانے والے جاہ و جلال اور زخارف و زینت سے متنفر تھے مال و جاہ کی پروا تھی نہ اعزاز و اقتدار کی محبت بلکہ تمام دنیاوی تعلقات سے علیحدہ ہو کر خلوت میں عبادت الٰہی میں ایک خاص استغراق و محویت کے ساتھ مصروف رہتے تھے دوسرے قرن میں جب لوگ خلق کی مخالطت کی طرف مائل ہوتے تو اسوقت جو لوگ عبادت الٰہی میں مشغول رہے اُن کا نام صوفیہ مقرر ہوا طریقہ تصوف علم شریعت میں حادث ہوا اور اُسکے ضوابط و آداب نے تدوین پائی اور ایک بڑا طول و عرض بہم پہنچایا۔ ابتدا میں یہ لوگ درحقیقت خلاصہ امت اور صفوۂ اُمت تھے لیکن پھر جسطرح علم ظاہر کا بدعت کی آمیزش سے رنگ بدل گیا اور علم کلام و قیاس نے خرابی ڈالکر اسے کہیں سے کہیں پہنچا دیا اسی طرح اس باطنی علم میں بھی اہل باطل گھس پڑے اور ایسے عقائد و رسوم ایجاد کیے جو بالکل دین و ایمان کے مخرب تھے مگر اسکے ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے ایک ایسی جماعت کو اُٹھا کھڑا کیا جو علم و ولایت کو جامع تھی اور جس نے حق کو باطل سے اور کھرے کو کھوٹے سے بالکل علیحدہ اور جدا کر دیا تھا جس سے تصوف سنی تصوف بدعی سے ممتاز و جدا ہو گیا مثلاً شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اس بارے میں ایک ایسے باوقار صوفی ہوئے جنہوں نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا یا ان سے پہلے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ابن القیم ایسے خدا شناس اور بے لوث شخص گذرے ہیں جنہوں نے اس علم کے چشمہ کو جو بدعت کی خس و خاشاک سے پٹ گیا تھا بالکل پاک صاف کر دیا کتاب الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان باوجود قلیل الحجم ہونیکے اسبات میں بے مثل اور عدیم النظیر کتاب ہے لیکن تصوف کی مفصل و مطول کتابوں میں احیاء العلوم اور عوارف المعارف سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے اگرچہ اس فن کی ہزارہا مصنفات موجود ہیں ان اتنا ضرور ہے کہ ان کی بعض حدیثیں اور کچھ تقریریں پایۂ صحت و قوت سے ساقط ہیں اس فن میں سب سے پہلے رسالہ قشیریہ تالیف ہوا جو تمام تالیفات فن میں اقدم و افضل ہے متاخرین کی مؤلفات میں جو اعزازی رتبہ کتاب منازل السائرین اور (بقیہ صفحہ آئندہ کو)

نمبرشمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				اُن تمام الہامات کو ضبط کیا ہے جو اس زمانہ میں آپکو وقتاً فوقتاً ہوئے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اُس کی شرح مدارج السالکین کو ہے وہ کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہاں متاخرین کے مختصر رسالوں میں قاضی محمد بن شوکانی کی نقشبندی
کا قطر الولی فی شرح حدیث الولی نامی رسالہ تمام رسالوں سے افضل و بہتر رسالہ ہے اسی فن میں ایک کتاب فتوحات مکیہ بھی لکھی گئی ہے جسپر فقہا نے
بہت کچھ اعتراض کیے ہیں اور شعرانی رحمۃ اللہ نے الیواقیت والجواہر لکھی جس میں انہوں نے فقہا کے تمام اعتراضوں کے جواب دیے ہیں اور جواب
شافی دیے ہیں۔ الغرض کسی مسلمان کا کام نہیں ہے کہ اصل علم تصوف سے انکار کرے کیونکہ یہی ایک ایسا علم ہے جسے نتیجہ اسلام در ثمرہ
ایمان کہہ سکتے ہیں احسان کی روح قرار دے سکتے ہیں سنت صحیحہ میں یہی علم احسان کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے جو اصطلاح متاخرین میں
تصوف سلوک باطن مکاشفہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ولا مشاحۃ فی الاصطلاح ؎ عباداتنا شتی وحسنک واحد
وکل الی ذاک الجمال یشیر ۔ ان تمام مذکورہ بالا الفاظ سے مرتبہ احسان کی تحصیل مراد ہے اور ایسی ہی لوگوں کے بارہ میں وانسکب اینہ
عبارۃ ہوا ہے خلاصہ یہ کہ انسان کو کثرت مبانی پر نظر ڈالنا نہ چاہیے بلکہ ہمیشہ وحدت معانی کو پیش نظر رکھنا مناسب ہے وللہ در من قال ؎

اینجا ز فیض پیر مغان بزم وحدت است ٭ در پردہ دار دیدہ کثرت نمائی را

علم تصوف پر یہ ایک نہایت مختصر ریمارک ہے جسے صاحب منسب الذریعہ نے نقل کیا ہے لیکن میں اس مقام کو ذرا اور واضح کرنا چاہتا ہوں جس
سے ناظرین کو علم تصوف کی حقیقت عمدہ طور پر معلوم ہو جائے۔
ایک فاضل معاصر نے اپنی ایک تالیف کے ایک نوٹ میں تحریر فرمایا ہے کہ بزرگ تر صوفیوں کے روشن اصول اور مذہبی ضوابط کی بنیاد جناب نبی کریم
صلے اللہ علیہ وسلم زمانہ زندگی ہی میں پڑ چکی تھی اور اس مذہب کے بانی جناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہوئے ہیں لیکن اسلامی تاریخیں
اس امر کی شہادت نہیں دیتیں اور نہیں ابتدائے زمانہ کی تاریخوں سے کوئی ایسی کافی وجہ ثابت نہیں ہوتی جس سے ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو
بانی تصوف قرار دیں۔ محققوں کی تحقیقات سے جہانتک پتا چلتا ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تصوف ایک قدیمی علم ہے جو ہندوؤں کے ویدوں
اور کسی قدر مسیحی اصول سے لیا گیا ہے بہرصورت کچھ بھی ہو یہ ظاہر بات ہے کہ اس طریقہ و مذہب میں مقدس اسلام کی ایک نہایت زبردست شان
معلوم ہوتی ہے۔
جو لوگ فن تصوف کے بانی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قرار دیتے ہیں اُن کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جناب
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ زندگی میں ذکر کے طرق علاحدہ علاحدہ مذہبی عبادت میں ادا کرنے کیلیے بتائے تھے یہیں سے صوفیوں کے
دو گروہ قایم ہو گئے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت ہوا تو آپ نے بستر مرگ پر حضرت سلمان فارسی کو طرق ذکر میں اپنا
جانشین مقرر فرمایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حسن بصری کو اپنا نائب ٹھیرایا ان دونوں معزز جانشینوں نے اپنے خلفا کے ذکر کے طرق کی
پورے طور سے تقلید کی اور اپنے تئیں اسلامی گروہ میں واجب الاحترام اور اعلے درجہ کا زاہد و متقی ثابت کیا اب ان کے بہت لوگ مقلد
ہو گئے اور اس جماعت میں روز افزوں ترقی ہونے لگی ان میں سے بعض لوگ خداوندی عبادت کی سرخوشانہ حالت میں ملک بملک گشت
لگانے نکلے اور ہزاروں کو اپنا ہمخیال بنالیا۔
شدہ شدہ ان کا لاثانی جوش یہانتک دلوں میں اُبلا کہ ۳۷ھ ہجری میں اویس القرنی نے ایک دن علے رؤس الاشہاد یہ بیان کیا کہ میں نے جبرئیل
کو خواب میں دیکھا اور اُس نے مجھے خدا کا یہ حکم سنایا کہ تو دنیا کو خدا کے نام پر ترک کر دے اور سراپا یاد خداوندی میں غرق ہو جا (بقیہ صفحہ آئندہ)

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				ر ہے دیکھنے مین گو ایک نہایت مختصر رسالہ ہے لیکن مطالب سے اسقدر لبریز ہے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اس ربانی قاصد نے ذکر کے قواعد بھی تمام و کمال تلقین کیے اور جو کچھ اس پاک باز صوفی کے طرق ذکر آئندہ قرار پائے اُن سب کی ہدایت آ بھی ہے کی چنانچہ اسکے دوسرے دن اویس قرنی نے دنیا کو ترک کر دیا اور اسکے بعد آمیز سامانون کو لات ماری دنیاوی تمام راحتین اپنے اوپر حرام ٹہیرالین اور شب و روز یاد الٰہی مین زندگی بسر کرنے لگے آخرکار ترک دنیا اور خداوندی عبادت اور بانئے اسلام کی محبت نے یہانتک طول کھینچا اور نبی کریم کی محبت کا جوش اسقدر آیا کہ حضرت اویس نے اپنے سامنے کے دو دانت اس لحاظ سے توڑ ڈالے کہ رسول خدا کے بھی بھی دو دانت احد کی مشہور جنگ مین شہید ہو گئے تھے واجب الاحترام اور بزرگ اویس نے اگرچہ اپنے مریدون کی تعداد بڑھانے مین بہت کچھ کوشش کی لیکن وہ اپنے زمانہ زندگی مین زیادہ مرید بہم نہ پہنچا سکے اور انجام کار یمن ہی مین انتقال کر گئے۔

سنہ ۱۳۷ھ ہجری مین شیخ الوان نے اول ہی اول فقیری سے مستقل ضوابط کی بنیاد ڈالی اور قواعد کی تدوین کی چنانچہ اسوقت تک آپکے پیرو بکثرت موجود ہین جو الوانیہ کہلاتے ہین گو اسلام نے نفس پر زیادہ تشدد کرنے اور صومعہ نشینی سے منع فرمایا ہے پھر بھی فقرا سے رہ وہ قواعد تشدد نفس اور خوفناک ریاضتون کے ضوابط ایجاد کیے جنپر آج بڑے بڑے عالم اور مولوی چلتے ہین۔

ہر صدی مین فقرا کے نئے نئے پیشوا ہوئے اور پھر سب کے گروہ علیحدہ علیحدہ ہو گئے جو آجتک موجود ہیں ان مین سے تین گروہ ۔ بسطامیہ نقشبندیہ اور بختشیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سلسلہ مین اپنے تئین مشہور کرتے ہین اور باقی جسقدر فرقے ہین سب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکلے ہین۔ ہر گروہ ان دو عظیم الشان بانیون تک اپنا سلسلہ پہنچاتا ہے نقشبندیہ جو خواجہ پیر محمد نقشبند کے معتقد و پیرو ہین اور جنہنے سنہ ۷۱۹ھ ہجری مین نشو ونما پایا مختلف طرق رکھتے ہین یہ لوگ اکثر ذکر خفی کرتے ہین اور بالکل یہی طریقہ انکے ہان رائج ہے ان کی خاص عبادت کو ختم خواجگان کہتے ہین ایک بار استغفار رکھتے ہین سات بار سلامات سات دفعہ فاتحہ نو دفعہ سورہ الم نشرح پڑھتے ہین اور اسکے بعد سورہ اخلاص۔ ان عبادتی تقریبات کا نام ذکر ہے اس خاص ذکر کرنے کیلیئے وہ ہفتہ مین ایک بار باہم ملتے ہین معمولی طور پر یہ دن جمعرات کا ہوتا ہے عشا کی نماز کے بعد سے یہ ذکر شروع ہوتا ہے اور تمام شب رہتا ہے ہر شہر اور شہر کے ہر ضلع مین اسکے ممبر مختلف سوسائٹیون مین منقسم ہین جہان وہ سب مل کے اپنے مرشد کے مکان پر جمع ہوتے ہین اور نہایت توجہ کے ساتھ ذکر کرتے ہین بعض شہرون مین نقشبندیہ کے خاص خاص وسیع مکان مقرر ہین جو صرف ذکر ہی کیلیئے مخصوص کیے گئے ہین شیخ اپنے ممتاز عمامہ سے اپنے مریدون مین پہچانا جاتا ہے فرقہ بختشیہ کا بانی بنجاریکا رہنے والا تھا جس نے جان نثارون مین پرجوش روح پھونک کے بہت بڑی ناموری حاصل کی تھی اس گروہ کے فقیر کی نشانی ایک پٹکا ہے جسے چند فقرے کہکر جو اُنکے ہان رائج ہین اپنی کمر سے باندھ لیتے ہین۔

مولویہ فرقہ سلطنت ٹرکی مین بکثرت موجود ہین اس گروہ کے بانی مولوی جلال الدین رومی ساکن کنواح تھے جو مشہور مثنوی کے مصنف ہین اور جنہون نے سنہ ۶۷۲ھ ہجری مین اس طریقہ مین روح پھونکی یہ فقیر لمبی لمبی گول ٹوپیان پہنتے ہین اور ان کا لباس جامہ کے طور پر ہوتا ہے جامہ کی صورت بالکل راجپوتون کے مشابہ ہوتی ہے جو مسلمان عورتین پہنتی ہین یہ لوگ ذکر کرتے کرتے اپنے جامے اُتار ڈالتے ہین اور صرف جاکٹ اور نیچے نیچے کوٹ پہنے رہتے ہین کبھی اُچھلتے اور کبھی سر کو گردش دیتے ہین اور کاہے غیر معمولی جوش مین چکر کھانے لگتے ہین۔

فرقہ قادریہ کے بانی شیخ عبد القادر جیلانی تھے باشندہ بغداد ہین یہ لوگ ذکر جلی اور ذکر خفی دونون کرتے ہین چشتیہ خواجہ معین الدین سے منسوب ہیں

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہی	کس فن سے متعلق ہو	مختصر کیفیت
؍؍	؍؍	؍؍	؍؍	کہ جس مقام کو دیکھا جاتا ہو معلوم ہوتا ہی کہ مضامین کا دریا لہرین لے رہا ہے یہ حضرت مصنف ہی کا کام تہا کہ ایک ایسے طول طویل بیان کو چند اوراق مین مختصر طور کر دیا

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کے پیرو ہین جن کا لقب گیسو دراز ہو آپ کا مزار گلبرگہ مین ہے یہ لوگ ذکر جلی کرتے ہین اور ساتہ ہی راگ راگنی سے شوق رکھتے ہین کیونکہ اس گروہ کے بانی کا مقولہ ہو کہ گانا روح کی خوراک ہے گروہ جلالیہ اسکے بانی سید جلال الدین بخاری ہین یہ فقرا وسط ایشیا مین بکثرت پائے جاتے ہین سہروردیہ یہ لوگ شیخ شہاب الدین باشندہ سہرورد کے پیرو ہین قرداریہ یہی ان فقرا کا بانی زندہ مروار شامی ہوا ہے جسکا مزار مکنپور مین ہے ملنگ فقیر اسی گروہ سے نکلے ہین جو ہندوستان کے بازارون مین باکثرت دکھائی دیتے ہین نقشبندیہ گروہ کے فقرا بہی ہندوستان مین بے شمار ہین یہ لوگ اپنے نفس پر بہت سختیان توڑتے اور تکالیف شاقہ جھیلتے ہین قلندریہ یہ بہی فقرا کا ایک گروہ ہو جس کا بانی قلندر یوسف اندلسی تہا جو اسپین کا باشندہ تہا کچہ زمانہ تک تو یہ نجتشیہ رہا لیکن جب اس گروہ سے علیحدہ کر دیا گیا تو اسنے بطور خود ایک مذہب کی بنیاد ڈالی۔ ان کے علاوہ صوفیون کے اور بہی بہت سے فرقے ہین جنکے ذکر مین بجز تطویل کے اور کوئی فائدہ نہین البتہ صوفیون کے مجمل اصول اس مقام پر قابل ذکر ہین فاضل مذکور اپنی بیش بہا تالیف مین صوفیون کے اصول یون بیان کرتا ہے ۔

(۱) خداوند توانا ہے وہ ہر چیز مین ہی اور اس مین سب چیزین موجود ہین

(۲) تمام ظاہری اور چہپی ہوئی مخلوق اسی سے نکلی ہی اور ان مین اپنے خالق سے کوئی اصلی فرق نہین ہو

(۳) مذاہب اختلافات کے اسباب ہین مگر وہ نفس الامر کی طرف رہنمائی کرتے ہین بعض اس مطلب کیلئے بہت ہی زیادہ مفید ہین مثلاً اسلام جسکا سچا فلسفہ تصوف ہے

(۴) نیک و بد مین کوئی فرق نہین ہے کیونکہ یہ دونون چیزین خدا ہی کی ذات سے نکلی ہین اور خدا انسانی افعال کا سچا خالق ہے۔

(۵) یہ خدا ہے جو انسان کی مرضی قایم اور مستحکم کرتا ہے اسلیئے انسان اپنے افعال مین آزاد نہین ہی

(۶) روح جسم سے پہلے ہی زندہ تہی اور آخر الذکر کے پنجرہ مین بعد ازان بند کر دیجاتی ہے اسلیئے موت صوفی کی خواہشات کا خاص مدعا ہوتی ہے یہ اسلیئے ہی کہ وہ الوہیت کے سینہ مین چلا جاتا ہے۔

(۷) اگر کوئی روح ایک جسم مین اپنی پاکی اور تقدس کے مدارج اعلےٰ طے نہین کر لیتی تو اسے پہر تناسخ کی رو سے دنیا مین آنا پڑتا ہی و دہیمہ اپنی حالت درست کر کے وہ خدا کی ذات کیساتھ ملجاتی ہی۔

(۸) خدا کی بغیر توفیق کے جسے صوفی فضل اللہ کہتے ہین کوئی روح اس کی ذات مین نہین مل سکتی لیکن پہر بہی روح خدا کی ذات مین سرگرمانہ طور پر اس سے اجازت لیکے مل سکتی ہی۔

(۹) صوفی کا اپنی دنیاوی زندگی مین وحدانیت مین استغراق رکھنا فرض ہی خدا کا ذکر کرتا رہی اور طریقت مین برابر ترقی کرتا رہے یہانتک کہ اسے سب سے برتر ذات سے وصل نصیب ہو جائے

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہی	کس فن سے متعلق ہی	مختصر کیفیت
۱۳	الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین	عربی مین	متعلق اصول تصوف	اس کتاب مین جناب عارف باللہ مولنٰنا شاہ ولی اللہ صاحب نے خود اپنے عجیب غریب حالات اور نہایت دلچسپ واقعات ایک عمدہ اور نئی طرز کے ساتھ لکھے ہین اور ساتھ ہی اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب اور واجب الاحترام عم بزرگوار جناب شیخ ابوالرضا محمد کے وہ واقعات قلمبند کیئے ہین جو انہون نے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے حاصل کئے ہین۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ رسالہ اپنے فن مین اپنی آپ ہی نظیر ہے۔
۱۴	تاویل الاحادیث	״	״	اس کتاب مین جناب شاہ صاحب نے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جناب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک تک کے اُن تمام انبیا علیہم السلام کے قصص بیان کیئے ہین جنکا ذکر قرآن مجید مین آیا ہے اور اسکے ساتھ ہی اُن حوادثات کے وجوہ بطریق رموز بیان کیئے ہین جو انہین پیش آئے ناظرین اس کتاب کو دیکھکر شاہ صاحب کے تبحر کا پورا پورا اندازہ کرسکتے ہین۔
۱۵	انفاس العارفین	فارسی مین	متعلق تاریخ	اس کتاب کے چند حصے ہین پہلے حصہ مین جناب شاہ صاحب نے اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب کے علمی حالات باطنی تصرفات وکرامات۔ ملفوظات ومکتوبات۔ غرضکہ ابتدائے زمانہ سے تاریخ وفات تک کے تمام واقعات بطریق اجمال وسرسری ذکر کیئے ہین دوسرے حصہ مین اپنے عم بزرگوار شیخ ابوالرضا محمد کے ابتدائی حالات اور اُن کے عام اخلاق وعادات اور تصرفات واشراقات اور ملفوظات معرفت سمات مکتوبات ومسودات اور انتقال وغیرہ کے حالات کسی قدر بسط وشرح کے ساتھ تحریر کیئے ہین تیسرے حصہ مین اپنے اجداد عظام

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				کا ذکر کیا ہے اور کچھ اُن علماء حرمین محترمین کا بیان کیا ہے جن سے آپ کو سند سلوک حاصل ہوئی تھی خاتمہ کتاب مین خود اپنے حالات نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیے ہین حقیقت مین یہ ایک نہایت ہی عجیب و غریب کتاب ہی جس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اس عظیم الشان خاندان کا ہر ایک ممبر ظاہری علوم اور باطنی کمالات مین لاثانی اور بے نظیر تھا اور آسمان علم کا ایک نہایت درخشان و تابان آفتاب تھا حیات ولی کی دوران تالیف مین یہ بیش بہا کتاب میری پیش نظر تھی مین نے اکثر واقعات و روایات اسی کتاب سے ماخوذ کر کے حیات ولی مین درج کیے ہین بنا بر این نہایت بھروسہ کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ جس قدر حالات و واقعات مین نے اس کتاب مین قلمبند کیے ہین میری رائے مین غالبًا نہایت درست و نفس الامر ہین اور مین معزز ناظرین کو پورا پورا اطمینان دلاتا ہون کہ حیات ولی مین کوئی روایت و واقعہ ایسا نہین ہے جس کی مستند شہادت میرے پاس موجود نہ ہو۔
۱۶	شرح رباعیات	"	متعلق تصوف	یہ ایک نہایت مختصر سا رسالہ ہے جسمین جناب شاہ صاحب نے حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی دو رباعیون کی شرح نہایت تفصیل کے ساتھ کی ہے اور اس طرز روش کیا ہی کہ دیکھنے والے حیرت زدہ ہو جاتے ہین اثنا شرح مین اُن مصطلح رموز و نکات کو بھی بیان کیا ہے کہ جن پر تصوف کے سمجھنے کا دار و مدار ہے اور جن کے مطالعہ کرنے والون کو اس فن کی تحصیل پر ایک گونہ قدرت حاصل ہوتی ہے
۱۷	قصیدۃ الحبیب المنعم فی مدح سید العرب والعجم	عربی مین	متعلق فن نظم	یہ ایک بڑا قصیدہ ہے جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ جناب شاہ صاحب کو علم ادب اور شاعری مین جو علوم عربیہ کے عنصر مین

مختصر کیفیت	کس فن سے متعلق ہے	کس زبان میں ہے	نام کتاب	نمبر شمار
کس درجہ لیاقت تہی اور آپنے ان علوم کو کس عروج پر پہنچایا تہا قطع نظر ادب اور شاعری سکے یہ بہی بدیہی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو جناب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے انتہا درجہ کی محبت تہی اور اُسی سرخوشانہ حالت مین آپکے قلم و زبان سے وہی الفاظ نکل رہے ہین جو آپکے دل مین تہے۔				
اس رسالہ مین طلسم الٰہی اور اصطلاحات صوفیہ کا ذکر ہے اور تصوف کے ان رموز و اشارات کی توضیح ہے جنہین دیکھکر مبتدی اور فن تصوف سے ناواقف لوگ بہت جلد اُسپر عبور کر جاتے اور معلومات کو وسیع کرسکتے ہین حقیقت مین یہ ایک نہایت ہی مفید اور منفعت بخش کتاب ہو سلوک و تصوف کے جلیل القدر علوم کے ان عریض و طویل مباحث اور مصطلحات کو اس اختصار سے بیان کرنا آپ ہی کا کام تھا۔	متعلق سلوک و تصوف	فارسی مین	لمعات	۱۸
اس کتاب کے نام سے خود معلوم ہوتا ہے کہ اسمین اولیاء اللہ کے حالات و واقعات مذکور ہین اگرچہ اس مضمون کی اور بہی چند کتابین دیکہنے مین آئی ہین اور مختلف لوگون نے متعدد زبانون مین لکہی ہین لیکن اس کتاب کا ڈھنگ سب سے نرالا اور رنگ سب سے انوکھا ہے اس سے بہتر اس فن مین دوسری کتاب نہین لکہی گئی اور جو مضامین اس کتاب مین ملتے ہین دوسری مین نہین ملتے۔	”	”	انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ	۱۹
اس چھوٹی سی کتاب مین شاہ صاحب نے وہ حدیثین جمع کی ہین جو اسلام کی مدار علیہ ہین اگرچہ اس نام کی اور نہ صرف نام بلکہ اس مضمون کی چند کتابین اور علماء نے بہی لکہی ہین جو آج ہمارے پیش نظر ہین لیکن جب ان مین اور اس مین صحیح اندازہ اور پورا موازنہ کیا جاتا ہے	متعلق حدیث	عربی مین	چہل حدیث	۲۰

یہ کتابین اور شاہ صاحب کے تمام تصنیفات افضل المطابع دہلی سے بقیمت مناسب مل سکتی ہین

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				تو آسمان وزمین کا فرق معلوم ہوتا ہے شاہ صاحب نے نہایت مختصر مختصر حدیثین جو ہر شخص کے لحاظ سے مفید اور سود مند ہین درج کی ہین اور تمام مضامین کا احاطہ کرلیا ہے سچ پوچھیے تو آپنے اہل اسلام کی سچی ہمدردی وخیر اندیشی مد نظر رکھکر وہ کام کیا ہے جو ایک اعلے درجہ کا مقتدا اپنی قوم اپنی عزیز قوم کے لیئے نہایت دلسوزی کے ساتھ کیا کرتا ہے مضامین سے قطع نظر کرکے اسکی حسن نظمی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔
۲۱	فیوض الحرمین	"	متعلق تصوف	اس کتاب مین شاہ صاحب نے وہ مسائل درج کیئے ہین جو آپنے جناب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے حل کیئے ہین یہ کتاب بھی باوجود قلیل الحجم ہونیکے ان گنت مسائل سے لبریز اور مطالب سے پر ہے۔
۲۲	شرح حزب البحر	فارسی مین	متعلق ادعیہ	یہ شرح بھی عجیب غریب پیرایہ مین لکھی گئی دعا حزب البحر کی ایسے بسط سے شرح کی ہے کہ آجتک دیکھنے مین تو کیا سننے مین بھی نہین آئی زکوٰۃ کا طریقہ اور ہر فقرے فقرے کے مطالب کے لیئے جدا جدا پڑہنے کا قاعدہ اور اعتصام واحتشام پڑہنے کی ممانعت اور ان کی وجہ بیان کی غرضکہ یہ کتاب عاملون کی روح اور حاجتمندون کی جان ہے

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	کیفیت	نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن کے متعلق ہے	کیفیت
۲۳	حسن العقیدہ	عربی مین	متعلق عقاید	۔	۲۵	قول الجمیل	عربی مین	متعلق تصوف وسلوک	
۲۴	سرور المحزون	فارسی مین	"		۲۶	ارشاد الی مہمات علم الاسناد	"	متعلق علم اسناد	
	سیر الامین المامون				۲۷	تراجم بخاری	"	متعلق علم حدیث[1]	

[1] علم الحدیث کو علم الروایت والاخبار بھی کہتے ہین اور علم الآثار بھی بولتے ہین لیکن خبر واثر مین ذرا سا فرق ہے اور وہ یہ (بقیہ صفحہ آئندہ پر دیکھو)

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہے	کس فن سے متعلق ہے	نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہے	کس فن سے متعلق ہے
۲۸	تحایب حفظ الناظر	عربی مین	متعلق علم الحدیث	۳۱	بندۃ الابریز فی طبقۃ العزیزیہ	فارسی مین	متعلق تاریخ
۲۹	انسان العین فی مشایخ الحرمین	فارسی مین	متعلق تاریخ	۳۲	عطیۃ الصمدیہ فی	״	״
۳۰	امداد فی مآثر الاجداد	״	״		الانفاس المحمدیہ		

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کہ خبر کا اطلاق جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قول پر ہوتا ہے اور اثر کا اطلاق صحابہ اور سلف کے قول پر خبر حجت ہوتی ہی نہ اثر اس
علم سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال و احوال اور افعال کی معرفت حاصل ہوتی ہی اس علم کا موضوع ظاہر ہی یہی غایت او وہ سعادت دارین
پر کامیاب ہونا ہی پھر یہ علم دو قسم پر منقسم ہوا ایک علم روایت حدیث اسمین یہ بحث کی جاتی ہی کہ بلحاظ احوال رواۃ ضبطاً و علامۃ آنحضرت
کے ساتھ اتصال و انقطاع کے اعتبار سے سند کی کیفیت کیا ہی اسی کا نام اصول حدیث ہی اس فن مین رسالہ نہج الوصول الی اصطلاح
احادیث الرسول نہایت جامع رسالہ ہے دوسری علم درایۃ الحدیث ہو اس علم مین الفاظ حدیث کے مفہوم و معنی سے بحث ہوتی ہی
کہ قواعد عربیت اور ضوابط شریعت کے لحاظ سے اُن الفاظ سے کیا چیز مراد ہی اور کیا وہ مراد جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے احوال
کے مطابق ہی یا نہین اس علم کا موضوع احادیث رسول ہین بحیثیت دلالت علے المعنی خواہ وہ معنی مفہوم ہون یا مراد۔ اور اس علم کی
غایت آداب نبویہ سے آراستہ ہونا اور شرعی مکروہات و منہیات سے خالی ہونا ہی یہ علم بھی علم تفسیر کی طرح درازدامن رکھتا ہی اور فضل و شرف
مین علم کتاب اللہ کا ہم پہلو ہی قرآن او حدیث مین غور کرنے سے صرف اسیقدر فرق نکلتا ہی کہ قرآن مجید فرشتہ کے ذریعہ سے آنحضرت پر نازل ہوا
ہے اور حدیث بواسطہ قلب کی آئی ہے لیکن وحی ہونے مین دونون برابر ہین جیسا کہ قرآنی نص سے ثابت ہوتا ہی کہ وما ینطق عن الھوی
ان ھو الا وحی یوحی دین اسلام کے اصول صرف یہی دو علوم ہین اور اجماع اسکی فرع اور فقہ اسکا نتیجہ ہے جس عالم کو کتاب و سنت کا علم نہو وہ
نہین ہی اسکا علم و فتوی دین مین لائق اعتماد اور قابل بھروسہ نہین ہی فقہ عرفی کا جو حکم کتاب و سنت کے دلائل کے خلاف ہوتا ہی یا بلا دلیل
قرآن و حدیث کے ہوتا ہے وہ رائے مجرد ہے اور تدوین کے لائق ہوتی ہے نہ قابل اخذ و تمکین۔ علم حدیث کی کتابین بیشمار اور انگنت
ہین جن مین رطب و یابس سب کچھ ہی لیکن اس فن کی عمدہ کتابین جو مشہور و مقبول اور متداول ہین کل چھ کتابین ہین جناب شاہ ولی اللہ صاحب
نے حجۃ اللہ البالغہ مین اور ان کے فرزند رشید جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے عجالہ نافعہ مین کتب حدیث کے طبقات اور ان طبقات کا
احوال نہایت اتقان کیساتھ لکھا ہے جن سے کتب حدیث کے اقسام اور کتب مذکورہ کا قوت و ضعف بہت کچھ معلوم ہو سکتا ہی اور یہ بات
بخوبی دریافت ہو سکتی ہی کہ کون کتاب اور حدیث لائق قبول اور قابل احتجاج ہے اور کون نہین ہی اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صرف صحاح ستہ
ہی علم حدیث مین اعلے درجہ کی کتابین ہین یہی وجہ ہے کہ جبسے یہ کتابین متداول اور متلقی بالقبول ٹھہری ہین اُسوقت سے دیگر حدیث کی
کتابون کا رواج کم بلکہ گم ہو گیا ہے اور بہت سی کتابین دائرہ گمنامی سے ابتک نہین نکلی ہین اگر انصاف و دیانت کی نگاہون سے دیکھا جا
ہے تو حق بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ حدیث کی یہ چھ کتابین علم و عمل کیلیے کافی و وافی ہین بشرطیکہ کمال اتقان اور تمام اذعان سے دیکھی
جائین اور شروح و غریب اللغات پر عبور ہو پھر اکثر اہل علم نے اُمہات ستہ کے مراتب بھی لکھے ہین۔ باستثناء قرآن مجید کے صحیحین کو روے
زمین کی تمام کتابون پر ترجیح و فوقیت دی ہی خصوصاً صحیح بخاری کو یہ کتاب قرآن کریم کے بعد دنیا مین خدا تعالیٰ کی ایک حجت بالغہ ہی اور قبول و
شہرت مین بہ نسبت اور کتابون کے نہایت اعلی درجہ رکھتی ہی اسکے بعد صحیح مسلم کا درجہ ہی جو تہذیب ترتیب و جمع طرق و سیاق متون مین (بقیہ صفحہ آیندہ)

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے
۳۳	مکتوبات مع فضائل ابو عبداللہ اسمعیل البخاری	فارسی میں	متعلق علم الکلام ہے	۴۱	شفاء القلوب	فارسی میں ہے	متعلق تصوف
				۴۲	بدور البازغہ	؍؍	؍؍
۳۴	وصیت نامہ	؍؍	متعلق وصیت	۴۳	زہراوین	؍؍	؍؍
۳۵	فیض عام	؍؍	متفرقات	۴۴	رسائل تفہیمات	؍؍	؍؍
۳۶	مکتوب المعارف	؍؍	متعلق تصوف	۴۵	الانتباہ فی اسانید حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	عربی میں	متعلق علم الحدیث
۳۷	رسالہ مکتوب مدنی	؍؍	؍؍				
۳۸	ہمعات	؍؍	؍؍				
۳۹	لمعات	؍؍	؍؍	۴۶	المقدمۃ السنیہ	؍؍	متعلق عقائد
۴۰	خیر کثیر	؍؍	؍؍	۴۷	المقالۃ الوضیہ		متعلق وصیت

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کسی قدر اس سے بہتر ہے بخاری و مسلم کے بعد سنن اربعہ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ ابوداؤد کا مرتبہ ہے ان میں سے ہر ایک کتاب
اپنے فن اور نفع خاص میں دوسری سے ممتاز ہے یہ رسالہ حطہ میں صحاح ستہ کی کیفیت نہایت مربوط کیا ہے شرح لکھی ہے جس سے امہات ستہ کے حالات
کے حقائق مع تراجم مؤلفین بخوبی معلوم ہو سکتے ہیں۔ مذاہب اربعہ اہل سنت کا ماخذ یہی کتابیں ہیں گو دوسری معاجم و مسانید و سنن بھی انہیں
داخل ہیں لیکن جس قدر جزئیات فقہ ان کتابوں سے مستنبط کی گئی ہیں اسقدر دوسری کتابوں سے مستنبط نہیں ہوئی ہیں اسلیئے محدثین میں
یہ قاعدہ مشہور کیا ہے کہ فقہا ار اہمیں سے جس کسی کا قول یا فتوے یا اجتہاد ایسا ہے جسکی سند کسی صحیح یا حسن حدیث سے نہیں ہے وہ محض ضعیف ہوتا
ہے اور چونکہ مقلدین مذاہب اعتقاداً و عملاً اسکے خلاف نہیں کرتے لہذا فقہا و محدثین کے مابین اختلاف واقع ہوا اور یہی وجہ باہمی اختلاف
کی قائم ہوئی ائمہ اربعہ مجتہدین رضی اللہ عنہم کا مراتب علم حدیث میں تفاوت بھی یہیں سے ظاہر ہوتا ہے۔ امام مالک صاحب مؤطا قدیم زمانہ کے
محدث ہیں ان کی ساری کتاب بخاری میں داخل ہے مؤطا میں سو حدیثیں علاوہ بلاغیات کے ہیں۔ امام احمد صاحب مسند میں ان کا مسند
جملہ کتب حدیث کا اصل مستند ہے اصحاب سنت وغیرہم کا سلسلہ تلمذ ان ہی تک پہنچتا ہے امام احمد کا مسند مع زوائد کے پچاس ہزار حدیثوں
کو شامل ہے۔ امام شافعی بھی عالم بالحدیث تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت بحسب تصریح ابن خلدون سترہ اٹھارہ حدیثیں ہیں
اہل حجاز روایت حدیث میں ہمیشہ بہ نسبت اہل عراق کے زیادہ تھے بہرحال اہل سنت کے چاروں امام اور حدیث کے چھیوں امام
منجملہ ان لوگوں کے ہیں جو مشہود لہا بالخیر کے قرنوں میں تھے ائمہ فقہا اور محدثین میں باہمی اختلاف کی ایک یہی وجہ تھی کہ انکے وقت میں علم حدیث
کی تدوین جیسی چاہیئے ویسی نہیں ہوئی تھی اسلیئے اگر بعض حدیثوں پر انکا عمل نہیں ہوا تو وہ اس میں معذور تھے لیکن جب علم حدیث مدون ہو گیا تو
اب متاخرین کیلیئے کوئی محل عذر باقی نہیں رہا اسوقت اگر کوئی شخص حدیث صحیح مرفوع غیر منسوخ کے خلاف پر کسی کے قول و فعل پر عمل کرے
تو موجب شقاق اور مخالفت رسول ہے خصوصاً اسوقت میں جبکہ فقہ سنت بھی مدون ہو چکی ہو اور قوی مسائل ضعیف فروع سے علاحدہ اور
جدا کر دیئے گئے ہوں ۱۲

یہ کتابیں اور شاہ صاحب کے تمام تصنیفات افضل المطابع دہلی سے بقیمت مناسب ملسکتی ہیں

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے
۴۸	فتح الودود لمعرفة الجنود	عربی میں	متعلق علم الحقائق	۵۰	عوارف	عربی میں	متعلق تصوف وسلوک
۴۹	مسلسلات	"	متعلق علم اسناد	۵۱	مکاتیب عربی	"	متعلق علم انشاء

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے مصنفات کی بابت جو کچھ ہمین لکھنا تھا لکھ چکے اگرچہ آپکی تالیفات کے سلسلہ میں اور بھی بہت سی کتابین ہین جو قدیم کتبخانون مین موجود ہین مگر ہم نے صرف انہین کتابون کا ذکر کیا ہے جو مطبوع ہوکر مشرق سے مغرب تک نہایت وقعت کیساتھ مشہور ہوچکی ہین اور جو اسوقت ہماری پیش نظر ہین ان مین سے بعض کتابین ایسی بھی ہین جو بلحاظ جامعیت روایات دنیا مین اپنا نظیر نہین رکھتین اور جو شاہ صاحب کی خداداد قابلیت اور پوٹیکل لیاقت کا نمونہ سمجھی جاتی ہین۔ ان ہی بے نظیر تصنیفات کے باعث پہلی تاریخ نویسون نے آپ کو ائمہ متقدمین پر ترجیح دی ہے چنانچہ مین اس مقام پر علامہ ابوالطیب کا وہ مختصر ریمارک جو انہون نے شاہ صاحب کے حالات پر کیا ہے درج کرتا ہون جس سے آپکے علمی تبحر کا ثبوت بہت کچھ ہوتا ہے علامہ موصوف لکھتے ہین کہ اگر وجود او در صدر اول بزمانہ ماضی میبود امام الائمہ و تاج المجتہدین شمردہ میشد۔ یعنی اگر اس فرید عصر اور یگانہ روزگار کا وجود باوجود گذشتہ زمانہ کے صدر اول مین ہوتا تو اپنی ان بیش بہا اور عدیم النظیر تصانیف کی وجہ سے اماموں کا سرتاج اور مجتہدون کو مقتدا تسلیم کیا جاتا۔

چونکہ جناب عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ کی تاریخی زندگی مین اب کوئی اور ایسا واقعہ نہین رہا جو خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہو لہذا مین آپکے حالات وفات اور وہ بھی نہایت اختصار کیساتھ لکھکر اس حصہ کو ختم کرتا ہون اور نہایت افسوس کے ساتھ شاہ صاحب سے رخصت ہوتا ہون۔

شاہ صاحب کی وفات

معزز ناظرین! یہ امر بالکل مسلم ہے کہ جس نے دنیا مین قدم رکھا ہے اسے ایک ایسا دن ضرور پیش آنے والا ہے جسمین موت کا تلخ اور زہر آلود ساغر منہ سے لگانے گا۔ کون نہین جانتا کہ دنیا اور اسکی تمام چیزین ایک دن صفحہ ہستی سے مٹجانیوالی ہین۔ ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ خود مین اور جو کچھ مین کر رہا ہون یا آئندہ کرون گا چند ہی روز مین اسکا نام و نشان تک مٹ جائیگا اور پھر صفحہ ہستی پر شمہ برابر بھی باقی نہین رہنے کا کیونکہ دنیا کے عظیم الشان انقلابات اور حیرتناک تغیر و تبدل جو ہر وقت اسکے پیش نظر رہتے ہین وہ ان سے دنیا کی ناپائیداری اور بے ثباتی کا استنباط کرتا ہے اور ساتھ ہی اس بات کا خیال

کرتا ہے کہ بڑے بڑے خدا کے پیارے اور برگزیدہ بندے دنیا میں آئے جنہیں صرف چند روز مسافرانہ زندگی بسر کرکے اپنے اصلی مرکز کی طرف رجوع کرنا پڑا ہزاروں عظیم الشان سلاطین اور دنیا کے مشہور و نامور تاجدار جنکی سطوت و جبروت کے پرشوکت و شاندار جھنڈے دنیا کے چاروں کونوں میں گڑے نظر آتے تھے دیکھتے دیکھتے اسطرح غائب ہوگئے کہ کوئی بھی نہیں جانتا کہ کہاں تھے اور کہاں چلے گئے۔

اگرچہ دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا المناک اور دل ہلا دینے والا خیال برقی قوت بنکر تمام جہان میں دوڑ رہا ہے اور جہاندیدہ و مسن زمانہ اپنے انقلابات کے حیرتناک نمونے آناً فاناً مشاہدہ کرکے آئے دن یہ سبق پڑھاتا ہے کہ دنیا حقیقت میں دو دروازوں کا ایک مکان ہے جسمیں ایک دروازہ سے داخل ہوکر دوسرے سے نکل جانا پڑتا ہے اور جب یہ ہے تو جینا مرنا ایک معمولی بات ہے اسپر خوش ہونے اور اسپر رنج کرنے کی کوئی وجہ نہیں مگر جسوقت کوئی فخر خاندان و قوم اور ہردلعزیز شخص دنیا سے اُٹھ جاتا ہے تو پتھر کا دل بھی بیساختہ دو آنسو ڈال ہی دیتا ہے قلم کا مسافر باوجودیکہ پتھر کا جگر اور لوہے کا سینہ رکھتا ہے لیکن پھر بھی اس المناک اور جانگداز سین میں قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا اور ہر ہر گردش میں خونی آنسو بہاتا ہے حقیقت میں شاہ صاحب کا انتقال کوئی معمولی انتقال نہیں جو لکھنے والے اور سننے والوں کے دلوں پر اپنا ماتمی اثر نہ ڈالے لیکن ہمیں یہ خیال کرکے اپنے دلوں کو تسلی دینا چاہئے کہ گو شاہ صاحب اسوقت ہماری نظروں سے غائب ہیں لیکن حقیقت میں ہمارے دلوں میں موجود ہیں اور ہر دم انکی محسوس یادگاریں ہمارے پیش نظر رہتی ہیں اور جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے اُن کی سچی زندگی میں جان پڑتی جاتی ہے ہمیں افسوس تو صرف اسبات کا ہے کہ آج اپنے قلم سے ایک ایسی قابل و لائق اور فخر روزگار کے دنیا سے غائب ہو جانے کا واقعہ قلمبند کررہے ہیں جس کی شریف و مقدس ذات سے تمام ہندوستان کو عموماً اور دلی کے باشندوں کو خصوصاً فخر و ناز حاصل تھا یہی ایک فرید عصر اور یگانہ روزگار تھا جس کی بدولت دلی کی چوکھٹ کو بوسہ دیا جاتا اور یہاں کے باشندوں کے نام نہایت قدر و منزلت کیساتھ لئے جاتے تھے یہی اُس نخلستان علوم کا ایک ثمردار درخت تھا جسکے پھل پھول سے دور دراز کے لوگ گودیاں لبریز کرکے جاتے تھے یہی اُن بحار فیوض کا ایک نہایت صاف اور نتھرا ہوا چشمہ تھا جو دنیا کے اس سرے سے لیکر اُس سرے تک سوکھتی ہوئی کونپلوں کو برابر سیراب کرتا ہوا چلا گیا حیف صد حیف ہے اسے دنیا دوں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

الغرض جب جناب شاہ ولی اللہ صاحب عمر کے تریسٹھ مرحلے طے کرچکے تو چند روز کی خفیف سی بیماری میں مبتلا ہوکر سنہ ۱۱۷۶ ہجری میں عازم سفر آخرت ہوئے اور شاہجہان آباد کی جنوبی جانب پرانی دلی میں دفن کئے گئے

آپ کی تاریخ وفات اس مصرع سے نکلتی ہے ع اوبود امام اعظم دین

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے چار مشہور و نامور فرزند تھے جو آپ کے پیچھے آپ کی مخصوص یادگار تھے جیسا کہ ذیل کے شجرہ سے واضح ہوتا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کی اولاد کا شجرہ نسب

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی مشہور اولاد کا شجرہ نسب
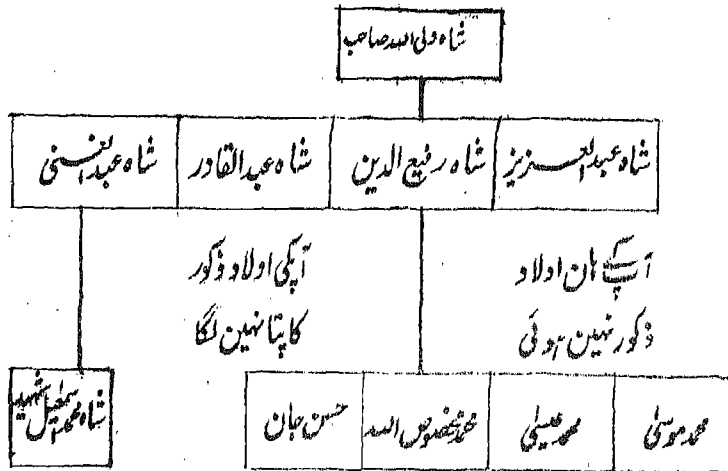
باب دوسرا

جناب شاہ عبدالعزیز صاحب رح

عارف باللہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کے چار مشہور و نامور فرزند تھے جیسا کہ آپ کو شجرہ نسب سے معلوم ہو چکا ہے۔ اگرچہ یہ چارون بزرگوار اپنے زمانے مین علم و عمل فہم و فراست قوت تقریر فصاحت تحریر تقویٰ و طہارت امانت و دیانت اور مراتب ولایت مین فرید دہر اور وحید عصر شمار کیے جاتے تھے اور ہر ایک بزرگ آسمان علم کا جہانتاب آفتاب تھا لیکن ان سب مین جناب شاہ عبدالعزیز صاحب بالخصوص یادہ نامور اور مجتہدین وقت کے زمرہ مین شمار کیے گئے ہین۔ ہندوستان مین اسوقت جسقدر محدث ہین سب کا سلسلہ شاہ عبدالعزیز صاحب ہی کے واسطہ سے جناب شاہ ولی اللہ صاحب پر منتہی ہوتا ہے۔

جناب شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے تمام بھائیون مین سب سے افضل اور عمر مین سب سے بڑے ہین۔ اور اگرچہ جناب شاہ عبدالقادر صاحب اور جناب شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبدالغنی صاحب آپکے تینون بھائیون نے بھی گمنامی کے دائرے سے نکلکر عمدہ طور پر تاریخی شہرت پیدا کر لی ہے۔ اور علمی شہرت مین ہر ایک دوسرے سے بڑھکر ہے لیکن اُن سب مین بلحاظ شہرت عام اور باعتبار لیاقت علمی قابل انتخاب شاہ عبدالعزیز صاحب ہی ہین یہی وہ معزز اور دنیا کے نامور مشہور شخص ہین جنہون نے اپنے خاندان کو تمام دنیا مین روشناس کر دیا ہے حقیقت مین اگر اس جلیل القدر اور محترم خاندان مین جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کا وجود باجود نہوتا تو یہ خاندان گمنامی کے دایرہ سے کبھی نہین نکلتا اور وہ تاریخی شہرت جو اُسے آج حاصل ہے کبھی حاصل نہین ہوتی۔

جناب شاہ عبدالعزیز صاحب ۱۱۵۹ھ ہجری مین پیدا ہوئے جیسا کہ آپکے تاریخی نام سے واضح ہوتا ہے ایک فاضل مورخ کا بیان ہے کہ جب شاہ عبدالعزیز صاحب پیدا ہوئے تو آپکے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے عبدالعزیز نام رکھا۔ لیکن آپکے بعض احباب اور رفقا نے غلام حلیم تاریخی نام نکالا۔

شاہ صاحب ہنوز شیر خوار بچے ہی تھے کہ آپکی فراخ اور نصیبہ ور پیشانی عالمانہ تزک و احتشام کیساتھ روشن و منور تھی اور اُسمین ایک خاص قسم کی بزرگانہ متانت کا چمکارا اپنی پوری تابانی رکھتا تھا۔ آپکی پیشانی کسیقدر چوڑی اور اُبھری ہوئی تھی۔ جسے دیکھکر مبصرین خوب سمجھتے تھے کہ کسی زمانہ مین یہی ہلال بدر کامل بن کر ملک مین چمکیگا۔ اور اس ہونہار اور بلند اقبال بچے کو وہ پایدار عزت اور دوامی آبرو نصیب ہوگی جو زمانہ مین اپنی

طور پر اپنا سکہ بٹھا دے گی۔

شاہ صاحب کا بچپن

شاہ صاحب کے بچپن کا زمانہ ایسا حیرت ناک اور تعجب خیز زمانہ تھا جسکا فوٹو کاغذی پیکر پر کھینچنا مشکل اور بہت مشکل ہے۔ آپکی بھولی بھولی صورت کا جلال خیز نظارہ پھر اسپر جبروت انگیز سادگی لاکھ بناؤ دیتی تھی آپکی وہ پیاری اور محبوبانہ حرکتیں جو ڈھائی تین برس کے بچے سے ظہور پذیر ہوتی ہیں قابل دید تھیں اور آپ کی طفلانہ اداؤں میں اس غضب کی مقناطیسی کشش اور اس بلا کا جاذب تھا جو سارے خاندان کے بڑے چھوٹوں کو بیخودانہ اپنی طرف کھینچے لیتا تھا۔ شاہ ولی اللہ صاحب جیسے متین اور سنجیدہ شخص ان ہی پیاری اداؤں کی وجہ سے آپ پر فریفتہ تھے اور غایت درجہ کی محبت و الفت رکھتے تھے۔

اس شریف و نجیب بچہ نے اپنے والد ماجد کی آغوش محبت میں بڑی خوش اسلوبی سے پرورش پائی اور بچپن کا زمانہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے سایہ عاطفت میں بسر کیا گو اسوقت تک علم کے خوش آیندہ جھونکوں نے آپکے دماغ کو معطر نہ کیا تھا۔ لیکن آپ کی طبیعت میں چونکہ فطری طور پر علمی مذاق کا خمیر کر دیا گیا تھا۔ لہذا جوں جوں آپ بڑے ہوتے گئے علمی دنیا کی طرف بے روک قدم بڑھاتے گئے جب آپ پانچ سال کے تھے تو

تعلیم

قرآن مجید پڑھنا شروع کیا تھا اور چونکہ آپ کو قدرتی طور پر علم سے زیادہ دلچسپی تھی اور آپ فطرتاً ایک نہایت ہی تیز ذہن سلیم الطبع خوش فہم طباع تھے۔ اسلئے بہت ہی نوعمری کے زمانہ میں قرآن شریف پڑھکر فارغ ہو گئے تھے اور اسکے ساتھ ہی اسی کم سنی کے زمانہ میں مقدس اسلام کے تمام اصول اور اکثر فروع کو تدریجاً حاصل کر لیا تھا۔ اور ساتھ ساتھ نشست و برخاست کے طریقے اور گفتگو کرنیکے آداب بھی حاصل ہو گئے تھے۔

جب شاہ صاحب قرآن پڑھکر فارغ ہو گئے تو فارسی کے مختصر رسالوں کی تعلیم آپ کو دی جانے لگی جنہیں آپنے بہت تھوڑے سے عرصہ میں پڑھ لیا۔ اور اسکے بعد دو تین ہی سال میں معمولی صرف و نحو کی کتابیں نکال لیں شاید گیارہ بارہ سال کی عمر ہوگی کہ آپ کو باقاعدہ تعلیم ملنے لگی۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے خلفا میں سے ایک نہایت متین اور نقاد شخص کے ہاتھ میں آپ کی خدمت تعلیم سپرد کی جسنے نہایت قابلیت اور دلسوزی سے اس خدمت کو ادا کیا اور بڑی جانکاہی اور محنت سے تعلیم دی۔ تقریباً دو سال کے عرصہ میں آپنے عربی کے مختلف فنون میں وہ بلا کی حیرت انگیز ترقی حاصل کی جو قابل اظہار نہیں اور اسوقت طبیعت میں ایک ایسی جولانی اور تیزی پیدا ہوئی جسکی نظیر سے بڑے بڑے غواص بحر معانی کے حلقے خالی نہ تھے۔

شاہ عبد العزیز صاحب جب تیرہ برس کے تھے تو آپ کی تمام معمولی درسی کتابیں نکل چکی تھیں۔ صرف نحو

فقہ۔ اصول۔ منطق۔ کلام۔ عقاید۔ ہندسہ۔ ہیئت۔ ریاضی وغیرہ وغیرہ مین کامل مہارت اور عمدہ لیاقت حاصل ہوگئی تھی۔ ان علوم کی تحصیل سے فارغ ہونیکے بعد آپ اپنے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی درسگاہ مین جانے اور دیگر طلبہ کے زمرہ مین شریک ہوکر سماعت حدیث کرنے لگے۔ جب آپکو متواتر چند روز درسگاہ مین جانے کا اتفاق ہوا اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو اپنے طباع ذہین قابل فرزند کے مخفی جوہرون کی جانچ ہوگئی تو آپنے اُن پر امتیازیہ نظرین ڈالنا شروع کین اور بڑی خوشی و مہربانی سے علم حدیث کا درس دینے لگے۔

شاہ صاحب کی ذہانت وطباعی

شاہ ولی اللہ صاحب کے حلقۂ درس مین اسوقت وہ جفاکش اور محنتی طلبہ داخل تھے جن کی ذہانت وحافظہ کی دھوم تمام علما مین پھیلی ہوئی تھی۔ اور جو معرکۃ الآرا مسائل کے حل کرنے مین اپنا نظیر نرکھتے تھے۔ شاہ عبد العزیز صاحب بھی ان ہی طلبہ کے زمرہ مین شریک ہوکر تعلیم پاتے تھے۔ لیکن ذہانت وحافظہ کسی شخص کے اختیاری وصف نہین ہین نہ کسی طبع کیساتھ مخصوص ومحدود ہین بلکہ فطرت کی خاص بخششین ہین جو بعض بعض نفوس کو عطا ہوتی ہین شاہ عبد العزیز صاحب کا دل ودماغ پہلے ہی سے اُن جوہرون سے آراستہ تھا جنھین فطرت کی خاص بخششین کہنا چاہئیے جب آپ علم حدیث کی دشوار گزار گھاٹیان جلد جلد طے کرنے لگے تو تمام طلبہ آپکی فطری لیاقت اور خداداد قابلیت پر عش عش کرنے لگے۔ اور آپ کی حذاقت وطباعی کو دیکھکر دنگ رہگئے۔ کوئی ایسا دقیق اور اہم مسئلہ درس کے وقت پیش نہ کیا جاتا تھا جسے آپ پانی نکر دیتے ہون۔

زورِ تقریر

ابتدا ہی سے آپ کی تقریر ایسی شستہ اور منجھی ہوئی تھی کہ جب آپ کسی اہم اور مشکل بحث کی تقریر کرتے تو ایک ایسے رنگ مین ڈوبکر بیان کرتے جسے سنکر بڑے بڑے فضلا محو حیرت ہوجاتے۔ اور جناب شاہ ولی اللہ سمیت تمام حاضرین درس کی متعجبانہ نظرین آپ کی پُر مغز اور قیمتی تقریر پر پڑتین۔

شاہ صاحب کی ہمہ دانی

الغرض دو سال کے عرصہ مین جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے تمام حدیث کی کتابین اپنے والد بزرگوار سے نکال لین اور اب آپکی عمر مشکل سے پندرہ سال کی ہوگی کہ تمام علوم وفنون کی تکمیل کرلی اور ہر فن کو معراج کمال پر پہنچادیا شاہ صاحب کے سوانح عمری پڑھنے والون کو نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت ہوگی کہ اتنی سی عمر مین شاہ صاحب جملہ علوم کے بحار زخار پر کیونکر عبور کرگئے اور ان سنگلاخ اور دشوار گزار گھاٹیون کو اسقدر جلد کسطرح طے کرگئے لیکن صاحبو! یہ ذرا بھی مقام تعجب اور جائے حیرت نہین ہی۔ کیونکہ فطرت جس شخص کو اپنی بانگی اور ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہے اُسکے ضمیر کو اول ہی روز سے ربانی قابلیتون اور روحانی جوہرون سے آراستہ کردیتی ہی اور ہمیشہ وہ قوت جو

الہامی نکات کے دریافت کرنے مین ید طولیٰ رکھتی ہے اِس شخص کے ضمیر مین اوسنے تحریک سے جوش زن ہوجاتی تھی عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جس نونہال پودے کی آبیاری خود قدرت اپنے نازک اور دلفریب ہاتھون سے کیا کرتی ہے اُسکا اُٹھان وابھار نہایت ہی حیرت خیز ہوا کرتا ہے۔ خودرو سبزہ قدرتی پانی سے جسقدر جلد اُگ کر سرسبز ہوتا اور لہلہانے لگتا اور اپنے اُٹھتے ہوے جوبن پر ناظرین کے دلون کو مائل کرلیتا ہے اظہر من الشمس ہے جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا ضمیر ہی کچھ ایسا قابل بنا تھا جسپر ربانی تجلیات کا پرتو بہت کچھ پڑ سکتا تھا۔ اور جب آپ کی طبیعت مین قدرتی طور پر علمی مناسبت موجود تھی اور فطرت کے فیاضانہ ہاتھون سے آپ مین علمی جوہر کوٹ کوٹ کر بھر دیئے گئے تھے تو حقیقت مین آپکے لیئے ہر فن مین ایک اشارہ کافی و وافی تھا اور اتنی سی عمر مین علوم کی اِسقدر کٹھن اور سخت منزلین طے کرلینا کچھ بھی مشکل نہ تھا۔

شاہ صاحب کی علوم سے فراغت

خلاصہ یہ کہ جو کچھ جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے حاصل کیا وہ چودہ یا پندرہ برس کی عمر تک حاصل کیا اسکے بعد آپ فارغ التحصیل ہوگئے اور اسی چھوٹی سی عمر مین پیشواے مذہبی اور مقتداے علما تسلیم کیئے گئے کچھ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب ہی پر چودہ پندرہ سال کی عمر مین فارغ التحصیل ہونا منحصر نہ تھا بلکہ یہ خصوصیت اِس جلیل القدر خاندان کے ہر معزز و محترم ممبر کیساتھ مخصوص تھی۔ آپکے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب اور جد امجد جناب شیخ عبد الرحیم صاحب بھی اِسی عمر مین علوم نقلیہ و عقلیہ کی تحصیل سے فارغ ہوگئے تھے جناب شیخ ابو الرضا محمد صاحب آپکے جد بزرگوار اور شاہ اہل اللہ صاحب عم محترم غرضکہ اِس واجب التعظیم خاندان کے کل حضرات چودہ پندرہ ہی سال کی عمر مین پڑھ پڑھا کر فارغ ہوچکے تھے۔

شاہ صاحب کی تواریخ و جغرافیہ دانی

شاہ عبد العزیز صاحب کے خاندان مین علوم نقلیہ کیساتھ ساتھ علوم عقلیہ کا بھی رواج تھا۔ اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی درسگاہ مین جہان حدیث و تفسیر کو بڑے زور شور سے پڑھایا جاتا تھا وہان منطق و ریاضی کی بھی تعلیم دیجاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ شاہ عبد العزیز صاحب چھوٹی سی عمر مین ایک لایق ریاضی دان اور قابل منطقی بنگئے تھے۔ اور تواریخ و جغرافیہ مین بھی اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ جیساکہ آپ کی قابل قدر تصانیف سے اِس بات کا بہت کچھ ثبوت ملسکتا ہے اور یہ بخوبی تحقیق ہوگیا ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو ان علوم سے خاص دلچسپی تھی اور تواریخ و جغرافیہ کے جوہرون کی کنجیان آپکے ہاتھ مین تھین جیساکہ آپکے اُس قصیدہ سے ثابت ہوتا ہے جسمین آپنے سوڈان کے حالات و واقعات کا پورا فوٹو کھینچا ہے اور اُس ملک کی مفصل کیفیت درج کی ہے۔

شاہ صاحب کا تبحر

قطع نظر فنون اکتسابی اور علوم ظاہری کے آپ وہبی فیوض اور باطنی علوم سے بھی معزز و ممتاز تھے اگرچہ تمام علوم عقلیہ مثل حکمت منطق ہندسہ ہیئت وغیرہ مین مہارت تامہ رکھتے تھے لیکن اپنی تمام ہمت و اوقات حدیث نبوی کے غوامض کی تحقیق اور کلام الٰہی کی تفسیر اور حضرت رسالت پناہی کی مقدس و بزرگ شریعت کی اشاعت و توسیع مین صرف فرماتے تھے۔ اور طالبان صادق نہاد کے ارشاد و تلقین کیطرف ہمیشہ متوجہ رہتے تھے۔ ورنہ علوم عقلیہ مین ایسا کونسا علم تھا جسمین آپ کو دعوٰے یکتائی اور یکفنی حاصل نہ تھا۔ اور کون فن تھا جسمین آپکو تبحر و عبور نہ تھا۔

جس طرح سلاطین تیموریہ کے خاندان مین نسلاً بعد نسل سلطنت و حکمرانی چلی آتی ہے اسیطرح آپکے عظیم الشان اور واجب التعظیم خاندان مین علوم و فنون بطناً بعد بطن اور صلباً بعد صلب چلا آتا ہے۔

شاہ عبد العزیز صاحب جب عقلی و نقلی علوم کی تحصیل اور باطنی کمالات کی تکمیل سے فارغ ہوئے تو آپکے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اسکے چند روز بعد سفر آخرت قبول کیا اور آپ کی فائض البرکات ذات سے سند خلافت نے زینت اور سادۂ ارشاد و ہدایت نے بے انتہا رونق حاصل کی کیونکہ مولنا رفیع الدین صاحب اور مولنا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہما آپکے چھوٹے بھائی والد ماجد کے سامنے نہایت کم سن اور نوعمر تھے اور جناب شاہ عبد العزیز صاحب سے علوم و فیوض حاصل کرتے تھے۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے انتقال کیوقت آپ کی سترہ برس کی عمر تھی اس چھوٹی سی عمر مین لوگ آپکے پاس تعلیم پانیکے لیئے آنے لگے۔ اور سب نے آپ کو مقتدا تسلیم کر لیا۔ آپنے والد کی جگہ بیٹھ کر نہایت مستعدی اور سرگرمی کیساتھ طلبہ کو پڑھانا شروع کیا اور حدیث و تفسیر کے علاوہ دیگر مروجہ علوم کا درس دینے لگے شوقین طلبہ دور دور سے آتے اور آپکے درسگاہ مین داخل ہونے کو ذریعہ فخر سمجھتے چونکہ آپ طلبہ کے ساتھ نہایت مہربانی اور کریمانہ اخلاق سے پیش آنے کے علاوہ بڑی محنت و جانکاہی سے پڑھاتے تھے۔ اسلیئے اب یہ مدرسہ انتہا درجہ کی شہرت پکڑ گیا تھا۔ ہر وقت آپکے درسگاہ اور مکان کے دروازے پر طلبہ کا ہجوم لگا رہتا۔ اور لوگ جوق جوق حاضر ہوتے۔

ہمین اس فقرے کے لکھنے مین کبھی تردد نہین ہوسکتا کہ ہندوستان مین علم عمل کی ریاست کا اول آپ پر بعدہ آپکے لائق بھائیون پر خاتمہ ہوگیا۔ افسوس اس شریف نجیب خاندان کے معزز ممبر دنیا سے کیا اُٹھے کہ دینی علوم یک لخت معدوم ہوگئے اور علوم و فنون کا صاف اور چکدار چشمہ علماء کی بے توجہی سے جہل کی

خس وخاشاک سے بالکل پٹ گیا۔

صاحب اتحاف کا بیان ہے کہ "جناب شاہ عبد العزیز صاحب اپنے وقت کے نہایت زبردست عالم تھے اُس زمانہ کے تمام علما و مشائخ آپ کی طرف رجوع تھے۔ اور بڑے بڑے فضلا آپ کی خدمت تلمذ پر بیحد فخر کیا کرتے تھے۔ آپ کا علوم متداولہ وغیرہ میں وہ پایہ تھا جو بیان میں نہیں آسکتا۔ کثرت حفظ علم تعبیر رؤیا سلیقہ وعظ انشا پردازی تحقیق نفائس علوم میں تمام ہمعصروں میں امتیازی نگاہوں سے دیکھے جاتے اور مخالفین اسلام کو ایسی سنجیدگی و متانت سے دندان شکن جواب دیتے تھے کہ وہ ہونٹ چاٹتے رہجاتے تھے۔ آپ کی تقریر میں ایک بلا کا جادو تھا جس کا مخالف و موافق پر برابر اور یکساں اثر پڑتا تھا۔ آپ کی شیوا بیانی اور سلجھی ہوئی تقریر کی تمام ہندوستان میں دھوم مچی ہوئی تھی اور یہ بات تمام لوگوں میں مشہور تھی کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے وہ طرز بیان اختیار کی ہے کہ اُن کی مجلس وعظ سے ہر مذہب و ملت کا شخص خوش ہو کر اُٹھتا ہے متعصب اور ہٹ دھرم لوگ بھی آپ کی بات بلا تردد تسلیم کرتے اور حسن تقریر کے آگے فوراً اطاعت کی گردنیں جھکا دیتے ہیں۔

شستگی تقریر

سوافق تو موافق مخالف کے دلمیں بھی آپ کا بے انتہا وقر و احترام تھا۔ آپنے اپنی عمر کا سارا حصہ طلبہ کی تدریس مریدوں کی ارشاد و تلقین۔ طالب العلموں کی تکمیل وعظ و نصیحت فصل خصومات میں صرف کیا۔ آپ ظاہری جاہ وعزت۔ صوری احترام و تمکنت باطنی کمالات کیساتھ فراہم رکھتے تھے۔ غرضکہ تقدس مذہبی کے علاوہ دنیاوی اعزاز میں کوئی مرتبہ ایسا نہ تھا جو فیاض ازل نے آپ سے دریغ رکھا ہو۔ آپ کی شاگردی پر بڑے بڑے فضلا کو فخر ہے اور آپ کی ترتیب دی ہوئی کتابوں پر علمائے فحول کو بہت کچھ اعتماد و بھروسہ ہے۔ الحاصل جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا واجب الاحترام خاندان علوم حدیث اور حنفی فقہ کا مخزن اور سبھی فنون کا سرچشمہ ہے۔ اس مقدس شریف علم کی خدمت جسقدر اس اہل بیت سے وجود پذیر ہوئی ہے۔ ہندوستان میں کیا دوسری ولایتوں میں بھی کسی خاندان کی نسبت نہیں سنی گئی۔

شاہ صاحب کی وقعت لوگوں کے دلوں میں کہانتک تھی۔

درحقیقت عمل بالحدیث کا بیج ہندوستان کی بنجر اور ناقابل زمین میں آپکے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے بویا اور آپ نے اُسے پانی دیتے دیتے یہانتک نوبت پہنچائی کہ اُس سے ایک نہایت خوشنما اور نونہال پودا پھوٹا جو چند روز میں سبز و شاداب ہو کر لہلہانے لگا۔ اور پھر تھوڑے ہی عرصہ میں دور دور کے لوگ اُس کے پھل و پھول سے گودیاں لبریز کر کے جانے لگے"۔

ایک اور فاضل مورخ جناب شاہ عبد العزیز صاحب کے حالات لکھتے ہوئے یہ مختصر ریمارک کرتا ہے کہ

"ہندوستان مین حدیث و تفسیر اور دیگر دینی علوم کا چراغ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے بعد صرف آپکے فرزند رشید جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب سے روشن تھا۔ لیکن نہایت افسوس سے کہا جاتا ہے کہ آپکے انتقال سے بنا حدیث و تفسیر کے علوم کا چراغ گل ہوگیا۔ اور یہ علوم ہندوستان سے بالکل مفقود ہوگئے ہندوستان مین اسوقت جسقدر علما دیکھے جاتے ہین سب اسی سرگروہ علما کے خرمن کمال کے خوشہ چین ہین۔ اور اس دیار کے تمام کملا اسی زبدۂ ارباب حقیقت کے چاشنی گرفتہ ہین"۔

منصب وعظ گوئی

اس زمانے مین تمام ہندوستان مین عموماً اور دہلی مین خصوصاً جو یہ آفت وبائی ہوا کی طرح عام ہوگئی ہے کہ ہر عامی اپنے تئین عالم و فاضل سمجھتا ہے اور صرف اس بنا پر کہ چند دینی مسائل کے اردو رسالے اور قرآن مجید کا ترجمہ کسینے اُستاد سے اور کسینے زور طبیعت سے پڑھ لیا ہے۔ اپنے کو فقیہ و مفسر سمجھکر وعظ گوئی مین جرأت کر بیٹھتا ہے شاہ صاحب کے زمانہ زندگی تک اسکا مطلق اثر نہ تھا بلکہ بڑے بڑے متبحر علما اور نہایت مستند فضلا باوجودیکہ تمام علوم مین غائر نظر رکھتے اور جزئیات مسائل کے احاطہ پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ لیکن تاوقتیکہ اپنا سمجھا ہُوا شاہ صاحب کیخدمت مین عرض نہ کر لیتے اُس کے اظہار کی کبھی جسارت نہ کرتے۔ اور بیان مین زبان کو جنبش تک نہین دیتے تھے۔

شاہ صاحب کا حافظہ

جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا حافظہ لوح تقدیر کا اَن مِٹ نسخہ تھا اکثر ایسا ہوا ہے کہ آپنے غیر مشہور کتابون کی طول طویل عبارتین صرف اپنی یاد کے بھروسہ پر طلبہ کو لکھوا دی ہین لیکن جب کبھی اتفاق سے کتابین دستیاب ہوئین اور اُنکی لکھوائی ہوئی عبارتین اصل کتابون سے مطابق کی گئین تو سر مو فرق نہ تھا۔ باوجودیکہ آپ کی عمر شریف اسّی سال کے قریب پہنچ گئی تھی۔ اور جسمانی امراض کی کثرت خصوصاً قلت غذا کی وجہ سے بدن مبارک مین کچھ بھی طاقت باقی نہین رہی تھی لیکن پھر بھی باطنی فیوض کی برکات اور قوئے روحانی کی حدت سے علمی دقائق و نکات اس گرمی اور مستعدی سے بیان فرماتے کہ سُننے والیکو معلوم ہوتا تھا کہ ایک بحر زخار بڑے زور شور سے موج زن ہو اور سمندر مین تلاطم خیز موجین اُٹھ رہی ہین۔ جب آپ گفتگو کرنا شروع کرتے تو تمام حاضرین مجلس پر حالت استغراق و محویت طاری ہوجاتی اور اُن کے دل ربانی انوار سے منور ہوجاتے۔

ابتدائی زمانے مین فرقہ اثنا عشریہ نے تمام ہندوستان مین ایک خطرناک دُھند مچا رکھی تھی جس سے بعض اہل السنن کے عوام و جہال کے دلون مین ایکطرح کا تردد و تذبذب پیدا ہوگیا تھا قریب تھا کہ اُنکے عقیدے بگڑ جائین کہ جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے اکثر ممتاز و معتبر علما کی التماس سے کتاب تحفہ اثنا عشریہ لکھی جو اپنی انتہا درجہ کی شہرت کی وجہ سے

محتاج بیان نہین پہر کسقدر حیرت کی بات ہی کہ باوجود اِس کثرت ضخامت کے آپنے چند روز مین اِس کتاب کو مرتب کردیا کتاب کی پوری خوبی تو اُسکے مطالعہ سے ہی معلوم ہو سکتی ہو۔ لیکن مختصر یہ ہے کہ ایک ادنے درجہ کا طالب علم بھی جو کچھ بھی علمی سرمایہ نہ رکھتا ہو اِسے دیکھکر علماے شیعہ سے نہایت دلیری اور بیباکی سے مباحثہ اور مناظرہ کرسکتا ہے۔ چند معتبر اور ثقہ لوگون سے سنا گیا ہے کہ جب آپ تحفہ اثنا عشریہ کی تصنیف و تالیف مین مصروف تھے تو کتابون کی عبارتین اور روایتین اِسطرح زبانی ارشاد فرماتے تھے کہ گویا اِس فن کے متعلق تمام کتابین اور کتابون کی عبارتین آپ کو ازبر ہین۔ اور ساتھ ہی مخالفون کو ملزم کرنے کیلئے کتب شیعہ کے حوالے جنہین شاید شیعی علمانے بجز نام کے سنا تک نہوگا اپنے حافظہ کے اعتماد پر بیان فرماتے تھے۔ باوجود اِن تمام باتون کے عبارت کی متانت اور لطائف و ظرائف جیسے کچھ ہین ناظرین پر واضح و ہویدا ہین۔

متانت و ظرافت

شاہ صاحب کا وعظ اور طرز بیان

ہفتہ مین دومرتبہ منگل و جمعہ کو دہلی کوچہ چیلان پرانے مدرسہ مین مجلس وعظ منعقد ہوتی تھی اور خواص و عوام مین سے صادق العقیدت شایقین اور صافی نہاد معتقدین مور و ملخ سے زیادہ جمع ہوتے اور رشد و ہدایت کا طریقہ استفاضہ کرتے آپ کی جادو بھری اور سحر آمیز تقریر مین وہ اثر ہوتا کہ مخالفین گہر سے ارادہ کرکے جاتے تھے کہ ہم وعظ مین مولانا کی مخالفت کرین گے لیکن وہان بجز سکوت و خاموشی کے کسی کو دم مارنیکی مجال نہوتی وعظ کے ختم ہونے تک تمام مجلس پر سکوت حکومت کرتا اور خاموشی کی چادر سب طرف پہیل جاتی آپ کا طرز بیان ایسا اچھا تھا کہ ہر مذہب و ملت کا آدمی مجلس وعظ سے خوش ہوکر اٹھتا تھا اور آپ کی کوئی بات کسی پر گران نہین گزرتی تھی۔

شاہ عبد العزیز صاحب کے اِن مختصر حالات پر اجمالی نظر ڈالنے سے صاف واضح ہوتا ہے کہ آپ کی عمر شریف کا تمام حصہ درس تدریس ہی مین صرف ہوا اور یہین سے قیاس کیا جاتا ہے کہ آپکے بیشمار شاگرد اور انگنت تلامذہ ہوگئے جنکی تعداد کی کوئی مفصل و بسیط فہرست افسوس اِسوقت تک باوجود تحقیقات کے ہمین دستیاب نہین ہوئی۔ لیکن پہر بھی جہان تک ہمین تحقیق ہوا ہی آپکے اُن مشہور و نامور شاگردون کی مجمل فہرست قلمبند کرتے ہین جنہونے آپ کی خدمت مین حاضر ہوکر علم کے بیش قیمت جواہر سے گودیان لبریز کین۔

شاہ صاحب کے تلامذہ کی مختصر فہرست

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب۔ جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نامور و بلند اقبال فرزند اور حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کے چھوٹے حقیقی بھائی جنہونے حنفی فقہ اور علم حدیث کی تحصیل آپ سے کی اور کلام و عقاید کی تکمیل بھی آپ ہی کی خدمت مین ہوئی۔ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب مہاجر۔ جناب شیخ محمد افضل کے

فرزند رشید اور آپکے حقیقی نواسے ہین۔ انہون نے حدیث و فقہ کے علاوہ اور علوم بھی آپسے سبقاً سبقاً حاصل کیئے۔ جناب مفتی صدر الدین خانصاحب دہلوی۔ حضرت شاہ غلام علی صاحب۔ جناب مولوی مخصوص اللہ صاحب جو حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے فرزند ارجمند اور آپکے حقیقی بھتیجے ہین۔ مولوی عبد الحی صاحب آپکے داماد مولانا رشید الدین خان صاحب دہلوی۔ مولوی کریم اسد صاحب دہلوی۔ مولوی شاہ محمد اسمٰعیل صاحب شہید جناب شاہ عبد الغنی صاحب کے فرزند رشید اور آپکے بھتیجے۔ مولانا میر محبوب علی صاحب۔ مولوی محمد یعقوب صاحب شیخ محمد افضل صاحب کے چھوٹے صاحبزادے اور آپکے دوسرے نواسے۔ مولوی عبد الخالق صاحب۔ حضرات مذکورین اسی دہلی کی چاردیواری کے اندر کے باشندے تھے جنمین سے اکثر صاحب اسی زمین مین پاؤن پھیلائے میٹھی نیند سو رہے ہین انکے علاوہ اور بہت سے بیرونجات کے طلبہ بھی آپکی درسگاہ مین رہا کرتے تھے مثلاً مفتی الٰہی بخش صاحب کاندہلوی۔ مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی۔ مولانا حسن علی صاحب لکھنوی۔ مولانا حسین احمد صاحب ملیح آبادی وغیرہ وغیرہ۔ ان حضرات مین کا ایک ایک شخص آسمان علم کا ایک ایسا جہانتاب آفتاب تھا جسکی علمی چمکار دن سے دنیا جگمگا اٹھی تھی، اور علوم کے انوار و برکات سے تمام اہل دنیا منور و مستفیض تھے آج جہان سے جہان تک علما، فضلا، محدث فقیہ دیکھے جاتے ہین سب نہین حضرات کے مائدہ افضال کے ذلہ ربا اور خوشہ چین ہین جن کا سلسلۂ اسناد جناب شاہ عبد العزیز صاحب کے واسطہ سے حضرت عارف باللہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب تک منتہی ہوتا ہے۔

الحاصل جناب شاہ عبد العزیز صاحب جامع علوم و فنون تھے علمی تبحر سے قطع نظر کرکے آپکی قادر الکلامی اور انشا عربی بڑے پایہ کی تھی۔ آپ کی عربی نظم و نثر علم ادب کی جان اور ادیبون کی روح ہے۔ لہذا اس مقام پر چند مسودے نقل کیئے جاتے ہین جنسے آپ کا زور قلم جولانی طبع تیزی ذہن بہت کچھ ثابت ہوتا ہے۔ آپ اپنے عم بزرگوار جناب شاہ اہل اللہ صاحب کو تحریر فرماتے ہین

نظم

سلام علی مولی جسیم الفضائل — کریم الوری حاوی فنون الفواضل

حماہ اللہ العالمین عن الاذے — وعن کل شر فی الخلیقۃ نازل

وبعد فان العبد یحمد ربہ — علی ما حماہ عن صنوف الغوائل

لاغدو واثواب النعیم ملابسی — وامسی و ایدی الطیبات حمائل

ولکن اری الکفار ارباب ثروۃ — لقد افسدوا ما بین دھلی و کابل

ولقد رفع الاشرار فوق خيارنا   وكل اصواشر يلج بالشناظل

وكل بخيل لا يرام فناؤه   وكل حسود مبغض ذي وغائل

ارى الخلق طرا مشتكين معاشهم   وامرهم ما بين فقر وعائل

لكل زمان من تقاسم رحمة   الا له نصيب لا يرد بحائل

وان زمانا ظلت فيه مسودا   خلى من الخيرات ملاء الزلازل

فما الشغل فيه غير فسق وبدعة   وما الناس الا كالجمال العباهل

جزى الله عنا قوم سكهم ومرهٹ   عقوبة شر عاجلا غير اجل

لقد قتلوا جمعا كثيرا من الورى   وقد اوجعوا في اهل شاء وجاهل

ولم يدعوا قوما مصونين عنهم   وان واقعوهم بالدنى والكلاكل

هم كل عام نهبة في بلادنا   يخوضون فينا بالضحى والاصائل

لقد فسدت هذه الديار وقد خلت   عن العدل حتى قلت بل كل قائل

فهل بعد هذا من معاذ لعائذ   وهل من مغيث يتقي الله عادل

ايا قليكم تشكو الزمان وانت   عن مكارم لطف الله لاه وغافل

كفى الله سلوانا لوجع مفاصلي   اليس بكاف عروة للاوائل

وكيف بهم الهم نحو قلبي بنا   ولدنا الى من ليس عنا بغافل

وان كانت الاقوام لا خير فيهم   فنحن تمسكنا بخير الوسائل

رسول اله العالمين فانه   ثمال اليتامى عصمة للارامل

يلوذ به الاف من اهل حاجة   فهم عنده في نعمة وفواضل

يضم عفاة الطارقين جنابه   كما ضم ام الراس شعث القنابل

ويستهزم الجيش العرمرم باسمه   وان كان جرارا كثير الصواهل

شاہ صاحب نے اس خط میں سکھ اور مرہٹوں کی غارتگری اور اس ظالم و ستمگار اقوام کی چیرہ دستی کا سچا فوٹو کھینچا ہے اور نہایت خوبصورتی کیساتھ اس مضمون کو نظم کے پیرایہ میں ادا کیا ہے۔

شاہ صاحب موصوف کا ایک اور خط مولوی محمد عثمان کشمیری کی طرف۔

تألق برق موهنا من حمى هند · وهب نسيم سحرة من الى نجد

فمن شيمه ذا البرق اصبحت فى جوى · ومن شيمه هذه الريح اصبحت فى نجد

كتبت لهذا عن نزول صحيفة · مكرمة عن فدورة الحسن والمجد

كتاب كعقدة الدر جودة نظمه · يكون لسان النطق واسطة العقد

فلما فككت الختم عنه وجدته · خطوط رياحين على صفحة الورد

سلام فوقا من رب رحيم وتحية فضلا من بر كريم على من حاز الفضائل طرا دانيها وقاصيها وحوى المجالس اسرا باديها وخافيها سلالة الاكابر وخلاصة ارباب المفاخر مولوى محمد عثمان بن فاروق الكشميرى لا زال قدره بين الاكارم عليا وبدره على سماء المكارم جليا. وما برح مجلسه روضة من رياض الصالحين ومنهجه منهاج العابدين وادام الله مهجته رونقا للعلوم والفضائل وزينة للفنون ومحاسن الشمائل وبعد فنحن بحمد الله تعالى على ما اولانا من عافية غير عافية ورفاهية غير واهية وعلى ما تواتر الينا من الاحاديث الصحيحة المسندة الى مجلسكم العالى المرسلة بايدى الثقات والتوالى بعد ما كادت سلسلة الوداد ينقطع واثرما اوشكت شنشنة الاتحاد تنقلع وبعد ذلك كله قد وصل الينا فى نفحات ايامنا وفتوحات شهورنا واعوامنا منكم كتاب عن تفسير آيات الاشواق كشاف رائق ولبيان معانى بديع الاشتياق مفتاح فائق فيه تلخيص لاصول الاخبار السارة وتقريب للنجاة عن الهواجس المولمة الضارة مطالعه كافية فى تنوير الصدور كضوء المصباح فى ايضاح المسطور مقاطعة شافية عن التهاب القلوب الى فتوح الغيوب ولعمرى انه سرور المحزون ونور العيون كنز من فصوص الوداد معدن لنصوص الاتحاد مقاصده فى ازالة الخفاجة بالغة تترشح منها هوامع همات ربانية موافقة فى كشف الغين وقرة العينين كانها شمس بازغة تنشعب منها لوامع ولمعات نورانية مواقعه كمواقع النجوم من اهل الفهوم مراصده كالصحائف الالهية فى تجريد الصدر عن وساوس الشيطان فيها خير كثير والطاف قدسية تسلية لنفوس المحبين فعند ذلك انصرف ضميرى لابراز ما استتر فيه حيث لا يحسن اسناد السرور الا بالاضافة الى ذويه ولا تجب معرفة جميع الاسماء وتركيب الحروف الا لمن هو من ظروف الاسرار ومن له تميز بين الاحوال المترادفة المتداخلة عند انقلاب الادوار فقلت له اهلا وسهلا ومرحبا بخير كتاب جاء من خير اوحدى ليهنك يا عثمان شافع سود

واتبعه فاروق وبعد محمد اذا كان طبع المرء فى الاصل صالحا تتابعت له الاوصاف من كل ممتد
هذا ولما فككنا عنه الختام المسكى واستنشقنا منه العرف الذكى وطرحنا النظر من اوله الى آخره
وقعنا منه على معنى لطيفة كما يقع المتوحش فى الليلة الظلماء على سامرة ووجدنا مداده كخافية الغراب
وقرطاسه كرقراق السراب وخطه مثل موشى الثياب والفاظه كايام الشباب ورأيناه يدور على
مطالب هى اصول المآرب منها التحسر على فوات ما كان لكم من جانب شيخنا قدس سره مشافهة ومكاتبة
فاعلموا انه غم تتاغيص الاعضاء وألم يتفاصيل الاجزاء وقد قلت فى التائية متذكرا البعض
فيوضه ومجالسه ذاكر البعض مرابعه فانسه نعم ما يهوى الى آخر الابيات ومنها فرط الملال وضيق البال
من فقد الجاه والمال فلا يخفى عليكم ان اقبال الدنيا كالما بمضيف او سحابة صيف او زيارة طيف
فالاجانب منها اعذب واحلا امر منها جانب فأو ما ترى الانسا فيها مبتهجة لكثرة الدراهم والدنانير
فلا يمضى عليه زمان اقصر من ظمار الحمار الا وتراه قد انقلبت به الاطوار وهتكت عليه الاستار ولنعم
ما قيل منافسة الفتى فيما يزول على نقصان همته دليل ومختار القليل اقل منه وكل فوائد الدنيا
قليل وكان على رضى الله عنه يتمثل ومن يصحب الدنيا يكن مثل قابض على الماء خانته فروج الاصابع
على ان المرجى من عميم لطفه وجسيم فضله ان يفتح الله عليكم ما يسد به خلتكم ويقضى بها حاجتكم
فعليكم بالصبر فانه مفتاح الفرج وان من تانى ادرك ادرك ما يتمنى واما ابياتكم اللامية فاثرت فينا
تاثير النغمات فى الاسماع وانخفت منها اشد انجماع وكيف لا ومن حوب الدهر الفرهد بعثرة الى آخر الابيات
ومنها الاشتغال بالتصنيف والتاليف فهنيئا لكم هذه النعمة العظمى والمنحة الكبرى فانها الغاية القصوى
من العلم وفى ذلك فليتنافس المتنافسون ولذلك قيل ما خلدت العلوم الا بما دهر من تدوينها والتصنيف
فى افانينها والا لكانت انفاسا تمضى ورياحا تجرى واصواتا تفنى واجراسا لا تحصى ولولا ما عنى به ذلك
لماتت رسومها وطمست نجومها ولفنيت عن آثارها وذوت فنانها ولقل الغابر منها فى ايدى الناس
والثابت على مر الاحراس ولشط على طالبه المراد وكبت على مقتبسيه الزناد ولا نرى للعالم علما ادل
منه على كنه فضله والوح بما اولى من فائز بريك حيا ناطقا وهو رميم وقائلك بين يديك وهو عديم
والسلام والاكرام

ایک اور خط جو جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے شیخ عارف مولوی محمد عاشق صاحب کو فرزند کی تہنیت و مبارکبادی میں

شاہ عبد العزیز صاحب کا
مولوی محمد عاشق کے
نام

لکھا تھا اور جو حروف معجمہ سے خالی ہے۔

شاہ صاحب کا غیر منقوط خط

مصدر المحامد المکارم مرصد الاعالم والاکارم سالک مسالک الکرم صاعد مصاعد الهمم ما اورد هه مصرحا لسمو کسماه ادام الله عمره واصلح امره المحرر حصل الله وقاله واصلح اعماله حامد لله الله لا آلاء الا آلاؤه ولا لاواء الا لاواؤه سمک السماء ولا عمد له وامد العطاء ولا امد له وحصل لرسوله محمد صلی الله علیه وسلم واله ورحمائه وموصل لکم السلام والاکرام والطمع الوصال لما هو اهم الآمال وملح لما ادلوله وصل مرسولکم المکرم ولما لاح حصوله وهو ولود مولود سرد کول الحر ساعد وادراکه مسرور لا احد له ومرحا لا عد له عمرها واصلحها الکرم مهلهلا والسلام والاکرام۔

شاہ عبد العزیز صاحب کا خط شاہ اہل اللہ کے نام

جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا ایک اور خط جو آپ نے نظم و نثر سے آراستہ کرکے اپنے عم بزرگوار جناب شیخ اہل اللہ صاحب کے خط کے جواب میں لکھا تھا۔

سلام علی من فاق بالمجد والکرم — واحرز اصناف البدائع والحکم

وشاق قلوب المخلصین بلطفه — وعز فلم یترک نفیس امن العظم

وبعد فان العبد ما زال یحمد — الاله علی ما فاض بالفضل والنعم

وعافاه عما یوجب الجهد والعنا — وعن کل اطوار الشدائد والسقم

فاسئل رب الناس ان یجزل العطا — ویحفظ احبابی من الشر والنقم

ولا سیما ذاک الجناب فانه — نهایة امامی وغایة مغتنم

وبعد فلما فزت منکم بروضة — حوت کل ما اشمل من الورد والشیم

ادید بها خطا کریما منورا — قاطع الدجی عنی وقد کشف الظلم

تیقنت ان المجد والعز اقبلا — الی وان الغم والهم یصطلم

ملتف ورش المسک فیه مکانة — لمدادو ان الله فیه لمنتظم

والهما مما این بان عن فتی — علیل غلیل القلب غائلة السدم

لعمرک ان الشوق نحوجنا بکم — لیعجز عن تبیانه اللوح والقلم

لاخلاص هذا العبد فیکم شواهد — وآیات ایضاح کنار علی علم

جزی الله ایاکم عن العبد خیرا — واهمی علیکم عارض الجود والکرم

وصانٍ جناب العز عن سائر البلا	وعن كل ما يخشى وما يوجب الملزم

وبعد فقد جاءت علینا بعالیل الرضا وأمطرت سحائب العز والعلى فاطفئت لهیب قلوبنا وازالت عنا بلالها جفاف كروبنا وتلحت بورودها صدورنا وزادت بورودها سرورنا اکنی بذلك كله عن صحیفة شریفة نزلت علینا من ذلك الجناب الذی هو تلثم شفاه الاحباب ومعتصم ایدی الاصحاب وما تضمنت من بشارة التوجه السامی الی دعاء الشفاء واستدعاء زوال الداء العارض لقرة العین فلانة صانها الله عن موبقات الزمان فقد وقع بمكان واخذ منا اخذ جنان وكیف لا وبمثل هذا یرتجی انجاح المطالب واسعاف المآرب واما الامر بالتمشیة والمهاداة فقد سبقنا الی الامتثال بصدور الامر المطاع وورود الحكم اللائق بالاتباع هذا وقد اجزت الشیخ محمد امیر بان یعرض لوالده الكبیر من نشوب الشوكة وورم القدم وشقها وذكرته بما ورد فی الكتاب والسنة من مراعاة القرابة وحقها فاستعد بالرحلة وتاهب للسفرة ثم ان قرة العین فلانة حفظها الله بحمد الله خف مرضها وزال عرضها ووفقنا الله فی اثناء المعالجة لاستعمال الادویة المفیدة ففارقتها الحمی بحمد الله مفارقة سعیدة وذلك بعد حمیة شدیدة وملازمة لعرق عنب الثعلب واعواز السمن فی الطعام وتقلیله ملازمة اكیدة فسوء القنیة ایضا لیس لها بحمد الله تعالی علی كبدها ولا علی المعالیق اثر یحس او یعتد به وانما تعرضها عند رطوبة الهواء تهیج خفیف وعسی ان یرفع الله ذلك ایضا بمنه وكرمه ولطفه امین۔

شاہ صاحب کا ایک اور خط اپنے عم بزرگوار کی جانب۔

شاہ صاحب کا دوسرا خط شاہ اہل اللہ کی طرف

لاحت بروق الحمی والقلب مبتول	والروح منفصل والدمع مهمول
فشمت منه سرورا لم یكن فرح	اعز عندی منه فهو موصول
وطبت من بین اصحابی وما علموا	بفرصتی ونسیم الروح معلول
وصرت ارفل فی اثواب عافیتی	والهم منهزم والغم مخذول
جزاك ربك فی الدارین خیرهما	وطول عمرك فی الدنیا فمسئول
وصاننا ولكم عن كل جائحة	یفضی الینا اذا ما هو مشمول
ایا مریدا انت فالقلب منجزع	من قوم سكهم وان الخوف معقول
افنا هم الله عن هذه الدیار فهم	شر الاعادی وهم من جنة غول

فوضت امری فی امر الناس اجمعهم   الی الاله وان الحفظ مامول

الفقیر الحقیر عبد العزیز یرفع السلام والغرام الی من فاق الکرام و یحمد الله علی العافیة والرفاهیة ویشکره علی ما وصل الیه من الصحائف اللطائف تترٰی وحصل الیه من مطالعة الاخبار السارة مرة بعد اخرٰی هذا واٰخر دعوٰنا ان الحمد لله رب العٰلمین ثم طلب العافیة والمعافاة فی هذه الایام التی هی ایام الفتن ومواسم المحن عافانا الله تعالٰی وایاکم من سائر البلاء ورزقنا الله وایاکم ما یتمنی من الخصب والرخاء اٰمین۔ والسلام۔

آپ کا ایک اور خط عم محترم شیخ اہل اللہ صاحب کی طرف

شیخ شاہ عبدالعزیز کا خط شیخ اہل اللہ کی طرف

یا من الی وجهه تصبو صبا باتی   ومن ذری عزه تقضی لبا ناتی

لا خیل عندی اهدیها ولا نقول   لذا صعدت تضاعیف التحیات

حیاک ربک فی عیش و رغد   ولا یکدره شوب البلیات

وافی البشیر فاعطی السمع منبهة   رفوض الهم من الیان والآتی

بشرٰی فقد طلعت شمس العلٰی و هدٰی   بدر الشرافة فی افق المکرامات

در من البحر بحر العلم قد ظهرا   نور تفتح من روض السعادات

ابقاه رب الورٰی بالصالحات معًا   وانبت الله سعد احسن انبات

بعد عرض السلام ورفع الشوق والغرام فالداعی عبد العزیز الراجی الی رحمة ربه المجید یحییکم بتحیات اصولها ثابت فی ارض المحبة الخالصة وفروعها فی السماء ویرفع الیکم دعوات لا یزال تزداد ابد الاباد فی القبول والنماء وبعد فانی احمد الله علی ما کسانی من سرابیل الصحة وقمص العافیة واطعمنی اقوات الامن وارزق الرفاهیة وانها نعمة عظیمة ومنحة جسیمة کما قیل ؎

وما العیش الا فی الخمول مع الغنٰی   وعافیة تغدو بها وتروح

بید ان قرة العین عائشة سلمها الله تعالٰی کانت ذات علة فتفضل الله تعالٰی بازالتها اکثرها و هو المرجو لازالة غبرها وقانا الله تعالٰی هول المطلع وصرف عنا وعنکم سوء المضطجع واحسن الینا و الیکم فی المرجع اللهم انا نبات نعمك فلا تجعلنا حصائد نقمك اٰمین اٰمین اٰمین وان من نفحات رحمة الله فی هذه الایام ما تباشرنا به تباشر اهل الحرمین بلین الاسعار وتحادثنا به تحادث المبد

بلتتبا بع الامطار وهو الخبر السار الذی کتب فی الالواح وامتزج بالارواح وعد فی جملة انفسنا العظام وجری فی العروق وسری فی العظام تغلغل حیث لم تبلغ شراب ولا حزن ولم یبلغ سرور ففلنا متوجهین الی ورودها ماکانت تقوله اوائل العرب عند التهانی بمولودها بارك الله فی الحیاة بدا حتی نری نجبائك هداجدا مورا حده من فی تقدی مثل ماتقدی کاننا انت اذا تقدّ انها لا محمودة وقدّ اهنا کم الله تعالی مولده وقرن بالخیر مورده واطال عمره واسعده وجعله مقرباً بجناب الاله وربّاه فی ظلال اهل الله آمین الزیادة توجب السآمة والسلام والاکرام

جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کا ایک اور خط اپنے عم بزرگوار کی جانب۔

شاہ صاحب کا ایک اور خط شیخ اہل اللہ کی طرف

الی المجلس المحفوف بالمکارم والمعالی اعنی به سیدنا وسندنا ومعتمدنا ومکان الروح فی جسدنا وذخیرنا یومنا وغدنا سیّدنا العم سلمه الله تعالی ظلاله عن الافول واحله محل القبول آمین ؎

بعد رفع السلام والاکرام — فیقول الفقیر ذو الآثام

ان هذا الفقیر محفوظاً — عن شرور الزمان والاسقام

یسئل الله بعد کلّ صلاة — ان یعافیه فائض الانعام

ویعاً فی جمیع رفقة الارحام — من ذکور ونسوة وغلام

ثم ان البلاد فاسدة — عن ایادی الغشوم والظلام

غیر خافٍ علیك ما صنعت — قوم سکهٍ کأیت النوشام

خفضوا کلّ قریةٍ ومضوا — یفتحون الحصون والآطام

ضیّعوا امّة من الارواح — قتلوا امّة من الاجسام

نهبوا عدّة من الاموال — اوثقوا عدّة من الایتام

وسقوا کلّ من تعرّض لهم — من فئام الانام کاس الحمام

ذهلت کلّ مرضعٍ عمّا — ارضعته وکل ذات فطام

ان هذی الامور منجرة — فیه فلتعتبر اولی الاحلام

کیف ما سلط الشرار علی الا — ...س من خائن ومن خمام

والی الله نشتکی منهم — انه ذو الجلال والاکرام

هٰذه حالهم من الرفعة … كل يوم تتزيد فى الاقدام
وخفى المسلمين غير خفى … قد سرى فيهم مخول عظام
معهٰذ افليس عندهم … همة يرتقى ذرى الاعرام
فاذا جاء عندهم فنع … امروا ان تجهزوا بخيام
ثم لمّا تمّا لشئ اجمعًا … يستشيرون رأى كل حرام
لم يقيمُوا على مقدرة … ثم يستقسمون بالازلام
لم يُريْد وا تدارگا لعدو … بل يريدون سدّ باب ملام
دابهم ذالك لم يروا عرفا … قط فى دهرهم لطيف منام
ان شكاهم اليهم احدٌ … دفعوا اللومة بزور كلام
والنصارى من الفرنج اتوا … عرفوا بالوفاء دعى ذمام
ياخذون الخراج منتصفا … بسم من دسموا باسم امام
ويريدون اقتطاع الملك … من ذوى الارض صاحبى الاقوام
ويُريدون افتلاد المال … من ذوى المال اُولى الانعام
خرجت حزبهم من الافكار … حفيت صنعهم عن الاوهام
قد عدى الامر عن حد ادب … وتعدى عن المقام كلام
ليس عند الاديب معتبرا … من سهى عن محافظات مقام
لم يصل من جنابكم خط … ومضت مدّة من الايام
واشتياقى بقرب حضرتكم … شرحها لا يتم بالاقلام
ساعة الهجر عند ذى الاشواق … قد تفوق السنين والاعوام
لكن المسئول من جنابكم … ان تواسوا بمن اليكم هام
وصلوا ربعة الوداد بما … فيه طيب وفيه برد اوام
سلم الله ذاتكم ابدا … ما افاد الضياء بدور تمام
لقد اوجزت خيفة الابرام … وضممت السلام بالاكرام

جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کا ریویو کتاب مناقب حیدریہ مصنفہ شیخ احمد[1] بن محمد انصاری الیمنی الشروانی

رأيت رويقات تدل تبشرها — على فضل تحرير اليه يسند
وممدوحه في ذلك الطرس حيدر — سمي امير المؤمنين المؤيد
ولا غرو ان فاه الكرام بمدحه — اذا الفضل محمود ومنشيه احمد
له قدم في النثر عالي وان ابوا — عليه بزاهيتن الراعنة تشهد
وفي نظمه لطف وحسن سلاقة — يذل لديه كل نظم ويسجد
قد ام على من الدهور علاوة — يزيد على الاكياس طرا ويزيد

دہلی کے وصف میں آپکے چند ابیات

يا من يسائل عن دهلي ورفعتها — على البلاد وما حازته من شرف
ان البلاد اتاد وهي سيدة — وانها درة والكل كالصدف
فاقت بلاد الورى عزا ومنقبة — غير الحجاز وغير القدس والنجف
كانها جبال الارض قاطبة — خلقا وخلقا بلا عجب ولا صلف
بها مدارس لو طاف البصير بها — لم تنفتح عينه الا على المصحف
كم مسجد زخرفت فيها منارته — لو قابلته شموس الضحى تنكسف
ولا غرو ان زينت الدنيا بزينتها — كم من اب قد علا بابن ذرى شرف
وما جون جرى من تحتها فكى — انهار خلد جرت في اسفل الغرف

معزز ناظرین! جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے خطوط ورقعات میں سے جسقدر رقعات مجھے نقل کرنے تھے لکھ چکا اگرچہ اسوقت آپکے خطوط کے بہت سے مسودات میرے زیر نظر ہیں لیکن میں نے حیات ولی کے طول پکڑ جانیکے خوف سے چند رقعات کا انتخاب کرکے آپکے سامنے پیش کیا ہے۔ جنسے شاہ صاحب کی جودت طبع اور علمی تبحر اور ہستی ادکا حال آپ پر بہت کچھ واضح ہوسکتا ہے اور صرف اسی سے آپ قیاس کرسکتے ہیں کہ جناب شاہ صاحب کا تبحر اور

[1] شیخ احمد بن محمد بن علی بن ابراہیم انصاری یمنی شروانی بہت بڑا عالم وسیاح تھا اکثر عمر سفر میں بسر کی اور حجاز ومصر کا دورہ کرتا ہوا ہندوستان میں آیا اور اس ملک کے بہت سے شہروں میں پھرا چند تالیفات ورسائل چھپ کر شائع ومشہور ہیں جو ہندوستان کے مدارس میں داخل درس ہیں ازانجملہ ایک کتاب نفحۃ الیمن ہے اور ایک حدیقۃ الافراح اور ایک عجب العجاب اور ایک مناقب حیدریہ جو سلطان حیدر بادشاہ لکھنؤ کی مدح میں لکھی ہے۔ علاوہ ازیں بہت سے قصائد وخطوط مشہور ومعروف ہیں منجملہ انکے چند شعر یہ ہیں جو انشا راللہ خان کو لکھے تھے ؎ هيج الاشواق للصب اللبيب + ذكر هند ذي الحسن الغريب + من تعاديه في تجاذبها البعيد عن + منتها مشفق الوجه المذايب + فاذكري يا هند صيا دمعه + مذ من خفرت العهد يا عيني صبيب + بجمالك السفاك ابكي مقلتي + والحيف احمل من يلجي الحبيب + كيف ارضاك الذي ارضى لعدي + ان هذا منك يا دوحي عجيب +

ادب اور فضل وکمال کس پایہ کا تھا۔ اور آپ کی علمی استعداد کس عروج پر پہنچ گئی تھی۔

شاہ صاحب کی اولاد

جناب شاہ صاحب کے ہان بجز تین عصمت مآب اور باعفت صاحبزادیون کے اولاد ذکور نہین ہوئی اور دو
کبھی بڑی اور صاحب اولاد ہو کر آپ کی حیات ہی مین رحلت کر گئین۔ سب سے بڑی صاحبزادی۔ جناب مولانا شاہ
رفیع الدین صاحب کے بڑے فرزند مولوی عیسے صاحب کے عقد نکاح مین تہین جو ایک فاضل اور نہایت بالیاقت
آدمی تھے۔ دوسری صاحبزادی شیخ محمد افضل صاحب سے بیاہی گئی تہین جنسے جناب مولانا اسحاق صاحب مہاجر[1]
اور جناب مولوی محمد یعقوب صاحب[2] پیدا ہوئے۔ مولانا اسحاق صاحب کی تاریخ ولادت ۶۔ ذیحجہ ۱۱۹۷ھ ہجری اور مولوی
محمد یعقوب صاحب کی ۲۸۔ ذیحجہ سنہ ۱۲۰۰ھ ہجری ثابت ہوئی ہے۔ شاہ صاحب کی تیسری صاحبزادی مولوی
عبد الحی صاحب کے عقد نکاح مین تہین جو ایک فاضل اجل اور نہایت شریف و خلیق شخص تھے اور جو جناب سید احمد
صاحب کی معیت مین چند سال تک کوہستان اور اُسکے اطراف مین رہے اور پہر مرض بواسیر کی شدت سے سفر
ناگزیر اختیار کیا۔

تصانیف

مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی تصنیفات جو خاص خاص موقعون پر نہایت ضرورت کیوقت لکھی گئی
ہین آپکی بے نظیر یادگارین ہین۔ آج جن کتابون کی عام شہرت دریائے جمنا سے فرات تک اور ہندوستان سے
کوہ ہمالیہ تک نہایت مقبولیت کیساتھ پہیلی ہوئی ہو اور جو بے انتہا توقیر و عظمت کی نگاہون سے دیکھی جاتی ہین وہ
آپ ہی کی مصنفات ہین۔ شاہ صاحب کی تصانیف کا مفصل ذکر مشرح طور پر مینے حیات عزیزی مین کیا ہے جو
میری پہلی تصنیف ہو اور جسکی قدر پبلک نے میری امید سے بہت زیادہ کی ہے مین اُس تمام بیان کو یہان ذکر کرکے
حیات ولی کو طول دینا نہین چاہتا۔ ناظرین وہان اچھی طرح دیکھ سکتے ہین۔ لیکن چونکہ مین اس تذکرہ کو شاہ صاحب

---

[1] مولانا محمد اسحاق صاحب مہاجر شیخ محمد افضل کے فرزند اور جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کے نواسہ ہین آپنے علم حدیث شاہ صاحب سے حاصل کیا
اور کامل بیس برس تک یہ شریف فن آپکے حضور مین نہایت جدید انفکر طلبہ کو پڑھایا۔ آپ سنت نبوی کے پورے پیرو تھے اور کوئی کام خلاف سنت ظہور پذیر
نہ ہوتا تھا چونکہ خدا تعالیٰ نے صورت و سیرت دونون عطا کی تہین لہذا آپ کی صورت سے آثار نجابت عیان ہوتے تھے اور دیکھنے والون کو یقین ہوتا تھا کہ جناب
نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا فیض جنہون نے پایا ہوگا اُن کی یہی صورت و سیرت ہوگی جب جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے سفر آخرت
قبول کیا تو لوگون نے آپ کا فرق مبارک دستار خلافت سے مزین کیا اور تمام معتقدین کی رجوع آپ کی طرف ہوئی وہ خدا جوئی نہایت فخر و نازکے قابل ہے
جو شاہ صاحب مین موجود تھی آپنے باوجود اس شوکت و حشمت اور جاہ و جلال کے سب کچھ چھوڑ کر صرف خدا جوئی مین حجاز کا مبارک سفر کیا اور مع قبائل
و عشائر وہان پہنچکر فرض منصبی ادا کیا حج سے فارغ ہو کر ہندوستان کیطرف مراجعت کی اور ایک عرصہ تک مواعظ و نصائح سے خلق کو راہ ہدایت دکہلاتے رہے
اس کے بعد چونکہ شعائر اسلام مین دن بدن ضعف اور کفر و بدعات کی رسوم مین ترقی ہوتی جاتی تھی اس لیے آپ نے ہجرت کی نیت
مصمم کر کے اور تمام قبائل کو ہمراہ لیکر روانہ مکہ معظمہ ہوئے۔ اگرچہ تمام شہر کے باشندے اور نیز سلطان وقت بیاجت تمام مانع آئے مگر چونکہ
آپ پر شوق حرم محترم غالب تھا لہذا آپ مانع نہین ہوئے اور مکہ معظمہ مین جاکر توطن اختیار کیا اور چھ سال کے بعد ۱۲۶۲ھ ہجری مین انتقال فرمایا ۱۲

[2] مولوی محمد یعقوب صاحب شاہ محمد اسحاق صاحب مہاجر کے چھوٹے بھائی ہین علم و فضل مین اپنا نظیر نرکہتے تھے اور اخلاق جمیل صفات جزیل
قناعت و استغنا مین آپکی مثال ہزار تلاش کے بعد بھی نہین ملتی تھی اکثر لوگ آپ کے پاس ہدایا اور تحفے لیکر حاضر ہوتے تھے لیکن آپ کسی چیز کو
نگاہ قبول سے نہ دیکھتے تھے بلکہ جو سرمایہ اپنے پاس رکھتے تھے اسی مین گذر بسر کرتے تھے آپ نے بھی اپنے برادر عزیز کے ساتھ بعد وفات
سے ہجرت کی اور مکہ مین توطن اختیار کیا اور انجام کار وہین رحلت فرمائی ۱۲

کی تصنیفات سے خالی چھوڑنا مناسب نہین سمجھتا اسلیئے آپ کی تمام مصنفات کا ایک اجمالی نقشہ پیش کرتا ہون جس سے ناظرین کو آپ کی تصانیف کا سرسری فوٹو معلوم ہو سکتا ہے۔

شاہ صاحب کی تصانیف کا نقشہ

[illegible]	نام کتاب	کس زبان مین	کس فن کے متعلق	مختصر کیفیت
١	تفسیر فتح العزیز	فارسی مین	متعلق قرآن مجید	اس قابل قدر اور بے مثال تفسیر کی دو جلدین ہین۔ پہلی جلد مین سورۂ فاتحہ سے لیکر پارہ سیقول کے ربع تک سوا پارے کی تفسیر ہے اور دوسری مین اخیر کے دو پارون کی۔ یہ تفسیر ایک ایسے نرالے ڈھنگ مین لکھی گئی ہے جسکی نظیر سے تمام متقدمین و متاخرین کے علقے خالی ہین اسمین تمام علوم و فنون کوٹ کوٹ کر بھرے ہین اور ہر علم کا کافی نمونہ دکھایا گیا ہے جس سے مؤلف کی شان علم اور علمی تبحر بہت کچھ ثابت ہوتا ہے۔
٢	تحفہ اثنا عشریہ	فارسی مین	متعلق مناظرہ	یہ کتاب اہل تشیع کے بطلان عقاید مین ایسی متانت و تہذیب اور شایستگی کیساتھ مدلل لکھی گئی ہے جسکا جواب آج تک علمائے شیعہ سے بن نہین پڑا۔ انصاف پسند طبیعتین خوب جانتی ہین کہ یہ لاجواب کتاب کس پایہ کی ہے اور مصنف نے کن کن آبدار جواہر اس سے آراستہ کیا ہے یہ کتاب شاہ صاحب نے اسوقت تصنیف کی جبکہ دہلی مین شیعون نے ایک بہت بڑا اودھم مچا رکھا تھا اور یہ طبقہ مختلف خیالات و عقاید کا بازیگاہ بنا ہوا تھا متعصب شیعہ حشرات الارض کیطرح چارون طرف پھیلے ہوئے تھے اور ہر طرف طوفان بے تمیزی کا اندھا دھند جھکڑ چل رہا تھا۔ ایسے فتنہ زا اور پر آشوب زمانے مین جناب شاہ صاحب نے ایک ایسی معرکۃ الآرا کتاب کا تصنیف کرنا ضروری سمجھا جس سے ہزارہا بندگان خدا کے شکوک مٹ گئے اور وہ پکے مسلمان بنگئے۔
٣	بستان المحدثین	فارسی مین	فن تاریخ مین	یہ لاجواب کتاب بھی اپنے فن مین بے نظیر ہے جسمین تمام کتب حدیث اور انکے مصنفین و مؤلفین کے تاریخی حالات نہایت بسط و شرح کیساتھ لکھے ہین اس کتاب کا طرز بیان قابل دید اور مصنف کی علمی تحقیقات در تاریخ دانی لائق تعریف ہے بارھوین صدی کے بعد جو کتابین سلف کی یادگار مین لکھی گئی ہین وہ

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین	کس فن کے متعلق	مختصر کیفیت
۴	شرح میزان المنطق	عربی مین (١)	فن منطق مین	یہ ایک نہایت مختصر رسالہ میزان المنطق کی شرح ہی جو ہنوز قالب طبع مین ڈہالا نہین گیا۔ عاجز مولف نے ایک قومی کتبخانہ مین اسکی زیارت کی ہے حقیقت مین نہایت ہی عجیب و غریب کتاب ہے منطق کے ابتدائی مسائل و اصطلاحات کو اسقدر خوبی سے بیان کیا ہی کہ قابل اظہار نہین۔ رسالہ مذکورہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ مصنف کو علم منطق مین بہت ہی کمال حاصل تہا اور اُسنے اس فن کو عروج کمال پر پہنچا دیا تہا۔
۵	حواشی بدیع المیزان	ایضاً (٢)	ایضاً	یہ حواشی بہی ابہی تک چہپے نہین بلکہ ایک قلمی نسخے پر لکہے ہوے ہین ان حواشی مین شاہ صاحب نے بدیع المیزان کے مطالب کو اسدرجہ حل کیا ہے کہ ادنی درجہ کا طالب العلم بغیر استاد کی مدد کے مسائل منطقیہ سے بخوبی واقف ہو سکتا ہے اور جو اشکال اس راہ مین پیش آتے ہین اُسکے آگے پانی ہو جاتے ہین۔ مینے بدیع المیزان کی اور بہی چند شروح کا مطالعہ کیا ہی لیکن جو خوبی اسمین پاتا ہون کسی دوسری شرح مین نہین پاتا۔
۶	حواشی شرح عقاید	ایضاً (٣)	متعلق عقاید	شرح عقاید کے اگرچہ بہت سے حواشی اور تراجم میری نظر سے گزرے ہین لیکن یہ حواشی اپنی طرز مین بالکل نرالے اور انوکہے ہین شاہ صاحب نے ان مین وہ طرز بیان اختیار کیا ہی جس سے شرح عقاید کے مشکل اور لاینحل مسائل بالکل پانی ہوگئے ہین یہ حواشی مینے اپنے ایک دوست کے پاس کہنہ مسودات مین دیکہے ہین۔
۷	ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا	ایضاً (٤)	متعلق تاریخ	یہ ایک نہایت ہی لاجواب کتاب ہے جو خلفائے اربعہ کے فضائل مین بڑی تحقیق سے لکہی گئی ہے خلفائے اربعہ کی سوانح عمریان اور اُنکے تاریخی حالات جسقدر اب تک لکہے گئے ہین غالباً اسی کتاب سے اقتباس کئے گئے ہین افسوس کہ مینے اول سے آخر تک اس کتاب کا بنظر غور مطالعہ نہین کیا اور یہی وجہ ہے کہ اسکی پوری کیفیت بیان نہین کرسکتا البتہ سرسری اور اجمالی نظر ڈالنے سے اسقدر ضرور ثابت ہوا

نمبر	نام کتاب	کس زبان مین	کس فن کے متعلق	مختصر کیفیت
				کہ اس کتاب مین کتب احادیث کا بہت کچھ تتبع کیا گیا ہی اور خلفائے اربعہ کے تاریخی واقعات حتی الامکان احادیث مشہورہ اور متواترہ سے اخذ کیئے گئے ہین۔
۸	عجالۂ نافعہ	فارسی مین	متعلق اصول	یہ بھی ایک نہایت مختصر رسالہ ہی جو اصول حدیث کے متعلق لکھا گیا ہی اسمین شاہ صاحب نے مصطلحات حدیث اور اسکے اقسام و مراتب نہایت اختصار کیساتھ بیان کیئے ہین۔
۹	سر الشہادتین	عربی مین	متعلق تاریخ	شاہ صاحب نے اس رسالہ مین اما مین ہما مین حضرات حسنین کی شہادت کے درد انگیز اور پر ملال واقعات کی ہو بہو تصویر کھینچی ہی اگرچہ کربلا کے پر درد حالات اور لوگون نے بھی جمع کیئے ہین لیکن ان مین سے اکثر پر تو اسقدر رنگ آمیزی اور مبالغہ کا پوڈر پھیر گیا ہے جس نے اصلی واقعات کی چمک کو بھی مٹا دیا اور بعض پر ان مصنوعی روایات کا روغن چڑھا یا گیا ہی جو منصفین کے نزدیک فضول قصون سے زیادہ وقعت نہین رکھتے شاہ صاحب نے اس کتاب مین وہ صحیح اور معتبر واقعات لکھکر جو بالکل مسلم الثبوت اور مستند حدیثون سے ثابت ہوتے ہین دونون فریقون کے دہوکے کو کھولدیا اور صاف طور پر بتا دیا کہ اما مین ہما مین کے اصلی واقعات یہ ہین۔

ان کتابون کے علاوہ اور بہت سے رسالے شاہ صاحب کی تصنیف سے ہین جو مختلف فنون مین زمانہ کی ضرورتین رفع کرنے کی غرض سے لکھے گئے ہین اور جو ہنوز چھپ کر شائع نہین ہوئے بلکہ آپکے قلمی مسودات مین موجود ہین۔ چونکہ کتابون کے عنوان سے ان کے نامون کا سراغ نہین چلا۔ اسلیئے مین انہین داخل نقشہ نہین کر سکا۔ نظم مین ایک عربی دیوان بھی آپ کی تالیف سے ہے جو دہلی مین بعض لوگون کے پاس موجود ہی۔ اور جس سے شاہ صاحب کی جودت طبع اور تیزی ذہن اور فصاحت و بلاغت بہت کچھ ثابت ہوتی ہے۔ اسمین آپنے وہ وہ معرکہ کے مضامین نہایت مختصر اور سادے لفظون مین ادا کئے ہین جنکے دیکھنے سے سخت تعجب آتا ہی۔ الغرض جو کتابین مولانا موصوف نے حسب ضرورت لکھی ہین وہ آپکی زمین مین محسوس یادگارین ہین جنکی چمک اسوقت شرق سے غرب تک بڑی تابانی کے ساتھ پڑرہی ہی اور انشاء اللہ قیامت

تک پڑے گی۔

چونکہ شاہ صاحب کے تمام واقعات نہایت بسط و شرح کیساتھ حیات عزیزی مین لکھ چکا ہون اسلیے صرف آپکے انتقال کا حال لکھکر اس عنوان کو ختم کرتا ہون ناظرین سوانح۔ آپکے باقی حالات حیات عزیزی مین پڑھ سکتے ہین شاہ صاحب نے ۷ شوال روز یکشنبہ بوقت صبح ۱۲۳۹ ہجری مین سفر آخرت قبول کیا بعض موزون طبیعت انسان چند قطعے آپکی تاریخ وفات مین موزون کیئے ہین جنمین سے مین تین قطعہ انتخاب کرکے ناظرین کی خدمت مین پیش کرتا ہون

قطعہ اول

شاہ صاحب کی تاریخ وفات

قطعہ تاریخ از جناب مولانا شاہ رؤف احمد صاحب نقشبندی

شاہ عبد العزیز فخر جہان — عالم علم آیت قرآن
صبح یک شنبہ ہفتمین شوال — از بدن گشت روح او پران
سن ہجری چو جستم از ہاتف — گفت اے نکتہ سنج قاعدہ دان
سال فوتش ز ہر عدد پیداست — از احد تا الوف زین عنوان
خواہی از ہر عدد کہ تاریخش — اولاً چار چند کن پس ازان
یک بیفزا و ضرب کن در دہ — پس بکن طرح بست بست ایجان
در صد و بست چار باشد را — ضرب فرما تو اے فہیم زبان
پس بنقصان در عدد دریاب — فوت آن مفخر زمین و زمان

قطعہ تاریخ از جناب حکیم مومن خان صاحب دہلوی

انتخاب نسخۂ دین مولوی عبد العزیز — بیعدیل و بے‌نظیر و بے‌مثال و بے‌مثل
جانب ملک عدم تشریف فرما کیون ہوئے — آ گیا تھا کیا کہین مردودِ ایمان مین خلل
ہے ستم اے چرخ تو کسکو یہان سے لے گیا — کیا کیا یہ ظلم تو نے کیون پہنچا اجل
جب اٹھائی نعش اک عالم تہ و بالا ہوا — لوٹتا تھا خاک پر ہر قدسیٔ گردون محل
کیا کسی پہ تھا صدمہ کیا قیامت خیز — ڈالتا تھا خاک سر پر ہر فرشتہ بے بدل

مجلس وعظ آفرین تعزیت مین بن گئی تھا	جب پڑھی تاریخ مومن نے یہ آکر بے بدل
دست بیداد اجل سے بے سروپا ہو گئے	فقر و دین فضل و ہنر لطف و کرم علم و عمل

قطعۂ سوم

حجت اللہ ناطق و گویا	شاہ عبدالعزیز فخر زمن
روز شنبہ و ہفتم شوال	در میان بہشت ساخت وطن
مہر نصف النہار در عرفان	مثل بدر منیر در ہمہ فن
از سر لطف و حلم تاریخش	رضی اللہ عنہ گفت حسن ۱۲۳۹

شاہ صاحب کا مرض وفات

شاہ صاحب کے مرض موت کی کیفیت مختصراً یہ ہے کہ ابتدا ً آپ کو خفیف سی تبخیر ہوئی اور پھر رفتہ رفتہ اچھی تپ آگئی اور وقتاً فوقتاً اُسمین اشتداد بڑھتا گیا۔ اگرچہ مرض مین آناً فاناً زیادتی ہوتی جاتی اور کرب و بےچینی بڑھتی جاتی تھی لیکن پھر بھی آپکے ہوش و حواس مین کسیطرح کا فرق نہ آیا تھا کرب و بےچینی کے زمانہ مین معمولی اوظائف و اوراد مین بیشک فرق ضرور آگیا تھا۔ مگر فرائض و سنن اُسی اہتمام و سرگرمی سے ادا کیے جاتے تھے جیسا کہ صحت کیوقت۔ آپ کو خلق اللہ کی ہدایت و رہنمائی کا خیال ہر وقت پیش نظر تھا چنانچہ اشتداد مرض کے زمانہ مین جب آپکے وعظ کا دن آیا تو آپنے حاضرین سے فرمایا کہ مجھے اٹھاکر بٹھادو اور دو آدمی میرے مونڈھے پکڑے رہو۔ لیکن جب بیان کرنا شروع کرون تو دونون شخص مجھے چھوڑکر علیحدہ ہو جائین۔ چنانچہ آپکے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور آپ نہایت اطمینان سے وعظ فرماتے رہے گو لب و لہجہ سے ناتوانی اور کمزوری کے آثار نمایاں تھے لیکن استقلال ویسا ہی اپنا رنگ جمائے ہوئے تھا۔ وعظ ختم کرنیکے بعد آپنے خداے ذوالجلال کے دربار مین ہاتھ اُٹھائے اور اپنے اور نیز تمام مسلمانون کیلئے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کی۔ بعد ازان آیۂ ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل زبان فیض ترجمان پر جاری ہوئی اور اپنے عزیز و اقارب کیطرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ میری ملکیت مین جسقدر نقد و اسباب ہے سب ایک جگہ جمع کردو۔ اس ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور گھروالون نے آپکا سارا اسباب و زر نقد و جنس جسقدر تھا ایک جگہ جمع کردیا آپنے آیۂ مذکورہ کی منشا کے مطابق تمام جائز وارثون کے حصے علیحدہ کردیے اور جو شخص جسقدر شرعی استحقاق رکھتا تھا آپنے اپنے ہاتھ سے اُسے تقسیم کردیا۔ اسکے بعد آپنے عربی فارسی کے چند اشعار جو معرفت الٰہی کے رنگ مین ڈوبے ہوئے تھے ایک ایسے دردناک لہجہ مین ادا کیے جس سے سننے والونکے جسم مین سنسنی سی پیدا ہوگئی اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

اسکے بعد آپنے حاضرین کو وصیت کی کہ میری تجہیز و تکفین مین زیادہ اہتمام نہ کیا جائے۔ بلکہ جس قسم کے کپڑے حالت زندگی مین میری تن پوشی کیا کرتے تھے اُن ہی سے مجھے کفنایا جائے۔ البتہ غسل کیوقت اس بات کی مزید احتیاط کرنا چاہیئے۔ کہ ارکان غسل مین سے کوئی رکن ترک نہو۔ تجہیز و تکفین کے بعد جب جنازہ تیار ہو تو نہایت آہستگی و وقار کیساتھ لیکے چلین اور شہر کے باہر صحرا مین نماز جنازہ ادا کرین۔ سلطان وقت کو میرے جنازے کی شمولیت اور شرکت نماز مین مدعو کیا جائے۔ ازان بعد آپ ذکر و اذکار مین مشغول ہوئے۔ اور اسی حالت مین آپ کی روح جسم عنصری سے پرواز کرگئی۔ جسوقت روح نے جسم سے مفارقت کی ہے یہ الفاظ زبان مبارک پر جاری تھے توفنی مسلما والحقنی بالصالحین روح کے بدن سے مفارقت کرتے ہی گھر والون سے کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون کا نعرہ بلند ہوا۔ صد آفرین آپکے متعلقین پر جنھون نے ایسے نازک اور مصیبت کیوقت مین انتہا درجہ کے ضبط و استقلال سے کام لیا اور ثابت قدمی کے عمدہ نمونے دکھائے۔ اگرچہ پرنم آنکھون سے آنسوؤن کی ندیان بہ رہی تہین۔ سینے اندوہ و رنج سے لبریز تھے بدن تھرتھر کانپ رہے تھے لیکن زبانین شکر الٰہی کیساتھ رطب اللسان تہین۔

شاہ صاحب کے انتقال کے بعد گھر والون نے آپ کی وصیت کے مطابق تجہیز و تکفین کی۔ چونکہ آپ حالت زندگی مین ہمیشہ موٹی دہوتر کا کرتہ گاڑھے کا پاجامہ یا تہ بند زیب بدن فرمایا کرتے تھے۔ لہذا آپ کی تکفین اسی قسم کے کپڑون سے کی گئی۔ جب کفنا کر فارغ ہوئے تو شہر سے باہر نکلکر نماز جنازہ ادا کی۔ لوگ جوق جوق آتے اور نماز جنازہ پڑھتے کہتے ہین کہ بچپن مرتبے آپکے جنازے کی نماز پڑھی گئی۔

مولانا شاہ رفیع الدین صاحب

یہ بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے سعادتمند فرزند ہین عمر مین مولانا شاہ عبد العزیز صاحب سے چھوٹے اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب سے بڑے ہین۔ آپنے تمام علوم بالخصوص علم حدیث و تفسیر کی سند اپنے والد بزرگوار حضرت عارف باللہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب سے حاصل کی۔ علوم دینیہ اور فنون عقلیہ مین مجتہدانہ کمال رکھتے تھے اور ادب و شاعری مین مرجع ارباب استعداد تھے چونکہ آخری عمر مین جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کو کبر سنی اور ضعف مزاج نے نہایت کمزور کردیا تہا اور کثرت امراض کی وجہ سے آپ تعلیم و تدریس طلبہ کا دماغ نہ رکھتے تھے لہذا اسوقت تدریس کا سلسلہ آپ ہی کی مقدس ذات کیساتھ وابستہ تہا۔ نامی گرامی اور مشہور شہرون سے جو نامور فضلا اور زبردست علما یہان آکر آپ کی قدمبوسی حاصل کرتے باوجودیکہ وہ دنیا کے نامور و مشہور اہل کمال سے مشہور

یکتائی اور فضل و کمال کی سند حاصل کر چکے تھے لیکن پھر بھی آپکے فضل و کمال کی شان اور علمی تبحر دیکھکر دنگ رہجاتے اور آپ کی خدمت مین اپنے تئین طفل ابجد خوان اور مبتدی محض سمجھکر ابتدا سے انتہا تک سبقاً سبقاً تمام علوم کی تحصیل پر از سر نو کمر بستہ ہوتے اور سرگرم طبیعتون مین آپ سے تحصیل علوم کا جوش پیدا ہو جاتا تھا یہی ہے کہ دیار ہندوستان کے تمام نامی اور مشہور فضلا آپ ہی کے مستفیضون اور خوشہ چینون مین شمار کیے جاتے ہین۔

شاہ صاحب کی ہمہ دانی

آپ کو ہر فن کے ساتھ ایک خاص قسم کی مناسبت تھی اور خدا نے وہ حافظہ و ذہن عطا کیا تھا کہ وقت واحد مین متعدد علوم اور مختلف فنون کا درس فرمایا کرتے تھے۔ جب ایک فن کی درس سے دوسرے فن کی طرف متوجہ ہوتے تو حضار مجلس کو معلوم ہوتا کہ اسی فن مین جامہ یکتائی آپکے قامت استعداد پر قطع ہوا ہے غرضکہ آپ کا علم و فضل اور تبحر ہر طرح قابل تعریف ہے۔ اور متانت و سنجیدگی راستبازی انصاف شعاری مسطعی عاجزی و انکساری حلم و بردباری اور بھی زیادہ لائق توصیف ہے۔

شاہ صاحب کا باطنی فیض

باوجود ان کمالات ظاہرہ کے آپکے فیض باطن کے افاضہ کا یہ حال تھا کہ اگر جنید بغدادی اور حسن بصری بھی آپکے مبارک زمانہ مین ہوتے تو آپکے پاک اور پرجوش ولولے دیکھکر عش عش کر جاتے۔ پھر ان تمام باتون کے علاوہ سخاوکرم آپ کی ذات اقدس مین کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ رحم بھی حد سے زیادہ تھا تواضع بھی پرلے درجہ کی تھی غرض جو باتین ایک معزز و باکرامت ولی مین ہونی چاہئین وہ سب آپ مین جمع تھین جب ہم آپکے تفصیلی واقعات پر اجمالی نظر ڈالتے ہین تو آپکے اوصاف لکھنے سے زبان و قلم دونون کو عاجز پاتے ہین۔ آپکے زمانہ طالب العلمی کے وہ واقعات ہماری پیش نظر ہین جنسے آپکی بے لوث توکل اور پاک استقلال پر ایک بہت بڑی نظیر قایم ہو سکتی ہے اگر اختصار ہمین قدم بقدم مانع نہوتا تو ہم مولانا موصوف کی پوری لائف لکھکر بتا دیتے کہ آپ کس پایہ اور مرتبہ کے آدمی تھے گو آپ بظاہر بشریت کے جامہ سے آراستہ تھے لیکن حقیقت مین فرشتہ خصلت تھے۔

شاہ صاحب کے مشغلۂ اوقات

اس مشہور فاضل نے اپنے تمام اوقات دنیاوی کاروبار اور عباوات اور طلبہ کی درس و تدریس مین تقسیم کر رکھے تھے۔ طلبہ کی تدریس نے اگرچہ آپ کی تصنیف و تالیف کیلئے بہت ہی کم وقت باقی چھوڑا تھا۔ مگر پھر بھی آپنے اکثر مفید کتابین تصنیف کین جو اسوقت تک مولنا کی بے نظیر یادگار ہین۔ قرآن مجید کا لفظی ترجمہ آپ ہی نے کیا ہے جو دریائے جمنا سے لیکر فرات تک نہایت مقبولیت کیساتھ پھیلا ہوا ہے اور جس سے عامہ خلائق مستفیض ہو رہی ہے۔ آپنے عربی زبان مین بہت سے پرمعنی اور دلچسپ مضامین نظم و نثر کے پیرایے مین عجیب شان و شوکت کیساتھ

لکھے ہین مین اُنمین سے یہان صرف ایک قصیدہ اور ایک خمسہ منتخب کرکے نمونۃً ہدیۂ ناظرین کرتا ہون جنسے آپ کی عربیت اور ادب کی شان اور علم و فضل کا پایہ بہت کچھ ثابت ہوتا ہے۔

شیخ بوعلی سینا جو چوتھی صدی مین ایک مشہور فاضل اور فن طبابت کا موجب گزرا ہے اُس نے ایک نہایت پرزور قصیدہ اِس بارے مین لکھا تھا کہ نفس کیا چیز ہے اور اُسکی حقیقت کیا ہے۔ فاضل اجل جناب مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب نے اُسکا ایک متین اور سنجیدہ جواب نظم کے پیرائے مین دیا تھا جسے مولٰنا شاہ رفیع الدین صاحب نے مخمس کیا چنانچہ مین اُس خمسہ کو بعینہٖ درج کرتا ہون اور وہ یہ ہے۔

نفس کی حقیقت مین شاہ ولی اللہ صاحب کا قصیدہ اور شاہ رفیع الدین صاحب کی تخمیس

سأل الحکیم عن النفوس الرضّع — وقت فطارت لم تقف بالمطمع
فاجبت اکشفُ سرّها عن منبع — هبط الوجود من المحل الارمع
مستدرہا بتجنس و تنوّع

قد جل فی اطلاق غیب ہویّۃ — عن وصمۃ التقیید فی انیّۃ
حتی اکتسی من نسبۃ علمیۃ — لزمت حقائق اولا لحقیقۃ
فصوی کمال الزوج عند الاربع

فھنالک کل کان اسمًا سامیًا — عن کسوۃ التخلیط خلوا عاریا
لصنوف آثار التمثل حاویا — ثم اکتست تلک الحقائق ثانیا
بحقائق الاعراض کالمتقنع

فی اللوح قد ظلت تطل بجملۃ — مما استکن بروزہا فی وحدۃ
من کل معنی تقتضیہ وصورۃ — ثم استقرت کلہا بھویۃ
فیہا تشخصت الشیون بمجمع

اوفت بہا الناسوت حدًّا حاصرًا — وتجر الآثار فعلًا حاضرًا
ما قد حوتہ وافرًا او قاصرًا — متکثرا تلک الحقائق ظاہرًا
متوحدا عند اللبیب الاورع

فیہ ورا مرٌ واحدٌ فی دورہ — بشہادۃ او برزخ او غیبۃ
وقیام عین او تلاحق ہیئۃ — والنفس عقد جامع لمشتۃ

والنفس باطن جثة المتجسم

وکمالها التشخیص یوفی بحتة ... دینًا وقبرًا محشرًا او جنة

یتری له نوعًا وصنفًا وسعة ... النظمها رابت الاقامة برهة

ثم استقرت بالدیار البلقع

او قاتها امن تصصر اللہ ... اترى الحکیم البرسوغ ...

کلا فان الوهم نکس راسه ... ... یکره نفسه

هیهات ذالک من المحال الاشنع

شاہ صاحب کا قصیدہ معراج کے بیان میں

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کا قصیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے بیان میں

یا احمد المختار یا زین الوری ... یا خاتم الرسل ما اعلاکا

یا کاشف الدهماء من مستنجد ... یا منجی فی الحشر ما والاکا

هل کان غیرک فی الانام من استوی ... فوق البراق وجاوز الافلاکا

واستمسک الروح الامین رکابه ... فی سیره واستخدم الاملاکا

عرضت لک الدنیا وداعی ملته ... نبغت بنعتک طامعین رداکا

فرددتهم فی خیبة عن قصدهم ... الله صان عنهم ووقاکا

واخترت من لبن وخمر فطرة ... الاسلام بالهدی الیه هداکا

فعدت لک الرسل العظام ترقبا ... فعلوت مغبوطا لهم مسراکا

وامستهم فی القدس بعد تجاذب ... منهم یا رسل الله ودلاکا

وبکی الکلیم لما رأک علویة ... وتنافسوا لتحقق فیهم ذاکا

وتزینت حور الجنان بشاشة ... یا سید شوقا الی لقیاکا

خلفت روح القدس عند السدرة ... القصوی یخاف من الجلال هلاکا

اذ مالک ربک فی منازل قربة ... جلی لک الاکوان ثم حیاکا

واتم نعمته علیک فلم تسل ... ان توثر الاتقاق والاماکا

القی الیك كنوز اسرار سمت	عن حیطة الافہام اذ ناجاكا
وسالت فینا العفو منه شفاعة	فاجاب بك قد وهبت مناكا
حتی اذا تم الدنو تسلزت	منك الهویة فی سنا مولاكا
فرایته جهرا بعینی نوره	ماكان الا الله فی مجلاكا
وكساك نورا من اشعة ذاته	افناك عنك اذا به ابقاكا
فلك المناصب السیادة كلها	وخلافة الرحمن یا بشراكا
جعلت لك الاقدار والانوار	الجنات والنیران فی مرآكا
اعطاك تخفیفا وتیسیرا الی	دین قویم محكم لقراكا
وسواه من شم جادر یالها	عل وحل ینتهی اولاكا
فرجعت مسرورا بها فی الكعبة	وجمیع خلق الله قد هناكا
اجریت دین الله بعد لفنویه	ومحوت راس الجهل والاشراكا
فلقد اتیتك سیدی مستجدیا	من سیبك المدرار حسن والاكا
یا لیتنی قد فزت منك بنظرة	فی بدر وجه نور الاملاكا

شاہ رفیع الدین صاحب کی اولاد

جناب مولنا شاہ رفیع الدین صاحب کے ہان چار ہونہار اور بلند اقبال فرزند پیدا ہوئے۔ مولوی مصطفی صاحب مولوی مخصوص اللہ صاحب۔ مولوی عیسے صاحب۔ مولوی حسن جان صاحب۔ اگرچہ یہ حضرات علم و فضل مین بے نظیر رکھتے تھے اور ہر ایک آسمان علم کا نہایت تابان آفتاب تھا لیکن مولوی مخصوص اللہ صاحب ان مین خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہین۔

مولوی مخصوص اللہ صاحب

مولوی مخصوص اللہ صاحب نے تمام علوم کی تحصیل اپنے عم بزرگوار جناب مولنا شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ کی خدمت مین کی اور چند روز مین اپنے ہمعصرون کے سبقت لیگئے۔ فارغ التحصیل ہونیکے بعد ایک زمانہ دراز تک تدریس طلبہ مین مصروف رہے۔ اور علوم دینی و فنون یقینی کے مشاغل مین اوقات گرامی شب و روز صرف کرتے رہے چونکہ بیس پچیس سال تک برابر مولنا صاحب کی خدمت مین قرأت کلام الٰہی اور حدیث رسالتپناہی کرتے رہے اور آپ کی تقاریر گوش ہوش کا زیور فرماتے رہتے اس لیئے آپ نے حدیث و تفسیر مین وہ کمال بہم پہنچایا تھا کہ ان دونون فنون کے جو بیش قیمت اور انمول جواہر آپکے خزانہ سینے مین تھے وہ اور کہین نہ پاے جاتے تھے۔

علاوہ حدیث وتفسیر کے فقہ عقائد کلام اصول وغیرہ مین مجتہدانہ کمال رکھتے تھے اوران علوم
کو عروج کمال پر پہنچا دیا تھا اور چونکہ آپ کی طبیعت زیادہ تر عبادت دوست اور مزاج زہادت پرست واقع ہوا تھا
اسلیئے آخر عمر مین سررشتہ تدریس ہاتھ سے دیکر گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی اور ہمیشہ عبادت الٰہی مین مصروف
رہتے تھے۔ آپکے اوقات اسدرجہ مجموع تھے کہ شاید سلف صالحین کے زمرہ مین اولیائے کرام کے اوقات ایسے
ہوگئے ہون۔ اور چونکہ آپ کی ساری ہمت عبادت الٰہی اور تقوے شعاری مین مصروف تھی۔ لہذا اسمین نثر اور نشاپردازی
کی طرف آپ کا میلان طبع نہ تہا یہی وجہ ہے کہ آپ کا کوئی کلام باوجود تحقیقات کے مجھے دستیاب نہین ہوا۔

شاہ عبدالقادر صاحب

جناب مولنا شاہ عبدالقادر صاحبؒ

آپ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے فرزند رشید اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب وشاہ رفیع الدین صاحب کے
چھوٹے بھائی ہین۔ ایسے وحید العصر فرید الدہر کے علمی تبحر اور فطری جوہر کی خوبی کا اظہار کرنا بلا مبالغہ ایسا ہے
جیسا آفتاب کی تابانی ودرخشانی کی تعریف اسکی چمکیلی شعاعون اور تیز کرنون کے ساتھ کرنا اور آپکے فضل وکمال کی
توصیف کا ذکر کرنا بالکل ایسا ہے جیسے آسمان کی مدح سرائی اسکی رفعت وبلندی کے ساتھ۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے بچپن کا مسرت اندوز زمانہ اپنے ناز بردار اور مہربان والد کے سایۂ عاطفت
مین بسر کیا اور تمام دینیات کی آپ ہی سے تحصیل کی لیکن باطنی فیض کے حاصل کرنے کیلیئے والد بزرگوار کے
علاوہ دیگر اکابر دین اور اہل کمال کی خدمت مین بھی رہنے کا اتفاق ہوا۔ آپ اپنے زمانہ کے اہل کمال کے زمرہ مین
نہایت وقعت وعزت کی نگاہون سے دیکھے جاتے تھے۔ اور فضلا کے حلقہ مین ایسے ممتاز تھے جیسے جھلملاتے
تارون کی صف مین بدر کامل یا صبح کے ٹمٹماتے ہوئے چراغون مین برقی قوت کا لیمپ۔ آپکی لیٹریکل قابلیت
اور خداداد لیاقت کے آگے علمائے وقت کے علوم بالکل بے رونق اور کم رواج تھے اور یہی وجہ تھی کہ علمائے زمانہ
اور سلاطین وقت کی گردنین ہمیشہ آپکے سامنے جھکی رہتی تھین۔ مذہبی تقدس کے علاوہ دنیاوی اعزاز بھی آپ کو
بہت کچھ حاصل تہا۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے بعد جسقدر گورنمنٹ قلعہ نے آپ کی عزت افزائی کی بیان سے باہر ہے
قلعہ کے تمام شہزادے اور اُمرا ہمیشہ آپکے سامنے گردنین جھکائے کھڑے رہتے تھے۔ اور آپکے ارشاد کی تعمیل کو
بہت بڑا ذریعہ فخر سمجھتے تھے۔ غرضکہ مذہبی تقدس اور دنیاوی اعزاز مین کوئی مرتبہ ایسا نہ تہا جو فیاض ازل نے
آپسے دریغ رکھا ہو۔

شاہ صاحب کا مکاشفہ اور تفرس ایسا صحیح اور درست تھا کہ اُس زمانہ مین کسی اہل کمال کو میسر نہین ہوا۔ اکثر معتبر اور ثقات اشخاص سے سنا گیا ہے کہ آپنے جس امر کی بابت ذہن دوڑایا یا اُسکے بارہ مین ارشاد فرمایا خدا کی شان کہ بے کم و کاست ویسا ہی ظہور مین آیا۔ آپکے زہد و اتقا اور متواضعانہ اخلاق اور فیاضانہ ہمت کی بلند شہرت ہندوستان کی حدود سے نکلکر نجد و یمن تک پہیل گئی تھی۔ اور کرامات و روحانی جذبات کا چرچا ہر ادنی و اعلی کی زبان پر نہایت رغبت کیساتھ جاری تہا اگرچہ آپ عام اخلاق اور فطری عجز و انکساری کیوجہ سے ہر ایک شخص سے خواہ وہ کسی مرتبے کا آدمی ہوتا نہایت خندہ پیشانی اور خوش آیندہ مسکراہٹ کیساتھ گفتگو کرتے اور ہر شخص سے بقدر مراتب دلدہی اور تسلی آمیز لہجہ مین منکسرانہ تبسم کی باتین کرتے لیکن قدرتی طور پر لوگون کے دلون پر آپکا وہ رعب چھایا ہوا تھا جو کسی بڑے مقتدر و قہار بادشاہ کا اُسکی رعیت پر چھا جاتا ہے یہی وجہ تھی کہ جب شہر کے معزز و اولو العزم رؤسا کو آپ کی خدمت مین حاضر ہونے کا اتفاق پڑتا تو مجلس مبارک مین نہایت سکوت خاموشی کیساتھ گردنین جھکائے بیٹھے رہتے۔ ہرچند کہ اُنکے ذاتی اغراض و مقاصد دلون مین ایک نئی طرح کی گدگدی اٹھاکر آپسے ہمکلام ہونے اور اظہار مطلب کرنیکی جسارت و جرأت دلاتے۔ مگر آپ کا زبردست اور پر سطوت رعب اُنکے مونہون پر خاموشی کی مہر لگا دیتا جس سے وہ لوگ بغیر آپ کی تحریک اجازت کے دم مارنے کی قدرت نپاتے اور اجازت دینے کے بعد بھی بجز ایک دو باتین عرض کرنے کے زیادہ گفتگو کی مجال نہوتی۔

سولانا موصوف کی حیرت انگیز اور عجیب و غریب کرامات کی روایات اس کثرت سے ہین کہ اگر فیصدی پانچ کا بھی انتخاب کیا جائے تو حیات علی اسکی گنجایش نہین رکھتی۔ لہذا تطویل کے خوف سے انہین نظر انداز کیا جاتا اور صرف اس ایک شعر پر اکتفا جاتا ہے **بیت**

مردان خدا خدا نباشند لیکن ز خدا جدا نباشند

مولانا شاہ عبد القادر صاحب قدرتی طور پر مستغنی المزاج تھے۔ اور آپکی طبیعت مین استغنا کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا تھا جس کا بدیہی نتیجہ یہ تہا کہ آپ ابتدا سے دم وفات تک دنیا کے فانی اور جلد مٹجانے والے ساز و سامان سے متنفر رہے اور دنیاوی تجملات آپکے آگے سر ایک سے زیادہ وقعت قدر نہین رکھتے تھے آپ اہل دنیا اور اُنکے تمام جھگڑون سے ہمیشہ الگ تھلگ رہے۔ اور فارغ التحصیل ہونیکے بعد آپنے اپنی عمر کا پورا حصہ اکبر آبادی مسجد کے ایک حجرے مین بسر کردیا۔ دنیا کی طمع کار زینت اور اُسکے بیہودہ ساز و سامانون کو کبھی آنکھ اُٹھاکر نہین دیکھا اور شب و روز خداوندی طاعت مین مصروف رہے۔ غالبًا ایک یہی وجہ ایسی تھی جس سے آپ کو تصنیفات کیطرف توجہ

شاہ صاحب کا رعب و ہیبت

استغنا

مبذول فرمانے کی فرصت بہت کم ملی۔ قرآن مجید کے اردو ترجمے اور تفسیر موضح القرآن کے علاوہ آپ کی کوئی اور تصنیف مجھے دستیاب نہین ہوئی۔ لیکن بڑی خوشی سے لکھا جاتا ہے کہ آپ کی یہی دونون قابل قدر دینی متبرک خدمتین ایسی مبارک اور نیک نتیجہ ہین جن پر سے ہزارہا تصنیفات قربان کیجا سکتی ہین۔

قرآن کا اردو ترجمہ

قرآن مجید کا سلیس اور ٹھیٹھ اردو ترجمہ جس خوش اسلوبی اور انوکھے پیرائے مین آپنے کیا ہے اظہر من الشمس ہے۔ اس کے دیکھنے مین نہایت سہل و مختصر لیکن حقیقت مین دقیق و باریک مطالب سے لبریز۔ تلفظ مین نہایت آسان مگر عمیق مضامین سے پر۔ چھوٹے چھوٹے مگر فصاحت و بلاغت مین ڈوبے ہوئے جملون سے وہ حیرت انگیز مضامین کا سمندر ابل رہا ہے جو انسانی طاقت سے بالکل باہر نظر آتا ہے۔ قرآن مجید کے ادق اور غامض مسئلون کو ایسے سہل اور آسان طریقے سے بیان کرنا جس سے عالم و جاہل دونون یکسان متمتع ہو سکین غیبی تائید نہین تو اور کیا ہے؟

ہم اس موقع پر اسقدر کہنے سے کبھی باز نہین رہ سکتے کہ روز ازل سے جس شخص کی قسمت مین کلام الٰہی کے مترجم ہونے کا معزز لقب لکھا تھا وہ جناب شیخ عبد الرحیم کے پوتے اور مولوی شاہ ولی اللہ صاحب کے نامور و بلند اقبال صاحبزادے شاہ عبد القادر صاحب ہین۔ اسمین ذرا شک نہین کہ خیاط ازل نے اس ترجمہ کی خلعت طبع اور زیبا و خوش قامت کا جامہ اپنے نازک ہاتھون سے قطع کر کے جناب مولانا شاہ عبد القادر صاحب ہی کے جسم مبارک پر آراستہ کیا تھا جو اسوقت آپکے قد و قامت پر نہایت موزون ثابت کیا اتر گیا۔

اسوقت اردو زبان مین بہت سے مختلف اور متعدد ترجمے ہمارے پیش نظر ہین جو خاص خاص مصلحتون کیوجہ سے وقتاً فوقتاً لکھے گئے اور ابتک لکھے جا رہے ہین اور جنکی نسبت بظاہر کوئی نہ کوئی خاص بات ایسی ضرور بیان کی جاتی ہے جو دیکھنے والونکے رجحانے اور انکی طبیعتین اپنی طرف مائل کرنے کا کافی سامان رکھتی ہو لیکن جب عمیق و بالغ نظر سے دیکھا جاتا ہے تو جو دلفریب خوبیان شاہ عبد القادر صاحب کے ترجمے مین موجود ہین وہ ہرگز کسیکو اب تک نصیب ہوئین نہ آئندہ ہو سکتی ہین آپکے ترجمے مین ایک ایسا مقناطیسی جذب ہے جسکی طرف خود بخود دل کھنچا جاتا اور ایک بے اختیارانہ جوش کیساتھ دوڑا جاتا ہے۔ بعض ترجمے تفہیم عوام کے لیئے بسط و شرح کیساتھ لکھے گئے ہین اور جس اردو نے اس زمانہ مین نیا جنم لیا ہے ہر ہر فقرہ اس پیرایہ کے قالب مین ڈھالا گیا ہے اور اسمین ذرا شک نہین ایک مختصر بات کو صاف و سلجھے ہوئے لفظون کی مدد سے توضیح و تفصیل کے رنگ مین ڈبو کر بیان کرنا تفہیم عوام کا بہت بڑا ذریعہ ہے لیکن مبصرین خوب جانتے ہین کہ حقیقت مین قابل قدر وہی ترجمہ ہو سکتا ہے جس کے واقعی مطالب نہایت مختصر اور عام فہم لفظون مین ادا کیئے جائین کیونکہ اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ تطویل اخلال مطالب کا

باعث ہوا کرتی ہے۔

میں ڈنکے کی چوٹ کہوں گا۔ اور ضرور کہوں گا کہ ٹھیٹھ اردو اور عام محاورات میں اس حسن خوبی کیساتھ قرآن مقدس کا ترجمہ کرنا صرف مولانا موصوف ہی کا حصہ تھا جس طرح خدا کا مقدس و پاک کلام جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایک بڑا زبردست اور بھاری معجزہ ہے جس نے نہ صرف عرب کے فصحا و بلغا کو بلکہ تمام جن و انس کے بڑے بڑے گروہوں کو اپنی مثل ایک آیت بنالانے سے تھکا کر بٹھا دیا۔ اسیطرح نتیجہ خیز اور پر مغز ترجمہ جناب شاہ عبد القادر صاحب کی ایک حیرت انگیز کرامت ہے جسکے سامنے تمام ہندوستانی علمانے سر تسلیم خم کر دیئے ہیں۔ اور اس جیسا ترجمہ لکھنے سے عاجز و قاصر ہیں۔ ایک فاضل کا یہ قابل قدر قول بیشک آب زر سے لکھنے کے لائق ہے کہ اگر اردو زبان میں قرآن مجید نازل ہوتا تو ان ہی محاورات کے لباس سے آراستہ ہوتا جنکی رعایت جناب مولانا شاہ عبد القادر صاحب نے اس ترجمے میں پیش نظر رکھی ہے۔

شاہ عبد الغنی صاحب

جناب مولٰنا شاہ عبد الغنی صاحب رح

یہ بزرگوار جناب مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے فرزند ہیں جو علم و فضل اور باطنی فیض میں شہرت عام رکھتے تھے آپنے تمام علوم خاصکر فقہ و حدیث کی تحصیل اپنے والد بزرگوار اور جناب شاہ عبد العزیز صاحب سے کی اتباع شریعت میں آپکا قدم پیشروان سلف میں سے آگے بڑھا ہوا تھا۔ وضع و لباس میں اپنے والد بزرگوار کے اسقدر مشابہ تھے کہ جسنے اُنہیں نہ دیکھا تھا وہ آپ کو دیکھکر شاہ صاحب مرحوم کو یاد کرتا۔ علمی کمال کے علاوہ اخلاق عامہ آپ میں ایسے تھے جو دوسروں میں بہت کم پائے جاتے تھے۔ توکل و قناعت میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور باوجود عیالداری اور تاہل کے دنیا اور اہل دنیا کی طرف بہت کم رجوع کرتے تھے آپکے اکثر اوقات تدریس طلبہ میں مصروف اور عنان ہمت افادہ طالبین کی طرف معطوف تھی۔

مجھے افسوس ہے کہ جناب شاہ عبد الغنی صاحب کے حالات زندگی کسی ایسے وسیلے سے دستیاب نہیں ہوئے جنھیں میں بے کم و کاست یقین کر سکتا اور یہی وجہ ہے کہ میں اُن واقعات کو بالکل قلم انداز کرتا ہوں جو لوگوں کی زبانی سُنے گئے ہیں اور کسی تذکرہ یا تاریخ میں نہیں دیکھے گئے۔

مولٰنا محمد اسمٰعیل صاحب

جناب مولٰنا محمد اسمٰعیل صاحب شہید رح

روز ازل میں جس شخص کی قسمت میں قاطع بدعت ہونا لکھا تھا وہ شاہ عبد الغنی صاحب کے فرزند رشید اور جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے مولانا محمد اسمعیل صاحب شہید ہیں جو پھریرہ خدائے ذو الجلال کی توحید پھیلانے اور شرک و بدعت کو ہندوستان سے مٹانے کا جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اٹھایا تھا خدا تعالیٰ نے آپکے بزرگ ہاتھوں سے اسی اسدرجہ تقویت عطا کی کہ علم توحید کا عظیم الشان پھریرا دہلی کی سرزمین سے بلند ہوکر دور دور کی سرسبز سلطنتوں تک اپنے زور شور سے اہرانے لگا۔

مولانا شہید کی تاریخ ولادت۔ تربیت تعلیم

مولانا شہید کی تاریخ ولادت میں علما کا باہم اختلاف ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ آپ ۱۲ ربیع الثانی سنہ ۱۱۹۳ھ کو پیدا ہوئے۔ آپکے پیدا ہونیکے بعد آپ کی والدہ محترمہ نے جن کا نام بی بی فاطمہ تھا باوجودیکہ نہایت ضعیف و کمزور تھیں خود صد شرع تک دودھ پلایا۔ اور نہایت عمدہ طور پر پرورش کی جب آپنے چھٹے سال میں قدم رکھا تو آپکے والد بزرگوار جناب شاہ عبد الغنی صاحب نے آپ کو قرآن مجید پڑھنے کیلئے بٹھایا اور [illegible] کی۔ آٹھ سال کی عمر میں آپنے قرآن مجید حفظ کرلیا اور اسکے بعد صرف و نحو کے مختصر رسالے پڑھنے شروع کیئے۔ دو تین برس کے [illegible] میں صرف و نحو کی معمولی درسی کتابیں اپنے والد بزرگوار سے نکال لیں اور اب آپ باقاعدہ تعلیم پانے لگے۔

صرف و نحو اور معقول کی تمام کتابیں اور فقہ آپنے اپنے والد بزرگوار ہی سے پڑھیں اور جب آپکے والد بزرگوار کا انتقال ہوگیا تو جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے اپنے ہونہار اور بلند اقبال بھتیجے کو اپنے سایہ عاطفت میں لیلیا اور بجائے فرزندوں کے پرورش کی روز و شب آپ کی تکمیل میں ساعی رہے اور تسلی و دلدہی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

یہ امر عموماً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جوہر قابل محتاج تربیت و نیاز مند تعلیم نہیں ہوتا اور جسے فطرت مہر کا [illegible] رہتی ہے اسکے دل کو پہلے ہی ربانی قابلیتوں سے آراستہ و پیراستہ کردیتی ہے یہی حال یعنیہ [illegible] کہ آپکے ضمیری جوہروں نے تائید الٰہی سے ایسی صفا اور جلا حاصل کی تھی جس کی وجہ سے ازلی [illegible] پر منکشف ہوگئے تھے اور فطری ضمیری جوہر خود بخود اپنی اصلی تابانی اور درخشانی دکھا [illegible] کہ آپ ابتدائی زمانہ میں کتابوں کے مطالعہ کیطرف چنداں ملتفت نہ تھے اور جب [illegible] میں کتاب کھولکر بیٹھتے تو استغنا کی وجہ سے آپ کو یہ محفوظ نہ رہتا تھا کہ سبق [illegible] جب آپکو سبق کا پتا نہ لگتا تھا تو کبھی اسکی بعد کی عبارت سے شروع کردیتے جب

اہ ملاقی ہو
ہے کہ آپ
سے لکھا جاتا
ستہ اور نیز بھی
ور وہ آپ کی

شاہ صاحب ہان سے امتناع فرماتے تو آپ کہتے ہین سنے اِس مطلب کو آسان سمجھکر نہین پڑھا - اگرچہ وہ مقام نہایت مشکل اور رسالاینحل ہوتا۔ لیکن جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کی تنبیہ پر آپ اُس مقام کو اِس عمدگی اور صفائی سے چٹکیون مین سلجھا دیتے اور اس بلا کی سحر آمیز تقریر کرتے کہ حاضرین جلسہ حیرت کا پتلہ بنجاتے اور بڑے بڑے ذہین و طباع طلبہ عشعش کرنے لگتے۔ علیٰ ہذا القیاس کبھی ایسا ہوتا کہ کل کے پڑہے ہوے مقام سے آغاز کرتے۔ اور جب حضرت مغفور اُس پر تنبیہ فرماتے تو آپ اُسمین غور اً کوئی شبہہ پیدا کر دیتے اور حقیقت مین وہ شبہہ ایسا قوی ہوتا کہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب جیسے علامۂ دہر کو اُس کے دفعیہ مین توجہ کی بہت کچھ حاجت پڑتی۔

مولانا شہید کا علم حدیث مین کمال

مولانا شہید جب تمام علوم نقلیہ اور فنون عقلیہ سے فارغ ہوگئے تو جناب شاہ عبدالعزیز صاحب سے حدیث پڑہنا شروع کی۔ علم حدیث ایک نہایت ہی اہم اور دشوار گزار علم ہے۔ اسکی اہمیت کو وہی شخص خوب جانتا ہے جو اسکی سنگلاخ گھاٹیون کو طے کرتا ہے۔ لیکن ہمارے مولانا شہید [illegible] طبیعت کے آگے یہ علم بھی نہایت آسان تہا۔ آپنے چند روز کی او سنے توجہ [illegible] علم ہی حاصل کر لیا اور دوسرے علوم کیطرح اِسمین بھی آپنے وہ کما[illegible] کہ بڑے بڑے مشاق و تجربہکار آپکے سامنے زانوے شاگردی طے کرنے کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔

مولانا شہید کی ذہانت و طباعی

الغرض اس خداداد استعداد اور پولیٹکل قابلیت کی رعایت سے پندرہ سولہ برس کی عمر مین جناب مولانا شہید کو کتب معقول و منقول سے فراغت حاصل ہوگئی اور اسی نوعمری کے زمانہ مین آپ پیشواے مذہبی اور مقتداے عالم تسلیم کیئے گئے چونکہ آپ کی ذہانت و طباعی کی دہوم تمام شہر مین مچی ہوئی تھی اور علمی تبحر کا چرچا زبان زد خاص و عام ہو رہا تہا اکثر شہر کے فضلا اور اہل کتاب جو کتاب دانی اور دقیقہ شناسی کے دعویدار [illegible] علوم کے نکات و دقائق کے سمجھنے مین اپنی نظیر سے تمام علمائے کے حلقے خالی خیال کرتے تھے وہ چند باریک و نازک مقامات جنکے حل کرنے مین زمانہ دراز تک فکر کرنے کی ضرورت ہوتی آپسے بطریق مناظرہ دریافت کرتے اِس لحاظ سے کہ اگر آپکے درسگاہ مین جاکر دریافت کرینگے تو ممکن مطالعہ کتب یا شروح و حواشی کی اعانت کی وجہ سے اُسے بیان کر دین۔ لیکن بڑی خوشی ہے کہ مولانا شہید اُن غامض اور دقیق مسائل کو اسطرح چٹکیون مین سلجھاتے اور ایسی شستہ ہوئی تقریر کرتے کہ سائلین کو اس جرات و دلیری سے کمال ندامت و پشیمانی حاصل ہوتی ا

شیوا بیانی اور تبحر علمی پر غش غش کرنے لگتے ۔

مولنٰنا شہید کی فقہ دانی

مولنٰنا شہید کی فقہ کا یہ حال تھا کہ ہر مسئلہ کو آیات و حدیث کے ساتھ مستند فرماتے تھے اور وہ جزئیات
فقیہہ بیان کرتے تھے کہ بڑے بڑے نامور اور مشہور فقیہ سنکر دنگ ہو جاتے تھے آپنے معقول کی اکثر
کتابوں پر نہایت وزنی حواشی چڑھائے ہیں جنہیں دیکھکر آپ کی علمیت و قابلیت کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے
اور مسلمہ آپ کی طبیعت اس علم کی طرف زیادہ مائل تھی لہذا آپنے ایک پرزور رسالہ منطق میں لکھا اور اسمیں

مولنٰنا شہید کی بعض تصنیفات

شکل اول کے بعید الطبائع اور شکل رابعہ کے بدیہی الانتاج ہونیکا دعوی کیا اور اسکے دلائل اس قوت و استحکام
کے ساتھ بیان فرمائے کہ بلا مبالغہ اگر معلم اول موجود ہوتا تو اپنے دلائل و براہین تار عنکبوت سے زیادہ
وکمزور سمجھتا اور میرباقر و ملا صدرا نوے شاگردی طے کرتا ۔

آپنے اثبات رفع یدین میں بھی ایک رسالہ تصنیف کیا جس کا نام تنویر العینین فی اثبات
رفع الیدین ہے اور جس کی شہرت دریائے جمنا سے فرات تک نہایت مقبولیت کے ساتھ پھیلی
ہوئی ہے یہ رسالہ ایک عجیب دلچسپ پیرائے میں لکھا گیا ہے اور حقیقت میں اس بیہودہ شور و شر کے مٹانے
کی غرض سے تالیف کیا گیا ہے جو دہلی کے مولویوں میں رفع یدین کی بابت مدت سے بڑا ہوا تھا متعصب
اور ہٹ دھرم مولویوں کے ایک بڑے گروہ نے صرف اس فروعی اختلافی مسئلہ میں یہانتک تشدد کیا کہ
ایک دوسرے کو بلا دریغ کافر کہنے لگا جو شخص رفع یدین کرتا تھا وہ اپنے اس مسلمان بھائی کو بے روک
اسلام سے خارج کرتا تھا جو رفع یدین کیا کرتا تھا علی ہذا القیاس رفع یدین کرنے والا شخص نہ کرنے والے کو
کافر بتاتا تھا ۔ مولنٰنا شہید نے اس فضول شور و شر اور بیہودہ و ہولناک غلط فہمی کو اڑادیا اور اثبات رفع یدین
نہایت [illegible] سے استدلال کیا اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ فقہا کے دلائل جو اسکے
[illegible] ھایا کہ غیر متعصب منصف کو بجز تسلیم کے اور کچھ بن ہی نہیں آتا ۔
[illegible] الیف سے ہیں جو مولنٰنا شہید کی محسوس یادگاریں ہیں
[illegible] کا بہت خیال تھا لہذا جناب غفرانمآب [illegible]
[illegible] اعتقاد بہم پہنچایا اور آنسے فیض
[illegible] حر ادا کرکے ہندوستان
[illegible] گی بسر کی اور مخلوق خدا

کی گودیان ارشاد وہدایت سے لبریز کردین۔ مولنٰنا شہید کے اس زمانہ کے واقعات اس کثرت سے میری پیش نظر ہین جن سے مین فیصدی پانچ کے انتخاب مین بھی گنجائش نہین دیکھتا اور جنکے تصور سے قلم کی زبان شق ہوئی جاتی ہے لہذا مین اُنہین یہین چھوڑکر آپکے آخری حالات نہایت اختصار سے ساتھ قلمبند کرتا ہون۔

مولنٰنا شہید حجاز کے متبرک سفر اور ہندوستان کے اطراف وجوانب کے باشندون کو اپنے رشد وہدایت سے فیضیاب کرکے اپنے پیر کے ارشاد کے مطابق دہلی شاہجہان آباد کیطرف متوجہ ہوئے اور ملکی ہمدردی کے اصول پیش نظر کرکے یہان کے لوگون کیلئے رشد وہدایت کا دروازہ کھولا اور وعظ ونصائح سے اہل غفلت کے کان کھولدیئے جو مسائل کہ ضروریات دین مین شمار کیئے جاتے تھے اور جن پر مداومت ومواظبت کرنا اہل اسلام پر فرض تہا۔ اور علماء وقت کی سستی وکاہلی کی وجہ سے عوام تو الگ رہے خواص کے بھی گوش وہم تک نہ پہنچے تھے مولنٰنا کی انتہا درجہ کی کوششون سے سب پر کھل گئے اور اب شرک وبدعت کی بنیادین متزلزل ہوکر ڈھے پڑین اور اعلام سنت کا آوازہ ہر وضیع وشریف کے کان تک پہنچ گیا جن ارباب مشیخت اور صاحبان تشخیص کے ساتھ خاص وعام کی ارادت کا سررشتہ اور سلسلۂ اعتقاد مضبوط ومستحکم تہا۔ اور کسیکو ان کی مداہنت کا گمان نہ ہوتا تھا۔ اُنہین سخت خلجان پیدا ہوا اور دنیا طلب مولویون کے گروہ مین ایک بہت بڑا تہلکہ پڑگیا۔ اُنہین خیال ہوا کہ اگر مسائل حقہ عوام کے کان تک پہنچ گئے تو ہمارے حق مین ضعف اعتقاد کا موجب ہوگا اور رفتہ رفتہ ہماری روزی کی عمارتین ڈھا دیجاینگی جہلا قبضہ مین نہ آئینگے اور وہ بات بات مین بحث کرنے کو طیار ہو جاینگے اس بیہودہ خیال نے اُن کے دلون مین اکر ... مبتلا کر دیا اور علاوہ کفر کے فتوے دینے کے مولنٰنا موصوف کے جانی دشمن ہو گئے اور نیچے کرکے درپے اذیت واہانت ہوئے۔

لیکن چونکہ تائید ایزدی مولنٰنا کے شامل ... مین لکھا گیا تھا۔ آپ اس ہدایت ... چل سکا آپکے وعظ ونصائح ... بدعات کا ولولہ پید...

مفسدون کا بازار بالکل کاسد و بے رونق ہوگیا تمام لوگون پر یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ جنہین ہم آجتک مذہبی
پیشوا سمجھتے تھے اور جنکے آگے ہر وقت گردنین جھکا سے کھڑے رہتے تھے وہ حقیقت مین دین کے
راہزن تھے جو مال و دولت کے طمع مین امور حق کو چھپاتے اور ہمیشہ سبز باغ دکھاتے رہے ۔

مولانا شہید کا وعظ

حقیقت مین جو باتین اسوقت مسلمانون کو لائق تہین اور جن سے اسلام شرک و بدعت مین گہی کھچڑی
ہوتا تھا مولٰنا شہید نے اُنہین اسطرح علیحدہ کرکے دکہا دیا اور قرآن و حدیث سے اُن کی ایسی تردید
کی کہ ہوا کا رخ ادہر سے اُدھر ہوگیا اور بجائے شرک و بدعت کے ہر شخص کے دل مین سچے اسلام کی روشنی
چمکنے لگی دہلی کے تمام بے نمازی لوگ پابندی کے ساتہ نمازین پڑہنے لگے اور ہزار دنے واسطے کو ایسی
نماز کی توفیق ہوئی کہ جامع مسجد مین نماز جمعہ کے لیئے وہ کثرت ہونے لگی جو عیدگاہ مین نماز عیدین کیلیئے
ہوا کرتی ہے اور جس کی مثال آجتک قایم ہے یہ تائید آلہی اور مولٰنا کی صدق نیت و خلوص کا بدیہی
اثر ہے جو اسوقت تک ایک حال پر دیکھا جاتا ہے ۔ بیشک اس احیار سنت کا ثواب آپکے اعمال کے
رجسٹر مین آجتک لکہا گیا اور انشاء اللہ آئندہ قیامت تک لکہا جائیگا الحمد للہ علیٰ ذالک ۔

مولٰنا شہید کی عادت تہی کہ جمعہ اور سہ شنبہ کو جامع مسجد مین مجلس وعظ مرتب کرتے اور ہزارہا
لوگ غول کے غول آآکے جمع ہوتے تھے اس چار روز کے عرصہ مین عوام الناس کو توچندان خیال
نہ ہوتا لیکن لکھے پڑہون کے گروہ مین ایک عام تحریک پہیلجاتی اور ہر شخص کہتا کہ دیکھیئے مولٰنا آئندہ وعظ مین
کیا فرماینگے ۔ عام طالب ضلالت نہاد مفسدون کے اغوا سے طرح طرح کے شبہے پیدا ہوتے اور ہر طالب علم
اپنے خیال مین فلاطون اور ارسطو بنا رہتا اور یہ سمجہتا کہ اب کے وعظ مین مولوی اسمٰعیل کو ایک بات مین بند
کرونگا ۔ لیکن تعجب او نہ صرف تعجب بلکہ حیرت سے دیکھا جاتا ہے کہ مولٰنا کی سموئی ہوئی مذہبی پولیسی دہلی
کے تمام علما پر عجیب و غریب اثر ڈال رہی تھی ۔ اور آپ کی تقریر مین وہ جادو بھرا ہوا تہا کہ لوگ گہرون سے
ارادہ کرکے جاتے تھے کہ عین وعظ مین مولٰنا شہید کی مخالفت کرینگے لیکن وہان بجز خاموشی کے اور کچھ
بن نہ آتا تہا ۔ آپ ابتدائے وعظ مین چند جملے تمہید کے طور پر فرماتے اور انکی جامعیت سے وہ چیزین مذکور
ہوتین کہ ہر شخص اپنے شبہہ کا جواب پالیتا اور کسیطرح کا خدشہ باقی نہ رہتا ۔ حتی کہ اختتام وعظ کے بعد کسی کو یہ
خلجان نہ رہتا کہ ان شبہات کو پہر اپنی زبان سے بیان کرکے طالب دلیل ہو ۔ ہر وعظ مین عمدہ مقاصد اور اعلیٰ
مطالب شرک و بدعت کی تردید اور احیائے سنت کی نسبت ہوتے تھے ۔ آپ کی تقریر نہایت صاف اور منجہی ہوئی تھی

اور اسمین وہ کمال حاصل تھا کہ جو دقیق و غامض مسائل رد و قدح کے بعد طالب علمون کے ذہن نشین ہوتے
عامی جہلا کے دلون مین سنتے ہی بیٹھ جاتے اور اسطرح منقوش خاطر ہوتے کہ مخالفین مین سے بعض علماء بہت بھی
چاہتے کہ علمی دلائل سے انہین رد کر کے ذہن سے نکال ڈالین۔ ممکن نہ تھا۔ جب یہ مطالب اچھی طرح پھیل گئے
اور شرک و بدعت کی گھٹا جو دہلی اور اسکی اطراف مین چھائی ہوئی تھی مولٰنا شہید کے انفاس متبرکہ کی وجہ سے
کائی کیطرح پھٹ گئی تو اب آپنے سید صاحب یعنے پیر طریقت کے ارشاد کے مطابق تقریر و وعظ کی اسطرح بنیاد ڈالی
کہ اثناے وعظ مین بیشتر مسائل جہاد فی سبیل اللہ کے متعلق بیان ہوتے۔ یہان تک کہ بہت تھوڑے عرصہ
مین آپکے صیقل تقریر سے مسلمانون کا باطنی آئینہ نہایت مصفا و مجلا ہو گیا اور سرگرم طبیعتون مین
جہاد کا وہ ولولہ و شوق پیدا ہوا کہ ہر شخص بے اختیار چاہتا تھا کہ میرا سر راہ خدا مین قربان ہو اور لواے دین
محمدی کے نیچے میری جان صرف کیجاے۔

جب یہ شوق دہلی کے باشندون مین اچھی طرح پک گیا تو جناب سید احمد صاحبؒ نے مولٰنا شہید کو
طلب کیا اور آپ معتقدین کو تشنہ چھوڑ کر اُن کی خدمت مین روانہ ہوے اور بالاتفاق حضرت ممدوح نے
نہایت مستعدی کیساتھ جہاد فی سبیل اللہ پر کمر باندھی۔ کوہستان مین تشریف لیجاکر اطراف ہندوستان
مین خطوط طلب روانہ کیئے اور شائقین جہاد جوق جوق آپ کی خدمت مین حاضر ہوتے۔ کوہستانیون کے علاوہ
ہندوستان کے باشندون کی ایک بہت بڑی جمعیت آپ کے پاس جمع ہو گئی۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ
ہندوستانی اپنی جانین قربان کرنیکے لیے مستعد ہو گئے اور نہایت بانتیجہ اور نمایان کام راہ خدا مین ظہور
پذیر ہوے۔

تائید الٰہی سے مولٰنا شہید کا رعب کفار کے دلون مین اسدرجہ بیٹھ گیا کہ جس جگہ غزاۃ مسلمین کا قلیل
گروہ اور مٹھی بھر آدمی بھی متوجہ ہوتے اور اُنکے جنرل مولٰنا شہید مقرر کیئے جاتے تو کافرون کا لشکر اگرچہ مور و
ملخ سے زیادہ ہوتا بے سر و پا فراری ہوتا۔ اور یہ سنکر کہ مولٰنا اسمٰعیل آ گئے ہین بڑے بڑے تجربہ کار اور خونخوار
لشکرون کے دل کانپ اُٹھتے تھے۔ قوم افاغنہ باوجودیکہ وحشی جانورون سے کسی طرح کم نہ تھے۔ مولٰنا شہید کے
اسدرجہ معتقد ہوے کہ آپکے پیر کے ہاتھ پر بیعت امامت کی اور مستحکم عہد کیا کہ آپ جہاد کیجیے تو ہم لوگ سرفروشی
کو حاضر ہین۔

مولانا سید احمد صاحبؒ نے سکھون کی اقوام پر جہاد قایم کیا اور قوم افاغنہ کے علاوہ ایک لاکھ سے زیادہ

ہندوستانی جمع ہوگئے۔ آپکے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور سب نے اپنا امام و مقتدا تسلیم کیا۔ اب آپنے فوج کی آراستگی کیطرف عنان توجہ مبذول فرمائی اور مولٰنا شہید لشکر اسلام کے جنرل مقرر ہوئے۔ اس لشکرنے اپنے بہادر جنرل کے حکم سے حرکت کی اور پنجتار سے نکلکر آہستہ آہستہ آگے قدم بڑھایا۔ چند روز تک عُشر جو طریقہ اسلام مین خراج کی ایک قسم ہے آپکے پاس آنے لگا۔ اور پشاور اور بعض مقام دیگر سکھون کی عملداری سے نکلکر غازیان اسلام کے تصرف مین آگئے۔

مولانا شہید کا رعب سکھون پر اسقدر چھایا ہوا تہا کہ وہ کچھ ملک دینے پر بخوشی راضی ہوگئے لیکن چونکہ آپ کو ترویج اسلام پیش نظر تھی اس لیئے آپنے اس بات کو قبول نہین کیا۔ اور کئی سال تک جنگ کا سلسلہ یون ہی چلا گیا۔ قوم افاغنہ چونکہ نہایت لالچی اور بندۂ زر تھے۔ سکھون کے اغوا سے منحرف ہوگئے۔ اور عین معرکۂ جنگ مین آپسے دغا کی۔ روز ازل سے آپکی قسمت مین دولت شہادت لکھی تھی اور یہ عظیم الشان درجہ آپکو ملنا تھا اسلیئے آپ بالکل مطمئن اور بیخوف تھے۔ افاغنہ کے یون منحرف ہوجانے اور ایک ایسے نازک موقع پر ساتھ چھوڑ دینے سے کچھ تشویش دل مبارک مین نہین ہوئی۔ اور جس طرح جان توڑ توڑ کر آپ سکھون سے لڑے ہین حد سے زیادہ داد دینے کے قابل ہے۔

الغرض بعد سخت خونریزی کے مولٰنا محمد اسمٰعیل صاحب اور مولٰنا سید احمد صاحب مع اکثر صاف اعتقاد مسلمانون کے بالاکوٹ کے قریب شہید ہوئے۔ اور یہ جانکاہ واقعہ بقول ایک مورخ کے ماہ مئی سنہ ۱۸۳۱ء کو وقوع مین آیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تمام شد

خاتمہ کتاب

آن چشم دارم از نظر بندہ پرورت   کز عین التفات برین عرض بنگری

معزز ناظرین! تاریخانہ واقعات لکھنے اور گزشتہ حالات کی ہو بہو اور دلچسپ تصویر کھینچنی کوئی مشکل امر نہین لیکن اُن واقعات کی تلاش و جستجو کرنا جنھین مورخون نے عام جزئیات اور معمولی حالات سمجھکر نظر انداز کردیئے ہون اور پھر ہر واقعہ کی نسبت غیر معمولی چھان بین کرکے اُنھین زمانہ کی طرز رفتار کے مطابق تاریخی جامہ پہنانا نہایت اہم اور مشکل بات ہے۔ اس اہمیت اور اشکال کا وہی شخص اندازہ کرسکتا ہے جس نے کبھی یہ کام کیا ہو۔ ایک ایسے صاف باطن تذکرہ نویس سے جس نے مذکورہ امور کا التزام اپنا منصبی فرض قرار دیا ہے پوچھا جائے کہ اس قسم کے واقعات قلمبند کرتے وقت اُسے کن کن مشکلات اور دقتون کا سامنا کرنا پڑتا ہے

درحقیقت یہ ایسا پیچ در پیچ اور خطرناک میدان ہے جسمین قلم کا مسافر باوجودیکہ لوہے کا سینہ اور پتھر کا جگر رکھتا ہے ان سنگلاخ اور دشوار گذار گھاٹیون کے طے کرنے کا تصور کرکے جو اس کے بیچ مین پڑتی ہین قدم رکھتے ہوئے تھراتا ہے۔

حیات ولی کے لکھنے کا خیال ایک مدت سے میرے دماغ مین کوندرہا تھا۔ لیکن مین اپنی بے سامانی اور بے سروسامانی سے قطع نظر کرکے ناقابلیت اور ہیچمدانی کی وجہ سے اس پُرخار وادی مین قدم ڈالتے ہچکچاتا تھا اور طبیعت خود بخود رکسی جاتی تھی۔ ادہر یہ خلش چین نہ لینے دیتی تھی کہ جسطرح بن پڑے اس خیال کی تکمیل کرنی چاہیے۔ اُدہر اپنی بے بضاعتی کا خیال پیش نظر تھا۔ غرض اسی کشمکش مین ایک عرصہ گزرگیا اور مجھے کوئی شق اختیار کرتے بن نہ آئی۔ انجام کار خدا پر بہروسہ کرکے مین نے اس میدان مین قدم رکھا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ مین خدا کے شکر سے کسیطرح عہدہ برآ ہو نہین سکتا کہ اس نے میرے قدیم ارادہ مین [illegible] ایک ضعیف سا خیال رہگیا تھا۔ عام تحریک اور تحریک کیساتھ تکمیل کی روح پہونکدی۔ اور یہ اہم اور عظیم الشان [illegible] مجھ ناچیز کے ہاتھ سے انجام کو پہنچادیا۔ اور نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اسکا انجام ہوا۔

حیات ولی کے دوران تالیف مین علاوہ تاریخی سرمایہ کے خود جناب شاہ ولی اللہ صاحب اور آن کے محترم خاندان کے تمام تراجم و تصانیف کا سلسلہ میری پیش نظر تھا۔ چونکہ تواریخ سے مجھے بہت کم مدد ملی [illegible] مین نے اکثر واقعات و روایات اسی سلسلے سے منتخب کرکے حیات ولی مین درج کیے۔ اس بنا پر مین [illegible] بھروسے کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ جسقدر حالات و واقعات آپ اسمین پائینگے غالبًا نہایت درست اور نفس الامر [illegible] ہونگے۔ اور مین آپکو پورا اطمینان دلاتا ہون کہ اسمین آپ کو ایک واقعہ بھی ایسا دستیاب نہوگا جسکی مستند شہادت اور تاریخی ثبوت میرے پاس موجود نہو۔

یہ سب کچھ ہے لیکن مجھے پھر بھی اپنی ناقابلیت اور بے بضاعتی کا بدل اعتراف ہے اسلیئے مین آخر مین معزز ناظرین سے التماس کرتا ہون کہ اگر آپ میری غلطی پر متنبہ ہون تو از راہ کرم خطاپوشی کو عمل مین لائین کمترین کو دعائے خیر سے یاد فرمائین ؎ شاہان چہ عجب گر بنوازند گدا را ‎◆

آپکا خادم قدیم

محمد رحیم بخش [illegible] دہلوی